

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_I 188063

UNIVERSAL
LIBRARY

Checked 1978

ایک نئے عرب

جس میں عرب قدیم کے مفصل معاشرتی ملکی علمی اور تاریخی
جغرافیائی حالات درج ہیں

کتاب سنا جتا الطرب فی تقدّات العرب

مولوی محمد مارون صاحب مولوی ضلے

کارخانہ پبلیشنگ کے لئے اردو ماہر ترجمہ کیا

پہلی مرتبہ ۱۹۰۳ء میں

دارالاسلام لاہور میں لاہور ہفت روزہ الامت الشریعہ کے زیر نگرانی
دارالتعلیم پبلیشنگ کے زیر نگرانی

بائیں طرف ہے کبھی کبھی شجر کو عمان کی طرف نسبت دے لیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ تناور کھنڈا ہے۔ شجر

دار سعدی بشجر عمان | سعدی (مشفوقہ کا نام) کا وطن عمان کے ایک حصہ
قد کساها البلی الملوآن | مسمی شجر میں ہے جسے شب و روز کے دوران نورین دیا

و ورا حصہ بجانب ہے۔ اسی میں کہ اور شیرب ہے۔ جسے مدینہ یا
مدینہ الرسول بھی کہتے ہیں۔ حجاز کو حجاز کہنے کی یہ وجہ ہے کہ حجر کے لغوی معنی
منع و فصل کے ہیں۔ چونکہ تہا ما در نجد کے درمیان میں ملک حجاز حد فاصل ہے
اسلئے حجاز کہا گیا۔ مکے کے جنوبی حصہ میں جبل ثور ہے جس میں ایک مشہور غار ہے
اسی کی بابت شیخ محمد ابو صیر نے اپنے قصیدہ بردہ میں لکھا ہے۔ شجر

و ما حوی الغار من خیر ومن کرم | شاعر حیرت یوں امد کو اور نیکے غار میں پوشیدہ ہونیکو
وکل طرف من الکفار عنده عمی | گڑھے کو غار نے خیر اور کرم کو غار لیا تھا اور کفار کی تمام
آنکھیں نیکے دیکھنے سے نابینا ہو گئی تھیں۔

فالصدق والغار والصدیق لہ برص | صدق اور صدیق دونوں غار میں تھے مگر دکھائی نہ دیے
وہم یقولون ما بالغار من ارم | اور کفار کہہ رہے تھے کہ غار میں تو کوئی نشان ہی نہیں ہے

مدینہ کے شہر قبی جھٹے میں طے کے دو پہاڑ آجا۔ اور سلتی ہیں۔ اکثر لوگ کہتے
ہے کہ آجا سلتی ہے۔ و غنموں کے نام ہیں۔ آجا سلتی پر عاشق مٹھا۔ آخر لوگوں نے
ان دونوں پہاڑ سے نامزدوں کو اسی پہاڑ پر سولی دیدی۔ اسی وجہ سے یہ دونوں
ان یگناہ شہیدان عشق کے نام سے مشہور ہیں۔ انہی پہاڑوں کا ذکر جابر بن رالن
سہتسی نے بھی اپنے شعر میں کیا ہے۔ شجر

وحن غلبنا بالجلال وعزها | ہم ہی ان پہاڑوں اور انکی عزت و وقوت پر غالب
وحن و زنا غننا و بدکینا | اور ہم ہی غنیمت اور بدین کے وارث ہوئے
شاعر کی مراد جبال سے یہی آجا و سلتی اور انکے ٹیلے ہیں۔

۱۔ نواح اسکندریہ کے قصبہ بومیر کی طرف نسبت ہے۔

انہی پہاڑوں کا ذکر حسان بن خطلہ طائی نے بھی اپنے شعروں میں کیا ہے شعر
 غضبت علی ان الصلت بطیئ | (شاعر کسی کو مخاطب کر کے کہتا ہے) تو نے فقط
 واذ امر من طی الاجبال | اسوہ سے مجھے غصہ کیا کہ میں قبیلہ طے والوں
 سے مل گیا۔ (پھر غصہ کی کیا بات ہے) میں تو طی الاجبال کا رہنے والا ہی ہوں۔
 (پینے طے کے دو پہاڑوں کا)

طے کی پہاڑیوں میں ایک جو دی بھی ہے جسکی طرف ابو صترہ بولانی نے
 اشارہ کیا ہے۔

فما نطفة من حب من تذاذت | اندھیری رات میں جو دی کی دو نور طوف
 بها جنبنا الجودى واللیل داس | سے جواہر سے صاف و شفاف برسا ہوا
 باطیب من فیہا وما ذقت طعمہ | پانی بہ رہا ہے۔ وہ کہہ میری مشق کے
 ولکنی فیما تدری العین فارس | آب دہن سے زیادہ لطیف نہیں ہو سکتا
 باوجودیکہ اب تک مجھے اسکا ذائقہ نہیں چل سکا ہوا ہے۔ لیکن میں تمہا شک سے ہی
 دیکھ کر پہچان لیتا ہوں۔

تیسرا حصہ نہامہ ہے۔ یہ مقام میں جانب جنوب اور حجاز سے جانب شمال ہے۔
 چوتھا حصہ نجد ہے۔ یہ مقام شام سے شمالی جانب میں اور عراق سے
 مشرقی جانب میں ہے۔ اور حجاز سے مغربی حصہ میں اور نہامہ سے جنوبی سمت
 میں ملتا ہے۔ اور عرب کے تمام شہروں کی پر نسبت اس میں ایک خاص قسم کی تازگی اور
 لطافت ہے۔ اسی کی بابت فیس بن مویح شاعر نے لکھا ہے۔

اقول لصاحبی والعیس نقوی | حکو اور مہارے دوست کو شتران تیز رفتا
 بابین النیفة فالضمار | مقام منیفہ و شمار کے درمیان سے لئے جاتے
 تمتع من شمیم عرار نجد | ہیں۔ اور میں اپنے دوست سے کہہ رہا ہوں۔
 فما لجد العشیة من عرار | (اے دوست) نجد کے عرار (ایک خوشنما پہاڑیوں کا نام)

یہ لیلے عامرہ ایک نام ہے میں یہیں مقیم تھی عرار ایک شہر درندہ چھلایہ و گرس نہلیا تھا، وہیں انوشیروان کے محلے تھے۔

کی خوشبو سے لطف اٹھائے۔ کیونکہ جب ہمارے اونٹ یہاں سے آگے بڑھ جائے تو پھر شام کے بعد کہاں یہ عرار کی خوشبو نصیب ہوگی۔
کسی شاعر نے اور بھی کہا ہے۔

سوق الله بخدا والسلام على خلد | خدا تعالیٰ بخد کی زمین کو ہمیشہ سیراب رکھے
و یا حیدر اجد علی القرب والبعد | اے خد تجھ پر اسلام ہو شاعر دوبارہ اپنے
دل کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ خد کا مقام بہر صورت قریب ہو یا بعید ہو۔ بہت
ہی خوب جگہ ہے۔

خد ہی میں ایک مقام سنی العالید کلید بن دایک بن ربیع کی حمایت میں تھا
اسی کی بابت کلید بن دایک مارا گیا۔ اور اسی کے متعلق حرب لبوس کا مشہور واقعہ
ہے۔ اور عربیں آج ضرب البشل بنا ہوا ہے۔ وہیں جبل عکاؤ بھی ہے جس میں زمانہ
اسلام کے بہت دن بعد تک فصیح عربی باقی رہی تھی (کیونکہ اسلام کے زمانے میں قرآن مجید
لکھی نہ گئی تھی عرب کے ایسے چھٹے چوٹا دیے کہ انکی شاعری سب خاک میں مل گئی تھی۔ اور
وہ زور شور کو الا ان والحفیظ سب مٹ گیا تھا۔ نصف مناجم کی رائے میں اس
مقام پر فصیح عربی اب تک ہی باقی ہے۔ مترجم)

پانچواں حصہ یہاں ہے۔ جو بخدا و بین کے مابین واقع ہے اور اسے عربوں
بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بخدا و بین کے درمیان عارض یعنی واقع ہے۔ انہی مقامات
کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ سینیا اور دوسرا حور بیجا۔ جہاں پر کہ حضرت موسیٰ
علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے شریعت عطا فرمائی ہے۔ (دیکھو بابلس
جز ص ۱۹) اور جبل فاران ہے (تک ص ۲۱ و تثن ص ۲۲) و جبل مارون ہے اسی
مقام پر نامدن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہائی دفن ہیں۔ (حد ص ۲۰-۲۱-۲۲)
اسی جبل فاران کی مشرقی جانب میں وادی موسیٰ ہے۔ اسی مقام پر قدیم زمانہ
میں شہر تہر آباد تھا۔

اس شعبہ جزیرۃ العرب کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر جسے قدیم زمانے میں

باس۔ باسہ۔ اور بسا کہتے تھے گمراہ کلمہ کہتے ہیں۔ اور بعض اسکو کلمہ (بیخ
 بائے موزدہ) بھی کہہ لیتے ہیں۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ کلمہ کا لفظ اوسط کلمہ
 پر اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس مقام پر عوام الناس کا اجتماع بہت ہوتا تھا۔
 (یہ لفظ کلمہ بمعنی رحمت سے مشتق ہے) کلمہ کو اتم القرع ہی کہتے ہیں۔ مولفین
 اسلام میں۔ سے اب کوئی شخص وہاں جا نہکا مجاز نہیں ہے۔ کیونکہ وہیں مسجد الحرام
 ہے جسکے وسط میں خانہ کعبہ ہے۔ اس شہر کا طول و عرض کے قریب ہے۔ اور عرض
 ایک میل۔ وہاں کوئی چشمہ یا نہر نہ تھی۔ مرن چاہ دھرم نہا بعد میں فلیفہ مقتدر بائس
 عباسی نے بہت دور سے ایک نہر لاکے مکہ میں پانی جاری کیا۔

مکہ کے مشہور مقامات میں سے صفا و مروہ بھی ہیں۔ یہ دونوں پہاڑ کوہ
 ابوقبیس کے ذیل میں ہیں۔ علیٰ ذلہ القیاس وادی سنی اور جبل عنات اور مزدلفہ
 اور بطن محسر وغیرہ بھی وہاں کے مقامات مشہورہ میں سے ہیں۔
 حجاز کے ان مقامات مذکورہ کے ذکر میں شیخ عمر فارض نے بہت اچھے چنے
 اشعار کہے ہیں منجملہ انکے یہ شعر بھی ہیں۔

سقی بالصفاء الربیع بعبادہ الصفا و جاد باجیاد نذر منہ ثروقی
 علم فانت من جمع جمع ذاتی و و ذ علی وادی محسر حرقی

ایضاً

یار اکب الوجناء بلغت المنی عجم بالحمی ان جنت بالجرعاء
 منما تلعات وادی ضلح میتامنا عن قاعة الوعاء
 واذا وصنت ائیل سلع فلنقا فالرقین فلعق فشق ظبا
 وکذا عن العلین من شرفیة مل عادلا للحملة الفیجا
 فلنا لرحسج المربع فالشیکة فالثیة من شعاب کذا
 ولحاضر البیت الحرام و عامر تلاف الحجام و ذاندل الحشما

۱۔ چونکہ ان اشاریں زیادہ تر مقامات کے نام منظوم کیے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ ضروری ہے۔ لہذا

ولفتية الحرم المربع وجيرة الحمي المنيع تلفق وعنائى
اليفنا

عمرک اللہ ان مراۃ بولوی یبغ فالح هنا فیدر غادر
وسلک النقاو دان وذن الی دایغ الروی الشاد
وقطعت الحرار عمل الخیمات قدید موطن الامجاد
وقدایت من خلیص فحسنان فمر الفهران ملق البوادی
ووددت الجوم فالقصر الکنا طرا مناهل الورد
واقیت التعمید والزهر الزا هانورا الی ذوی الاطواد
وعمرت المحور واجزت فلتربت اذ دیاد مشا هلا الاواد
وبلغت الخيام فالبلغ سلامی عن حفاظ عرب فمد النادی
یارعی اللہ یومنا بالمصلی جیت ندی السبیل الشاد
وتیاب الکراب بالعلیمین لسا زعین غرادی
وسقی جمعنا بجمع ملشا ولبیلات الخیف صوبهاد
من تمنی مالا وحسن مآل فنانی مثنی داقص مرادی

انکے علاوہ ہی عرب کے اشتراکیت سی وادیوں اور پہاڑوں اور مواعنات کے
بیان میں آئے ہیں۔ جہاں وہ لوگ اکثر ٹھہرتے تھے۔ لیکن ان میں سے
اکثروں کے نام امتد اوزمان کی وجہ سے بول چوک گئے۔ اور اب فقط بجز
کے نام رہ گئے ہیں۔ ان مصنفات کا کہیں پتا تک نہیں۔ اور اکثر نام فید مقامات پر
باضافہ اطلاق کئے جاتے ہیں۔ مثلاً بزقار ہے کہ یہ سخت پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔
اور اب باضافت بزقار جنڈ و بزقار شلیل۔ بزقار ابدین وغیرہ تقریباً سولہ مقام کو
باضافت بزقار استعمال کرتے ہیں۔ اور برتہ تہد برتہ۔ احواف۔ برتہ اصدا وغیرہ۔

تقریباً (۹۰) موضع اسی طرح کے ہیں۔ کمیت بن معروف

وقد فاض غرب عند بزقار جنڈ لعینک من عرفان مالنت تعرف

(اے کیت) برقا راجند کو دیکھ کے تیری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ تیرے تیری آنکھوں نے پہچان لیا جسے تو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ (یعنی چونکہ اس مقام پر تیری معشوقہ نہ تھی۔ جب تو یہاں آیا تو وہ ایک بیک یا ڈاگئی۔ اور سارے سامان اُسکے رہنے پہنے کے آنکھوں تلے پھر گئے۔ آخر ضبط نہ ہو سکا۔ اور آنسو جاری ہو گئے
نعمان بن منذر کہتا۔

وما اعتذارك منه بعد ما حجت ایدی المظی بہ بدقاء شملیلا
اب تجھے بعد اس کے کیا عذر باقی رہا کہ تیری اونٹنی کے اگلے پاؤں میں برقا راجند شلیل میں پہنچنے کا اضطراب پیدا ہو گیا۔ یعنی تجھ کو اضطراب اور جزع کیوں نہیں طاری ہوتا۔ درحالیکہ تیری معشوقہ کی قیام گاہ کو دیکھ کے تیری اونٹنی تک کو جزع و جزع طاری ہو گیا ہے۔
ایک ورنشاعر کہتا ہے۔

ویوما بدبرقا راجندین لوالی ابیاستامی لانتهی اولجبربا
اگر کسی دن برقا راجندین میں میرے مقام پر نفرت اور انکار کی حالت میں آؤ تو یا یہ ہو گا کہ کامیاب مفسد پر پہنچ جائیگا۔ یا میرا پورا تجرہ کر لے گا کہ کیسا بہادر ہوں۔

حرف بن عبد بکری کہتا ہے
لحوالة اطلال ببقرة فهد تلوح کباق الوشم فظا صلید
خود (طرف کی معشوقہ کا نام ہے) کے مکانوں کے کچھ نشانات اور ٹیلے برقہ فہد میں لگے ہیں جو بطرح چمکتے ہیں جس طرح کلانی کے اوپر گونے کے نشان چمکتے ہوتے ہیں۔
بن مقبل کہتا ہے۔

طربت الی الحی الذین تملوا ببقرة احواد وانت طروب
جو تیرے لیے برقہ حواریں کیا ہے اُسے دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ اور حقیقت میں فوٹا خوش ہو گیا۔

کسی اور نے کہا ہے :-

لمن الا یا رب رقتہ الاجلاد عنت سوار سسمھا وغلاد
برقہ ابداد میں کسی مشوقہ کے مکانات ہیں۔ جسکے نشان کو صبح و شام کے برسنے
والے ابر نے بالکل مٹا دیا ہے۔

اسی طرح لفظ شیر ہے۔ یہ بھی کلمہ کے تفریک کے چند پہاڑوں کا نام ہے۔
مگر یہ سب اُس شیر کے علاوہ ہیں جنکو امرا القیس کندی نے اپنے شوق میں نظم کیا ہے
کان ثیلا من عرائن وبلہ کبیرا فاس فریجاد مزمل
زور شور کی بارش کے وقت شیر گویا ایک بہت بڑا آدمی معلوم ہوتا ہے۔
جو خطوط دار کلیم میں لپٹا ہوا ہے۔

منجلہ لکے شیر الزنج اور شیر الاعرج اور شیر الخضر اور شیر النضر شیر غینا
شیر اجدب بھی ہے۔ (انکو انبہر بھی کہتے ہیں)

علامہ ڈاکٹر فان ویک مصنف الانسل کہتا ہے کہ عرب ان ناموں میں مختلف
طرح کے تصرفات کرتے ہیں مثلاً ذی سلم۔ ذی الفضا۔ ذی قار۔ ذی طارح۔ ذات
الشیخ۔ ذات الحمل۔ ذات عقی وغیرہ۔ صاحب قصیدہ بردہ کہتے ہیں۔

امن تذکر حیدران بذی سلم مزجت دمعاً جری من مقلۃ بدم
کیا ان ہسایوں کو یاد کرنے سے جو کہ ذی سلم میں رہتے ہیں میری آنسو گویا
جو کہ میرے گوشہ چشم سے نکلا تو نے خون میں ملا دیا۔ یعنی کیا اتنی سی خطا پر
کہ میں نے اپنی مشوقہ اور اس کے اعزہ اقارب کو یاد کیا تو نے میری آنکھوں سے
آنسو کے بدلے خون جاری کر دئے۔

فارض کا قول ہے

انما افضا ضائق وسلم بدی الغضا ام ابتمت عما حکنتہ المدامع
کیا غضا (ایک درخت کا نام ہے جسکی لکڑی کی آگ چالیس دن تک رہ سکتی ہے) کی
آگ روشن ہو گئی ہے جو یہ روشنی پہیلی ہوئی ہے۔ اور سلمی میری مشوقہ ذی الغضائیں

یا میرے آنسوؤں کے بیان پر سلی نہیں دی ہے۔ اور اُسکے دانتوں کی چمک اس قدر چمکی
بکیر بن اہم تغلبی نے لکھا ہے:-

ہم یوم ذی قار و قد حسر الوغی خلطوا لہا ما جفلا بلہام
ذی قار کی جنگ کے دن جبکہ لڑائی کی آگ بہت تیز ہو گئی تو ایسے گہسان کی
لڑائی ہوئی کہ ایک عظیم الشان لشکر و سرنگدیں لڑتے بہرے قتل و غلوٹ ہو گیا۔
کسی امد شاعر نے کہا ہے:-

اذ نزل الحیام بذی طلوح سفیت الغیث ابتھا الحیام
جبکہ ذی طلوح میں یہ غیمے فروکش ہوں تو اے غیمو! نہیں باراں سیراب کرے۔
چونکہ یہ غیمے اسکی مشوقہ کے ہیں اسلئے اسکو دعا دیتا ہے۔
فاضل نے کہا ہے:-

و بذات الشیخ عفران مہرت عفی من عیب الجزع حبی
اے قاصد جب تو ذات الشیخ میں قبیلہ عرب الجزع کے پاس پہنچے تو میرا سلام پہنچا دینا۔
عفرو عسی کہتا ہے:-

طال النواء علی رسوم المنزل بین الکلیل و بین ذات الحرم
مشوقہ کی منزل کے پاس جو کلیل امد ذات حمل کے درمیان میں ہے کھڑے کھڑے
دیکھ بول گئی اور اُنک کوئی جواب نہ آیا۔

اسی طرح لفظ بطن ہے کہ اکثر ناموں کے ساتھ منضم ہوتا ہے۔ مثلاً بطن تو
بطن مر بطن ایا و بطن حروف وغیرہ تقریباً میں نام ایسے ہی ہیں۔
امر القیس کہتا ہے:-

سماک شوق بعد ما کان قہراً و حلت سلیم بطن قو فصرعاً
تیرا شوق پھر بڑھ گیا بعد اسکے کہ تم ہو گیا تھا۔ معلوم ہوا اسکا سبب یہ ہے کہ سلیم پھر
بطن تو اور عرب میں آگئی ہے۔

لفظ حجر بھی اکثر ناموں کے ساتھ ہوا کرتا ہے مثلاً جو الیامہ بحر الرشہ بحر بنی سلیم بحر بنی

بلا و عذرہ اور عطفان میں ایک وادی کا نام بھی محر ہے۔ اسی طرح ابادین میں بھی ایک مقام محر سے نامزد ہے۔

اکثر مقامات لفظ دار کے ساتھ پچار سے جاتے ہیں مثلاً دار المدینہ جزیرہ میں ایک مقام کا نام اور بنی عامر کے بلا و میں ایک وادی کا نام ہی ہے۔ دار کو وار بھی کہتے ہیں جیسے وارزہ جبل وغیرہ۔

یا قوت سے بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ اس نے شترک (اسکی کتاب کا نام ہے) میں چالیس سے زیادہ نام لفظ دار کے ساتھ مستقل لکھے ہیں۔ اور فیروز آبادی نے سو سے بھی زیادہ کی خبر دی ہے۔ شیخ ابوالحسن احمد بن فارس نے بالخصوص ایک کتاب اس بابت لکھی ہے۔ اور جتنے مقامات کے نام ہیں لفظ دارہ ہی سے انکو بنفرت بیان کیا ہے۔

شہر قدحہ بحر احمر کے کنارے پر واقع ہے یہ بندر گاہ ہے۔ یہیں سے مکہ مدینہ اور حیدرہ کو راستہ جاتا ہے۔ ایک مورخ نے بیان کیا ہے کہ بعض حصہ اسکا حل (خارج) میں ہے اور بعض حصہ حرم (بعد مسجد الحرام کے چاروں طرف چار چار پانچ تک حرم ہے) میں ہے۔

تبوک مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان میں نصف مسافت پر واقع ہے اس مقام پر ایک بہت بڑا واقعہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں پیش آیا تھا۔

دوستہ الجندل ایک شخص کا نام اکید تھا۔ اور وہ اپنے کسی شہر میں قریب عین النمر کے حدود عراق میں سے جب کو دومہ کہتے ہیں رہتا تھا ماد بنی کلب جو اسکے ماموں تھے انکی ملاقات کیوجہ سے اطراف شام میں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اثنائے راہ میں اسکو گرا پڑا ایک ختم دکھائی دیا جبکی چند دیواریں رہ گئی تھیں۔ اور اس جگہ ایک مکان تھا۔ جسے جندل کہا کرتے تھے۔ اکید نے جب یہ دیکھا تو اسکو پھر دوبارہ بتایا۔ اور وہاں زیتون کے درخت لگائے اور اسکا نام دوستہ الجندل رکھا۔ تاکہ دوستہ الجندل اور دوستہ العراق میں فرق رہے۔ اس شہر کو خالد بن ولید نے جس سال جنگ تبوک

واقع ہوئی تھی اسی سال فتح کر لیا تھا۔ اُس زمانے میں بنی کلاب وہیں فروکش تھے
مجلد اُنکے زیرِ بن جناب کلبی بھی تھا۔ اور مار الحنی (ایک تالاب کا نام ہے) پر جو بنی کلب و
نعلب کی لڑائی ہوئی تھی۔ اُسکی بابت اُس نے یہ اشعار نظم کئے تھے۔

ابن ابي الفوارس من حذر الموت
واهتمقون بالاسلاب
اذا سواناهلها واخاه
وابن عمرو في القتياب
وسبينا من تغلب كل بيضاء
رقود الصخر برود الرضاب

موت کے ڈر سے کوئی کہاں بہاگ سکتا ہو
اور کپڑے پھینے جانے سے کیوں ڈرتی ہو
جیکہ ہم نے مہلہل اور اُسکے بہائی کو قید کر لیا
اور ابن عمر اور ابن شہلب و دونوں اسیر کر لئے
اور بنی قنبل میں سے ہم نے ہر عین و عجز
عورت کو قید کر لیا۔ جو کہ دن و دن بھر آرام کرنے

والیاں اور اولے ایسے لب و لہن والیاں تھیں۔

زیریں شراب کھلی کہ بس نے اپنی بی بی اسماء کو قتل کر ڈالا ہوتا ہے :-

الا أصبحت اسماء في المحرقة
 ونظم اني بالسفاه موكل
 فقلت لها كفى عنايكي نصلي
 ولا تفتني والتغرب امثل

اسا (میری بیوی) مجھے شراب پینے کو منت کرتی ہے اور نصیحت کرتی ہے وہ دنیا لگتی ہے کہ میں باطل عمل ہو گیا ہوں۔ میں نے اُسکے جواب میں کہا کہ آپ ذرا اپنے عتاب کو روکیں کہ شراب صبحِ ثوبی اولیٰ

اور اُنہ مانگی اور کہے ہی جا ئیگی تو چاہے کیونکہ ایسے دلت میں دوسری ہو جانا بہتر ہے۔

رحمہا۔ بکسہ قاعہ اہلہ۔ دورۃ الجنہل سے جانب جنوب میں واقع ہے۔ یہیں پر
شام کے حجاج اترتے ہیں۔ اسی مقام پر قوم ثمود کی سبستی تھی۔

حجۃ بقیع خائے مہملہ — یا مہ میں قریب شہر یا مہ کے واقع ہے۔ اور یہ دو الفاظ

مقام بنی حنیفہ اور بنی مضر کی فروگاہ ہیں۔ بنو حنیفہ جبکہ ابھی ذکر آیا ہے مگر بنی
 وائل کے قبیلے سے ہیں اور انہی میں سے میلہ گذر گیا تھا۔ یہ لوگ ربیعۃ الثمر

کے قبیلے کے خوب مغرب میں انہی میں سے امام ابو القاسم حریری مصنف
مقامات حریرہ میں کے ایک قریبی مشان کے رہنے والے تھے جبکہ بادشاہ وقت

اسکو منشی گری دی تھی اور ان سے کچھ لکھنے کو کہا گیا تو عجب بات ہے کہ آنا بل
قابل شخص اور ایسا عاجز ہوا کہ ایک سطر بھی نہ لکھ سکا۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس مضمون
کو انا کیا ہے۔

شیخ لنا من ربيعة الفرس	ہمارا ایک بڑا ہور بزرگ قبیلہ ربيعة الفرس میں
یتف عشونه من الفوس	اپنی ڈاڑھی کو آرزو میں نوح رہا تھا۔
الظقة الله بالمشان کما	رقاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کی سوچ
رماہ وسط الدیوان بالحنس	میں ہوتا ہے تو ڈاڑھی سے اکثر شغل رکھتا ہے

مضوضا جبکہ اس کام کی بندش اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی ہو یا خدا قائل نے انکو نشان
میں کیا لفظ کو کسی خوشگونی عطا کی۔ اور دیوان انشا میں گنگا بے زبان کر دیا۔
اسی بیان کے رہنے والی قدام حدیسیہ بھی تھی۔ اسکا مکان مقام جو میں تھا
جو کہ بیامہ میں واقع ہے۔ اسکو زر قارا نچو کہتے تھے کیونکہ اس کے رنگ میں ایک قسم
لی ملا ہٹ تھی۔ اسی کی بابت شاعر کہتا ہے۔

اذا قالت حذام فصد قوها	مذاں جو وقت کوئی بات کہے تو اسکو تسلیم کر لو
فان القول ما قالت حذام	کیونکہ بات وہی ٹھیک ہے جو حذام کہے۔
تیمہ قبیلہ طے کا شہر تھا۔	اس میں ایک قلعہ معروف بہ البلق قرار ہے جس کے بارے
میں سوال بن عادیہ صاحب مروت و وفائے ایک قصیدہ لکھا ہے جسکا مطلع یہ ہے۔	
اذا المرء لم يدلس من اللوم عرضه	جو شخص اپنی آبرو کو ملامتوں کی بجائے ستائش کے
فکل ردا یرتد ید جمیل	اس کے واسطے ہر قسم کا فضل قابل مدح سمجھا جاوے گا

اسی قصیدہ میں یہ شعر بھی ہے:-

لنا جبل ختلہ من خبیرہ	ہمارے قبضہ میں ایک پہاڑ (قلعہ البلق) قرار ہے
منیع یرد الطرف وهو کل	جسے ہم پناہ دینا چاہتے ہیں۔ ہاں اسکو ہر

یہ پہاڑ (قلعہ) نہایت بلند ہے اور نظروں سے تنہا کہہ پر آتی ہے
هو البلق الفرد الذی شاع ذکرہ

بِعِزِّ عَنِي مِنَ رَامِدٍ وَطَوِيلٍ | تمام عالم میں مشہور ہے۔ جو شخص اسکا ارادہ
کتاب ہے اسکو وہ ان تک پہنچنا دشوار اور طویلانی ہوجاتا ہے۔
رَسَا اَصْلَهُ تَحْتَ اللّٰزِ وَصَمَادِهِ | اسکی جڑ زمیں کے نیچے نہایت سخت پہنچی ہے
الْمَلْجَمِ فَنَعْلَا يَنَالُ طَوِيلٍ | اور اسکی فرع طویل آسمان تک بلند ہے جسکو
کوئی شخص نہیں پاسکتا۔

جو کسی مغربی جانب کنارہ وریا سے ملا ہوا مدین کا خرابہ ہے۔ جسکی بابت
کثیر غزوة کہتا ہے۔

رَجَبَانِ مَدِينٍ وَالَّذِينَ عَمِلُوا قِسْمَ | شہر مدین کے رہبان اور جن لوگوں کو مینہ دیکھا ہے
يَكُونُ مِنْ حَذِّ الْعَذَابِ فَعَوْدُ | بیٹھے ہوئے عذاب کے خوف سے رو رہے ہیں۔
لَوْ لِمَعُونٍ كَمَا سَمِعْتَ كَلَامَهَا | ضبط میں نے غزوة کا کلام سنا اگر وہی
خَزَا وَالْعِزَّةَ ارْتَعَا وَسَجُودَا | اسبطر سنتے تو اسکو رکوع اور سجدے کرتے
ہوئے منہ کے بل گر پڑتے۔

اسی مقام پر وہ کنواں بھی تھا جس میں سے موسیٰ بنی نے رعویل کا ہن دیا
کے گلوں کو سیراب کیا تھا۔ (خر - ص ۲)

بینج۔ دربا کے قریب ایک شہر ہے۔ یہاں اولاد حسن بن علی ابن ابیطالب علیہم
السلام کی فرودگاہ تھی۔ اور اس سے تقریباً ایک منزل کے فاصلہ پر ایک بندر ہے۔
اسی کے قریب جبل رضوی ہے جس سے لوگ سنگ فسان اطراف عالم میں لٹچا ہیں
شاعر کامل صفی الدین طلی نے اسکی طنز اپنے شعر میں انشاء کیا ہے۔

وَحَقَّقْتَ اِنِّي قَانِعٌ بِالَّذِي تَقْوَى | تیرے حق کی قسم جو کچھ تو چاہیگا اسپر منان
وَرَا ضَوْ لَوْ حَقَّتْ فِي الْمَهْوَى رَضْوَى | رہوں گا۔ اور خوش ہوگا اگرچہ تو اس محبت
میں مجھ سے کہے کہ حمل رضوی کو پیٹھ پر اٹھا لو۔ یعنی تیرے عشق میں ہر قسم کی معیت
اور بار اٹھانے میں تیار ہوں۔

مدینہ طیبہ۔ یہی وہ مقام ہے جسکی بابت فارغ اپنے شعر میں یوں کہتا ہے۔

تيفتند اولاد من بعد طيبة | میں نے یقین کر لیا کہ جب مجھے مدینہ چھڑا تو
نطیب وان لا عترة بعد عترة | پھر میرے لئے کوئی مقام اچھا معلوم نہ ہوگا۔
اور نہ بعد عزت (اپنی معشوقہ) کے کسی قسم کی عزت حاصل ہوگی۔

غیر مزہب و متغیرہ میں رہتے تھے۔ اور مکہ و جاشٹ نفس میں غمزدہ آفاق
تھے۔ سوال بن عادیہ کو رالصدہ ہی غیر ہی میں رہتا تھا۔ بعض کا بیان ہے کہ
غیر حلقہ کا بنا لیا ہوا ہے۔ بعد میں بنی غنترہ بن اسد ہی ربیعہ کے قبضے میں آ گیا۔
یہاں کی آب و ہوا نہایت خراب ہے۔ مختلف قسم کی تپ یہاں پیدا ہوتی ہیں۔
یہاں کی تپ اپنی شدت کے سبب وہاں مشہور ہے۔ اخفش کہتا ہے:-

فن يك امسوفى بلاد مقاصد | کون شخص ایسے شہروں میں پہنچا کہ وہاں کے
بسا ائلا اطلاقا لا جواب | گرے ہوئے مکانات کے ٹیلوں سے کچھ اڑ
وقفتم بها انكى واشعر سخنة | کرتا ہوا اور وہ کچھ جواب نہ دیتے ہوں۔ میں نے
كما اغتوا مجموعا جيب بصلاب | کھڑا تھا اور واکلی گرمی کو محسوس کیا تھا جب
سے صلاب (غیر کی تپ جو جمع دور کے بڑی سخت ہوتی ہے) کسی بچہ سے تپ زدہ
کی عادت کر لی ہو اور بار بار اسکو ستاتی ہو۔

غیر میں خرابی کے وقت بہت ہیں۔ دور دور یہاں سے چھوڑے جاتے
ہیں۔ اسکی بابت خارجہ ابن فرار مری کہتا ہے:-

اخالل هلا اذ سفت عشيرة | خالد جب تیر قبیلہ اعلیٰ درجہ کا سفید اور
كفت لسان السوء ان بيت عمرا | بیوقوف ہے تو اپنی بدن بانی کو تو بتا ہی ہے
فانك واستبضاءك الشعر خونا | کیوں نہیں روکتا ہے۔ تو جو ہمارے پاس
كمستبضع نمر الى ارض خيبر | اپنے شعر بہجتا ہے تو ایسا ہے جیسے کوئی شعر
غیر میں چھوڑے نہیں حالانکہ وہ چھوڑوں کا معدن ہے۔

دوسرے شعر کا دوسرا مصرع عرب میں ضرب المثل کے طور سے استعمال کیا جاتا ہے۔
جائزہ۔ عید سے بوجہ اور وہاں کے کوئے پر ایک دنات کی لہ کے فاصلہ پر تفرق

اور مدینہ کا بندر گاہ ہے۔

اسی موضع کی طرف اکثر انتحام منسوب ہیں۔ مجملہ ان کے عبدالملک بن حسن جباری اصل جی ہے۔ اُس سے ایک منزل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں ایک تالاب ہے جسے بدر کہتے ہیں اُسی کے قریب قریہ بدر ہے۔ اسی مقام پر کفار قریش اور مسلمانوں میں سخت جنگ ہوئی۔ اور غفر مسلمانوں ہی کے ماتہ رہی اس وقت سے اس مقام کو، بالقتال۔ اور بدر الموعد کہنے لگے۔ اس جنگ میں جو لوگ مارے گئے تھے مجملہ اُن کے بد بن اسود بن زمعہ بن مطلب بن نوفل قریش مشرک بھی تھا۔ اُس کا باپ اُس کے مرغیہ میں کہتا ہے۔

انہی ان بیض لہا بعید	کیا وعدت اسات پر رو رہی ہے کہ اُس کا
وینعہا من النوم السہود	اونٹ گم ہو گیا ہے اور اس غم میں اُسے
فلا تبکی علی بکر ولکن	غینہ تک نہیں آتی۔ اپنے جوان اونٹ کیے
علی بدر تقاصرت الجلود	گم ہو جانے پر نہ روئے۔ بلکہ ہر پر روئے

کہ جس کے سببے نصیبوں بہت کمی کی۔ یا بہت کم ہو گئے۔

عسفاں جحفہ (جو کہ آج کل بالکل غیر آباد ہے) اور مکہ معظمہ کے چھوٹے بیچ راہ میں واقع ہے۔ اس کو درج عثمان بھی کہتے ہیں۔ غنہ صبی شاعر نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کافعا یوم صدت ما تکلمنا	جس دن میری محبوبہ مجھے ناراض ہو گئی اور کلام
ظہی عسفاں ساج الطرف مغرب	نہ کرتی تھی گویا ایک بہن بنی ہوئی ہے

آکھوں سے ٹھکا کر گئی تھی۔ اور ان کی آنکھوں میں سرخی دوڑتی تھی۔

طائف مکہ سے مشرقی جانب کو فردان کے واس میں واقع ہے۔ یہاں ٹھنڈک بہت رہتی ہے۔ میوے زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کے قریب ہی بہت سے باغ ہیں جنہیں نہروں اور چشموں کا پانی پیڑ سے بہہ بہ کرتا ہے۔ طائف کو طائف اسوہ سے کہتے ہیں کہ جب طوفان آیا تھا تو اس خطہ زمین کا

موفق آب نہ ہوا بلکہ پانی آگ پر رہا۔ یا اسوجہ سے کہ فرشتہ ملیل جبریل نے اسکو
خانہ کعبہ کا طواف کرایا تھا۔ کیونکہ دراصل یہ مقام مقام میں تھا۔ وہاں سے پروردگار
نے حضرت ابراہیم نبی کی دعا سے حجاز میں آٹھواں سنگا یا تھا۔ طائف کے رہنے والوں
قبیلہ ثقیف کے لوگ ہیں۔ انہی میں سے حجاج بن یوسف ثقفی (مشہور قاتل)
تھا۔ یہ لوگ ثقیف عیلان کی اولاد میں سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ امیوی نسل
سے ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ قوم عاد کے بچے ہوئے لوگوں سے ہیں۔
عکاظ۔ یمامہ اور تھامہ کی حد کے قریب ہے۔ اسی میں مشہور بازار
عکاظ لگا کرتا تھا۔ اسکا ذکر آگے آئیگا۔

صنعا، الیمین۔ عرب کے مشہور معروف شہروں میں ہے۔ اور نہایت
شاداب و تروتازہ ہے۔ صنعا الیمین۔ یمین کے شہروں میں سے ایک قصبہ ہے
جو ذکر کیا بیان ہے کہ صنعا الیمین جو عرب کے شہروں میں نہایت مشہور ہے لکھنؤ
سے بہت مشابہ ہے۔ کیونکہ بطرح وہاں درختوں کی کثرت ہے یہاں ہی ہے۔ اور
جیسے وہاں نہریں جاری ہیں یہاں ہی ایسا ہی ہے۔ وہاں کی آب و ہوا نہایت
لطیف ہے۔ بازار خوبصورتی سے آباد ہیں۔ تجارت کا دروازہ بہت وسیع ہے۔
اگلے زمانے میں بادشاہان یمین کا یہی پاسے تخت تھا۔ انکا ایک عالی شان
قصر بھی اب تک باقی ہے۔ اسکو غمدان کہتے ہیں۔ قریب ہی اسکا ذکر آئیگا۔
صنعا کے جنوب و مشرق کی سمت پر شہر مارب ہے جسے شہر سابہی کہتے
ہیں۔ یہ شہر سابعبد شمس لقب بہ سا کے نام سے مشہور ہے۔ عبد شمس نے اس
مقام پر ایک بہت بڑی شہر بنیاد کی دیوار بنوائی تھی۔ اور بہت دور سے وہاں ہنر لایا
تھا۔ شہر کا بڑا حصہ اسی شہر بنیاد پر واقع تھا۔ آخر ایک سال پانی برسا اور اس
کثرت سے برسا کہ وہ سد مہندم ہو گئی۔ اور ہزاروں جانیں اوسیں تلف ہوئیں۔
اس حادثے کو سیل عوم کہتے ہیں۔ اسی حادثہ سے عرب کے بہت سے قبیلے متفرق
ہو گئے۔ انہی اطراف میں پتروں پر چند تحریریں مجیری خط میں ہیں۔ مگر اونکا پند

ملتا تھا۔ خرشہ میں فارس اور انگلینڈ کے بعض سیاحوں نے اسکا پتہ لگایا اور ان شہروں کے اطراف میں خوب پھرے۔ اور تحریرات مذکورہ کو حبشی اور کوئی اور فینیقی اور عبرانی خطوط سے مقابلہ کر کے پڑھ لیا۔ روچھو سیاحتہ المعارف ص ۵۵

بعض آدمیوں کا یہ خیال ہے کہ یہ ساری تحریریں عاودثو کے وقت کی ہیں اور جمیر کی طرف تھیں اسوجہ سے منسوب کر دی گئی ہیں کہ ثو کو جمیر نے سین سے نکال دیا۔ اور وہ جاکر مقام حجر میں آباد ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے تحریریں بھی جمیر کی کہلائی۔
صنار کے شمالی اور مغربی گوشہ پر صعدہ واقع ہے۔ حیرسی نے اپنی مقامات کا ایک مقالہ بھی اسی تقریر معذیبہ کے نام سے منسوب کیا ہے۔ اور اس میں یہ دو شعر بھی ہیں۔

من صامدہ او صنادہ دعدہ	جکوزانہ سنائے اور تحلیف پہونچائے تو
فلیقصد القاضی فی صعدہ	اُسے پابنیہ کہ معدہ کے قاضی صاحب کے
مساحہ اذری من قبلہ	پاس حاضر ہو کیونکہ انکی بخشش نے اگلوں
وعدلہ القاب من بعدہ	کی بخشش میں وہ تہ لگا دیا اور انکے انسا

نے پچھلے آئیوالوں کو تحلیف پہونچائی۔ کیونکہ وہ پابنیہ ہیں کہ ہم بھی ویسا ہی عدل کریں مگر وہ نہیں سکتا۔

شہر ہزید۔ صناد کی مغربی جانب ایک منزل کے فاصلہ پر بحر احمر کے کنارے بطور بندرگاہ کے واقع ہے۔ جسے علاقہ ہی کہتے ہیں۔
نمنا۔ صناد کی جنوبی جانب میں دبد کے کنارے پہاڑا ہے۔ بن نہیں سے آتا ہے۔ اور غاسے ہمار منزل پر بیت الفقیہ ہے۔ اس مقام پر بھی کثرت سے بن پیدا ہوتا ہے۔ اور اطراف عالم سے تجار و بائیں کی خریداری کے لئے بکثرت آیا کرتے ہیں۔

عدن بحر ہند کے کنارے پر واقع ہے کشتیوں کے ٹھہرنے کے لئے یہاں لنگر گاہ بہت اچھا بنا ہوا تھا۔ یہاں کی تجارت بھی بہت پرانی بڑھی تھی۔ لیکن اب یہاں

اعتبار بہت کم ہو گیا ہے۔ اُسکے گرد اگر جو خشک زمینیں پڑی ہوئی ہیں وہ آج کل انگریزوں کے قبضے میں ہیں۔ ہند اور سوئس کے درمیان جو انکے جہاز آتے جاتے ہیں وہ یہیں ٹھہرتے ہیں۔ مین کے توابع میں سے ایک جزیرہ سی سفترہ ہی ہے جہاں سے مبرقہ طری آتا ہے۔ اور میں تک مین کے ملک کی انتہا ہی ہے۔ مسقا۔ بلا و عمان کا ایک قصبہ ہے۔

احسا بلا و بحرین کا ایک قصبہ ہے۔ یہاں جاری پانی کی نہریں کثرت سے ہیں۔ اور نہایت گرم خشنے ہی یہاں بہتے ہیں۔ احسا میں کھجور کے درخت اس کثرت سے ہیں کہ غوطہ و مشق (بہت مشہور مقام ہے) کے مشابہ ہیں۔ کھجوریں اس کثرت سے یہاں پیدا ہوتی ہیں کہ یار کے اطراف میں لیجا کر لوگ گھیوں سے بنا دیا کرتے ہیں۔

احسا کی شمالی جانب میں نہر خلیج کے کنارے پر قطیف واقع ہے۔ یہیں موقوف ہو کر یہاں سے نکلتا ہے۔ قطیف سے کاظمہ تک چاروں کی راہ ہے۔ اسی کے قریب خلیج عجم میں جزائر بحرین ہیں۔ یہاں چند مقام سے ایسے ایسے موقی ٹھکتے ہیں کہ جنگی نظیر عالم میں نہیں مل سکتی۔

کاظمہ مقام ابلہ سے جانب جنوب میں خلیج عجم کے کنارے پر آباد ہے۔ یہاں لوگ اسکو عراق میں داخل کرتے ہیں۔ اسی کو صاحب فقیدہ ہندو نے اپنے شہر میں لکھا ہے۔
 ام هبت الريح من تلقاء السماء | یا تو کاظمہ کی طرف سے ہوا چلی۔ یہ ہے۔
 و امض البرق في الظلماء من هم | جو یہی مشرق کی چشم انیس کی خوشترنگ چوٹی ہے۔
 اور اس سے تو متاثر ہوا ہے۔ یا تارکی میں کوہ اعظم سے برق چلی ہے اور جمال یار و کھدائی دے گیا ہے اور اُس سے ترے دل کی یہ بیتابی بوجھ گئی ہے۔

اور مدینہ الیامہ احسا سے جانب جنوب کسی جانب مغرب آباد ہے۔ اسکا ذکر پیشتر بھی آچکا ہے۔

ہجوم عرب کے بہت قدیم شہروں میں سے ہے اور زمہیر سے جانب شمال و مشرق

میں آباد ہے۔ زیریر کے دکھن کی جانب قلعہ لغڑ ہے جس میں بادشاہان میں رہتے تھے۔
 یہ قلعہ ایک پہاڑ پر بنا ہوا ہے اور اسکے دامن میں اور زیریر کی زمینیں ہیں۔
 اور دریا کی طرف جاسکے جوڑ سے میدان۔ اور صغارا کی مشرقی جانب میں دریائے جون
 کے اندر کنارے سے تریب شہر طغارا آباد ہے۔ یہ مقام علاقہ شجر کا ایک قصبہ ہے
 اور یہیں سے ماہرین ہندوستان اور مدینہ طغارا کے سلسلہ تجارت جاری ہے۔ اس وقت
 طغارا میں ہندوستان کے اکثر درخت موجود ہیں۔ مثلاً نایل۔ پان وغیرہ۔ طغارا کی
 شمالی جانب میں رمالہ ثقاف ہیں اور یہیں قوم عاد کے شہر آباد تھے۔
 بخران۔ شمالی میں سے شمالی صد تک پہاڑ پر آباد ہے۔ اس میں اور صغارا میں
 میں دس منزلی کا فاصلہ ہے۔ اسکی زمینیں تمام قبیلہ ہمدان کے قبضے میں تھیں۔
 ہمدان کا نام کہلان تھا جو سبسا کا بیٹا ہے۔

دوسری فصل

بلا و جزیرہ کے بیان میں جسے دیار بکر اور دیار ریحہ اور دیار مصر کہتے ہیں
 مؤرخین کا بیان ہے کہ یل عوم کے بعد کہ جبکہ دکن اور پرہو چکا ہے یمنی عربوں
 کے تین قبیلے ریحہ۔ بکر۔ مصر وہاں سے چلے گئے۔ اور نہرو بلہ و فرات کے درمیان
 میں شمال کی جانب آباد ہوئے۔ جس مقام کو جزیرہ کہتے ہیں مگر اس وقت سے اس
 مقام کو دیار بکر و دیار ریحہ و دیار مصر کہنے لگے۔ شیخ صنی الدین علی کہتے ہیں۔
 ہوی یقنادی بند دیار بکر
 و آخر نوارض الجامعین
 سامع غور اہل العین خلوا
 و اقصا عمار اسی عین
 ایک عشق تو مجھے دیار بکر کی طرف کھینچ لے جاتا ہے
 دوسرا مقام جامعین کی طرف۔
 میں بہت عمارتیں ہیں نام مقام ہی کی طرف قدم لگاتا ہوں
 اور اپنے سر گھونپہ اور سکا قصہ کرونگا۔

اسی مقام پر پھر خابور جاری ہے جسکے دونوں طرف بہت گہنے درخت لگے ہوئے ہیں۔ ابن طریف کے مثنوی میں خارجیہ شاعر اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ایا شجر الخابور مالک مورقا | لے خابور کے درخت تجھے کیا ہوا ہے کہ تو
کانک لہر تجزع علی ابن طریف | ہر اہر ہے۔ شاید تجھے ابن طریف کے
مرنے کا مدد نہ نہیں ہوا۔ اور تو نے اوپر خزع و بکا نہیں کی۔

بنی مضر کے بقایائے نسل میں سے عرب طائیہ میں حاتم بن عبد اللہ (جو کہ سنائی
میں مشہور شخص ہے) اور اوس بن عبیب معروف ابو تمام طائی شاعر کامل اسی قبیلہ
طائی سے تھے۔

اسی جزیرے کے شہروں میں سے ایک مروج ہے۔ حریری نے جس ابو ذؤ
سردجی کا اپنے تمام مقامات میں ذکر کیا ہے اسی مقام سے منسوب ہے۔
اور ذؤ سردجہ ہے اسکو بیضا رہی کہتے ہیں۔ امام بیضاوی (جسکی تفسیر بیضاوی
مشہور ہے) یہیں کے رہنے والے تھے۔

نیز رجبہ ہے۔ رشید عباسی کا سپہ سالار مالک بن مطلق اسی مقام کا رہنے والا
نہا۔ اسی وجہ سے اسکو رجبہ مالک کہتے ہیں۔

چوتھا قریمیا ہے۔ یہ شہر ریان کی مٹی بند کا آباد کیا ہوا ہے۔ جسے جزیرہ
کو ماتا تھا۔ اور دیار مضر سے شمار ہوتا ہے۔

پانچواں مدینہ دارا ہے۔ جسکی بابت شاعر کہتا ہے :-

ولقد قلت لرحل بن حزان ودالا | میرا دوست کا پالان جو حزان اور دارا کے
اصبری یا رحل حتی ردق لہ حلا | در میان رکھا ہوا تھا اوس سے میں نے
کہا لے پالان تھوڑی دیر دم لے کہ مذاقائے کہیں سے ایک گدا بھیج دے اور اس پر
رکھ کے تجھے لپکلوں۔

چھٹا مدینہ نصیبین ہے۔ یہ شہر دیار بعث کا ایک حصہ ہے۔ یہاں غلاب سبند

اعلیٰ درجے کے پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ گلاب یہیں کے واسطے مخصوص ہے۔ یہی سبب ہے کہ جہاں سفید گلاب جاتا ہے اسی شہر سے جاتا ہے مگر سرخ گلاب یہاں نہیں پیدا ہوتا۔

جزیرۃ بن عمرو۔ و بعد کی مغربی جانب میں چوٹا سا ایک شہر ہے۔ اہل علم کا ایک بڑا گروہ اسی شہر کی مردم خیز زمین کا نتیجہ ہے۔ مغلہ اسکے اثر کے کئی بیٹے ہیں ایک مبارک ہیں جنکی تصانیف سے کتاب جامع الاصول فی ما ویت الرسول ہے۔ دوسرا نصر اللہ صاحب انشاء و بلاغت۔ تیسرا علی اعلیٰ درجے کے تاریخ دان و مورخ۔ ان تینوں لائق عالموں کو جزیری اسی مناسبت سے کہتے ہیں کہ جزیرہ ابن عمر کے رہنے والے ہیں۔

عائہ بابل قدیم کے پاس آتا ہے۔ یہاں کی شراب بہت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

<p>اپنے معشوق سے مخاطب ہو کے بچہ لوگ جاوہر کہتے ہیں اسکی ابتدا بابل سے ہوئی ہے یا تری تری چمکی نگاہوں سے ہوئی ہے۔ اور یہ شراب جسے لوگ پتھر</p>	<p>امن بابل ام من لوا حظك السحر ومن عاذة ام من ما شفاك الخمر وهل ما اراد الموت ام حادث الاوق وهل هو مشوق بين جنبی ام جمر</p>
--	--

ہیں اور بے خود ہو جاتے ہیں یہ تیری لبوں کے چوسنے کا اثر ہے یا مقام عائہ کی بنی ہوئی ہے۔ اور جسے میں دیکھ رہا ہوں یہ موت ہے یا فراق کی مصیبت ہے جو شکل موت نظر آتی ہے۔ اور یہ جو میرے دل میں ہے تیرا شوق ہے یا کسی نے انگارہ رکھ دیا ہے۔

تذکریت۔ اکثر علماء اس پاک سرزمین سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ یہ نشہر پاک کی بیٹی تذکریت کے نام سے موسوم تھا مگر اب دیران ہے۔

تیسری فصل

بلاد عراق کی تفصیل

ابوالفدا کا بیان ہے کہ عراق کو عراق اسویر سے کہتے ہیں کہ بجزہ سے نیچے اور اور دریا سے قریب واقع ہے۔ عراق کا لفظ عراقی الفزہ سے لیا گیا ہے۔ عراق القریۃ اور سبوں کو کہتے ہیں جو فزہ (مشکیزہ) کے چپے ہوتی ہے۔ عراق کا ملک و جملہ کے دونوں کنارہ نیکر باد ہے جس طرح مصر کے شہر دریائے نیل کے دونوں طرف آباد ہیں۔

ابن خلدون مغربی نے عرب کے تیسرے طبقے (یہ لوگ عرب علیہ کے تابع سمجھے جاتے ہیں) کے بیان میں لکھا ہے کہ یہ گروہ صحرائین اور خمیوں میں رہنے والوں کا ہے۔ انکے مکانات نہیں ہوتے۔ بلکہ خمیوں اور چھو لاریوں میں را کرتے ہیں۔ یہ گروہ ہمیشہ تمام دنیا کے بڑے گروہوں میں سے تھا۔ انکی حالت یہ تھی کہ کسی دلمے میں عزت اور غلبے کی انتہا انہیں تک ہوتی رہی ہے۔ ملکوں پر فتح یاب اور اقلیموں پر غلبہ پانے رہے ہیں۔ اور کبھی دولت و ثروت کے مزے میں پڑ کر تباہ و برباد ہوتے رہے ہیں۔ پھر آخر میں آپس ہی میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے لگے اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اور اپنے صحراؤں میں واپس آئے اس سے تھوڑے فاصلے پر لکھنا ہے کہ انھوں نے اپنی مساش فقط اسبات پر ٹھہرائی تھی کہ راہوں میں منتظر کھڑے رہتے۔ جو کوئی قافلہ آتا تھا اسے لوٹ لیتے تھے۔ انکے طبقہ اولیٰ میں عمالقہ تھے اور دوسرے میں تباہ۔ اس دوسرے طبقے کے بہت سے واقعات اور لڑائیاں تخت نصر بادشاہ بابل کے ساتھ مشہور ہیں۔ تخت اف ہی نے ان لوگوں کو مقام حیرہ میں آباد کیا تھا۔ مگر او سکے مرہیکے بعد

سب کے سب مقام انبار میں چلے گئے۔ اور پھر عراق اور شام کی سرزمین میں جا بسے
مقام حبرہ جہاں ابھی ذکر آیا تھا باریہ اور سواد عراق کے کنارے پر شہر
کی صورت میں آباد تھا۔ اسکی وجہ تسمیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ تنج (نام بادشاہ)
جو وقت بین سے خراسان کو روانہ ہوا اور اس مقام پر رات کے وقت پہنچا
تو حبران رہ گیا۔ کہ آگے کس طرف جاؤں۔ اسی حیرت میں گھوڑے سے اتر پڑا اور فوج
بھی وہیں ٹھہر گئی۔ صبح کو اُس نے مکہ یا کہ اس مقام کو آباد کیا جائے اور عمارتیں
بنائی جائیں۔ اسوقت سے اسکو حیرت کہنے لگے۔ اور نعمان بن منذر کی اولاد
میں جتنے بادشاہان لمبی عرصہ ہوئے انکا پائے تخت یہ ہیں۔ ا۔ اس مقام میں منذر
بن امرا العنیں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اور بڑے بڑے گرجا بنائے
بنوائے۔ اور ایک عظیم الشان فخری تیار کیا تھا۔ جسکا نام دور رکھا تھا۔ (دیکھو
نابو ذبیانی کا پیشوہ۔)

وَنَشَقُّ اَدا مَاشَتْ غَيْرَ مَرْدٍ بَنُو دَا فِي اَلْكَافَا اَلْمَسَاكِ كَارِجِ

حیرت نہایت عظیم الشان فخر تھا۔ اس میں مختلف قسم کی رعاتیں ہوتی تھیں جن میں
عماری تھیں۔ مگر سب اسلام کا ظہور ہوا۔ اور اسحضرت علی علیہ السلام کے بعد
ابو بکر خلیفہ اول تخت نشین ہوئے تو اس شہر کو بطریق امان فتح کیا۔ یعنی جنگ نہ
پائی بلکہ اہل حبرہ نے عرض اقرار امان پر اطاعت قبول کر لی۔ اسی وجہ سے قحطی
دونوں ملک اسلام کا پائے تخت یہیں رہا۔ مگر پھر اربار میں منتقل کر دیا گیا۔

انبار نہر قرات کے کنارے پر عراق میں بھی ایک شہر کا نام ہے۔ بغداد اور انبار
کے درمیان میں دس فرسخ کا فاصلہ ہے۔ انبار کو انبار اس سبب کہنے لگے کہ شام
کا سہ (شاہ کسری کی لاش سے حبرہ اور شام کے) نذر غیرہ انجگ جمع کرتے تھے۔ اکثر
اہل علم اس شہر سے بھی انتساب رکھتے ہیں۔ اسوجہ سے عمر بن خطاب خلیفہ
ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اس کے مابعد خلفائے اسجدہ عمارتیں بنانا شروع کیں مگر اپنے
پائے تخت کا مرکز قرار دیا۔ یہاں تک کہ آبادی اسکی حد سے زیادہ ہو گئی۔ اور معلوم ہوا

مذون ہی بکثرت ترقی پذیر ہوئے۔ اور شہر نہایت شہور ہو گیا۔

بصرہ پہلا شہر ہے جسے سدا نون نے آباد کیا ہے۔ یہ شہر حضرت عمر بن خطابؓ مذکور الحد کے زمانے میں بنا ہوا۔ بصرہ کے لغوی معنی نہایت پرکے ہیں۔ اس شہر میں بھی اکثر ادیب ہوئے ہیں۔ منجملہ ان کے شیخ محمد ابوالقاسم حریری مصنف مقامات حریری ہیں۔

اس شہر کے جنوب و مشرق کے گوشے پر ایک وادی ہے۔ جسے وادی النسا کہتے ہیں۔ اس سبب کہ عرب کی عورتیں اس مقام پر ساروغ پینے کے لئے جایا کرتی تھیں۔ اسی شہر میں مرید البصرہ بھی ہے اور اُسے ہم آگے بالتفصیل لکھیں گے کوفہ کو سعد بن ابی وقاص صحابی نے عمر بن خطابؓ کی خلافت کے زمانے میں بصرہ شہر آباد کیا۔ اور اہل حیرت بالآخر وہیں جا کے آباد ہوئے۔ بعض کا قول ہے کہ کوفہ فرات سے بہت قریب واقع تھا۔ مگر خیال ہوتا ہے کہ فرات کے کنارے پر نہ ہوگا بلکہ خورنق کے کنارے پر ہوگا۔ کیونکہ مؤرخ ابو العلاء نے لکھا ہے کہ خورنق نامی گوشے میں ایک نہر ہے۔ اور ایک قصہ نام ہی خورنق ہے۔ اکثر شہر نے خورنق کا ذکر کیا ہے۔ ابو القناہیہ کہتا ہے۔

لحق علی الزمن الفضیل
بدین الخورنق والسدیر
کہتے کہ اب ایسا زمانہ کہاں ملیگا۔
اسود بن یغز نے کہا ہے۔

اہل الخورنق والسدیر وبارق
والقصر ذی الشرافات من سنداد
اور منخل یسگری کہتا ہے۔

ولقد شربت من المدا
مذا بالصغیر وبالکبیر
میں نے چوڑے اور بڑے پیالوں میں
شراب پی۔

جب لشہ میں آگیا تو میں تمام خورنق اور
سدیر کا مالک تھا۔

اور جب ہوش آیا تو وہی بکریوں اور
اونٹوں کا مالک تھا۔

واذا انتشیت فانی

رب الخورنق والسدیر

واذا صحت فانی

رب المشویہ والبعیر

کوفہ اور قادیہ کے درمیان ایک مشہور موضع میں عرب و عجم کی بہت مشہور
جنگ واقع ہوئی ہے جسے جنگ قادیہ کہتے ہیں۔ اسی کی طرف ایک شاعر نے
اشارہ کیا ہے۔

ویوم القادیسیۃ قد دعنا

الی تبذید شملہم الداعی نے مخالفین کی جماعت کے متفرق کرنے پر آمادہ کیا

قادیہ اور واسطہ کے درمیان میں ایک اور جنگ عظیم واقع ہوئی تھی جو کہ

عرب کے تمام وقائع میں یادگار سمجھی جاتی ہے۔ اسی کی بابت بکربن اہم نقلی کہتا ہے

ہم یوم ذی قار وقد حس الوغی

خلطوا طمانا بحفلا بلہام

مزہ بوابنی الاحرار یوم لقوہم

بالمشرقی علی صمد الہام

کہ لڑائی میں مقابل ہوئے۔

اسی کوفہ میں مشہور شاعر احمد بن حنین معروف بتبئی ۳۲۰ھ ہجری مطابق ۹۱۵ء

میں پیدا ہوا۔ اسی کے قریب مسجد علی ہے۔ اور اسی مقام پر امام علی ابن ابیطالب کا

دفن ہے۔ اکثر عجم وغیرہ کے شیعہ مائ زیارت کی غرض سے آتے ہیں۔

اور اسی سرزمین پر طایفہ باطنیہ اور فرسطہ نے نشو و نما پائی ہے۔

واسطہ۔ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں حجاج نے ۶۸۵ھ

مطابق ۶۹۵ء میں آباد کیا تھا۔ شہر واسطہ کو واسطہ اسوہ سے کہتے ہیں کہ بعمرہ اور

کوفہ کے وسط میں واقع ہے۔

بنداد کو ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے آباد کیا ہے۔ اسکا ذکر نبدہ آئینا
سرمین رائی۔ کو لوگوں نے محنت کر کے سامری کہنا شروع کر دیا ہے۔ اسکی
تصدیق میں متنبی کا ایک شعر ہے۔

اسامری ضحکہ کل رام
فطنت وکت اغبی الاغبیاء

”اے سامری کے رہنے والے جہر رو بیکنے
والا ہنسا ہے کیا تو سمجھ گیا حالانکہ تو اعلیٰ

درجے کا غیبی ہے

عراق کی نہروں میں سے ایک نہر ہے جسے نہر عیسیٰ کہتے ہیں۔ یہ نہر عیسیٰ بن
عبدالہمید عباسی نے کھودوائی تھی اور اسی کے نام سے مشہور ہے۔

جلائر۔ شہر بند اوشے جنوب اور مغرب کے گوشے پر واقع ہے۔ شیخ صفی الدین
بہر ایام علی شاعر نے بدل کا جبکہ ایک مشہور دیوان ہے اور انہی کی تفسیر سے نبوت
ارتقید بھی ہے یہ مولد ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ شہر حلد بابل قدیم کے
پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ اور بابل اس سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ قادیسہ
بیابان اور سو ادعراق کے کنارہ پر واقع ہے۔

قطر بل۔ بنداد کی طرف ایک چھوٹے سے شہر مستی عکبری کے قریب آباد ہے۔
اسی مقام پر خلفاء کا مجمع تھا۔ ادولی اند لوگوں کے محل پہلانا نکا متعام تھا۔ اسی
کے بارے میں محمد بن جعفر قلی کہتے ہیں:-

یقولون ہا قطر بل فوق دجلہ
عد متک الفاظ العزیر معافی
اقلب طرفی لا ادری الفقص دونھا
ولا الفضل باد من قدری البردان

”لوگ کہتے ہیں کہ یہ قطر بل دجلہ کے کنارے
پر واقع ہے ایسے الفاظ نے مجھے معذور ہو جاتے
ہیں۔ میں اپنی نظر کو پھر پھر لکے دیکھتا ہوں۔
تو اُسے فقص سے بڑا نہر نہیں پاتا۔ اور نہ بردان

کے قریبوں کے درخت خرمائی دکھائی دیتے ہیں۔

اس شہر کی شراب ہی بہت اچھی ہوتی تھی۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اچھی شراب
اسی شہر کی طرف منسوب ہونے لگی۔ متنبی نے کہا ہے:-

بلاد اذا زار الحسان فبها | یہ ایسے شہر ہیں کہ اگر اسکی زمین کے نگینے
حصی تر بها فتنہ للحنان | اور مقام کو حسین عورتیں دیکھ پائیں تو اسکو
سقتن بها القطر بل ملبحة | اپنے گلے میں ڈالنے کے لئے سوراخ کھلیں
علمی کاذب من وعد جنود صفا | مجھے اُس مقام پر ایک بلبل نے قطری یعنی
شراب پلائی وہی کہ جسکے چوٹے وعدے پر بھی سچائی کی جھلک تھی۔

ابو اس اسی شراب کی تعریف میں کہتا ہے:

قطر بل مریحی ولی بقرای الکحج | قطر بل تو میرا سکان ہے اور کرف کے
مصیف و امی العنب | دیہانوں میں گر میاں کرتا ہوں۔ اور
میری ماں انگور ہے۔ کہ اپنی دوود (شراب) سے مجھے سیراب کرتی ہے۔

مائن بنیام سے ایک منزل کے فاصلہ پر باغب جنوب واقع ہے۔ اگلے
زمانے میں اسکو طیبیغون کہتے تھے۔ ابوان کسری کے کہند رات اسی مقام پر
تھے۔ کہتے ہیں اُسکے ایک ستون سے دوسرے ستون تک ۵۹ ہاتھ فاصلہ تھا۔ اور
اسکی بلندی ۵۰ ہاتھ تھی۔

بخارا اور واسط کے درمیان میں ایک شہر ہے جسے جبل کہتے ہیں۔ بہت سے
مشاہیر کامل لوگ اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ مجملہ اُنکے ابوالخطاب شاعر جلی ہی
ہے۔ ابوالخطاب اور ابوالعلاء معری باہم مشاعرہ کیا کرتے تھے۔ اُسکی بابت ابوالعلاء
معری نے ایک شہور قصیدہ کہا تھا جسکا مطلع ذیل میں مذکور ہے۔

غیر محمد فی ملتى واعتقادى | میری ملت اور اعتقاد میں یہ بات
لوح بالک ولا تدرم شاد | ہے کہ کبھی رونے والوں کا لڑنے اور کسی
گالنے والی کا گانا عندیدہ دل کو فائدہ بخش نہیں ہوتا۔

چوتھی فصل

ملک شام کے مشہور مقامات

ابوالفداء نے لکھا ہے کہ شام کو اسوجہ سے شام کہتے ہیں کہ بنی کنعان کی ایک قوم نے اسکی طرف تشام گیا تھا۔ یعنی چونکہ ملک شام خانہ کعبہ سے بائیں جانب ہے۔ اور وہیں بنی کنعان آباد ہوئے تو انہوں نے تشام کیا یعنی خانہ کعبہ کی بائیں جانب آباد ہونا اختیار کیا۔ بعض کا قول ہے کہ شام بنی نوح کے نام سے شام کا نام رکھا گیا ہے اسوجہ سے کہ عبرانی اور سریانی زبانوں میں سام کو شام کہتے ہیں۔

ایک شخص کا قول ہے کہ اس ملک کو شام اسوجہ سے کہتے تھے کہ یہاں کی زمینوں کی رنگ مختلف ہیں۔ بعض سرخ۔ بعض سفید۔ بعض سیاہ لہذا اسکو شامات (تلون) سے تشبیہ دی اور شام کہنے لگے۔ واما اسکا شامہ اور خود یہ لفظ صحیح ہے جیسے لفظ آمنہ واحد ہے اور اسکی جمع نام ہے۔ اس حصہ ملک کو اسوقت سے شام کہنے لگے سبب سے مسلمانوں نے شامہ میں اسکو فتح کیا۔ اس سے قبل اس قطعہ کا نام سورہ تھا۔ مگر جب سے کہ سلطنت عثمانیہ نے اس ملک کے بہت سے حصوں کو ایک صوبے کے ماتحت کر دیا ہے اسوقت سے اسکا پہلا نام اسکو واپس کر دیا۔ ہم نے اس سے پہلے عراق کے بیان میں اس ملک میں عرب کے آباد ہونے کا سبب اور بنی نضر بادشاہ بابل کی طرف اسکا منسوب ہونا مورخ ابن فلدون المغربی کی کتاب کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مگر مورخ ابوالفداء کا یہ قول ہے کہ جب سیل عجم مصر سے اولاد ازون غوث بن بنت ابن مالک ابن اودان زید بن کہلان بن سبا ملک بن سے علیحدہ ہوئے۔ تو ایک تالاب پر بنا اترے جو اس مقام (شام) میں تھا

اور جب کو غسان کہتے تھے۔ اسی مناسبت سے ان کو ہی غسان کہنے لگے اور کثرت استعمال و اختلاف زبان سے غسان کا شام مہل گیا۔

غسان۔ حوران کے قریوں میں ایک قویہ ہے۔ دمشق سے جنوب مشرق کی طرف۔ اور وہیں ایک اور قریہ ہے۔ جسے کبر کہتے ہیں۔ البواکسہ کا قول ہے کہ بصری بنی قزادہ اور بنی مرہ کے شہروں میں سے ہے۔

حوران کے قریوں میں سے ایک موضع اوزع کے نام سے بھی مشہور ہے جس کا ذکر تورت (ریش ص ۱۲-۱۱) میں آیا ہے۔ عرب اس کو اوزعات کہتے تھے جیسا کہ امر القیس کے کلام سے ظاہر ہے۔

تورت تمام اوزعات و اہلھا میں نے اپنی محبوبہ کو اوزعات نام مقرر بیثرب ادنیٰ درہا نظر عالی سے دیکھ لیا۔ حالانکہ وہ ار اس کے عزیزہ تھیں۔

یثرب میں تھے۔ مگر اس کے مکان کو میری بلند نظر نے قریب کر دیا تھا۔

مقلد کے سدیدار ہے جس میں ادا نشان غسان میں سے نعمان بن عمر بن منذر نے ایک شعر بنوایا تھا جس کے بابت نابہ ذبیانی کہتا ہے۔

محمّد شمیمہ نہ یعظمہ اللہ غیرہم من الناس والا حلام غیر عوارب ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم لجن فلولی من قراع الکتاب تخیر فی ازمان یوم حلیۃ الی الیوم قد جرب کل التجارب دن یہ تواریس لیس نہیں اور آج تک ہر طرح کے تجربے انہوں نے حاصل کر لئے۔

اسی کی بابت عمرہ کو راسد نے یہ شعر کہا ہے۔

علی نعمر و نعمۃ بعد نعمۃ لو الد لا لیست بذات عقارب مجہد عمرہ کا احسان نعمت ہے اور اس سے اس کے باب کا احسان بھی مجہد ہے۔ مگر وہ نعمت

بچھڑوں والی نہیں ہے۔ یعنی اُنہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔

جبل حمران (مذکور الہدیٰ) کے مشرقی جانب میں ارض بنتیہ ہے جس کا

ذکر کتب مقدسہ آسمانی میں آیا ہے۔ اور اُن میں ارض بامان لکھا ہے۔ ابو الفدا

نے اسکو بتائیہ لکھا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ زمین حضرت ابو بکر صدیق کے

ملکیت میں تھی۔ بخلاف اسکے دیہاتوں کے قریب صلح حدیبیہ کے جسے صرف وہی کہتے ہیں

اس مقام پر بہت بلند عظیم الشان ایک نقطہ ہے اور ابو الفدا نے بیان کیا ہے

کہ یہ قلعہ نبی المال کے رہنے کا مقام تھا۔

ارض بنتیہ میں ملاوہ ان مقامات کے بہت سے مشہور و مشہور موافق ہیں

مگر اسناد و زمانہ کی وجہ سے اب اسکو پیشہ میں اور فقط نام باقی ہیں۔ ان

مقامات میں اُنکی دیواریں رنگ سیاہ کی ہیں۔ اور یہاں سے اپنے شہروں میں

پہنچنے کے لئے وہ لوگ لکھتے ہیں۔ اور چھتوں میں بنائے گئے ہیں۔ گئے پنہر کے عود و

ہونے ہیں۔ اور تختوں کے عوض میں پنہر کی بیابان بچائی ہوئی ہیں۔

فصل کرتے ہیں کہ بعض میں ایک مکان ہے جسے اکثر لوگ سرکس یا سب

منسوب بحیرا کا بتاتے ہیں۔ اس مکان کی معرفت یہ ہے کہ فقط پیہروں سے بنا ہے

زر کوئی چیز اُن میں نہیں لگائی گئی ہے۔ چنانچہ دیواریں پیہر کی ہیں اور چھت بھی پیہر

کی ہے اور دروازہ بھی پیہر کا ہے۔ مگر اس میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ بہت آسانی

سے کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ جیسے لکڑی کا دروازہ ہوتا ہے۔ اور ایسے

بہت سارے مکان ہیں کہ جنکے نیچے گھر سے نکلنے والے قابل دید ہیں۔ اور ان کے

انہی اجمالی ذکر پیشتر آچکا ہے۔ تعمیران روم کی طرف سے ماکہ شام کے عربوں

پر حاکم تھے۔ اور ظہور اسلام کے قبل تک اُنہیں کے قبضے میں تھا۔ انہی

کی بابت حسان بن ثابت انوفاری کہتا ہے۔

اولاد جفنة حول فبر ایہم

جنہ کی اولاد اپنے باپ کی قبر کے پاس

قبر ابن ماریۃ المعمر المخذل

جن میں جو کہ ماریہ کا بیٹا تھا۔ اور اسکو بہت مایوس

یسقون من ورد البری علیہم | اور چاہتے۔ اپنے اُسکے عزیز و اقارب
 بردی یصفق بالرحیق السلسل | بہت سے تھے۔ جو شخص کہ موضع بری میں
 اُنکے پاس آوے تو نہر بروے کا پانی اُسے پلاتے ہیں۔ جو کہ شراب خوشگوار میر
 ملایا ہوا ہے۔

آخری شعر میں جو لفظ بروے مذکور ہے اس سے مراد وہ نہر ہے جس سے
 غوطہ و مشق سیراب کیا جاتا تھا۔ غوطہ ایک بے مثل باغ ہے اور دنیا کی عجائبات
 میں سے سمجھا جاتا ہے۔ اور بجلہ دنیا کی چار جنتوں کے ایک یہ ہی ہے۔
 اول غوطہ و مشق۔ دوم شنب بوان۔ سوم نہر البکہ۔ چارم سعد سر قند۔ شیخ بران المدین
 قراطی وادی بروسی کی تشریف میں لکھتے ہیں:-

اشفاق فی وادی دمشق معہداً | میں وادی و مشق میں ایک مقام معین معلوم کا عاشق
 کل الجبال الحماہ ینسب | ہوں کہ تمام جن و جبال ہی کہ نہر مذکور کی طرف توجہ
 ما فیہ الاروضۃ و جوسق | اُسیں یا تو باغ ہے یا کوٹھ ہے یا نہر ہے یا
 اوجہ دل او بلبل اور ریدب | بلبل ہے یا نیل کا ٹھیں ہیں۔
 وکان ذاک النہر فیہ معصم | گویا کہ اس نہر کی کلائی نیم کے ہاتھ میں ہے۔
 بید النسیب منقش و مکتب | جس میں نقش و نگار کئے ہوئے ہیں۔
 فاذا تکثر ماہ المصرفۃ | جب اُسکا پانی نیچے کی طرف بہنے لگتا ہے تو
 فی الحال بین ریاضہ و یکتع | ویکہ لو کہ فوراً اُسکے چمنوں میں پھیل جاتا ہے۔

و شدت علی العیدان ورق الظرف | و شدت کی شاخوں پر ہوا کے چوڑیوں سے پتیاں ملتی ہیں
 بغافلہ من غاب عندہ الطرب | ایک دوسرے سے ہار گئے تو اگر قتی ہیں تو نہر کی طرف توجہ کرتے ہیں
 فالورق تشدد | گویا نہر کو سکوئی آواز میں سن کر دیتی ہیں۔ پتیاں قتی تو نیم تشدد
 والنہر یسقی الحدائق الخضر | کہتی ہے نہر نہر یہ کہ قتی و چمن کو سیر کر پو الکوٹھ پر پڑتا ہے۔

لے شنب بوان کہ فارس میں ایک شہر ہے۔ ان کے نام ایک باغ یا نہر کے نام سے۔ سعد سر قند کہ
 میں ہے۔ اور نہر البکہ و جوسق ایک شہر ہے۔ چارم نہر البکہ کہ غازیہ کے نام سے۔

وَحِلَّتْ بَقْلِي مِنْ اَعَالِي جَنَّةٍ
فِيهَا الْاَرْبَابُ الْخَلَائِدَةُ مُلْعَبٌ
وَكَمَّةٌ طُهِّتْ عَلَى السَّمَاعِ يَجْنُكُهَا
وَعَلَّادٌ يُوَفِّقُ اللِّسَانَ يَشْبَهُ
بُنْدِيِّوْنَ كِي تَشْبِيْبُ كَهْتِي هِيَ۔

میرے دل کو اُس باغ کے بلند مقامات بہت
ہی خوشگوار معلوم ہوتے ہیں جس میں بے سامانوں
کے واسطے اچھا دلی پہلاؤ ہے۔ جس اکثر اُسکے
خُگ کے بچنے پر وجد میں آیا۔ اور زبان اُسکی
بند یوں کی تشبیہ کہتی ہے۔

دمشق بہت قدیم شہروں میں سے ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکا نام دمشق اسوجہ
سے پڑ گیا کہ آباد کرنے والا اسکا دمشق یا دمشقوس بن کنعان تھا مگر
مطابق ۳۳۷ء میں مسلمانوں نے غلامتہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے زمانے میں خالد بن ولید کی ماتحتی میں اسے فتح کیا۔ اور معاویہ بن اہم سینا
کے زمانے میں وہی پایہ تخت مقرر پایا۔ اور آخر عہد نبی امیہ اور ابتدائے دولت
عباسیہ تک اُسی مقام میں رہا۔ اکثر علما اور اہل ادب وہاں پیدا ہوئے ہیں۔
مجموعہ انکے شیخ محمد بن مالک اندلسی مصنف الفیہ ہیں۔ (جو الفیہ ابن مالک کے نام سے
علم نحو میں مشہور کتاب ہے) اور شیخ محمد حریزی جنکا مائشہ رسالہ قطر کی شرح فاکھی ہے
اور شیخ حسن یورینی دیوان ابن فارض کے شارح۔ اور شیخ عبدالغنی نابلسی۔ اور
عالمشہ باعربیہ جنکا قصیدہ بدلیہ مشہور ہے۔ انکے علاوہ اور بھی
شعرا کاہلین اس شہر میں گزرے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسکے پانی میں ا

یہ ہے کہ جذام کو دفع کرتا ہے۔ وہاں کے رہنے والوں کو کبھی جذام نہیں ہوا۔
اور جو لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کے وہاں گئے اور وہاں کا پانی استعمال کیا۔
تو مبتد ر مرض تھا اس سے زیادہ نہیں ہوا۔ بلکہ اُسی قدر پر تھیر گیا جس قدر یہاں
آنے سے پہلے ہو چکا تھا۔

ہنر بردے کی وادی میں کئی گاؤں اور سیرگاہیں ہیں۔ مثلاً بنجہ و بلووان۔
زیراتی۔ صالحیہ۔ تنکی۔ بنت عبدالغنی نابلسی کہتا ہے:
ساحۃ جنة والمالحون باقوا موا | صامیہ جنت اور میں صامیہ ہی رہتے ہیں۔

اور قارۃ اور بنک۔ یہ دونوں مقام ان تمام مواضع کے بنسبت نہایت خوش نہا ہیں۔ اور آب و ہوا کے اچھے ہونے میں ضربا کمال ہیں۔ اور بعض شعرا ان دونوں کی تعلق بھی کی ہے۔

”لے میری محبوبہ جبکہ تیری یاد کو رہنما
 اذا حاجت الرضاء ذکرک بردت | رزمین گرم جوش میں لاتی ہے تو باوجودیکہ
 حشائی کافی بین قارۃ والبنک | خود گرم ہے مگر میرے دل میں اسی خشکی پیدا
 کرتی ہے کہ گویا میں قارۃ اور بنک میں موجود ہوں۔“

اور نیرب۔ رلوۃ و مشار جنکی بابت صالح الدین محدثی کہتا ہے:

الارض الى الرقۃ مستعفا | مقام ربوہ میں لطف حاصل کر نیکی کے لئے طلب۔ ثم
 یخذ من اللذۃ ما یکفی | وہاں اسی لذت پادشہ کے کہ تمہارے واسطے
 فالطیر قد غنی علی عودہ | کافی ہو جائیگی کیونکہ بطور اسکے باغ کے درختوں
 فی الروض بین الجنک والذ | کی شاخوں پر جنگ دونوں کے گاہے ہیں
 بیت راس جس میں حبابہ۔ یزید بن عبد الملک کی کنیز کا انتقال ہوا تھا
 اور اسی کے غم میں یزید ہی مر گیا۔ اسکا اصل قصہ اس طور پر ہے کہ ایک روز
 یزید بن عبد الملک سیر کعبہ میں سے بیت راس میں آیا۔ اثنائے سیر میں ایک
 بات اسکے دل میں آئی۔ کہنے لگا کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی وقت
 کسی نہ کسی غم سے کامل دن بھر غالی نہیں رہ سکتا۔ دیکھو میں اسکا تجربہ کرتا ہوں
 جب صبح ہوئی تو اس نے حکم دیدیا کہ اسوقت سے رات تک کوئی کبھی ہم میرے
 سامنے نہ پیش کجائے۔ اور خود حبابہ کو لیکے خلوت میں گیا۔ وہ گاسے لگی۔ اور یہ
 سن سن کے خوش ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ کھانا لایا گیا۔ اور یہ اپنی معشوقہ حبابہ کے
 ساتھ کھانے میں مشغول ہوا۔ اور پہلے سے چنداں اسی بیت راس کے اسکے
 یاس آئے تھے کہ جبکہ دانے بڑے بڑے ہوتے ہیں کھانے سے فارغ ہو کر
 حبابہ نے انار کھانا شروع کیا۔ یک بیک اسکے مقلق میں ایک دانہ اٹک گیا
 اور اسکی سانس بند ہو گئی۔ اور دوپہر سے قبل ہی مر گئی۔ چونکہ یزید اس کو دیکھ

زیادہ پیار کرتا تھا۔ اسوج سے اسکو نہایت سخت صدمہ ہوا۔ اور روئے لگا آخر یہاں تک رو دیا کہ خود ہی اسی پھینے میں مر کے رہ گیا۔

بلبلک۔ اب نومرغ اسکی کچھ قدیم عمارتیں اور کچھ عمارتوں کے نشانات رہ گئے ہیں۔ اور باقی ویران ہے لیکن اگلے زمانے میں البتہ بلبلک بہت بڑا اور محضو غلشہ بن گیا۔ دشمن اسپر غالب نہیں آسکتا تھا۔ اور برابر اسی عظمت پر مسلمانوں کے سنگہ بحری مطابق سنہ ۱۰۰۰ء میں فتح کرنے تک باقی رہا۔

اسمیں بہت سے باندر۔ بہت سی جامع مسجدیں اور بہت سے شہر بنائے تھے شہر بنیہ اسکا بہت عظیم الشان تھا۔ مگر ایک مرتبہ ایسا سیلاب آیا کہ شہر بنیہ منہدم ہو گیا اور ۱۰۰۰ سے زیادہ مکان گر پڑے۔ اور خلقت کی خلقت تلف ہو گئی۔ سو قتل

اُسکے آثار میں سے ایک قلعہ رہ گیا ہے جو اپنی دیواروں اور ستونوں اور بڑے بڑے پتھروں کی چیت کی وجہ سے ایک عجیب و غریب منظر ہے۔ اب تک اسپر مختلف شکلوں کے نقش و نگار اور حروف باقی ہیں۔ اُسکی چیت پر چڑھنے کی راہ ایک دیوار کے اندر ہی اندر بنی ہوئی ہے۔ اور اسپر کچھ نشانات ایک عمارت کے باقی ہیں

جسے قصر بنت الملک کہتے ہیں۔ اسی قلعہ کی پوری عمارت اس طرح سے وائل ہے کہ معلوم ہوتا ہے ایک ڈال پتھر ہے اور کہیں سے جوڑ نہیں ہے۔

ایک شخص کئی مرتبہ اُس قلعہ میں جا چکا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں جب وہاں گیا کوئی نہ کوئی ایسی عجیب چیز دیکھی جسے پہلے نہ دیکھا تھا۔ یاد رکھنا مگر نبتہ نہ ہوا تھا۔

اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس قدر عجائبات اسمیں ہو گئی۔ مگر اب تو اسکا بہت کچھ حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ اور فقط اسی قدر باقی ہے جس پر زمانے کی دست

درازیوں نے قابو نہیں پایا ہے۔ بااں ہمہ اب بھی وہ قلعہ دنیا کی عجائبات میں سے شمار کئے جاسکتے قابل ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ اس عمارت کو

حضرت سلیمان بن داؤد نے بنایا ہے۔ اور دانیوں نے جو زمانہ بادشاہ الفونیٹوس بیوس میں بعد میلاد کے دوسری صدی میں اضافہ کیا ہے وہ انہی

آٹھارہ پر ہے جو کراؤ کے عہد سے پیشتر موجود تھے۔

حلب الشہداء بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک کالی مسمیٰ سہیا بھی جیسا کہ وہ ایک ہندی پر جہاں قلعہ حلب واقع ہے بیٹھ کے دوتے تھے اور ایک شخص انکی طرف سے فقرا و ساکین کو آواز دیتا تھا کہ حضرت ابراہیم اپنی گائے کا دودھ دوہ چکے ہیں۔ آواز کو سننے فقرا جمع ہو جاتے تھے۔ اور حضرت اوسکو فقرا میں تقسیم کر دیتے تھے اسی لئے شہبا زامی اور وہنالی (جسے عربی میں حلب کہتے ہیں) کے نام سے یہ مقام شہر حلب مشہور ہو گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس شہر کی وجہ تشبیہ انک معلوم نہیں ہے لیکن اس لقب شہبا کیوں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اسکی عمارت ایک سید پتھر، سفید زمین پر واقع ہے۔ اور چکدار سعید زمین کو شہبا کہتے ہیں۔ اس سبب اس مقام کو حلب الشہبا کہنے لگے۔ اسکی بابت ابن رومی کہتا ہے :-

عليك بسلام الشہداء تنکفی	تجھ کو لازم ہے کہ پشت شہبا پر رہو۔ بیٹھ
بجو شہبا محاربا الزمان	شہبا میں جاؤ زمانے کی لڑائیوں سے بچ جاؤ گا
ظلمتات الفدادین	کیونکہ فردوس کے غرافات میں ایسی خوشبو
یروح شذاہ من باب الجنان	کہ جسکی مہک دروازہ جنت سے پہنچتی ہے۔

اسی کے جنوب میں قنسرین واقع ہے۔ اور اعلیٰ اسلام میں یہ شہر حلب سے بھی کچھ بڑا تھا۔ مگر اب ویران پڑا ہے۔

اسکے قریب حاضر قنسرین ہے۔ جسکی بابت فکر شہ کہتا ہے :-

سبحانہ اخوانا و رانی ترکتہم	”مذا تقاے میرے آن دوستوں اور
جاضر قنسرین من سبل القطر	عزیز و نگو سلامت رکھے جگہ میں نے

حاضر قنسرین میں چوڑا ہے۔

اسی کے قریب ایک اور موضع ہے جسے فراویس کہتے ہیں۔ یہاں شیر کا میٹھ ہے۔ جب ابوالہب یمنی (معروف شاعر) اس طرف سے ہوئے گزرا اور اسکو

دیکھ کے شیر گوبخے لگے تو اُس نے یہ شعر پڑھے تھے:-

اجارک یا اسد الفدا دیں مکرم	کے شیرانِ مہینہ فراویں کیا تہا سے ہنس
فلنکن نفسی ام محان فسلم	شریف اور قابلِ اکرام ہیں کہ میرے دل کو
ورای وقد امی عدلہ کثیرۃ	اطمینان ہو جائے یا باطلِ ذلیل اور چوڑے
احاذر من لص ومنک ومنہم	جائیکے لائق ہیں۔ میرے پیچھے اور آگے بہتے
دشمن لگے ہوئے ہیں اور میں اس ماہ میں چوروں سے اور تم سے اور اُن دشمنوں	
سے ڈرتا ہوں۔	

فخر بن کمال قریب شہر خناصرہ واقع ہے جس میں خلیفہ عمر بن عبدالغفر بن ہشیر تھے۔ اسے بھی ابو الطیب متنی نے اپنے شعر میں ذکر کیا ہے:-

احب حصا الى خناصرۃ	میں حص سے بیکر خناصرہ تک کو محبوب
وکل نفس خب عجاھا	رکھتا ہوں اور کیوں نہ ہو کہ بغیر اپنی زندگی کو
محبوب رکھتا ہے۔	

معرة النعمان - نعمان بن بشیر الفزاری کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ معرہ میں گئے تھے۔ وہیں ان کے ایک بیٹے نے انتقال کیا تھا۔ اور انہوں نے اُسکی ماتم داری اُسی مقام پر کی۔ آخر خود بھی اہل حص کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اس کے مطابق ۱۷۷ھ میں وہیں کارٹے گئے۔ مشہور اند ہے شاعر ابو العلاء احمد بن عبداللہ بن سلیمان تنوخ معری اسی معرہ کے رہنے والے ہیں۔ اعداد ہی کا یہ شعر ہے:-

یا صامد جلتہ ما اراک قلذلی	اے دجلے کے پانی کیا بات کہیں تجھے
شوقاً کما معرۃ النعمان	شوق کیوجہ سے لذیذ پاتا ہوں جیسا کہ معرہ
النعمان کا پانی لذیذ ہے۔	

انکی وفات ۱۷۷ھ ہجری مطابق ۷۸۷ء میں واقع ہوئی۔ شہر ماہ۔ نہر عام کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ ابو العلاء، سوز نے کہا ہے

کہ یہ شہر شام کے تمام شہروں کی نسبت فرحت خیز ہے۔ اور جس طرح شیراز میں کوڑا
دولاب کی کثرت ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔ حالانکہ یہ بات شام کے باقی
شہروں کے برفلان ہے۔ اس شہر کا شہر پناہ بہت عظیم الشان تھا جسکی بابت
مشہاب الدین بارزی کہتا ہے کہ
سورجہ بد بھا محروس

انزال ادب اس شہر میں پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے یا قوت مویخ اور ابوالقدی
مویخ۔ اور شیخ تقی الدین بن حمد حنکنا قصیدہ بدیعہ بہت مشہور قصیدہ ہے اور شیخ
الشیوخ وغیرہ۔ شیخ تقی الدین حمد کا شعر اس شہر کی تعریف میں کافی ہے

ماہج حماة نوا عیرہ
زادت علی المقیاس فروضہ
واعتماد غورد مشتق لذن
قلت لا فکما فی غیضہ
حماہ کے سبزوار کے کوڑہ می سٹہ
روضہ کے مقیاس سے ہی زیادہ ہیں
غورد مشتق سے اور سیرجد و غصہ کیا اس
میں نے کہا کہ مرگڑا کے سبزہ اور درختگل
کی نہ ٹھکر دینا تھا۔

شہر محض ہی نہر حاص کے قریب آباد ہے۔ اسکی تعریف میں بدر الدین
من بن حبیب کہتا ہے:

جدید حصص کعبۃ الصو صحت
بطرف بھا دان وسیع لھا فاصی
حصص کا جزیرہ دل ہلا دنا کعبہ ہے جو لوگ قریب کے ہیں
وہ ہیں وہ نواسا طرف کرتے ہیں اور جو لوگ دور ہیں

لہ روضہ۔ اور مقیاس۔ دریاے نیل کے جزیرے میں دو سبزہ زار نہایت دلچسپ اور مہرک
سیر کاہون میں و فرحب جگہ ہیں۔

لہ ان دونوں شعروں میں شاعر نے پوری رعایت خانہ کعبہ کے صرف کہ ہے جو عربی دافون پر پوشیدہ ہوئے ہیں
جو کہ اسے جزیرہ محس کو کچھ فرض کیا تو اسکی غائش و طواف۔ سی۔ تہ۔ استار۔ خاص۔ وغیرہ کو یہی ذکر کیا کہ
عجیب لطف ہو کہ خطی کعبہ کو کچھ کو عاصی رنگ ہمارا کچھ کے دعا لکھے ہیں اور ہمیں لکھی ہیں اس طرح یہ عاصی اپنے سبز
عاصی کے قریب شہر آباد ہوا اس مقام کے سبزہ زار کے لباس سند کے واسطے میں پیش ہوئی ہے۔ حرم

ردمانی فتحیاب ہوا۔ اور اسکو قید کر کے روم میں لے گیا اُس وقت سے تدریجاً
زوال شروع ہو گیا۔ اور اُسکی تمام قدیم غفلتیں زائل ہو گئیں۔ اور اب تو سوائے
چند نشانات عمارت کے اور کچھ ہی نہیں بچا۔

بحر متوسط کے آباد شہروں میں شمالی جہت میں مدینۃ الافقیہ ہے اسکو بلاد شام
سلوڈس خالصتہ آباد کیا تھا۔ اور اپنی اس کے نام پر اسکو نامزد کیا تھا پیشتر زمانے
میں یہ شہر بھی بہت معتبر شہروں میں سے تھا۔ اور تنوخنی امرا وہیں رہتے تھے۔
اسی مقام پر امیر محمد بن اسحق تنوخنی کا انتقال ہوا ہے جسکے رشتہ میں متبنی ہے
یہ شعر کہے ہیں :-

خبر جوابہ ولکل بال خلفہ	محمد بن اسحق کو لوگ نابوت میں لے
صحقات موسیٰ یوم ذک ابطور	اور جو لوگ اسکے پیچھے پیچھے روتے جاتے
والشمس فیکد السماء ریضة	تھے انکی پیچھے ایسی ہی جیسی کہ وہ طور کے
والارض واجفة نکاد تمور	میرہ دیرہ ہو نیلے دن حضرت موسیٰ کی چنگ
وحفیف اجحة الملائک حوله	اور وسط آسمان میں کباب بار ہے اور زمین زلزلے میں
وعیون اهل اللاذقیة مسوئ	قریب کہ چل پھر رہی ہو۔ اور انکے کے پرومکی آواز
اسکے گردا گرد اور اہل الافقیہ کی آنکھیں اسکو گھیری ہوئی ہیں۔	

مگر یہ شہر ۱۳۰۰ ہجری مطابق ۱۸۸۲ء کے زلزلے میں بالکل منہدم اور
یرباد ہو گیا۔

جبلہ۔ اب اس مقام میں ایک جامع مسجد ہے جسے براہیم ادہم نے بنایا
ہوا۔ اور رومانوں نے جو ایک مکان اپنے کھیلنے کے واسطے بنایا تھا اسکے
چند آثار کے سوا باقی کچھ نہیں ہے۔

اس مکان کو تیار (تھیسٹر) کہتے ہیں۔ اسکی ساخت دائرہ کی ایک کوس
کے مشابہ ہے۔ محن کے گردا گرد نصف بھف کریمیاں بنی ہوئی ہیں اور اس میں ہر ایک صفت
دوسرے سے تھوڑی تھوڑی اپنی مانت کی کریموں سے بلند ہونی لگی ہے

اور دیرہ کا نصف قطر تقریباً ۵۰ قدم لمبا ہے اور محیط تقریباً ۵۰ قدم ہوگا۔ اور ششک پہاڑ کے نیچے گہوڑا وغیرہ باندھنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ تماشے کے وقت جو جانوروں کو لاتے تھے اسی مقام پر باندھتے تھے

اور قریہ سفیط میں طوس کی مشرقی جانب میں کینقد رائل بجنوب بندی ہر ایک برج روایتوں کے زمانے سے بنا ہوا ہے اور اس سے مشرق میں مال بجنوب چٹنہ دور یہ کے قریب (جس سے چند دن پانی جاری رہتا ہے اور پھر بند ہو جاتا ہے) اور اس چٹنہ کا جاری ہونا اور بند ہونا فصلوں کے تغیر اور کم و بیش ہوتا رہتا ہے یہی نہر بہتی ہے جسکو یوسف بن کولون یہودی مورخ نے بیان کیا ہے (دیر حمیرہ واقع ہے۔ اور قدیس جارجیوس کی طرف منسوب ہے۔)

اس دیر کے جنوب میں قلہ الحصن ہے جسے لکھنے زمانے میں حصن الاکمراد بھی کہتے تھے۔ اور قبل فتح طرابلس کے سلطنت کا پائے تخت یہی تھا۔ اسکو محسن عکار بھی کہتے ہیں۔ ایک زمانے میں ملک ظاہر زبیر نے اسکا محاصرہ بھی کیا تھا (دیکھو تاریخ ابو الفداء ج ۵ ص ۱۲۷) اور عرصے تک اس پر قبضہ نہ پاسکا۔ اسکی خدمت میں اسوت قاضی محی الدین بن عبداللہ بن عبدالنظار موجود تھا۔ اس نے یہ اشعار اس موقع پر کہے تھے:-

حصن عکار ما صفا	قلہ عکار کہی کسی دن بھی کدورت سے
قطیو ما من الکدرا	صاف نہ ہوا۔
کیف یصفو الذی	کیونکہ صاف ہو سکتی ہے وہ جیوہ کے تین
ثلاثة ارباعه عکر	جیسے کیچڑ اور سیل ہو۔

اسی زمانے میں اس نے تھوڑی سی فوج اپنی قلہ عکار پر بھلا دی مگر اسپر بھی قبضہ میں نہ آیا۔ اس کے عرصے کے بعد قلہ عکار فتح تو ہوا مگر قلہ عکار ناخدا نہ آیا۔ دوبارہ انہی قاضی صاحب نے اس مضمون کو یوں ادا کیا،

یا مملک النمرود هنت فابشر بالادراة | لے بادشاہ نمرود حضرت مبارک چادر اپنا راد و فرشتہ

ان عمارتوں میں عمارتوں کا زیادہ ایک عمارت حقیقت میں نکاحی ہے بلکہ کچھ زیادہ
بافضل یہ عمارتوں کے متعلقہ ہیں۔ بیشتر مقام بنی سینا کے امرا و
حکام کے رہنے کا مقام تھا۔ عمارتوں کے تزیینوں کے ایک قریب سی عرف بھی
ہے۔ یہ قریب قدیم زمانے کا ایک مشہور شہر تھا۔ لکڑیاب تو چھوٹے سے گائوں کی
حیثیت میں ہے۔ (دیکھو ہماری کتاب سیاحتہ العارف وجہ ۳۷)

طرابلس بعض کا بیان ہے کہ دراصل یہ شہر ان لوگوں کا آباد کیا ہوا ہے جو کہ مصر
اور صیادہ رواد سے قدیم زمانے میں اپنے گہروں کو غیر باد کیلکے یہاں آئے تھے۔
اور ہر گروہ نے علیحدہ علیحدہ اپنے وسطے ایک محلہ بنالیا تھا۔ پھر وہ سب محلے ملکر
ایک شہر کی صورت ہو گئے۔ اور طرابلس کے ام سے مشہور ہوئے۔ اس سبب سے
طرابلس کے معنی یونانی زبان میں دن ثلاث (تین شہر) کے ہیں۔

ابو القدا مورخ لکھتا ہے کہ طرابلس روم کے شہروں میں سے ہے۔ اور
ودیہ کے کنارے پر واقع ہے۔ مسلمانوں نے مسند مجری سلطان قسطنطین میں ہسکو
عیسائیوں سے لڑ کے فتح کیا تھا۔ مگر اسکو خراب و مہدم کر کے اس سے ایک میل کے
فاصلے پر ایک شہر آباد کیا۔ اور نام اسکا طرابلس رکھا۔

یا قوت سے کتاب مشترک میں ذکر کیا ہے کہ طرابلس شام اور طرابلس شمالی
افریقہ میں بعضوں نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ طرابلس شام کے اول میں جزیرہ ہے یعنی
(اطرابلس) اور طرابلس افریقہ بغیر جزیرہ کے ہے (اطرابلس) مگر تینوں نے اس کے خلاف
کہا ہے۔ چنانچہ اسکا شعر شہادت میں موجود ہے:

اکارم حد الارض السماء بعدہ | وہ لوگ ایسے کریم کہ انکی وجہ سے آسمان نے
وقصرت کل مصر عن طرابلس | زمین پر محدود کیا۔ اور طرابلس شام ایسا شہر
ہے کہ تمام شہر اس کے مقابلے سے قاصر ہیں۔

ان دونوں شہروں میں ایک اور بھی فرق ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس طرابلس کو طرابلس
شام کہتے ہیں اور افریقہ طرابلس کو طرابلس المغرب یا بلفل بھی مشہور بھی ہے۔

طرابلس قدیم کے مقام پر جہاں اب ایٹلیا آباد ہے ایک کتب خانہ تھا جسے قاضی ابوالحسن نے جمع کیا تھا۔ وہاں تین لاکھ کتابیں عربی۔ فارسی۔ یونانی زبانوں میں موجود تھیں لیکن جب انگریزوں نے اس شہر کو فتح کر لیا تو مطابق مسئلہ میں فتح کیا تھا۔ اسی سہ کے ہیں یہ کتب خانہ جل گیا۔ نہ تو ناسل واکٹر کیلیوس فان ویک نے لکھا ہے۔ گویا اس کتب خانہ کی کتاب مرآة الوقتیة فی اللذة الارضیة کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جہاں سے ہیں نے اس مقابلے کے آثار مبالغہ نقل کئے ہیں۔

طرابلس کے دو حصے ہیں۔ ایک تو شہر طرابلس ہے اور دوسرا المینا۔ شہر طرابلس تو اب کو علی کے کنارے پر آباد ہے۔ اور اس نہر کا پانی تمام شہر کی راہوں اور سکانوں تک نہیں پہنچتا ہے۔ اگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مکان کے تیسرے درجہ تک پانی چڑھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طرابلس والوں کو نشید الباس اور عزیز الغنم (یعنی ہمیشہ خوفناک حالت میں رہتے ہیں اور جانیں آنکھی بہت عزیز ہیں) کہتے ہیں۔ اہل طرابلس میں علی درجے کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ لوگ علم اور ہل علم کی بہت حذر کرتے ہیں۔

اس شہر میں کثرت سے بزرگ ہیں مختلف قسم کے میوے یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ بیبار کا سیب اور برودقان اور گلاب اپنی عمدگی میں مشہور آفاق ہے۔ الخ اس شہر کو بیجا مد بھی کہتے ہیں کیونکہ عموماً اور خاصاً مہار کی فصل میں دخت لیمون اور ترنج وغیرہ جو کہ تمام شہر کے گرد لگے ہیں بلکہ سکانوں کے اند بھی ہیں) جب پتہ لگتے ہیں تو ان کے پھول کثرت شہر میں پڑے پھرتے ہیں۔ ابن مایہ رومی نے اس مضمون کو اپنے ان اشعار میں ادا کیا ہے۔

لا اخلق من قول زید ومن عمرہ	تیر وارے دورت مجھ کو عمر زید کی باتیں نہ سنا
وقم نہب اللذات فی فرض العمر	اور اٹھ کر عمر کی مہلت کے زمانے میں لذتیں نہیں
فان الیاس فنیق العمر خلصة	کیونکہ عہد مانہ (یا مرد شہر روز) خافض اور وہا

من الغافل المغتر من حيث لم يدرك
 فياقلب الاقاسف على كل فاست
 وخلص عن الخلل الذي زاد في الهجر
 ففوق يوم تلتقي الف موطن
 فغش خالي الافكار والبال والشمس
 وان كاد وادي الشام سائر بمثلهم
 طرا لميس الفيحاء باسمه الشعر
 حكت جنة العزذ وبسحرهنا وفضل
 وسكانها الولدان شمو على البدر
 لها قصبات السبق بالقصب لذي
 حلا وشقه طما على السكر المهي
 ولولم تكن تحكي الجنان لما حوت
 فوالله رماره يعجل عن البذر مر
 بوادي بواديها حين رحابها
 حكى انه المشتاق من لوعة الهجر
 وابراجها عد الكواكب مبعده
 ونمى حى الاسلام من عصبة الكفر
 وكم طمست عين العبد وبقعة
 حاماها الله العرش بالعز والنعمة
 باربعة سادات وساد مقامها
 علم سائر الامم راف البحر والبر
 باميرهم واحمرار كثيرهم
 وخضره صرح قد جلا رفتهما

کھائے ہوئے آدمیوں کی عمر کو اس طرح اچکے
 ہوئے لئے جاتا ہے کہ وہ بالکل نہیں سمجھ سکتا
 لئے نل گذشتہ چیزیں نہیں سمجھ سکتے کہ اور بہت درست
 قطع تعلق کر جو تجھے زیادہ دماغ رفتہ رکھے۔ تو مرند
 ایک بڑا نظام مانت کے پاس کیا ہیں بالکل اطمینان سے
 زندگی بسر کو۔ اور اگر وادی شام بوسگاہ ہے
 تو طرا لمیس وسیع کے دانت نہیں ہیں کھل ہے میں
 طرا لمیس تمام اپنے حسن نظر میں جنت فردوس کے مشابہ
 اور اس میں تھے والے نوجوان لڑکے ہیں جو اپنے حسن
 میں پاند سے بھی فوق لگتے ہیں۔ اسکو اپنے نیشا
 کو دشمن و غیر ہنفت حاصل ہے جسکی شیرینی قند
 بھری سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے تنگلوں
 کے زینے کے مقامات میں چکیوں کے
 رونے کی آواز ایسی آتی ہے جیسے کوئی
 عاشق جدائی کی آگ میں جلنے رہتا ہو۔
 طرا لمیس کے ساتوں راج سید سارہ (اسما کی سات سارا
 جو برابر اکیطرف سے دوسرے طرف آتے ہیں) کے عدو
 برابر ہیں رکاف و کئی جہات اسلام کے سبزہ زار کو چاہیں
 ہے کٹھن کوئی آگ میں اس کو تیرا ہی بولیں گی مانت
 خود پروردگار عالم کے عزت و قدرت کی چاہی چیز کو
 وہ اس نظام کو تمام دنیا سے شہر و شہر زیادہ شرف حاصل
 ایک تو برف کی سفیدی دوسرے کے بیٹوں کو چوکی سے
 سرخی سے سبزہ زار کا سبز و کئی رنگی سے ہر اہل نظر آنا

بنوہا بنوا فی المجد رکذا مستنید
 له فی الملا ذکر وناہیک مکرر
 وناہیک من قوم واهل مرقہ
 غریبہم لہ ریشک من ضیقہ اللہ
 کزاد الحمیا شیعہ وقت عم
 وملقاہم بالضیفان جاء بالبشر
 وفیہم امانی اللمانۃ ام عمر
 اذا امر و بالخیدر وانوک بالہر
 وفیہما تجار تریح الکعب والذئار
 وقد ینفقوا امواہم لن وخر الفقد
 اباروب فاحترسہم بعیان غایت
 بخا خدر سل اللہ من ساد بالفخر

چوتھو دریا کانینگون پانی جو آسانج کے نیلہ نظر آتا ہے
 اسکے ساکنین نے یہاں مضبوط اور محکم مقام بنایا ہے کہ
 جبکہ ذکر غیر تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کی قوم ایسی
 صاحبہ رت و رحل ہے کہ کبھی کسی محتاج خیر کو
 مجلسی سے تنگ دل نہیں دیکھ سکتے۔ یہاں کی جوڑ
 اور جوان سب کریم اور خوش خلق ہیں بلکہ ہی مہمان
 اہتمامت کو کشادہ پیشانی سے آستے ملتے ہیں اس
 مارت کی نشانیاں جنت ہی پائی جاتی ہیں بخدا انکو
 کہ جب یونکی کا حکم دیتے ہیں تو اسکو پورے طور سے
 انجام دیتے ہیں یہاں تجارت شیعہ لوگ جو قابل تویہ
 ہیں انکی تجارت میں نفع مخدہ ہو اور محتاج و خیر مال خیر
 کرتے ہیں۔ اے میرے پروردگار اس میں ہمیشہ عنایت ہو

انکو ہر بلا سے محفوظ رکھ اپنے رسول کے واسطے بیسیادت اور فخر کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

بیروت دمشق کا فرضہ (دواماً) اب نہا ہے۔ یعنی دمشق میں بیروت ہی سے
 پالی جاتا ہے۔ اور اس سے جانب جنوب میں ایک گھنٹے کی راہ کے فاصلے۔

امام اوزاعی فقیہ ابو عمر و عبد الرحمن بن عمر بن عید اوزاعی ہشویائے اہل شام کا
 مقام ہے۔ انکی وفات ۱۵۰ ہجری مطابق ۷۶۷ء میں واقع ہوئی اس کے سرے
 میں بعض شعرائے یہ شعر کہے:

جاء الحمیا بالنزاع کل عشیۃ
 فنبراً نقمن لحد الاوزاعی
 فنبراً نقمن بہ طود شریۃ
 سقیالہ من عام نقاع

لکھ شام میں ہر شام کو باران اس قبر کو سرگے نا
 ہے جسک طہ میں امام اوزاعی دفن ہے۔
 وہ ایسی قبر ہو جس میں شریعت کا پیار دفن
 ہوا اور عاوس نفع رسان عالم کی قبر کو
 سیراب کرے۔

عرضت لہذا لہذا فاعرض مقلعا | ونا اسکی طرفہ فی گراس نے بہت نفرت سے
عنا بظہا آئما اقللا | اسکی طرف سے سنجہ پھیر لیا اپنے زہد کے سبب سے
وہ مجھ تو کسی نفرت اور کسی اثر جاری ہے۔

سیدنا صفور ان دونوں شہروں کی بابت جس قدر خبریں ہیں پہونچی ہیں کتاب
مسی زینۃ السعایف فی بیانہ العارف کے صفیں نقل کر دی ہیں جسکا جی چاہے
اس لکھ کر دیکھ لے۔

عراق سے جانب جنوب میں واقع ہے۔ قدیم زمانے میں اسکو بھومایہ
کہتے تھے۔ گرم جھل اس مقام پر شمالی قلعوں میں سے نہایت مہتمم باشندگان ایک
قلعہ ہے۔ عکاسے جانب جنوب میں شہر خفا رہے اور اسی مقام میں جبل کرل
جی بہت جیر اکثر حضرت ایلیا پیغمبر آمدورفت رکھتے تھے۔

شہر طریہ اس شہر کے قریب گرم پانی کا چشمہ ہے۔ یہاں ایک حمام بھی
بنا ہوا ہے۔ لوگ وہاں نہاتے دھوتے ہیں۔ اسی حمام کے قریب بہت بڑی اور
چوڑی نہر ہے۔ اور اس میں مختلف مقاموں سے پانی آکے جمع ہوتا رہتا ہے۔
اس نہر میں فچلیاں کثرت سے ہیں اس نہر کے گرد و جنگلہ تنان اور باغات ہیں۔
وہیں شہر ابلس کا ایک قریہ ہے۔ شیخ حسن بوری کی یہیں ولادت ہوئی۔

ابلس کا اصلی نام شہر تخیم ہے جسکا ذکر کتاب مقدس (زمک ص ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰)
میں بھی آیا ہے۔ اسی ابلس کا رہنے والا شیخ عبدالغنی نامی مشہور صوفی اور شاعر
بے بدل تھا۔ دمشق میں اس نے ترقی کی تھی۔ اور بارہویں قرن ہجری مطابق اٹھارہویں
قرن میلادی میں وفات پائی۔

نواحی یافا کے جانب جنوب میں شہر رطہ ہے۔ یہیں کے رہنے والوں
میں شیخ خیر الدین رطی ہیں۔ جنگی کتاب قتائوسی خیر بہت مشہور کتاب ہے۔
اور یہیں پر بنی معنی کے والیوں کا واسطہ بنت رہا ہے۔ جنگی بابت ابوالنطیب
سبکی نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے

اور شلیم۔ جسے قدس شریف بھی کہتے ہیں۔ اسکی پوری بحث کتاب
زبدۃ الصوائف فی اصول المعارف کے ص ۱۳-۱۴ میں میں نے واضح طور سے
لکھی ہے۔

جبرون جسے یلیل بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر بہت قدیم شہروں میں سے ہے
یہیں پر حضرت ابراہیم اور اسحق۔ یعقوب پیغمبران خدا علیہم السلام رہتے تھے
اور اپنی بعض بعض عہدوں کے ساتھ یہیں بہدفن ہوئے ہیں۔

شہر غزہ۔ شہر جلیل سے جنوب میں مشرقی گوشہ کی طرف واقع ہے
شہر کو غزہ ہاشم بھی کہتے ہیں۔ اس سبب کہ عمر بن عبد مناف قریشی نجاکت
ہاشم الشریف تھا۔ اس شہر میں بزم تجارت گئے تھے اور وہیں انتقال کیا۔ مطروہ
کعب خراگی کہتا ہے۔

ہاشم فی ضیج وسط بلقنہ | ہاشم ایک حنفیہ جبل زمین میں قبر میں دفن ہیں
نعمانی یاح علیہ بین غزات | جسر غزات کی ہوائیں خاک اُڑا کر ڈالتی ہیں۔

پانچویں فصل

مصر کے شہروں کے ذکر میں

مصر کے شہروں پر دو مرتبہ عرب بذریعہ فتح کے غالب آئے ہیں ایک مرتبہ
تاریخ سیحی شروع ہونے سے کئی قرن پیشتر ان کو مصر پر غلبہ حاصل ہوا ہے۔
بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ عرب اس مرتبہ مصر میں آیا کیطرف سے آئے
اور دریاسی دنا کیطرف سے ملک میں داخل ہوئے تھے۔ اور ولید بن دؤفج لڑتے
یونانی زبان میں سلاطین کہتے ہیں، اکی کسان میں مصر کے نشیبی مقامات پر
قبضہ کر لیا۔

اور جبکہ اُسکی حکومت دہاں جم گئی تو عبادت گاہوں اور گرجاؤں کو جلاواؤں اور برے بڑے قلعے بنوائے اور فوج اور ضروریات حرب کے سامان سے خوب تیار ہو گئے۔ کیونکہ انہیں خوف تھا کہ شاید اہل مصر اہل یورش کریں۔ اور اپنا پاسے تخت شہر منفیس میں بنالیا تھا۔

اہل مصر کی یہ حالت تھی کہ ان عربوں سے سخت جلتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ بکریاں چرانے والے سخت دل اور ظالم ہیں۔ مصری امانتداری کو حقیر سمجھتے ہیں۔ چہرہ پر کیوں حاکم نہیں۔

انکی حکومت مصر میں تقریباً ۶۰ برس تک رہی۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے زیادہ یہ لوگ دہاں حکمران رہے۔ آخر میں فرعون اموسیس نے بہت سی اڑائیوں کے بعد تمام ملک مصر کو تقریباً ۱۰۰ برس قبل میلاد عیسوی کے ان سے چھین لیا۔

اور دوسری مرتبہ اسلام کے بعد خلافتِ عربین الخطاب کے زمانے میں مسلمانوں مطابق مسلمانوں میں عمر بن عاص کی گمان میں فتح ہوا۔ اور اس وقت سے اب تک مسلمانوں ہی کے قبضے میں ہے۔ اور چونکہ مصر کے متعلق تمام تفصیلی حالات کو کتابِ زبدۃ الصحاح میں لکھ دیا ہے اسلئے یہاں تکرار کی کوئی ضرورت نہیں۔ فقط یہاں شیخ عمر فارض کے دو شعروں پر اکتفا کرتا ہوں۔

وطني مصر وفيها وطري	میرا وطن مصر میں ہے۔ اور اُس میں میری
ولعيني مشهاها مشتقاها	ساری ضرورتیں ہیں۔ اور اُسکے تمام مرغوبات
ولنفسي غيرها ان سكت	میری آنکھوں کو مصر عوب اور پسندیدہ ہیں۔
يا خلیل سلاما سلاها	اگر میرے نفس کو سکون حاصل ہو تو مصر کے
علا وہ ہی اسکو کافی ہے۔	اے میرے دوستو! بے غم کو دیا میرے نفس کو
جس چیز نے کہ اسکو بے غم کر دیا ہے۔	

دوست

عرب صلیہ کے اقسام میں اس مقام میں چار فصلیں ہیں

فصل اول

عرب صلیہ کے اقسام میں

تمام دنیا کی قدیم تاریخوں میں اس قوم کی تاریخ سے زیادہ سقیم تاریخ کوئی بھی نہیں مل سکتی۔ ان عربوں کی تین قسمیں ہیں۔ باندہ۔ عاربہ۔ مستعربہ۔

عرب باندہ کے حالات تو ہم کو باطل معلوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اُنکا زمانہ انتہا ہم سے دور ہو گیا ہے کہ تفصیلی مال اُنکا ہم نہیں بنا سکتے۔ نہ تاریخ کے ذریعے سے نہ کسی سے سُنکے۔ جیسے قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم جرہم وغیرہ۔ البتہ قدرے قلیل جو کچھ کسی طرح دریافت ہوا اُسکو ہم آئندہ بیان کریں گے۔

عرب عاربہ سے مراد یمن کے عرب ہیں جو فطان کی اولاد میں سے تھے۔

عرب تغریہ اسمیل بن ابراہیم خلیل امد کی اولاد میں سے ہیں جنکا سلسلہ (نقول بعض) قوم جرہم تا تئہ تک جالسا ہے اور یہ بھی فطان ہی کی نسل سے ہیں۔ اور آپس میں سلسلہ ترمیم کا قائم کر کے لگتے ہیں۔

اس گروہ کو مستعربہ اسوج سے کہتے ہیں کہ اس میں اسمیل کی زبان عبرانی تھی اور خود بھی عبرانی تھے۔ اہل عرب تھے۔ مگر آج میں عرب عاربہ اور عرب مستعربہ کے باہم

لمجانے سے انکے مشہور قبائل پیدا ہوئے ہیں۔

عرب باندہ۔ مورنین بیان کرتے ہیں کہ سام بن نوح کی اولاد نے انہیں شہروں میں وطن بنالیا تھا۔ انہی سے متحد قبائل پیدا ہوئے جنہیں سے اکثر یا تو تباہ ہو گئے یا اوروں میں ایسے مل گئے کہ صلی نام تک انکے چند و نون بعد صفحہ عالم سے منسلک نہ رہے۔ انہی عرب کو عرب باندہ کہتے ہیں۔

بعض کا بیان ہے کہ عرب باندہ کے سات قبیلے تھے۔ عاو۔ شؤد۔ صحرار۔ جاسم۔ دبار۔ طسم۔ جدیش۔ اور انکے مکان عمان۔ بحرین۔ یمامہ وغیرہ میں تھے۔ اسوقت تک انکا لغت نہایت سخت اور غیر مہذب تھا۔ ان ساتوں قبیلوں میں سے زیادہ مشہور عاد بن عوص بن امام بن سام بن نوح علیہ السلام کا قبیلہ ہے۔ (دیکھو تک ص ۱۰ ۲۲ و ۲۳)

ادنوود کا قبیلہ اصل میں جاشترین امام بن سام کا قبیلہ ہے۔ (دیکھو تک ص ۲۲۱) اول اول یہ لوگ یمن میں جا کے مقیم ہوئے۔ مگر تھوڑے دن بعد حمیر بن عبد شمس لقب سبائے نکومار کے نکال دیا۔ وہاں سے نکلے ہوئے حجاز کے ملک میں موضع حجر میں مقیم ہوئے۔ اسوقت سے پیشل مشہور ہے کہ جب کوئی قوم متفرق ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں لعبت بھم ایدای سببا۔

طسم کا قبیلہ نود بن سام کے اولاد سے ہے (دیکھو تک ص ۲۲۱) جدیس جاشند کو رک کی نسل سے ہے۔ یہ آخری دونوں قبیلے اسوقت تک ملے جلے رہے جب تک کہ آپس میں لڑا نہیں چلی۔ مگر جب اٹھ کھلے اور تموا چلی تو دو اون قبیلوں تباہ ہو گئے۔ متنبی کہتا ہے:-

اشمت الخلف بالشراة علاھا	وشفری فارص من ایاد
وملوکا کامس فی القرب منا	وکطسم واختها فی البعاد

قبیلہ جہیم ملی اور عاد کا ذکر بھی متنبی نے اپنے غزل میں کیا ہے۔ وہ حسب ذیل لکھتا ہے:-

یقرلہ بالفصل من لایود ۴
و یقضی الیہ بالسعد من لاینجم
اجار علی الایام حتی ظننتہ
نظالہ بالرد عاد و جرهم
جو شخص میرے مدد کا دشمن ہے وہ بھی
اسکی نصیبت کا قائل ہے۔ اور جو شخص علم
نجوم نہیں جانتا وہ بھی اسکے طالع کی سزا
کا متر ہے۔

قبیلہ عمالیق بن الیفاز بن عیسو (دیکھو تک ص ۱۲۶) بھی عرب باندہ کے
مشہور قبیلوں میں سے ہے۔ ایسویہ سے اتنا اُنکے بہت سے قبیلوں کے
نام اور اشعار لوگوں کو یاد ہیں۔ الیف بن زیاد یا۔ انیف بن حکیم ندبانی کہتا ہے:
لہم عجز بالرمیل فالحنن فاللوی
وقد جاؤت جی جدیس رعالھا
میں میری فوج کا آخری حصہ نورل اور
حزن اور اوی میں تھا مگر اُسکا منظم حصہ
ہر یس کے دو قبیلوں سے آگے چلا گیا تھا۔ منلس کہتا ہے:-

المشران الجون اصبح راسیا
نطیف بہ الایام ما یتأسس
شکریا تو نہیں دیکھتا ہے کہ قادیون (جسے
طسم اور جدیس نے بنایا تھا) کس قدر مضبوط
ہے اور طواف کرتا ہے اسپر زمانہ جس سے وہ مانوس ہوتا ہے۔

اور سچلہ اُنکے اشعار کے محقق و بنت عباس جدیسیہ (جسے شمس بھی کہتے
تھے) کے اشعار ہیں۔ اپنی قوم کو علاق بادشاہ طسم سے لڑنے پر آمادہ کرتی ہے
کیونکہ وہ نہایت ظالم شخص تھا۔

لا احد اذل من جدیس
انہ کذا یفعل بالعروس
یرضی بہذا یا القوم حذر
هذا وقد اعطى وسبق المیر
لخوضہ بحر الردی بنفسہ
خیر لہ من فعل ذابعرسہ
کوئی قوم جدیس سے زیادہ ذلیل نہیں ہے
کیا عروس کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے۔
انسوس ہے میری قوم پر کیا اسی بات پر شریف
اوی راضی ہو جاتے ہیں مگر مالیکہ اسکو عروس
دیکھی اور عروس کو مہر دیا گیا۔ بیشک اسکا میت
کے دیاس خود غوط لگانا اپنی بیوی کے ساتھ

ایسا کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ تونس جدیسی کہی میری ہذیلہ اسی علاق کے بادشاہ

یہ کہتی ہے۔

ایتنا اناطسہ لیحکمہ بیننا
فانفذ حکمائ ذہذہ ظالما
لعمری لقد حکمت لامنورعا
ولا کنت فینم یدرم الحکمنا
نہیں ہے۔ اور نہ تو عالم شمار ہو نیکے قابی ہے ان لوگوں میں جو تحکم حکم رکھتے ہیں
مگر وہ تو قبیلہ عمالی مذکور کے ماتھے سے تباہ ہو رہے۔ اس سبب کہ وہ
اس نے شمس جدیدہ (جبکہ نوکر اور پرگندہ ہے) کو بے پروائی کی تو اس کے
بھائی اسود کو بڑی غیرت آئی۔ اور آخہ اس نے ایک جیہ کیا کہ ایک دن عمالہ
اپنے مقوم چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ایک اسود اس پر ڈٹ پڑا
اور اپنی جدیدیوں کی تلوار سے ایک ایک کو چین کے مار ڈالا۔ بعد اسکے یہ
اشعار پڑے:-

ذوقی ببغیاک یا طسم مجلہ
فقد انت لعمری عجب العجب
انا اتینا فلد نخل بقلہم
والبغی حج مناسوزہ القضب
ولر یعود علینا بغی ہوزبدا
ولر یکو لوالدی اف ولادنب
فلور عیم لنا قرنی موکدہ
کذا الاقارب فی الار عام والنسب
کیونکہ جو ہونا تھا وہ چکا۔ اگر تم لوگ حق فرابت کی پاسداری کرتے تو ہم بھی تمہارے
عزیزانِ نسبی میں سے ہوتے۔ (مگر تم نے ہمارا کچھ نہ خیال کیا)
مگر کچھ لوگ قبیلہ طسم میں سے حسان بن قبیح کے زمانے تک زندہ ہے۔

اور اسکی قوت پر بنی جدیس سے لڑے۔ اُنکو قتل کیا اور اُنکے شہروں کو تباہ کر دیا۔
آخرد نو قبیلے لڑ بھڑ کر خاک ہو گئے۔ جب ہی سے شمل مشہور ہے الفز مین
جدایس عن طسم۔

عرب عاریہ اور مستعربہ کی بابت اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ بنی قحطان بن عابر
بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح (دیکھو تک م ۱۰۲۵) کی اولاد ہیں کے نواحی
میں آباد ہوئے تھے۔ اسی نسل کو عرب عارب کہنے لگے۔

قحطان کی نسل میں سے کچھ نوین کے بادشاہ ہوئے ہیں اور کچھ حجاز عرب کے
یہ بن کا بادشاہ تو قحطان بن غابر (مذکورہ الصند) تھا۔ اور اسکی سلطنت زمانہ اسکندر
کہ دونی سے تقریباً ۷۰۰ برس تک رہی ہے۔ اسی قحطان کی نسبت ایک
شاعر کہتا ہے:-

فما مثل قحطان الساحة والندی | جو انرومی اور خیشش میں کوئی شخص قحطان
ولا کما بنہ رب الفضا حد العرب | کی مثل نہیں ہے۔ اور نہ فضا مت سے گفتگو
کرے نہ الا کوئی اُسکے بیٹے یعر کے مشابہ ہے۔

مگر بعض کا بیان ہے کہ یمن کا پہلا بادشاہ یعر بن قحطان تھا۔ اسی کے
نام سے عرب کو عرب کہنے لگے۔

اولیات بادشاہ یعر یہ پہلا بادشاہ ہے جسکی قوم نے بادشاہی۔ ملام
کیا ہے۔ اسی نے پہلے چل یمن میں شہروں کی بنیاد ڈالی۔ یہی پہلا شخص ہے جس
نے زبان میں کلام کرنا شروع کیا۔ (بعض کا بیان ہے پہلے جس نے عربی
کلام کیا۔ ہے قحطان یعر کا باپ تھا)

مگر ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس پہلے پر جو عرب سفر کرتے
تھے۔ اُن میں سب سے پہلے اس نے عربی میں کلام کیا ہے۔ ورنہ عرب عاریہ کی ایک
جماعت دوسرے پہلے پر رہتی تھی اور وہ عربی میں کلام کرتے تھے اُنہی سے قحطان
نے عربی لغت سیکھا۔ اور یہ بات صاف ظاہر ہے کیونکہ قحطان میں خود اتنی قوت

نہ تھی۔ کہ بغیر سیکھے عربی میں کلام کر سکے۔

اسکے بعد شجیب بن یعرب اُسکے بعد عبد شمس بن شجیب (حب الیہ) بنی ہاشم کے بانی تھے۔ اہل اہل وقت نے لکھا ہے کہ شجیب کو شجیب اسوجہ سے کہتے تھے کہ اُسکے سب سے لوٹ مار اور جدال و قتال کثرت سے تھا۔

ابن قلدون نے لکھا ہے کہ اسی نے پہلے پہل دشمن کی عورتوں بچوں کے قید کرنے کی رسم نکالی ہے۔ اور اسی نے شہرِ سبأ کی بنیاد ڈالی۔ اور مار ب اور عین شمس پر مصر کے ملک پر سد قائم کی۔ اُسکے بعد اُسکی اولاد میں سے حمیر اور کہلان عمر و اشقر۔ عالمہ وغیرہ نے۔

جنگو عرب عوام کہتے ہیں وہ انہی کے قبیلوں میں سے ہیں۔ جو لوگ کہ ملک حجاز میں مالک ہوئے اور سلطنت کرنے لگے انہیں سب پہلاجرم بن قحطان بن عبد یاسیل ہے۔ اُسکے بعد عبد المدان بن نغیلہ اُسکے بعد عبد النبی بن مضاض ہے جسکے بیٹے تھے۔ عدسہ سے اسمیل نے ترویج کی اور انہی کی نسل سے ہاجر یون ہیں۔

اُنھوں نے اپنا لقب اپنی ماں ماجرہ کے نام سے رکھا تھا۔ اور بنو ہاشم بنیوٹ سے نکلا ہے۔ ایشوریون۔ بنیوٹ کے بیٹے ایشور سے۔ دیکھو کہ (ص ۱۳۵)۔

ان سب کے بعد عمرو بن الحوٹ بن مضاض بن عمر ہے۔ عرب عارب انہی لوگوں میں ہیں۔ اور یہی جرہم نامیہ کا قبیلہ ہے انکا نسب عدنان ہی تک پہنچتا ہے۔ اسمیل تک نہیں جاتا۔ کیونکہ عدنان اور اسمیل کے خاندانوں میں کچھ اختلاف پڑ گیا ہے یعنی کہتے ہیں ان دونوں آدمیوں میں آٹھ پشت کا فاصلہ ہے بعضوں نے کہا ہے کہ تین پشت کا فرق ہے۔

عدنان سے عرب ہنقرہ کے قبائل کی ابتدا ہے اور ان سب میں زیادہ شہور فہر کا قبیلہ ہے جنگو قریش بھی کہتے ہیں۔ انہی میں سے آل قریش ہیں جو کہ خاندانِ کعبہ کے ڈیوڑھی دار تھے۔ اور انہی میں سے اسلامی شریعت کے پھیلانے والے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے معلوم ہو گا۔

دوسری فصل

عرب کے قبائل اور ان کے فروع

قوم عرب کو علمائے نسب نے چند گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ سب میں عام لفظ شعیب ہے۔ اور اُس سے خاص قبیلہ کا لفظ ہے اُس سے خاص غمارہ اُس سے خاص بطن ہے لیکن لفظ بطن آئندہ اور سابق لفظوں کی پر نسبت متوسط ہے نہ تو جدا علی سے زیادہ قریب کو بتاتا ہے نہ زیادہ بعد کو۔ اُسکے بعد لفظ فخذ ہے اُسکے بعد قبیلہ پھر عشیرہ۔ عشیرہ پر نسبت تمام الفاظ سابقہ کے قریب کو ظاہر کرتا ہے۔ نسب کا لفظ چونکہ شاخ کے معنی دیتا ہے تو مثلاً اگر شعیب بن کعب بن لؤی بن جابر بن اُنک بن عبدالمضر ہے وہ اُنکی اصل ہے۔ اور یہ اُنکی شاخ ہیں۔ اور قبیلہ جیسے بنی قیس بن عیلان بن مضر۔ دیکھو اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ میں اُس شخص کو نہیں لیتے ہیں جس سے ابتداء ہوتی ہے بلکہ اُسکے بعد کے کسی شخص سے شروع کرتے ہیں۔ جبکہ قبیلہ بنی قیس کہا تو معلوم ہو کہ عیلان اور مضر کو چھوڑ کے قیس سے نسب شروع کیا ہے۔

عمار کی مثال جیسے بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر اس میں قبیلہ کے بیٹے سعد سے نسب شروع کیا۔

بطن کی مثال بنی عطفان بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر۔

فخذ کی مثال بنی ذریان بن بعض بن فیت بن عطفان و فہرہ۔

فصلہ کی مثال بن زرارہ بن وہبان۔

عشیرہ کی مثال بن بدر بن ذری۔ (بہر مثال کو اسکی سابق والی مثال سے ایک

یا دو درجہ کم سمجھ لو۔) لیکن تمام سطروں میں وہ ایک کی کمی ہوئی مانی جو بالکل قریب سے

نہ تھی۔ کہ بغیر سیکھے عربی میں کلام کر سکے۔

اسکے بعد شجیب بن یعرب اس کے بعد عبد شمس بن شجیب (حبک القب سبأ) بادشاہ ہوئے۔ اہل وقت نے لکھا ہے کہ شجیب کو شجیب اس وجہ سے کہتے تھے کہ اس کے سب سے لوٹ مار اور جدال و قتال کثرت سے تھا۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اسی نے پہلے پہل دشمن کی عورتوں بچوں کے قید کرنے کی رسم نکالی ہے۔ اور اسی نے شہر سبأ کی بنیاد ڈالی۔ اور مارب اور عین شمس پر مصر کے ملک پر سد قائم کی۔ اس کے بعد اس کی اولاد میں سے حمیر اور کہلان عمر و اشقر۔ عالمہ وغیرہ نے۔

جنکو عرب عوا کہتے ہیں وہ انہی کے قبیلوں میں سے ہیں۔ جو لوگ کہ ملک محاز میں مالک ہوئے اور سلطنت کرنے لگے انہیں سے پہلا جرہم بن قحطان بن عبد یلیل ہے۔ اس کے بعد عبد المدان بن نعلہ اس کے بعد عبد اللہ بن مضاض ہے جس کے بیٹے مہتری۔ عدسہ سے اسماعیل نے ترویج کی اور انہی کی نسل سے ہاجر یون ہیں۔

انہوں نے اپنا لقب اپنی ماں ہاجرہ کے نام سے رکھا تھا۔ اور بنو شون بینوٹ سے نکلا ہے۔ اینوریون بینوٹ کے بیٹے اینور سے، دیکھو کہ (ص ۱۱۲)۔

ان سب کے بعد عمرو بن الحوت بن مضاض بن عمر ہے۔ عرب عارب انہی لوگوں میں ہیں۔ اور یہی جرہم نامیہ کا قبیلہ ہے ان کا نسب عدنان ہی تک پہنچتا ہے۔ اسلام تک نہیں جاتا۔ کیونکہ عدنان اور اسماعیل کے خاندانوں میں کچھ اختلاف پڑ گیا ہے بعض کہتے ہیں ان دونوں آدمیوں میں آٹھ پشت کا فاصلہ ہے بعضوں نے کہا ہے کہ تین پشت کا فرق ہے۔

عدنان سے عرب سترہ کے قبائل کی ابتدا رہے اور ان سب میں زیادہ مشہور فہر کا قبیلہ ہے جنکو قریش ہی کہتے ہیں۔ انہی میں سے آل قریش ہیں جو کہ خاندان کوہ کے ڈیوڑھی دار تھے۔ اور انہی میں سے اسلامی شریعت کے پھیلانے والے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے معلوم ہو گا۔

دوسری فصل

عرب کے قبائل اور ان کے فروع

قوم عرب کو علمائے نسب نے چند گروہوں پر تقسیم کیا ہے۔ سب میں عام لفظ شعب ہے۔ اور اس سے خاص قبیلہ کا لفظ ہے اس سے خاص عمارہ اس سے خاص بطن ہے لیکن لفظ بطن آئندہ اور سابق لفظوں کی پر نسبت متوسط ہے نہ توجہ اعلیٰ سے زیادہ قریب کو بتاتا ہے نہ زیادہ بعد کو۔ اسکے بعد لفظ فخذ ہے اسکے بعد قبیلہ پھر عشیرہ۔ عشیرہ بانبت تمام الفاظ سابقہ کے قریب کو ظاہر کرتا ہے۔ نسب کا لفظ چونکہ شاخ کے معنی دیتا ہے تو مثلاً اگر شعب مضر کہیں گے تو سمجھا جائیگا کہ انکی ابتدا مضر ہے وہ انکی اصل ہے۔ اور یہ انکی شاخ ہیں۔ اور قبیلہ جیسے بنی قیس بن عیلان بن مضر دیکھو اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ میں اس شخص کو نہیں لیتے ہیں جس سے ابتداء ہوتی ہے بلکہ اسکے بعد کے کسی شخص سے شروع کرتے ہیں۔ جبکہ قبیلہ بنی قیس کہا تو معلوم ہو کہ عیلان اور مضر کو چھوڑ کے قیس سے نسب شروع کیا ہے۔

عمارہ کی مثال بیسے بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر اس میں قیس کے بیٹے سعد سے نسب شروع کیا۔

بطن کی مثال بنی عطفان بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر۔
فخذ کی مثال بنی ذریان بن بجیع بن دیت بن عطفان وغیرہ۔

فصیلہ کی مثال بن زرارہ بن دبیان۔

عشیرہ کی مثال بنی ذریان بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر۔ (ہر مثال کو اسکی سابق والی مثال سے ایک یا دو غور کم سمجھ لو۔ لیکن تمام سطحوں میں وہ ایک کی کمی پھٹی مانی جو بالکل قریب سے

مشرع ہے۔ مثلاً باپ ہی سے ابتدا کی گئی ہے وہ غیر ہے۔ اور اس سے مافوق کو درجات کے تفاوت سے سمجھ لو۔

عرب کے نزدیک جامع (جو کہ مجہ کی جمع ہے) سلوات پر اطلاق ہوتا ہے۔ اگر ایک قبیلہ بہت سے لفظوں پر عادی ہو۔ یعنی ایک شخص کی چند اولاد ہو۔ اور ہر ایک سے ایک خاندان بن گیا ہو۔ تو اس خاندان کی جس سے ابتدا ہوئی ہے اسی تک نسب کو ختم کرینگے۔ مثلاً کلاب بن ویر ہے۔ اگر کسی شخص کو کلابی کہیں تو اس کے سمجھنے کے واسطے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہر کو بھی بیان کریں۔ یا اس سے ماقبل کے کسی شخص کا نام لیں۔

عرب الفاظ کو مخفف بھی کر لیتے ہیں مثلاً بنی الحوث کو بالحوث بنی العنبر کو بلعنبر۔ علیٰ ہذا القیاس۔ جس اسم میں آل ہوگا اس میں ضرور تخفیف کرینگے۔ جیسے بنی القین سے بلقین۔ بنی العجیم سے لمجیم وغیرہ۔

علاوہ تقسیم سابق کے عرب کی ایک تقسیم اور بھی ہے۔ یعنی حضر و دبر۔ کچھ حضر عرب کا تو اہل حضر کہا جاتا ہے اور کچھ اہل دبر۔

ملطرون نے لکھا ہے کہ عبرانی مؤرخوں کے بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے عرب کئی کئی قبیلوں پر تقسیم ہوتے رہے ہیں۔ اکثر تو شہروں میں رہا کرتے تھے۔ اکثر عرب کہتے ہیں۔ اور انہی کو حضر بھی کہتے ہیں۔ (حضر یا سفر یا دین میں رہنے کے سبب) اور اکثر سفر کیا کرتے تھے۔ آج یہاں اور کل وہاں یہ لوگ ہمیشہ حنیوں اور منڈھیوں میں رہتے تھے۔ اس سبب کہ کثرت سفر کو جوڑ سے ان لوگوں نے اپنے رہنے کے لئے کوئی خاص مقام بخوینہ نہیں کیا تھا۔ اور نہ کوئی دین سے کہیں مکان بناتا تھا۔ لہذا عرب کہتے ہیں۔ جمع اسکی اعراب ہے جیسا کہ متنی کتاب ہے۔

من الجادر فی ذی الاعراب: یہ کون سے پھڑے (مستوفیوں کو نیکوئی کا دل کے بچوں سے حوالہ ملی والمطایار الجلابیب | تشبیہی ہے) ہیں جو اعراب کی صورت میں نظر آتے ہیں

جنگلے کپڑے بھی سُرخ ہیں۔ سواری کے اونٹ بھی سُرخ ہیں۔ امپیر جو پر دسے پڑے ہیں وہ بھی سُرخ ہیں۔

انہی کو بدو۔ بدوی۔ اہل ویر۔ بھی کہتے ہیں۔ بدوی تو اسوجہ سے کہ یہ لوگ باوہ اور صحرائین ہوتے ہیں۔ اور وہ اس سبب سے کہ اُن کے لباس پہنتے ہیں۔ اور اُن ہی انکی سماش کا باعث ہے۔ اُسی کی تجارت کرتے ہیں۔ اُسی کے لباس جاتے ہیں۔ لمبرون نے یہ بھی کہا ہے کہ جنوبی عرب ہندوستانیوں اور مصریوں کی طرح پانچ قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک گروہ لڑنے والوں کا ہے۔ دوسرا زراعت کرنے والوں کا تیسرا صنعت والوں کا۔ چوتھا عمار کا۔ پانچواں تاجروں کا۔

تیسری فصل

اشراف عرب

عرب میں سب سے زیادہ شریف و کریم فحسی بن کلاب قرظی کے فرزند ان میں سے عبد مناف تھے۔ اُنکے بعد انکی اولاد میں سے عبد شمس اور ہاشم اور مطلب اور نوفل شرفاء عرب ہوئے۔ اور اس طرح اسلام میں بھی انکی شرافت تسلیم کی گئی۔

عبد مناف کو قمر سید۔ فہد بھی کہتے تھے۔ انکا اصل نام منیرہ تھا۔ اور اُنکے بھائی عبد الدار۔ عبد العزیٰ اور غیرہ سے پہلے انکا نام عبد مناتہ بن کنانہ بن خزیمہ تھا۔ پھر عبد مناتہ سے عبد مناف ہو گیا۔

اس طرح عبد المدان بن ریان بن قطن بن زیا بن حارث بن مالک بن ربیعہ حارثی بھی اشراف عرب کیا بلکہ تمام عالم کے بزرگوں سے بھی زیادہ بزرگ اور عظیم المرتبہ شریف سمجھے جاتے تھے۔ آخر انہی شرافت میں ضرب النسل ہو گئے جب کہ ایک شریف کہنا ہوتا ہے اور بالآخر کرتے ہیں تو شرف بن عبد المدان کہتے ہیں۔

لفیط بن زرارہ کہتا ہے:-

شربت الخمر حتی خلت اتی
ابوقابوس او عبد المذلان
اسیر فی بنی عبس ابن زید
رنخی البال منطلق اللسان
اور آزاد زبانی کے ساتھ:-

”میں جب شراب پی لیتا ہوں تو اپنے آپ کو
سمجھنے لگتا ہوں کہ ابوقابوس (نعمان بن منذر باؤنا
عرب) ہوں یا عبد المذلان ہوں۔ بنی بنی عبس بن
زید کے ساتھ سیر کرتا ہوں نہایت اطمینان خاطر

انکا قبیلہ حث بن زیاد سے شروع ہوتا ہے۔ اور انکے اہل بیت بنو قتال کہے
جاتے ہیں۔ انکی اولاد بنی عباس کے ماموں ہوتے تھے۔

عرب ہاشم بن عبد مناف کے گھر سے شرف اور بزرگی میں کچھ کم نہیں گہروں کو
اور سمجھتے تھے بعض موتہ خین نے چار گہروں کو اور مثال کر لیا ہے۔ انیس سے ایک
حدیفہ بن بدر فزازی اور قیس اور آل زرارہ بن عدی دارمیں۔ اور تقسیم اور آل
ذی الجذین بن عبد الصمد بن عمام اور شیدان۔ اور بنی الدیان (جو بنی الحث بن
کعب کی نسل سے ہیں) کا گھر ہے جو سب میں معزز گنا جاتا ہے۔ لیکن قبیلہ کنذہ ان
اشرف گہروں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ انکا شمار باؤنا ہوں میں ہے۔

اسلام کے بعد عرب کا جو کچھ بھی شرف تھا۔ سب خاندان ہاشمیین میں منحصر
ہو گیا۔ انہی کو اہل البیت کہتے تھے۔ (یعنی اہل بیت رسول صاحب شرف و عظمت) اب
کسی کو بھی شرافت یا سید نہیں کہہ سکتے مگر انہی لوگوں کو جبکہ نسب اہل بیت میں سے
کسی تک منتہی ہوتا ہو۔ انکی شرافت میں کوئی قید و بند نہ ہو اور صاحب صفت ہو نیکی
نہیں ہے بلکہ محض الہمیت کی طرف فقط شرافت کی واسطے کافی سمجھا جاتا ہے

صاحب شرف بیت اور رسول خدا جبکہ انکا بھی اشارہ گذرا ہے انکا نام محمد
بن عبد الصمد بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوئی
بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن
نزار بن معد بن عدنان ہے۔

حضرت کہ جب انتقال ہوا تو آپ کے پاس نو بیویاں تھیں شائع کرتا ہے۔

توفی رسول الله عن تسع نسوة

اليهن تعزى المكرمات وتندب

فواللّٰه ميمونة و حبيبة

وحفصة ينزلهن هذا وزينب

جوزية مع رسالة محمد سودة

ثلاث وست ذكرهن مذهب

آپ نے اپنی وفات کے بعد بڑے بڑے اصحاب کو چھوڑا تھا۔ منجملہ ان کے ابو بکر

عبد بنی خلیفہ اول تھے جن کا نام عقیق یا عبداللہ بن ابی ثعلبہ عثمان بن عامر بن

عمر بن کعب بن تیم قرشی۔ دوسرے عمر بن خطاب نفیل بن عبدالغزی بن قرظ بن

رباع بن رباح بن عدی قرشی۔ تیسرے عثمان بن عفان بن عاص بن ابیہ بن

عبد شمس بن عبد مناف بن قصی مذکور الصدر۔ چوتھے علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب

بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھے۔

بعد صحابہ کبار کے جو لوگ کہ لاک خلافت بنے ان کے تین فرزند ہوئے۔ اول

بنی امیہ (ان کو امویون بھی کہتے ہیں) امیہ ابن شمس بن عبد مناف بن قصی ہے۔ دوسرے

بنی عباس (عباس رسول خدا صاحب شریعت کے چچا تھے) تیسرے بنو الحسین بن علی

بن ابی طالب (ان کو فاطم بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بنت الرسول صاحب شریعت

اسلامیہ کی اولاد سے ہیں) اس گروہ کو شیعوں کہتے ہیں۔ مگر بعض علماء ان لوگوں کو حوچین

بن علی کی اولاد میں سے جانتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں۔

چوتھی فصل

علم النساب

ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ انساب (نسب کی جمع) اور لغات کے معنی

رکھنے کا طریقہ مضر اور قریش - ثقیف - بنی اسد - بزیل - خزاعہ وغیرہ میں بہت تھا۔ اس سبب کہ یہ لوگ نہایت تنگ مال - تنگ عیش تھے۔ انکے پاس زراعت کے قابل زمینیں نہ تھیں۔ اونٹ بکریاں نہ تھیں۔ شام اور عراق کی سبز و شاداب زمین سے دور ہو گئے تھے۔ اس حالت میں انکو دوسری قوموں کے ساتھ ربط ضبط اور اختلاط نسب کی نوبت نہ آئی۔ لہذا انکی نسب خالص رہی۔ آپس میں تزاویج کر لیتے تھے کسی قسم کا شائبہ انکی نسب میں نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ شرافت نسب میں جس کسی کی بچ کرتے ہیں اور بد الفکر نام مقصود نہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہوا حسن نسباً من تمیم۔

تمیم سے مراد اؤ بن طابخہ بن الیاس بن مضر (نضر بن کنانہ کا چچا) الی القریش تھا اسکا ماموں ہے۔ اس سبب کہ برہ بنت تمیم کی بہن ہے اور نضر کی ماں ہے) اسی برہ کی بابت جریر کہتا ہے:-

وما الام الذی ولدت قریشا	جس ماں نے قریش کو جنما ہے نہ نوروہ عام مردوں
بقفۃ الرجال ولا عقیہ	کی دخول بنی (یعنی خاتہ) ہے اور نہ عقیہ (بائیں)
فما ولدا باکم من قریش	کوئی فرزند دنیا میں قریش سے بڑھ کے شریف
ولا خال باکم من تمیم	نہیں ہے۔ اور نہ کوئی ماموں تمیم سے زیادہ

کریم النفس ہے۔“

تمیم کے قبائل میں سے بنی حارث بھی ہیں جنہیں سے احنف بن قیس بن عاصم بن عیسیٰ ہے۔ اور انہیں سے ہر ایک شخص اپنی خاص صفت میں ضرب النثل ہے۔ اور ازسکہ جاہلیت کے زمانے میں عرب کو اپنی نسب پر مہمات اور ناز کر نیکلام رضی تھا اس سبب اکثر ان لوگوں میں تنافر (تفاخر ایک دوسرے پر فخر کرنا) ہوا کرتا تھا۔ اور جب کبھی دو شخص اپنے حسب و نسب میں تنافر کرتے تو اپنے ماموں کے پاس جایا کرتے۔ اور کہتے ائینا اغز نفرا (کون ہم میں سے گروہ میں عزیز المرتب ہے) مغلوب کو منفور کہتے تھے۔ اور غالب کو نافر اور مضبلہ کہہ دیا۔ اسے کو حکم

اور جب اُن دونوں میں سے کوئی مغفور (مغلوب) ہو تو فاجر (غالب) کو شرط کے موافق کچھ دینا پڑتا۔ جس چیز پر شرط ہوئی ہو اس کے بعد اس کی قدر بالکل گھٹ جاتی تھی اور ذیل سے سمجھا جاتا تھا۔

تہتم کے حاکموں میں سے اکثر بن ہسینی اور حاجب بن زرارہ اور اقرع بن ہانس۔
ربیعہ بن عمار بن ابی ضرہ تھے۔ مگر ضرہ نے ایک مرتبہ رشوت لئے کہ فیصلہ
کیا تھا۔ اور نہایت ظلم کیا۔

قیس کے حاکموں (حکموں) میں سے عامر بن الظرب۔ عیلام بن ابی سلمیٰ مضر تھے۔ کہتے ہیں کہ عیلام نے اپنے دونوں کو تین کاموں پر تقسیم کیا تھا۔ ایک دن نو حکم بتاتا تھا۔ دوسرے دن شعر نظم کرتا تھا۔ تیسرے دن اپنے حال و جمال کو بکتا تھا۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو اسکے پاس دس بیویاں تھیں۔ آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ ان دسویں میں سے انتخاب کر لے اُس نے چار کو منتخب کیا۔ وہی چار بیویوں کی سنت جاری ہو گئی۔

قرنیش کے حکام میں سے عبدالمطلب اور ابو طالب اور خاص بن وائل اور علاء بن عارثہ تھے۔

اسد کے حکام میں سے ربیعہ بن ضار تھا۔

کناہ کے حکام میں سے یحییٰ بن مضر بن عوف بن مالک بن نوخل تھے۔
جاہلیت میں جو لوگ علمائے انساب سمجھے جاتے تھے اور کثرتِ علم انساب
کی وجہ سے ضرب المثل بنی ہوئی تھی۔ انہیں سے ایک وفضل بن غطفہ السدوسی ہے
بنی ذهل بن ثعلبہ کے خاندان سے۔ شخص اپنے زمانے میں علم انساب میں پکٹا
سمجھا جاتا تھا۔ وزفا بن اشتر کنیت اسکی ابو کلاب تھی۔ بعض کا بیان ہے کہ ایک شخص
سسی عبد اللہ بن حصین بڑا نسا دان اور سب میں نسا بھی بزرگ تھا۔ اور اپنے
علم میں ضرب المثل تھا کسی کے علم انساب کی تعریف کرتے وقت کہتے تھے

هو انتساب من ابن لسان الحرم -

زید بن کبیر ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ ابن حرث نمری اور مالک بن خبیر بھی
 بڑے علمائے انساب میں سے تھے۔ اسی کی بابت یہ مثل مشہور ہے علی الجبیر
 بعد سقطت جو شخص بڑا عالم حقائق ہو اُس پر یہ مثال کہی جاتی ہے۔
 ایک شخص اس بات میں مشہور تھا کہ دو نو متنافرین میں باحن الجبل صلح کر لیتا تھا
 اُسکو لوگ حکیم کہنے لگے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک درندہ علف بن علامہ بن معصوم
 اور عامر بن طفیل کے درمیان میں اس نے ایسی صلح کرادی کہ فریقین میں کسی قسم کی عداوت
 نہ پھیلی۔ حالانکہ ہمیشہ سے اس تنافر کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ باہم عداوت ہو جاتی۔
 ایک حکایت یہ بھی مشہور ہے کہ عامر بن ظرب عدوانی (جسے ذوالعلم ہی کہتے
 تھے) اپنی عقل کے مقابلے میں کسیکو نہیں سمجھنا تھا۔ اور نہ اپنی حکمت کے برابر
 کسی حکم کی حکمت کو۔ جب اسکا سن زیادہ ہوا اور اپنی عقل میں اس نے کچھ کمی محسوس
 کی تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ اب میرا سن زیادہ ہو گیا ہے۔ مجھے ہو بہو ہونے لگا ہے
 جب کہی نم ایسا دیکھو کہ میں اپنی کلام میں کچھ زیادتی کرنے لگا اور بے جا بات زبان
 سے نکلنے لگے۔ تو سپر کو چٹری سے کھٹ کھٹا دینا میں سمجھ جایا کروں گا۔ ایسوجہ سے
 عرب کے کلام میں یہ مثل مشہور ہے۔ ان العصا قرعت لذی الحکم۔ اسی کی ایک
 حکایت اور بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اسکے پاس ایک غنشی لایا گیا۔ اور اُسکی بابت
 دریافت کیا گیا کہ اُسکو مرد کہنا چاہیئے یا عورت۔ لیکن اُسکو کوئی جواب نہ سوجھا۔ بات
 بنانے کے واسطے اُس نے اپنے اونٹ کو روک کر ڈالے۔ اور مہانوں کے کھلانے
 پلانے میں مصروف ہو گیا۔ اسکی ایک اونڈی خصبہ نامی تھی۔ اُس نے اس سے
 کہا کہ تجھکو کیا ہو گیا ہے۔ کیوں حوٰہ خواہ اپنے مال کو تلف کرتا ہے۔ اس نے جواب
 دیا سبب اسکا یہ ہے کہ اس غنشی کا معاملہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اونڈی نے کہا
 کہ اس غنشی کی پیشاب گاہ پر غور کر۔ یعنی اس بات کو دریافت کر کہ پیشاب کرتے وقت
 مرد کی طرح پیشاب کرتا ہے یا عورت کی طرح۔ اگر مرد کی طرح پیشاب کرتا ہے تو اُسکو
 مرد سمجھ لے اور اگر عورت کی طرح اسکی حالت ہے تو عورت سمجھ۔ غرض اس نے ایسا ہی

کیا اور حکم کی صورت نکل آئی۔ جب اسلام کا دورہ ہوا تو اس رات کو صاحب شریعت نے بھی پسند کیا۔ اور غنشی کی شناخت کا یہی طریقہ بتایا۔

اب شریعت میں بھی یہی معاملہ بننا جاتا ہے۔ اگر اُسکو مرد فرما کر دے ہیں۔ تو مردوں کی میراث اُسکو دلو اتے ہیں اور جب مرنا ہے تو مرد ہی اُسکو غسل دیتے ہیں۔ اور اگر عورتوں میں اُسکو شامل کرتے ہیں تو عورتوں کی میراث اُسکو دیکر جاتی ہے اور منیکے بعد عورت ہی اُسکو غسل دیتی ہے۔

جاہلیت کے زمانے میں چند عورتیں بھی حکیم تھیں۔ منجملہ اُنکے ایک حضرت لقمان ہے۔ دوسری مہند بنت الحنف ہے۔ تیسری حمیدہ بنت فہال ہے۔ چوتھی اسی عالم بن ظرب مذکور اللہ کی بیٹی ہے۔ یہ چاروں عورتیں نہایت عاقلہ اور ذکیہ تھیں۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کو اپنی انسا کے باغنے کا یہ فائدہ تھا کہ اُسکی وجہ سے انہیں ایک قسم کا تعصب پیدا ہوتا تھا۔ اور اُنکا عرب و ادب اسی پر قائم تھا۔ اسی نسب کو یاد کرتے تھے۔ اور انہیں جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ گویا یہ نسب انکی آنکھ نظر کی گنجی تھی۔ لڑائیوں میں اسی سے اُنکی ہمت بڑھتی تھی اور جاہلیاب ہوتے تھے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نسب ذاتی ایسا علم ہے کہ اگر کسی شخص میں ہو تو اُسکو کوئی ناہیدہ نہیں اور اُن اس سے جاہل ہو تو اُسکو کوئی ضرر نہیں۔ کیونکہ جب یہ بات پرانی ہو گئی اور وفات کی حد سے نکل گئی تو کتابوں کے ذریعہ سے بھی معلوم ہوتی ہے

۱۔ منفع کتاب فیہ سلم ہر نیکی سبب یا بجا سلام پر نرم لفظوں میں چوٹ کرتا ہے۔ اس صفت میں علم کے حکم کو ہم کرتے تھے۔ اسکا قصہ فقط اسقدر ہے کہ وہ اسات کو دکھلائے کہ ہم کیم فرائض ادا نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہل عرب سے اس حکم کو سیکھا ہے۔ حالانکہ اگر تو کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ انسانی فطرت پروردگار عالم نے فی نفسہ بہت روشن پیدا کیے ہیں اکثر یہاں ہوتا ہے کہ غفائی ذہن و پاک طالع وقت میں ایک معمولی شخص کو ایسی باتیں سمجھ جاتی ہیں جو کسی حکیم کو بڑی غفیں بھی نصیب نہیں ہوتیں۔ لیکن یہ ہے کہ اکثر اُس جاہل کا دماغ کثافات و غلظات سے ماف راہو اور چونکہ عقول انسانہ کو عام طور پر عورتوں سے جبکہ ہم ملکہ کہتے ہیں ایک قسم کا ارتبا ط حاصل ہے۔ اس سبب اسکا دیکھ مجاہدہ

اور نفس کو جو اس سے فائدہ پہنچتا تھا کہ قوت وہم قوی ہوتی تھی۔ وہ بھی جاتی رہی۔ اور بنائے عصبیہ بھی لوٹ گئی۔ لہذا اس زمانے میں اسکا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام سے یہی ہونے لگا اور اس نسب کا کوئی نفع نہ کیا گیا۔ اور عرب وہ سین ہمنصب لوگوں کے دلوں سے نکل گیا اسکی جگہ پر تشیعات قائم ہو گئے اور اس سے بھی وہی فائدہ ہوتا رہا۔ اسکے بعد شہر اور موانع کی طرف منسوب ہوتے رہے۔ مثلاً جند قنسرین، جند دمشق، جند عوہم وغیرہ آخر یہی انتساب بلا واندلس وغیرہ میں بھی پھیل گیا۔

خصوصاً جبکہ عرب حوافر (شہر باش) میں عجم کا اختلاط ہو گیا اور باہم شادی بیاہ ہونے لگے تو وہ نسب دانی بھی جاتی رہی۔ اور فائدہ بھی اسکا داخل ہو گیا۔ البتہ بدویوں میں پھر بھی باقی رہا۔

(عاشیہ بقیہ صفحہ ۶۳) دریافت ہو گیا ہو۔ اور وہی فی الغنہ حکم خدا ہو جو صاحب شریعت کو بعد اسلام کے بتا گیا اس سے یہ بات کہاں نکلتی ہے کہ رسول نے اس جاریہ کے فیصلہ سے اس حکم کو یکساں دیکھ کر ہزاروں مطلقہ و درنیک باتیں ان حکمائے اپنی روشنی سے دریافت کی تھیں جو بالکل بدمذہبیت خدا اور صاف نبی کے منکر تھے اور پھر اپنی افلاک اور محاسن کو انبیائے بھی اپنی امت کو تعلیم کیا تو اس سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نبی نے جو فرائض تعلیم دیے وہ دنیاوی حکیم سے تعلیم حاصل کی ہے۔ بلکہ فی الغنہ ایک حق بات تھی جو اس حکم کو بھی اسکی روشنی سے اور شرف ذہنی سے معلوم ہوئی اور نبی کو بھی انکی کمال نفسی اور دکانہ فطریہ سے دریافت ہوئی۔ علامہ بریں ہماری شریعت میں کچھ اسی حکم پر اکتفا کرتے ہیں ہے بلکہ اسکے علاوہ آندہ بھی طریقے میں غرض کہ اگر وہ فتنی ایسا ہے کہ وہ دو طرف سے پیشاب کرتا ہے تو اب بتاؤ وہ عورت بیچاری جا یا کیا فیصلہ کرے گی یا تم کیا فیصلہ کر سکتے ہو۔ مولے سکوت کے تم سے کوئی جواب بن پڑے گا۔ حالانکہ ہمارے صاحب شریعت نے اسکا ایک طریقہ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر جائے بول سے شرافت نہ ہو سکے تو پسلیاں گنو اگر وہ دو طرف عدہ پسینہ برابر ہوں تو عدت بھرو اور اگر کم و بیش ہوں تو مرد بھرو۔ پہلا بتاؤ یہ حکم صاحب شریعت نے کس سے لیکھا اس قسم کا الزام صاحب شریعت پر نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کے متعلق بہت کچھ لکھ سکتا ہوں مگر تمام ترجمہ میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ (ترجمہ)

گناہ اسلام میں اسکی تھوڑی ضرورت میراث و نکاح و دینت کے معاملات میں ہوتی ہے۔ اور چونکہ صاحب شریعت اسلامیہ کا نسب جاننا بھی ہر مسلمان کو لازم ہے اسلئے اتنی نسب دانی بھی ضروری ہے۔ اسبطرح جو لوگ آزاد اور غلام میں تفرقہ کرتے ہیں انکو بھی نسب دانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء اسلام نے بھی اسکی طرف توجہ کی ہے مثلاً عبدالحمید بن عبدالعزیز بن اسامہ کو فی ہیں۔ اور شریف قنم ابن طلحہ شاہ ہیں اور ابن عبدالسبح خطیب وغیرہ ہیں۔

ان لوگوں نے نہایت سی کتابیں شجرہ کے طور سے بھی لکھی ہیں۔ لیکن ایک سلسلہ قائم کرتے ہیں جیسے ایک درخت ہوتا ہے کہ اسکی جڑ ہوتی ہے۔ تنہ ہوتا ہے۔ بڑی شاخیں ہوتی ہیں۔ چھوٹی شاخیں اور رگ ریشہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور بطن سفلی سے شروع کر کے بطن اعلیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور علامت کیواسطے خطوط اور نقطے بھی قرب و بعد کے سمجھنے کے واسطے لگاتے جاتے ہیں (جن لوگوں کے پاس نسب نامے کے شجرے ہیں وہ اسکو خوب سمجھ سکتے ہیں۔)

متبعہ مؤلفین کتب انساب کے ایک ابو منند ہشام ابن ابی نصر محمد ابن ساجت بن بشر بن عمرو کلبی شاہ کو فی ہے۔ علم انساب کا بڑا ماہر تھا۔ اسکی ایک کتاب جمہرہ علم نسب میں اعلیٰ درجے کی کتاب ہے۔ دوسری کتاب منزل ہے۔ تیسری کتاب موجز۔ چوتھی کتاب فرید (اس کتاب کو مامون عباسی کے لئے لکھا تھا)۔ پانچویں کتاب الملوک (اس کتاب کو جعفر برکلی کی خاطر سے تصنیف کیا تھا) انکے علاوہ کئی تصنیفات تھیں اور بھی کتابیں ہیں۔ جو ذیل میں مندرج ہیں۔ کتاب حلف عبدالطلب و خزاعہ۔ کتاب حلف الفضول کتاب حلف تہیم و کلب۔ کتاب المناخرات۔ کتاب بیوتات قریش۔ کتاب فضائل قبس بن عیلان۔ کتاب موروات۔ کتاب بیوتات ریحہ کتاب لکھنی۔ کتاب شرف قصی و ولدہ فی الجاہلیۃ و الاسلام۔ کتاب القاب قریش۔ کتاب القاب التین۔ کتاب الثالب۔ کتاب النوازل کتاب اعداء معاویہ زیاد بن ابیہ۔ کتاب اخبار زیاد۔ کتاب صنائع قریش کتاب المناجرات کتاب المعانیات۔ کتاب ملوک الطوائف۔ کتاب غزوات و لذنار۔ کتاب تفریح الاولاد کتاب طبر

دھریں وغیرہ۔

انتقال الکاحۃ ہجری مطابق ۱۱۱۱ھ میں ہوا۔

تیسرا باب

عرب کی تقطیع اور ان کے اوصاف اور ان کے
ہاں شادی کی رسوم وغیرہ اس مقام میں چار فصلیں ہیں

فصل اول

عرب کی تقطیع اور ان کے اوصاف

مشرق و مغرب نے عرب کی نسبت یہ لکھا ہے کہ یہ قوم نہ تو بہت لمبی ہوتی
ہے نہ نسبت قد۔ بلکہ متوسط قد اور لاغر بدن ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
حرارت کی وجہ سے خشک ہو گئے ہیں۔ رنگ اُنکے گندمی ہوتے ہیں۔ آنکھیں اور
بال سیاہ۔ مگر اُنکی عورتوں کے رنگ بہت زرد ہوتے ہیں۔ پہاڑی عورتیں اکثر
خوش قد۔ متناسبہ الاعضا۔ گوری رنگت (جیسی تباہ روم و فرنگ اٹالیا وغیرہ) کی
ہوتی ہیں۔

عرب مردوں کی تعریف یہ ہے کہ اُنکے بدن ہلکے ہوں۔ گوشت بدن پر کم ہو۔
کیونکہ اگر گوشت زیادہ ہوگا تو لامحالہ کسل اور سستی پیدا ہوگی۔ اُنکا قول تھا کہ وہ شخص

بڑا سخت ہے جو اجھ ہو یعنی فقط ٹہری چڑا ہو۔ اُسکے بس کا سنتر نہیں۔ دُبلے
 آدمی کو مرتب کہتے تھے۔ چھوٹے قد والے کو خرزقہ مستوی الخلقۃ متناسب اللہ معنا
 کو نزل ہوٹے قد آور کو مشرقب۔

مردوں کے اوصاف

قبیلہ۔ بہت بڑا مرد۔
 کمر و سر اور اس۔ بڑے سر والا۔
 کفارتی۔ بڑے کانوں والا۔
 ثنّان۔ جسکی بڑی ناک ہو۔
 شفاہتی۔ جسکے بڑے بڑے ہونٹ ہوں۔
 ازجل۔ جسکے لمبے لمبے پاؤں ہوں۔
 انکب۔ جسکا گھٹنا بڑا ہو۔
 حجبظہ۔ جسکی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔
 جرفنش۔ بڑے تن و قوش والا۔
 اکول۔ جزور۔ جراحم۔ بڑا کھانے والا۔
 نذرار۔ مہذار۔ بڑا بکلی۔
 سیفر۔ سیاح۔

فکیر۔ بہت سوچنے والا۔
 صبحۃ۔ کابل الوجود۔ الکی ہر وقت پاپائی پر لیٹا رہنے والا۔ نہ گھر میں سے
 باہر نکلے نہ کسی شرفت کے حامل کرنے کا قصد کرے۔
 قعدہ۔ ہر وقت بیٹھا رہنے والا۔
 عمار۔ بڑا نمازی اور روزہ دار۔

صدیق بڑا سچا۔
 اشعر۔ بہت شعر کہنے والا۔

لَقْن - جو شخص ہر بات کو جلد سمجھتا ہو۔
 خبیر - دماغی - صاحب رائے و تجربہ۔
 باقعدہ - بیاض و تجربہ کار سچتہ۔
 نقاب - بیاض اور بغور دنیا کی چیزوں کو دیکھنے والا اور اُن سے نتیجہ پیدا کرنے والا۔
 شہر - نینرل - باخبر۔
 لودھی - جس کا فن اکثر سچا ہوتا ہو۔ اور ذہن جلد پہنچتا ہو۔
 المی - جسکی ذرا سے روشن ہو۔ اور ذکی ہو۔
 فکلیہ - پاک نفس - خوش مذاق - منہ سوڑ۔
 اصلیت - اپنی ضرورتوں کو عمدہ طور سے انجام دینے والا۔ اور اس میں کوشش کرنے والا۔

کلیں - جسکی خصلتیں اچھی ہوں۔
 عبقری - جو پیشہ کرتا ہو اور اس میں کمال رکھتا ہو۔
 منجذ - جسکو صاحب نے اور کاموں کے الٹ پلٹ ہو جانے نے تنگ کر رکھا ہو۔
 کنوم - جو شخص اپنے راز پوشیدہ رکھتا ہو۔
 متحد لق - عتاہیدہ - جب قدر آتا ہو اُس سے زیادہ اپنے میں کمال ظاہر کرتا ہو۔
 متلہوق - سخی و صاحب مردت نہو مگر اپنے آپ کو بڑا سخی اور صاحب مردت جتانما۔
 متبلق - ظریف و کیس نہو۔ پھر بھی ایسا ظاہر کرتا ہو کہ میں ظریف و کیس ہوں۔
 معدمر - کثرت سے کام کرنے کا شوق رکھتا ہو۔
 خباص - بعض کاموں کو بعض میں مخلوط کر دیتا ہو۔
 مذمال - جو شخص یہ سمجھ سکتا ہو کہ مجھ کو کس رخ سے اس کام میں دخل دینا چاہیئے۔
 یا اگر دخل دیا ہو تو کیونکر غلطی ہو سکتی ہے۔

عزلیف - خبیث - بدکار۔
 عتل - سخت مزاج - ظالم۔

فظ - بوجھل -

لحانة - جو اچھی طرح بات نہ کر سکے -

میتاح - معن - ایسے کاموں میں خواہ مخواہ دخل دینے والا جس سے اُسے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے -

فضولی - خواہ مخواہ کا بکواسی - کوئی بات بے پونچھے کہے جانے والا -

امعة - جو شخص ہر ایک سے کہتا پھرے میں نہ ہار ساتھ دوں گا -

مطرف - تباہ - جو شخص کسی کی محبت پر ثابت قدم نہ رہے -

اعفك - جو کوئی اچھی طرح کوئی کام نہ کر سکے اور کسی بات پر مستقل نہ رہے -

طرف - وہ شخص کہ جو چیز دیکھے چاہے کہ کبھی بولے -

بدایر - تمام - علتہ - جو اپنے راز کو نہ چھپا سکے -

حرص - جس سے بہلائی کی امید نہ ہو -

لقس - جسے یہ مرض ہو کہ لوگوں کا نام رکھا کرے اور سب سے استہزار اور

مسخرابن کرے -

وارش - کھانے کے وقت مجلس طعام میں جانے والا -

متطفل - طفیلی - حضر - بے بلائے کسی کی دعوت میں شریک ہونا والا -

غرة - بلا سبب و جہد و طرب میں آنے والا -

سؤلہ - جو شخص بے حد لوگوں سے سوالات کیا کرے -

سماد - وہ چور کہ رات کو نہ سوئے -

شئینق - خود بین -

محبش - جو کوئی ناچے کودے تا لیاں بجائے - کھیلے ہنسے باتیں بنائے -

مسنوت - ساتھیوں پر بے سبب غیظ و غضب کرنا والا -

ضیفن - کسی یہاں کے ساتھ بے بلائے آنا والا -

مخلط - کاموں میں خواہ مخواہ دخل دینے والا -

وقب - احمق -

شامخ - اپنے ناک کو تکبر و غرور سے پھولانے والا -

عورتوں کے اوصاف

حفرة - جیادار -

رجیمہ - پست آواز -

عمادب - جو عورت اپنے شوہر سے زیادہ محنت کرے اور وہ بھی اُس سے محبت کرے

نولار - اپنے شوہر سے بے سبب بد و شک کے نفرت رکھنے والی -

قدور - نجاست و کثافت سے بچنے والی -

صناع - اپنے ماتحتوں سے باریک کام کرنے والی -

نشور - منتاق - بد زار - کثیر الاولاد -

نذور - جسکی اولاد کم ہو -

مذکار - جو عورت لڑکائی جتا کرے -

منسات - جو عورت لڑکی ہی جتا کرے -

منام - جو عورت تمام ہی بچے دیا کرے -

منجاب - جس سے خبیث و شریف بچے پیدا ہوں -

محاق - منقاب - جس سے احمق ہی بچے پیدا ہوں -

منکال - جسکی اولاد کثرت سے مرنے لگی ہو -

محد - جس نے اپنے شوہر کے مرنے کے سبب ترک زینت کی ہو -

بدولک - جس نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے سے تزویج کر لی ہو یا لالچ

اُسکے جوان بچہ موجود ہے -

جناہ - خبیثہ - جو عورت اپنے ہی گھر میں رہ کرے باہر نہ نکلے -

خنیعة - طلعة - جو عورت سر نکالے - پھر چھپ جائے - پھر نکلے پھر چھپ جائے -

خیتر و - جسے ایک مال پر قرار نہ ہو -

غائیہ۔ ایسی کال الجبال۔ کہ کثرت حسن کی وجہ سے اسکو زینت کی ضرورت نہ ہو۔ مگر ابن عقیل کا قول ہے کہ غائیہ اُس عورت کو کہتے ہیں جو حسین اور جوان ہو۔ مردوں کو تعجب میں ڈالتی ہو۔ اور مرد اسکو دیکھ کر متعجب ہوتا ہو۔ ایک اور شخص کہتا ہے کہ غائیہ وہ عورت ہے جس نے اتنا تر معوج نہ کی ہو۔ اور اپنے والدین ہی کے گھر میں رہتی ہو۔ ایک اور قول ہے کہ غائیہ شوہر دار عورت کو کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے شوہر کی وجہ سے اُرد اور مردوں سے مستغنی ہو گئی ہے۔

عالمس۔ جو عورت اپنے والدین کے گھر میں رہتی ہو۔ اور ابھی عقد نہ کیا ہو۔ کتاب ذرۃ النواص میں لکھتے ہیں کہ عورت جب تک اپنے والدین کے گھر میں ہے اسکو عاتق کہتے ہیں۔

مجنّاة۔ پر وہ نشین عورت جس نے ابھی تک شادی نہ کی ہو۔
رخصہ۔ جوان حین خلیق۔

خر عبیدہ۔ گوری۔ نرم بدن۔ بہرا بھر جسم۔ نرم نرم ہڈیاں والی۔
مفاضہ۔ جسکا پیٹ بہت لمبا چوڑا ہو اور دھلکا ہوا ہو کے لنگ آیا ہو۔
مہمفہ۔ باریک کر۔ لاغر شکم۔
حوار۔ لمبا۔ جسکی ہونٹ گندی ہو۔

عضدہ۔ بطنہ۔ نرم بدن۔ باریک جلد۔
بعکدہ۔ خوش طلق۔ گلداز اور نرم بدن۔
عقیلہ۔ شریف زادہ۔ اور کریم المال۔

عواتک۔ شریف اور بھلی عورتیں۔ اسی سے عالمکہ کا نام مشتق ہے۔
خاتون۔ عجمی لفظ ہے۔ تاتار کے لغت میں شریف عورتوں کو خاتون کہتے ہیں مگر عرب بادشاہوں کی عورتوں کو خاتون کہتے تھے۔ اسکی جمع خواتین آتی ہے۔
قامرہ الطرف۔ جو عورت اپنے شوہر کے سوا اور مرد کی طرف توجہ نہ کرے۔
غریبہ۔ بھولی بھالی نادین عورت۔

ریشکار۔ جسکی آنکھوں کی پلکیں لمبی لمبی ہوں۔

عشکار۔ جسکی بنیائی غلاب ہو۔ اسی سے لفظ ائیش بھی نکلا ہے۔ ایک شخص کا نام ہے۔

جشتوب۔ بد مزاج۔ روکھی طبیعت والی عورت۔

خنطوب۔ بے خیر۔

زینب۔ رواج۔ موٹی۔

شجوب۔ ہمیشہ غلین رہنے والی۔

لینۃ۔ نازک اندام۔

لعوب۔ ناز و ادا میں بھری ہوئی۔

خفوت۔ حسن میں کیتا۔ جسکی مثل عورتوں میں نہ ہو۔

مقلات۔ جسکا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا ہو۔

عشی۔ جسکا کوئی بچہ مرنے ہی نہ ہو۔

خفوس۔ جو پہلی دفعہ حاملہ ہوئی ہو۔ اور ایسی عورت کو جو کھانا دیا جاتا ہے اسکو خرسکتے ہیں۔

صاحب۔ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو قبل از وقت توڑی گئی ہو۔ اسی سے ایک

مثال مشہور ہے۔ جلالت العاجن عن الولد (جو شخص کسی کام میں قبل از وقت

وفل دے اسیر یہ مثل صرف کرتے ہیں)

یکو۔ جو ابھی تک توڑی نہ گئی ہو۔

تیب۔ وہ عورت ہے جسکا کم زائل ہو چکا ہو۔ اور اپنے شوہر سے جدا ہو گئی ہو۔

جب عورت کو حیض آتا ہے تو ایسی موقع پر عباکت یا منحکمت کہتے ہیں۔

فہمیار جس عورت کو یہ عیض آتا ہو اور نہ اسکو دودھ ہوتا ہو۔

مہلا۔ یہ حاملہ ہوئے جس عورت کو زردہ آتا ہو۔

اند۔ یہ وہ عورت ہے جسکی ایامی ہے۔

ظہینہ۔ جو عورت کہ اپنے گھر میں یا ہوج میں ہو اسکو ظہینہ اسوہ سے کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کے ساتھ سفر کرتی ہے

عرب عیال کو بقہ کہتے ہیں کیونکہ عورتیں گویا کھیتی ہیں اور ان سے بچے پیدا ہوتی ہیں اسی سبب یہ شمال مشہور ہوئی۔ جاء بجر بقہ۔ یعنی عیال۔

خراز۔ تنگ چشم۔ اور جو شخص گوشہ چشم سے دیکھے تو کہتے ہیں۔ صغر۔ اور قصغر۔ چہرے یا ایک ہونٹ کو کچ کرنا۔

ساجی العین۔ جسکی آنکھیں پھرائی ہوئی ہوں۔
عمین النجلار۔ بڑی آنکھ۔

رتل۔ برابر برابر دانت۔

حد لہ۔ بھری بھری اور موٹی عورت

نفس۔ ہونٹ کی ٹلاہٹ کو کہتے ہیں جسے عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ (غالباً مسمیٰ

لینے کا رواج اسی بنیاد پر شروع ہوا ہے)

متغال۔ جسکے بدن سے بد بو آتی ہو۔

حب۔ ساقوں کا کچ ہونا۔

طرطب۔ بڑے بڑے پستان لگے ہوئے ملی میسا کہ متبئی ضنبہ ابن یزید کی ہجو میں

کہنا ہے:-

”قوم نے ضنبہ کی بابت الفاف نہیں کیا۔
مالا لکھ اسکی ماں طرطبہ ہے (یعنی اسکے پتا

ما الضف القوم ضنبہ

وامہ طرطبہ

بڑے بڑے اور لگے ہوئے ہیں)

رقی۔ توتلی۔

ھنباء۔ بے عقل۔ سفید عورت۔

اعفت۔ سخت و دشوار۔

لقنار۔ حاملہ یا وہ جھلی جو بچہ جنمنے کے وقت نکلتی ہے۔

فلج۔ دونوں پاؤں کا پھیلا پھیلا ہونا۔ اور دانتوں کا کشادہ ہونا۔

زوزنی نے لکھا ہے کہ عرب کم سن عورتوں کو اندھے سے تشبیہ دیتے تھے اور چمکی تیں وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ابھی انکا ازالہ بکر نہیں ہوا جیسا کہ ذوق کہتے ہیں:-

خدر حن الی لدر یثثن قبلی | کوہ لوزجوان عورتیں میرے پاس آئیں یا اور
وهن اصم من بین اللغام | یہاں آنے سے قبل انکا ازالہ بکر نہیں کیا
کیا تھا۔ یعنی بالکل کم سن تھیں۔ اور وہ شتر مرغ کے اندھوں سے بھی زیادہ صحیح
و سالم تھیں (یعنی ٹوٹی نہ تھیں)

دوسری محفوظ رہنے اور پروردہ داری میں۔ اس سبب کہ طائر اپنے اندھوں کو پروں میں چھپاتا ہے اور گود میں لیکے ٹوٹنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

تیسری رنگ کی صفائی اور گورے ہونے میں اندھے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اکثر عورتوں کو شتر مرغ کے اندھوں سے اس سبب تشبیہ دیتے ہیں کہ شتر مرغ کے اندھے میں تمیزی کے علاوہ خیف خیف سی زردی بھی ہوتی ہے۔ اور عرب کبھی رائے میں ایسا ہی رنگ عورتوں کا نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ذوالرمد نے کہاہے:-

”کافا فضہ قد مسہا ذهب“ گویا کہ وہ چاندی ہے ایک ذرا مسکا اس کو چھو گیا ہے۔

یہ بھی انکے کلام میں مشہور ہے بیضۃ الخد وجاریتہ۔ یہ بات بھی سمجھ رکھنی چاہئے کہ حسن کی بعض صفتیں ایسی بھی ہیں جو بلند سی قدر اور شرف و منزلت پر دلیل ہوتی ہے اور عرب ان اوصاف سے عورتوں میں شرافت اور ذات کا فرق کر لیتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:-

بعید ما ہوی القرمۃ النوفل | جسکے گوشوارے کے جھبکے کی جگہ ذرا لمبی ہے۔
ایہا واما بعد شمر و ہاشم | یا تو اسکو اپنے باپ نوفل کی وجہ سے حامل ہوئی ہے

یا عبیدہ یا اہل شہم کی وجہ سے۔ یعنی یہ بات شرافت پر دلیل ہے۔

بعیدۃ ممدوح الفظ سے مراد گروں لمبی ہونا۔ اور صان بن ثابت کہتا ہے:-

بہیض الوجہ کرمۃ احسا بعدہ | گورے گورے چہرے والیل میں جنکے
شہم الانوف من الطراز الاول | حسب کرم ہیں۔ اور انکی اوسچی ناکیں نقش اعلیٰ
سے ہیں۔

اسی کے مقابلے میں ایک اور شخص نے تردید میں لکھا ہے:-

سود الوجہ لیمۃ احسا بعدہ | یاہ ہیں انکے چہرے۔ حسب انکی نہایت
فطس الانوف من الطراز الاخر | لیم ہیں چٹھی ناکیں ہیں نقش آخر سے
لمتی ملتی ہیں۔

زور زنی کہتا ہے کہ عرب جو گورے پن کی تعریف کرتے ہیں اُس سے مراد یہ ہوتی

ہے کہ میرے ممدوح شریف اور تجر ہیں۔ اور شریف عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

لوندیوں کی نسل انہیں شامل نہیں ہے۔ جس سے انکے چہرے کے رنگ میں تغیر ہو۔

اور از بسکہ انکے چہرے اور پیشانی چمکتے رہتے ہیں۔ اگر کسی طبقہ میں ادھکا کوئی

عیب بیان کیا جائے تو فوراً انکے رنگ متغیر ہو جاتے ہیں۔

اور بس وجہ سے بھی انکو بعض سفید رنگ کہتے ہیں کہ انہیں عیوب

دنیاوی انکی ساوگی نذاج کی وجہ سے کم ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ سفید کپڑا وہی

ہوتا ہے جس میں سیل وغیرہ نہ ہو۔

یا اسوجہ سے ابھی کہتے ہیں کہ انکی شہرت دنیا میں زیادہ ہے جس طرح

فرس (غیر سفید پیشانی کا گھوڑا) اور قسم کے گھوڑوں کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہے۔

عرب گورے چہرے کے لوگوں کو بہت مبارک سمجھتے تھے۔

دوسری فصل

عرب کا حسن

عرب حسن کو دسات کہتے ہیں۔ روزنی کا بیان ہے کہ میسم کے معنے حسن کے ہیں۔ اور میسم کا لفظ دسَام اور دسات سے مشتق ہے۔ اور ان دونوں لفظوں کے معنے بھی حسن ہی کے ہیں۔ اسبطر حنات کا لفظ ہے۔ محیط المحيط (ایک لنت کی کتاب کا نام ہے) میں لکھا ہے کہ میسم داغ دینے کے آگے کو کہتے ہیں جس سے حیوانات کو دسختے ہیں۔ قسم یقسم قسامۃ۔ جملہ جلال کے معنے میں ہے۔

بعض اہل لنت نے حسن اور جمال میں فرق کیا ہے۔ ایک بڑے گروہ اہل لنت کا یہ قول ہے کہ لفظ حسن میں چہرے کے رنگ کا لحاظ ہوتا ہے اور جمال میں تناسب اعضا کا۔

مگر ملاحظہ وہ دونوں سے عام ہے حسن پر بھی اور جمال پر بھی اطلاق کی جاتی ہے ہر بلج کو حسین اور جمیل دونوں کہہ سکتے ہیں۔ مگر حسین کو جمیل نہیں کہہ سکتے۔ اور ہر جمیل کو حسین نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے کہ ایک آدمی حسین ہو جمیل نہ ہو۔ اور یا جمیل ہو حسین نہ ہو۔

بعض کا قول ہے کہ جمیل اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جسکی خوبصورتی دور سے آنکھوں میں گھسیتی ہو۔ اور بلج اُسکو کہتے ہیں جسکی خوبصورتی نزدیک سے دل میں گھسیتی ہو۔

بعض کا قول ہے کہ جمیلہ اُس عورت کو کہتے ہیں کہ دور سے دیکھنے میں اچھی معلوم ہوتی ہو۔ جب نزدیک سے دیکھی جائے تو کچھ بھی نہیں۔ اور بلج وہ ہے

کہ دور اور نزدیک دونوں میں اسکا حسن جگہ سوز پورا اثر کر سکتا ہو۔

بعض اہل لغت نے حسن کی یوں تقسیم کی ہے کہ اگر چہرے میں حسن ہو تو اسکو صباحتہ کہتے ہیں اور اگر جلد میں ہو تو اسکو وفاتہ کہتے ہیں۔ اور اگر ناک میں ہو تو اسکو جمال اور آنکھوں میں ہو تو اسے ملاوۃ اور اگر منہ میں حسن ہو تو اسکو ملاحتہ اور اگر زبان میں ہو تو ظرف۔ اور قد میں ہو تو رشاقۃ اور عادات و اخلاق میں ہو تو لیاقت۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان الفاظ میں سے ایک کو دوسرے کے مقام پر استعمال کر لیتے ہیں۔ مثلاً بیچ کو حسین۔ حسین کو جمیل۔ جمیل کو شہتی و غیرہ اکثر اہل لغت نے یہ بھی لکھا ہے کہ عرب کے نزدیک قد و قامت کے اعتبار پر سونے اور پستان کے ابھار۔ اور سیاہ آنکھوں کے خاراؤدوگی اور رخسار کی سُرخی اور سینے کے گوراپن اور سرین کے بڑے ہونے اور کمر کے پتلے ہونے اور گردن کے لمبے ہونے کے مجموعے کو حسن کہتے ہیں۔

ایک عرب نے اپنے ایک دوست سے کسی عورت کے بارے میں مشورہ کیا کہ اُس سے عقد کرے یا نہیں۔ اُس نے نہیں یا ماں کے بدلے میں یہ کہا کہ :-
 خذ ملساء القدمین، لعاذ الفخذین، ایسی عورت منتخب کر جسکے قدم چکنے چکنے ہوں۔ رائیں ملی ہوئی ہوں۔ بازو بہرے
 صهوة الذراعین، رخصة الکعبین، ناھذا التذدین، حمرا الحدین، کحلا، العینین، زجاء الحاجبین، لمیا، الشفتین، لجاء الجبین، شماء، العرین، شنباء، الثغر، محلولکة، الشعر، عبیداء، العنق، مکسر الطن
 بہرے ہوں۔ شہیلیاں نرم نرم ہوں پستان ابھرے ابھرے ہوں۔ آنکھیں سر سر لگیں ہوں مچھواں کمان کی طرح کھچی ہوں۔ ہونٹ گدنی ہوں۔ دونوں ابرو کشادہ ہوں۔ ناگ اونچی ہو۔ دانت آبدار ہوں۔ بال سیاہ ہوں۔

گردن ادھر ادھر مڑتی ہو۔ پیٹ پرتکٹن پڑے ہوں۔

ایک مرتبہ حث بن عمر بادشاہ کندہ نے ایک عورت کو عوف بن معلم شیبانی کی لڑکی کے دیکھنے اور اُسکے حسن و جمال و سیرت و عقل کے اندازہ کرنے کو بھیجا تھا

جب وہ پیٹے تو اس نے پوچھا ماوراء ک یا عصام (عصام کیا خبر ہے) اس نے جواب میں مثال کے طور پر کلام کرنا شروع کیا۔ وہ کہتی ہے:-

صرح المحض عن الزبد رأيت جبهة المرأة يزيها شمع حالك كذا ناب الخيل
ان ارسلة خلد السلاسل وان مشطه قلت عناقيد جلاها الوابل وجبين
كانما خطا بقلمه او سودا بفهم تقوسا على مثل عين طيبة عمره بينهما الف كحد
السيف حنت به وجنتان كالارجوان - في بياض كالحمان - شق فيه فم كالخاتم
لذا يد البسم فيه ثنايا - عز ذات اشترى قلب فيه لسان ذو فصاحة وبيان -
بعقل وافرو جواب حاضر تلتقي فيه شفتان حمرا وان تخيلان ريقا كالشهد
اذا ذاك في رقبة سيفها كالفضة ركب في صدر كصدر تمثال دمية - و
عضدان مدحجان يتصل بهما ذراعان ليس فيهما عظم عيس ولا عرق عيس
ركبت فيهما كفان دقيق قصيما ليين عصبهما - تعقدان شنت منهما الانا
نتأ في ذلك الصدر - ثديان كالرمانتين يخرقان عليهما ثيابا تحت ذلك
بطن طوي طي القباطي المدحة كسر عكنا كالقرا طيس المدرة جة تحيط بلك
العكن سرة كالمدهن المجلوق خلف ذلك فخر فيه كالجدول - ينلفي الخنصر
لوالدرحة الله لا مبزر - لها كفل يقدحها اذا انفقت وينفها اذا انعقدت
كانه دمع - الرمل لبد - سقوط الطل - يحمله فخذان كانما قلبا حاضدا
جوان - تحتها ساقان حد لثان - كالبردين وشبنا اشعر اسود كانه خلق الزر
ويخل ذلك قد مان كحد واللسان فتبارك الله مع صغرها كيف يعطيان
حل ما فوقهما -

ترجمہ :- خالص بات معلوم ہو گئی۔ میں نے اس لڑکی کو دیکھا۔ پیشانی تو سکی
صیقل دار آئینے کی سی ہے۔ اسپر کالے کالے بال ایسے بے بسے پڑے ہیں کہ گہوڑا
کی دم معلوم ہوتی ہے۔ اگر آنکھ لٹکا دیا جائے تو معلوم ہو کہ زنجیر ہے۔ اور اینٹیں ٹنگی
کی جگہ تو اسے بل خم سے ایسا معلوم ہو۔ کہ انگور کے گچھے ہیں جو پانی کے برس جانے سے

صاف اور چمکدار ہو گئے ہیں۔ دونوں ابرو ایسے ہیں کہ گویا قلم سے کسی نقاش نے بنائے ہیں اور نہایت سیاہ ہیں۔ کمان کی طرح خم ہیں جیسے ہرن کی ابرو ہیں۔ دونوں آنکھوں کے پچھیں ناک ہے جیسے تلوار کی باڑھ۔ دونوں طرف اُسکے ایسے رخسارے ہیں جیسے گل ارغوان۔ اور چمک اُنمیر ایسی ہے جیسے کہ ہونگے میں موتی ہے۔ اور دونوں رخساروں کے پچھیں دھن ہے جیسے آگ کو بخیر کا گنیمہ بوسہ لینا اسکا نہایت ہی لذیذ ہے۔ دانت اُسکے بہت ہی چمکدار اور نینر ہیں۔ دانتوں کے پچھیں زبان ہے جسکی فصاحت و شیریں بیانی اور حاضر جوابی عقل کے ساتھ ہے۔ دونوں لب یا توتل سرخ ہیں چوسنے میں شہد کا مزہ دیتے ہیں۔ گردن ایسی صاف اور چمکدار ہے۔ جیسے چاندی۔ سینہ ایسا ہے جیسے پتھر کی محدت کا ہو۔ بازو دونوں گول ہیں ساق دست ایسے گوشت سے بڑے کہ ہڈی کا نشان ہی نہیں معلوم ہوتا یا وہ نہ ٹوٹنے سے نبض کا پتہ چل سکتا ہے۔ دونوں ہاتھوں کی کلاہیاں تیلی تیلی ہیں اور اعصاب اُنکے بہت نرم ہیں۔ اگر تو چاہے تو اُن کلاہیوں سے انگلیاں بنالے۔ سینے سے ابھر کے دو پستان نکلے ہیں جیسے دو انار ہیں کہ کپڑے کو پھاڑے دیتے ہیں۔ اُن کے پیچھے پیٹ ہے۔ جس میں ایسی شکلیں پڑی ہوئی ہیں جس طرح سے قبلی چادر میں یا توڑے ہوئے کاغذ ہیں۔ انہی شکلوں میں ناف ہے۔ جیسے دو ہونے والے تیل رکھنے کی چوٹی سی پیالی۔ پیٹھ کے درمیان میں نالی ایسی بنی ہوئی ہے جیسے باریک سی نہر پانی جاری ہوئی ہو۔ مگر بھی ایسی ہے کہ غذا رحمنہ کرتا تو کب کی ٹوٹ گئی ہوتی میرن اسکے ایسے ہیں کہ جب وہ اُٹھتی ہے تو اُسکے بار سے بیٹھ جاتی ہے۔ اور جب بیٹھتی ہے تو اسکی کلائی کیوجہ سے بیٹھا نہیں جاتا۔ بلکہ اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ گویا ریتوں کا ٹیلہ ہے۔ کہ پانی کے برسنے سے ریت جم گئی ہے۔ اور ایک بلند سی بن کے رہ گئی ہے۔ دونوں زائیں تو اس طرح کی ہیں کہ گویا مونگے کی شاخیں تہ تہ جہا کے بنائی گئی ہیں۔ انگلیں باریک ہیں جیسے پردہ (ایک پوٹو ہے) کا تہ۔ جس میں باریک باریک کانٹے پائی ہیں۔ اور انہیں ایسے حلقے پڑے ہوئے ہیں جیسے درہ کی کڑیاں۔ قدم اپنے

پتکے ہیں۔ جیسے زبان۔ مبارک ہے وہ خدا جس نے ایسے چھوٹے چھوٹے پاؤں بنائے ہیں اور اتنے بڑے جسم کے اٹھائے رہنے کی طاقت انہیں دی ہے۔ ایک مرتبہ منذر اکبر نے کسے انوشیروان کی خدمت میں ایک لڑکی بطور ہدیہ لے بھیجی تھی۔ اور یہ عبارت لکھی تھی:-

انی قد وجهت الی الملک جاریة معتدلة الخلق. نعیة اللون والنظر
 بیضاء وطفاء کحلاد عجاء حوراء عیناء قزاق شماء برجار رجاء اسيلة الحد
 شمية القبل جتلة الشعر عطیة الهامة بعیة مهوی القطر عیطاء عریضة
 الصدر کاعب الذی فحوة مشامش المنکب والعصن حسة المعصم لطيفة
 الکعب والقدم قطوف الشبی مکسال الضعی بضة المتجود سموع للسید لیست
 بخساء ولا سغفاء رقیقة الاف عزیذة النفس لم لغد فی بوس حیة رزینة
 حلیمة زکیمة کریمة الحال تقهر علی نسب ابیها دون فصیلتها وتستغنی
 بفصیلتها دون جامع قبیلتها قد احکمتها الامور فی الادب فزایها رأی
 اهل الشرف وعلما علی اهل الحاجة صناع الکھین قطیعة اللسان زھوة
 الصوت ساکنة تزیین الولی وتشین العدو وان اردنها انشمت وان ترکتها انهمت
 تخلق عیناها وخمر وجنتاها وتداب دب شفتاها وتبادرک الوثبة اذا قت
 ولا تجلس الا بامرک اذا جلست

ترجمہ :- بادشاہ سلامت کی خدمت میں ایک لڑکی بھیجی جاتی ہے۔ جس کا تمام جسم اقدار سے ہے۔ رنگ اس کا صاف شفاف ہے۔ دانت سفید چمکدار ہیں۔ ابروؤں میں کثرت سے بال ہیں۔ آنکھیں نہایت سیاہ ہیں۔ پتلی کے گرد کی سفیدی بہت صاف ہے۔ بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔ ناک اونچی ہے۔ کسی قدر آنکھوں کی سفیدی میں سیاہی کا عکس پڑتا ہے۔ رخسارے ستوان ہیں۔ بوسہ گاہ اس کی بہت مرغوب ہے۔ سر کے بال اس کے بہت گھنے ہیں۔ سر بڑا چمکدار۔ گردن لمبی ہے۔ سینہ چوڑا ہے۔ پستان ابھرے ہوئے ہیں۔ بدن اس کا گوشت سے پڑا ہے۔ شانے کی ہڈی نرم ہے۔ کلاسیاں

خوبصورت ہیں۔ پاؤں کے ٹخنے بہت لطیف ہیں۔ چال میں ناز ہے۔ دیر تک سوئی رہتی ہے
 (یعنی نادر پر دروہ ہے۔) بدن کی جلد بہت نرم ہے۔ اپنے مالک کی بات کان لگا کر سنتی
 ہے۔ ناک چھٹی نہیں ہے۔ چھپک رو نہیں ہے۔ پتلی سی ناک ہے۔ دشواری سے
 سانس لے سکتی ہے۔ دوڑ نہیں سکتی۔ صورت بہت ہی خوشنما ہے۔ عقل میں بھی اچھی
 ہے۔ بردبار ہے۔ بار وقار ہے۔ ہاں کی طرف سے لب اُسکا اچھا ہے۔ باپ
 کی طرف سے لب وار ہے۔ اپنے بچوں میں لگی رہتی ہے۔ ادب دانی میں بھی اُسکو
 کمال سے شرفا کی سی اُسکی رائے ہوتی ہے۔ حاجت مندوں کا سارا کام مٹاتا ہے۔
 کام کا جو ہے۔ اگر گوسے۔ باتوں سے غور حسن ٹیکتا ہے۔ مین ہے۔ مالک کی زنت
 ہے۔ دشمن کے لئے عیب ہے۔ اگر تو کسی بات کی خواہش کرے تو فوراً رضا مند ہو جائیگی
 اور اگر اسے چوڑے تو باہر تیری طرف دیکھتی رہے گی۔ اور رخسار سے شرم سے
 سُرخ ہو جائیگی۔ اور زیر لب کچھ کہتی ہوگی۔ (یعنی اسٹرفضا کے کلمات) جب تو اٹھے تو
 وہ بھی جب اٹھیٹھے گی۔ اور جب تو بیٹھے تو بنیر نہرے مکم کے نہ بیٹھے گی۔

عرب کی چند مشہور حسین اور ادیب عورتیں

اگرچہ بہت سی عرب عورتیں حسن و جمال میں طاق شہرہ آفاق ہوئی ہیں۔ اور
 اکثر مرد بھی حسن میں کمیتا اس خطہ میں پیدا ہوئے۔ یہاں تک اپنے حسن میں ضرب البثل
 بن گئے ہیں مگر میں چند حسین عورتوں اور چند جمیل مردوں کا ذکر کرتا ہوں۔
 منجملہ حسین عورتوں کے ماویہ غوث بن حشم کی نیک نخت لڑکی ہے۔ مگر
 بعض اہل نواہج کو قول ہے کہ ماویہ ربیعہ ثعلبی کی لڑکی تھی۔ یہی منذر (بادشاہ عرب)
 بن ام القیس بن نعمان (جو کہ بادشاہ کسری کی طرف سے عرب پر حاکم تھا) کی ماں
 تھی۔ منذر کی قیام گاہ خورنق اور حیرت کی عمارتیں تھیں۔ اور عرب میں ضرب البثل
 بنا ہوا تھا جو شخص اپنی قوم سے زیادہ ہمدردی کرتا ہوا سکو کہتے ہیں ہوا کوف
 لقومہ من ابن ماء السماء (وہ شخص اپنی قوم کے لئے ابن ماء السماء کو بھی زیادہ کافی

اُسکو ابن مارالسا، اس سبب سے کہا ہے کہ دراصل اسکی ماں کا نام ماریہ تھا مگر بے حد حسین ہو نیکے سبب اُسکو مارالسا کہتے تھے۔ (یعنی جیسے بارش کا پانی صاف نشا ہوتا ہے اسی طرح اُسکا رنگ ہے)

یہی منذر اُس نعمان کا باپ ہے جسکی طرف گل لالہ منسوب ہے یعنی شہنائی نعمان اور اسکا سبب یہ ہے کہ چونکہ اُسکو گل لالہ سے بید الفت تھی تو شہر کوفہ کی پشت پر جس میدان میں یہ اگتا تھا اُسکی بڑی حفاظت کرتا اور کسی کو وہاں نہ جانے دیتا تھا۔

شہر پیرن۔ شہر ساردیہ یا ساروج کے بہت بڑے ایک رئیس کی لڑکی تھی۔ اس شہر کے حاکم نے اس لڑکی کو اُسکے باپ کے ایک بطور تحفہ بادشاہ وقت کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اُس (بادشاہ) نے اس لڑکی کو بادشاہ کسریٰ پر ویز کی نذر کیا۔ کسریٰ اُس سے بہت محبت کرنے لگا۔ اور یہاں تک محبت بڑھی کہ جب طرح اُسکا حرن جہاں تاب ضرب البشل تھا یہ محبت بھی ضرب البشل ہو گئی۔

عالمشہ بنت طلحہ۔ اسکی ماں کا نام کلثوم ہے جو ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ عالمشہ پر وہ نہیں کرتی تھیں۔ اسپر مصعب بن زمیر نے انہیں غنا ب کیا۔ (یہ شخص خود بھی علیؓ اور جہ کا حسین تھا) تو عالمشہ نے جواب میں کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حن و جمال کے ساتھ اسوا سے نہیں پیدا کیا کہ لوگ اسے نہ دیکھیں بلکہ مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ لوگ میرے حن خدا واد کو دیکھیں۔ اور میرے حن کی تفصیل اپنے حسن و پیر سمجھیں۔

لبابہ۔ عبدالرحمن عباس کی لڑکی تھیں۔ انکا عقد ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوا تھا (ولید بھی بہت حسین لوگوں سے تھا) لبابہ کہا کرتی کہ جب میں اپنے چہرے کو کسی کے چہرے کے ساتھ ایک آئینے میں دیکھتی تھی تو اپنے ہی چہرے کے حن کو ترجیح دیتی تھی۔ مگر جب ولید کی صورت کو اپنی صورت کے ساتھ ایک آئینے میں دیکھتی ہوں تو اُسکے حن صورت کو اپنی حن صورت پر ترجیح دیتی ہوں۔

سواے ولید کے مردوں میں سے جو لوگ حن میں مشہور ہیں انکی فہرست بھی

عالم کی فہرست میں بیست بڑی ہے۔ مگر چند شخص یہاں مذکور ہوتے ہیں :-
 ذوالعالمہ سعید بن عاص بن ہنیہ۔ جب یہ شخص کہی گہر سے نکلتا تو کوئی عورت
 ایسی نہ ہوتی جو اسے دیکھنے کے واسطے باہر نہ چلی آتی۔ اس کے کمال حسن کی وجہ سے
 اہل مکہ اس کو ضرب النثل بناے ہوئے تھے۔ جب کسی کے حسن کی تعریف کرتے
 تو کہتے اجل من ذی العاصمہ۔

منوکل بن مقسم بن ہارون رشید۔ اس کا ذکر آئندہ آئیگا۔

مقنع کنذی محمد بن ظفر بن عمیر بن فرعان بن قیس بن اسود ابن عبد اللہ بن
 حارث بن عمرو بن معاویہ بن کنذہ اپنے زمانے کے لوگوں سے حسن میں یکتا اور
 جسم و صورت میں فرو سجا ہوتا تھا۔ جب لوگوں کے مجمع میں نکلتا تو چہرے پر
 مقنع ڈال لیتا اور لوگوں سے منہ چھپا لیتا تھا۔ کیونکہ اس کو خوف تھا کہ مجھ کو نظر
 نہ لگ جائے۔ (یہ مقنع علاوہ مقنع فراسانی کے ہے جو شہدہ میں مشہور تھا)
 اصہبانی (صاحب اغانی) نے لکھا ہے کہ مقنع کنذی۔ ابو زبید طائی۔ وضاح
 الیمن (اس کا اصلی نام عبدالرحمان بن اسماعیل تھا۔ مگر کمال حسن کی وجہ سے وضاح الیمن
 کہا جاتا تھا) جب عکے میلوں میں آتے تو نظر لگ جانے کے خوف سے اپنے
 اپنے چہروں کو مقنع میں چھپا لیتے تھے۔

اور چونکہ جتنے اوصاف مردوں میں پائے جاسکتے ہیں وہ تمام عورتوں میں
 بھی پائے جاسکتے ہیں۔ اور عوب اس بات کا انکار بھی نہیں کرتے۔ مگر شجاعت و کرم
 کہ خاص مردوں کی صفت ہے اس میں عورتوں کو کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔ اور نہ انکی
 اس امر میں کسی نے تعریف کی ہے۔ بلکہ یہ دونوں باتیں عورتوں میں نہایت محبوبہ
 ہیں۔ لہذا میں چند اویب عورتوں کا ذکر کرنا ہوں جو کہ کمال فصاحت و بلاغت میں
 مشہور و آفاق ہوئی ہیں۔ اور ان کو ضرب النثل بھی ہیں۔

نفساء ہے۔ اس کا نام تافہ تھا۔ یہ عمرو بن شریہ سلمیہ کی لڑکی تھی اس نے
 اپنے بھائی مخزک ہمت سے مرثیے کہے ہیں ایسے خوب سے اس کا زیادہ مشہور ہوا۔

نعرہ کا حقیقی پہاڑی تھا۔ عرب میں نہایت حسین مانا گیا تھا۔ اسکو ربیع بن ثور اسمی نے ذوالاٹل کی لڑائی میں مار ڈالا تھا۔ اسی کے غم میں فضا بہت بے چین تھی۔ اور ایسا غم کیا کہ آج تک اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ مرثیہ گوئی میں ضرب المثل بن گئی تھی۔ لوگوں کا جیال بے کڑے کڑے کھل مر دہی اس سے بہتر مرثیہ نہیں کہہ سکتے۔ اسوجہ سے جب کسی کی تعریف میں مرثیہ گوئی کی بابت مبالغہ کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ارفی من الحنصار۔ یہ دوشرا سی فضا کے ہیں :-

ولولا كثرة الباکیں حولی
علم اخواتم لقتلت نفسی
وما یبکون مثل اخى ولكن
اعز النفس عند الناسی
”اگر میرے گرد و پیش یہ لوگ نہ بیٹھے ہوتے جو
اپنے اپنے بہائیوں کی مفارقت میں روتے ہیں
اور انکو دیکھ کے مجھے تسلی سی ہو جاتی ہے
تو اپنے آپ کو میں ہلاک کر دیتی۔ اور پھر بھی وہ
ویسا نہیں روتے جیسا میں اپنے بہائی پر روتی ہوں لیکن میں اپنے نفس کو انکی
تاسی کر کے صبر دلاتی ہوں۔“

یہ شعر مجموعہ کی مدح میں اس نے کہا تھا :-

وان صخر التاتم العلاء به
كافه علم في راسه ناز -
”تمام ریزار مر اور دیان قوم عجز کی سپردی کرتے ہیں
گویا کہ وہ کوہ علم ہے جسکی چوٹی پر آگ روشن ہے
(اور لوگ دور سے اُسے پہچان لیتے ہیں)۔“

لیلیٰ اخیلیہ عبداللہ بن رمال کی بیٹی۔ اسلام کے بعد حبشی عورتیں شاعرہ ہوئی
ہیں انہیں اسکا نمبر پڑا ہوا تھا۔

تو بہ بن خیر اسپر جان دیتا تھا۔ آخر اُس نے اسکے باپ سے اسکی بابت درخواست
کی۔ اُس نے اسکا عقد تو بہ کے ساتھ کرتے سے انکار کیا اور بنی ادرع میں سے ایک
شخص کے ساتھ لیلیٰ کا عقد کر دیا جب خلافت معاویہ کے زمانے میں عوف بن عامر
بن عقیل کے قبیلے والوں نے اسے مار ڈالا۔ کیونکہ یہ شخص ڈاکو تھا۔ اور اکثر عوف کے
قبیلے کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو لیلیٰ اسکے مرثیہ کہہ کرتی تھی۔ اسکے مرثیہ

آدرش ایسے بے مثل ہیں کہ شاید وہاں نہ ہو۔ اس نے عبد الملک بن مروان اور
نجاح کی طرح میں بھی قصیدے کہے ہیں۔
فارغہ مرثیہ مسعود بن شداد کی بہن۔

ان نین کے علاوہ اور بھی بدوی عورتیں ادیب و کامل گذری ہیں۔ مگر بنظر
اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضری عورتیں

عالمشہ باعوبہ۔ جس کا ذکر دمشق کے بیان میں آچکا ہے
فارغہ یا فاطمہ یاسلیٰ اسکے نام میں اختلاف ہے اولیہ
بن مراح بن صلت شیبانی (یہ شخص بڑا بہادر اور سرکش تھا۔ خلافت رشید عباسی کے
زمانے میں یہی شخص خوارج کا راسن رئیس سمجھا جاتا تھا اور کئی بار ہجری مطابق
۱۹۷ھ میں مارا گیا۔) کی بہن تھی۔ اس نے بھی اپنے بہائی کے بہت سے
مرثیے کہے ہیں۔ اور وہی رنگ اختیار کیا تھا جو خنساء نے مصر کے مرثیوں میں
اختیار کیا تھا۔

فاطمہ بنت سلطان محمد سجوقی۔ مقتنی لامرأہ عباسی کی زوجہ فاطمہ بنت اچھی
طرح لکھ پڑھ لینی تھی۔ اور عقل بھی نہایت درست تھی ۱۹۷ھ ہجری مطابق ۸۰۷ھ
میں مری۔

فخر النساء بنت ابی البصر احمد بن فرج بن عمر ابروی دینوریہ اعلیٰ درجے
کی منشی تھی۔ ولادت اسکی بغداد میں ہوئی تھی۔ بہت بڑی عالمہ و فاضلہ تھی۔ حرف
بہی اسکا نہایت عمدہ ہوتا تھا۔ اور ایک نلق اکثر اسکے حکایات سننے کا مشتاق رہتا
تھا۔ ۱۹۷ھ مطابق ۸۰۷ھ میں دینور سے رحلت کی۔

ام علی تقیہ بنت ابو العزیز۔ تاج الدین ابوالحسن علی بن فاضل بن محمد بن کی ماں
تھی۔ ولادت اسکی قصیدہ مصر میں ہوئی تھی۔ اس نے ایک قصیدہ سلطان مظفر
تقی الدین عمر (جو کہ سلطان صلاح الدین کا بیٹا تھا) کی روح میں لکھا تھا۔ اور اسکی تشبیہ
شراب سے کی تھی جب یہ قصیدہ سلطان تقی الدین کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ

کیا عورت ان باتوں کو اپنے بچپنی ہی کے زمانے سے جانتی تھی جب یہ خبر فقیہ کو پہونچی تو اس نے دوسرا قصیدہ حربیہ کہا۔ جس میں جنگ کے تمام حالات پر تشبیہ کی تھی۔ اور نہایت خوبی سے ادا کیا تھا۔

جب قصیدہ تیار ہوا تو سلطان تفتی الدین کے پاس پہونچا۔ اور کہا: یہی کہ مجھے جسطرح نثر کے تمام وصاف معلوم ہیں اسی طرح میں جنگ کے بھی تمام حالات جانتی ہوں۔ اسکی وفات ۳۷۵ھ ہجری مطابق ۹۸۳ء میں ہوئی۔

اُمّ المویذ زینب۔ اسے حرا بھی کہتے تھے۔ یہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن حسن بن احمد بن سلہ بن احمد بن عبدوس جو جانی کی لڑکی تھی۔ زینب بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھی۔ بلکہ اس نے بعض علماء کو اعجازہ بھی لکھا ہے۔ اسکی وفات ۳۷۵ھ مطابق ۹۸۳ء میں ہوئی۔

جا حفظ نے اپنی کتاب بیان دین میں لکھا ہے کہ فصاحت عورتوں کا حسن نہیں ہے۔ بلکہ کلام میں غلطی کرنا انکے محاسن میں سے ہے۔ چنانچہ اسکی نشاۃ میں دو شعر بھی پیش کرتا ہے:۔

”بہت سی باتیں ہیں جنکو میں لذیذ سمجھتا ہوں۔
اور صفت کر نیوالے اسکی صفت بیان کرتے
وحدیث الذہ حو ما۔
یفت لنا عقون بوزن ذہا
منطق صائب و تلحن احیاء
واحل الحدیث ما کان کخا

ہیں۔ اور وہ بات گراں وزن، جی ہے۔
اسکی گویائی بہت درست ہے۔ مگر کبھی کبھی
غلطی بھی کرتی ہے۔ اور غلطی و اما ہی کلام کچھ

زیادہ شیرین معلوم ہوتا ہے۔“

مگر یحییٰ بن علی بنجمن نے اسکا خوب جواب دیا ہے کہ عورتیں نہایت ذکی اور ذہین ہو ا کرتی ہیں۔ اور اپنے کلام میں جو لحن (غلطی) کرتی ہیں تو یہ فعل یا نحو عذر ہوتا ہے۔ اور انکا مقصود اس۔ سے کوئی خلاف ظاہر معنی ہوا کرتا ہے۔ یعنی کسی سے کوئی کلام کرتی ہیں۔ اور مقصود ہوتا ہے کہ دوسرا نہ سمجھے۔ بلکہ فقط انکا مخاطب ہی اسے سمجھے تو کچھ نہ کچھ الٹ پھیر کے باتیں کرتی ہیں۔ اور قرآن میں جو عذرتوں

کی نسبت لحن القول کا لفظ آیا ہے اُس سے بھی یہی مراد ہے۔ کیونکہ غلطی اور خطا تو ہر ایک شخص میں معیوب بات ہے خواہ عورت ہو یا مرد ہو۔

تیسری فصل

عرب کا عشق

ظاہر بات ہے کہ بادینہ نشین عربوں میں جو اس کثرت سے عشق بازی کا مہرزا پھیلا ہوا تھا اُس کا سبب فقط یہی تھا کہ انکی عورتیں کھلے سٹھ پہاڑ کرتی تھیں۔ اور پردے کا بالکل رواج نہ تھا۔ کیونکہ پردے کا رواج اُس وقت سے ہوا جبکہ کہ شریعت اسلامیہ کو رواج ہوا۔ اور وہ بھی اُس وقت سے جب سے کہ آئینہ حجاب نازل ہوئی۔ اور اُسی زمانے میں مردوں کو ممانعت ہو گئی کہ عورتوں کو نہ دیکھیں۔

• ادبہائی نے لکھا ہے کہ خلفائے عباسیہ کی وقت میں بھی اُس وقت تک اسرار کو پردے میں نہیں نہلاتے تھے جب تک کہ انکے اولاد نہ ہوئے۔ مگر بروی عورتیں تو اتنا کھلے۔ نہ پھرتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ بادینہ و محمل لوگ محل عشق سمجھتے ہیں۔ اور جو کچھ غزل و غیرہ عشق کے متعلق عرب نے نظم کئے ہیں۔ وہ سب اسی بے پردگی کا فیض ہے۔ اور اسی بادینہ نشینی کا نتیجہ ہے۔

۱۔ کیا خوبہ عشق بازی کا تو وہی زمانہ ہے۔ ابھرتی ہوئی جوانی۔ اُلبتا ہوا جو بن اور پردہ ندارد۔ پہر پہاڑ عشق کی آگ اُنکو دیکھ کس کے سینے میں۔ بھڑکتی رہتی ہوگی لہذا کچھ ہو جانے کے پھر کون پوچھتا ہے۔ (مترجم)

عشق کیا چیز ہے

انتہا درجے کی محبت کو عشق کہتے ہیں۔ اسکی اصلی تعریف یوں کی گئی ہے
 محبت کا اپنے محبوب کو دیکھنے کے کمال متعجب اور مسرور ہونا۔ بعضوں نے کہا ہے
 کہ عشق افراط محبت کا نام ہے۔

عشق کئی طرح سے ہوتا ہے۔ کبھی تو پاک محبت سے پیدا ہوتا ہے جس میں
 کوئی خاص غرض معشوق سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکا کوئی امر۔ مثلاً حسن صوت
 یا اور یا عقل وغیرہ پسند آ جانے پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کجس عشق ہوتا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ عشق اسے کہتے ہیں کہ عاشق کے حواس ایسے باطل
 ہو جائیں کہ معشوق کا کوئی عیب اس سے دکھائی نہ دے۔ بلکہ ہر عیب کو مہر
 سمجھتا ہو۔ بعض کا قول ہے کہ عشق ایک دوسرا سی مرض ہے جسے کوئی اپنے
 معشوق کی عادت کو دل میں سوچتے سوچتے اور اس میں دبیاں لگائے دھرو
 سے پیدا کر لیتا ہے۔

ابن فارس کا قول ہے کہ عورتوں پر بے خود ہو جانے کا نام عشق ہے۔ اطہار
 عشق کو امراض میں شمار کیا ہے۔ ایسوجہ سے اسکے علاج بھی بغير ہیں۔

حکیم بقراط کا قول ہے کہ عشق آدمی کا مرض ہے۔
 حکیم ابو علی فارابی کا قول ہے کہ عشق دولت مرض ہے۔ کیونکہ اسکا
 تعلق بدن اور نفس دونوں سے ہوتا ہے۔

حکماء کا خیال ہے کہ فاسد المزاج اور غلیظ اور کینے آدمیوں کا عشق نہایت
 بدیہہ کہ متنبی کے کلام سے نکلتا ہے۔

و عزلت اهل العشق حتى ذقت
 فنجحت كيف يموت من لا يعشق | خود ہی عشق کا مزہ چکھا۔ اب میں تعجب کرتا ہوں
 کہ جو لوگ عاشق نہیں وہ کیونکر مرتے ہیں۔

کتاب جمع السلوک میں لکھتے ہیں کہ محبت کی ابتدا موافقت سے ہوتی ہے۔ اُس سے بڑے کے میلان طبعیت تک نوبت پہنچتی ہے اُس سے بڑے کے موافقت تک نوبت آتی ہے۔ اُس سے بڑے کے موافقت پہنچتی ہے۔ اُس سے بڑے کے موافقت پہنچتی ہے۔ اُس سے بڑے کے موافقت پہنچتی ہے۔ اُس سے بڑے کے موافقت پہنچتی ہے۔

اُس کے کلیات میں بیان کیا گیا ہے کہ حب کا پہلا مرتبہ ہوتی ہے۔ اُس کے بعد ملائکہ کے بعد کلف پہر عشق پہر شغف اور لوح اور لالچ اُس کے بعد تہم اُس کے بعد تل اُس کے بعد ولہ اور آخری مرتبہ ہیام۔

عرب کے بہت بڑے عاشق مزاج قبائل میں سے بنی ہذہ مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ عشق میں بنی ہذہ کی مثل مشہور ہے۔ مگر ان کا عشق ہمیشہ پاک ہوتا ہے۔ کیونکہ جس عشق کی ابتدا پاک محبت سے ہوئی ہو اُس کو عرب ہویٰ عشق کہتے ہیں۔ چنانچہ فارمن کا قول سند میں موجود ہے۔

یا لائی فی الہوی العذری معذرة | لے میرے ملامت کرینو اے بنی ہذہ کے
بسی الیاء فلو انصفت لم تلد | ایسے عشق میں میں تجھے معذرت کرتا ہوں
اور اگر تو انصاف کرتا تو کبھی ملامت ہی نہ کرتا۔

یہ موافقت مخالفت کی منہ ہے۔ میل ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا۔ آتش و شمع کی منہ ہے۔ موت و تنہا اور دل کا بلنا۔ ہوتی نفس کا ارادہ اور اُس کا میلان ایسی چیز کی طرف جس میں اُس کو لذت ملتی ہو۔ غلت بانی چارہ اور ایسی فالص دوستی جس میں کوئی غلط نہ ہو۔ محبت کسی لذتیز چیز کی طرف نفس اور طبعیت کا مال ہونا۔ شغف۔ دل کے پردے کو پھاڑ کے اندر چلا جانا۔ تہم کسی کا بندہ اور غلام بلزرجانا۔ ولہ عقل کا مضطرب ہونا۔ اور شدت و جد میں حیران رہ جانا۔ اور اُس سے ڈرنا۔ عشق اپنے محبوب کو دیکھ کے محب کا تعجب رہ جانا۔ علاوہ جو محبت دل تک اثر کر چکی ہو۔ کلف سخت محبت جس میں شورش دل پیدا ہو۔ تل ایسی محبت جس میں عقل تنگ تشریف لیجائے۔ عشق سے چارہ ہو جائے کیونکہ تل کہتے ہیں۔ ہیام عشق میں دوسرا درجنون کا پیدا ہو جانا۔

بنی عذرہ و کچے مشہور قبیلوں میں سے ہیں۔ مشہور ہے کہ جب یہ لوگ محبت کرتے ہیں تو ضرور دم جلتے ہیں۔

انہی میں سے شبنہ عذریہ بنت عبدالمہ ہے جو جمیل بن عمر عذری کی مشہور بیوی تھی۔ اور عفرہ عذریہ بنت مالک عذرة ابن زلام کی بیوی تھی۔ انکے عشق کی بابت شاعر کہتا ہے۔
 اذا ما باخا العذری من میتة الهوی | بنی عذرہ میں سے جو شخص کسی پر عاشق ہو اور
 فذا لا ورب العاسقین دخیل | پھر زندہ رہ جائے تو عاشقوں کے پروردگار کی
 قسم وہ کبھی خالص عذری نہیں ہے۔ بلکہ دخیل ہے۔

ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا تھا کہ تو کس قوم میں سے ہے۔ اُس نے جواب دیا
 میں اسی قوم میں سے ہوں کہ جب وہ عاشق ہو جاتے ہیں تو ضرور مر جاتے ہیں۔ اس
 کلام کو ایک لڑکی سن رہی تھی کہنے لگی۔ عذری و رب العجبۃ (ربا کجیہ کی قسم ہے
 تو ضرور عذری ہے)

جسیل مذکور الصدق کے ساتھ ایک دن ایک اومی بنی عذرہ میں سے جانا تھا
 اثنائے کلام میں اُس نے اپنے عاشق ہونے کا دعویٰ کیا۔ مگر فوراً موٹا تازہ تھا۔
 اسی وقت جسیل نے یہ شعر پڑھے :-

وقدر انی من زهدم ان زهدما | مجھے زہم کی بابت شک پیدا ہوا کیونکہ زہم
 یشد علی بنی و یکج علی عمل | میری روٹی پر بڑے زور سے دوڑتا ہے۔
 فلو کنت عذری للعلاقۃ لم تکن | اور عمل پر روتا ہے۔ اے شخص اگر تو عذری للعلاقۃ
 سمینا و انسا الہوی کنت الاکل | ہوتا تو کبھی موٹا تازہ نہ ہوتا۔ اور عشق شیر می
 ساری پر خوری تجھے بہلا دیتا۔

سنے۔ بظاہر اسکا سبب یہ ہے کہ انکے دل نہایت زہم زدہ تھے ہیں۔ اور عذما اٹھانے کی طاقت
 انکے دل میں بالکل نہیں ہوتی ہے۔ اس سبب سے جلد عاشق بھی ہو جاتے ہیں اور غموں سے۔ دن میں
 اپنے محبوب کی مفارقت کا صدمہ نہ اٹھا سکتے کیونکہ سے پیار ہو۔ کہ مر جاتے ہیں۔ (زنتروم)

عرب کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی مرد اور عورت ایک دوسرے پر عاشق ہو اور پھر مرد اپنی رواد عورت کے فراق میں اور عورت اپنا برقع مرد کے فراق میں نہ پھاڑے تو وہ محبت بگڑ جاتی ہے۔ اور محبت کی صورت میں نہیں باقی رہتے۔

عبد بن حساس نے کہا ہے :-

وَكَمْ قَدْ شَقَّقْنَا مِنْ رِوَادٍ مَزْنِيرٍ

وَمِنْ بَرَقٍ عَنْ ذَا طَرَفٍ غَيْرِ نَعْسٍ

إِذَا شَقَّ بَرْدُ شِقِّ الْبَرْدِ دَبْرَ قَعٍ

عَلَى ذَاكَ حَتَّى مَكَلْنَا غَيْرَ لَابِسٍ

کے بدن پر کپڑا باقی نہ رہا۔

ہم دونوں عاشق و معشوق نے اپنی رواد اور برقع کو دن و رات سے رکھے۔ رات کو چاک کر ڈالا۔ جب رواد چاک کر ڈالی گئی تو اس کے ساتھ برقع بھی پھاڑ دیا گیا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں

ان دونوں شعروں کو روزی نے یونہی لکھا ہے۔ جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ مگر نامف یا زجی نے ان دونوں شعروں کو یوں لکھا ہے :-

وَكَمْ قَدْ شَقَّقْنَا مِنْ رِوَادٍ مَحْبَرٍ

وَمِنْ بَرَقٍ عَنْ طَهْلَةٍ غَيْرِ عَاشٍ

إِذَا شَقَّ بَرْدُ شِقِّ الْبَرْدِ دَبْرَ قَعٍ

مِنْ الْحَبِّ حَتَّى مَكَلْنَا غَيْرَ لَابِسٍ

یہاں تک کہ ہم دونوں کے پاس لباس نہ رہ گیا۔

اور محیط المحيط میں یوں لکھا ہے :-

إِذَا شَقَّ بَرْدُ شِقِّ الْبَرْدِ مِثْلَهُ -

دَوَالِيكَ حَتَّى لَبِسَ الْبَرْدُ لَابِسَ -

کوئی چادر نہ رہنے والا نہیں رہا۔

جب چادریں چاک لگی تو اس کی مثل میں یعنی برقع میں بھی متواتر چاک لگی۔ یہاں تک کہ اب

ان عربوں کے پاس ایک جزیرہ ہے جسے سلوان کہتے ہیں اس کا خیال یہ ہے کہ عاشق جب اس کو کریدے اور جو کچھ اس میں سے نکلے اسے پی جائے تو پھر اس کو دہرا جائے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن ابو محمد ابن ظفر نے اپنی کتاب سلوان المطالع فی عددان اتباع کے نام کو اسی لفظ سے مشتق کیا ہے۔ اسکی سند میں ذبیہ کا شعر موجود ہے۔

لو اشرب السلوان ماسلیت | اگر میں سلوان کے پانی کو بہی پی لوں تو بھی مجھے
ما با غنی عنک و ان غنیت | تسلی نہیں ہونگی۔ میں ہزار چاہوں کہ تم سے تنگی
ہو جاؤں۔ مگر مجھ کو بے پردائی تم سے نہیں ہو سکتی۔

عرب کا ایک مشہور قول یہ بھی ہے۔ اذا دخلت ارض الحصب فقول جب حصب کی زمین پر پہنچو تو دوڑ جاؤ تاکہ وہاں کی عورتیں تمہیں اپنا عاشق نہ بنالیں۔ حصب بین کے ملک میں ایک موضع ہے۔ وہاں کی عورتیں حسن و جمال میں مشہور ہیں۔ حالانکہ عوامین کے لوگ اپنی بد صورتی میں فرو سمجھے جاتے ہیں۔

چوتھی فصل

عرب کی شادی بیاہ کے حالات اور اولاد وغیرہ
کے متعلق جو باتیں ہیں موت کے وقت تک

یہ بھی قابل لحاظ بات ہے کہ عرب کی شریف عورتیں کبھی ایسے دیہوں سے تزویج کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ جب تک کہ انکے مرتبہ کا ادھر امر میں انکے برابر کا شوہر نہ ملے۔

عرب کا یہ بھی قاعدہ تھا کہ عقد سے پہلے باپ اپنی بیٹی کے پاس آتا اور اس سے تزویج کی بات گفتگو کرتا۔

ایک عرب کی حکایت مشہور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اسکی چند روکیاں تھیں اور شخص کا نام ہام بن مرہ تھا۔ ہام بن مرہ حبیہ اپنی روکیوں کے سامنے انکے نہج کی بات

کوئی امر پیش کرتا تو وہ شرم سے کچھ جواب نہ دیتیں۔ وہ یہ سمجھنا کہ مکنوزہ ریح کی خواہش ہی نہیں ہے اسی سبب سے اُنکے عقد کی کوئی فکر نہ کرنا۔ اتفاق سے اس ایک دن اُنھیں باتیں کرتے سنا۔ وہ بیچاریاں اپنی اپنی دل حسرتوں کو اشک میں ظاہر کر رہی تھیں۔ جب نوبت چھوٹی لڑکی پر پہنچی تو وہ بیچاری جھینپے جاتی تھی آخر اصرار کے بعد اُس نے یہ جملہ کہا زوج من عود خیر من قعود۔ (لکڑی کا بھی اگر شوہر ہو تو اس بے شوہری کی حالت میں بیٹھے رہنے سے بہتر ہے۔) یہ فقرہ بہت مشہور ہو گیا اور بطور مثل کے استعمال کیا جانے لگا۔

اکثر اشخاص غیر قرابت دار عورتوں کو قرابتداروں پر ترجیح دیتے تھے۔ اسوجہ سے یہ فقرہ اُنکا مشہور ہے کہ للزائع والقرائب (یعنی غیر قرابتدار عورتیں قرابتداروں سے بہتر ہیں) (ترہیہ یعنی بے بدہ)۔

اسلم نے بھی اس قول کی تصدیق کی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اغزلوا ولا تقنؤوا (یعنی انہی عورتوں سے عقد کرنا اور بھوپھوں سے نہ عقد کرو) مگر عرب کی اس منافقت سے یہ غرض نہ تھی کہ قرابت داروں سے بالکل عقد نہ کرنا چاہیے بلکہ اُنکا خیال یہ تھا کہ اپنی قرابتدار عورتوں سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے لاغر و نحیف ہوتا ہے۔ مگر شریف اور اپنی قوم کے مہیال اور دم مزاج ہوتا ہے جیسا کہ شاعر کا یہ شعر بتاتا ہے۔

فتی تلالہ بنت عم قریبہ
فیضوی عقد فیضوی وید القرب
جو غنغن کہ قریبی چمپا کی لڑکی سے پیدا ہوا
لاغر ہو گا۔ اور قرابت دار سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ لاغر ہوتا ہی ہے۔

اس مقام پر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اسلامی شریعت نے تزویج و نکاح کی بابت جو قدر تورات میں لکھا ہے اُسی پر اکتفا کی اور سوائے ایک بات کے اور کسی قسم کی زیادتی نہیں کی کہ دودھ شریکی بہن سے نکاح ناجائز کر دیا ہے اُسے حقیقی بہن کے حکم میں داخل کیا ہے۔ اسوجہ سے قرابت محمد رحمتہ علیہ السلام

کی تعداد اسلام میں حسب ذیل ہے:-

ماں - حقیقی بہن - بیٹیاں - چھوٹیاں - فالائیں - بہتجیاں - بہانجیاں - دودھ پلانے والی مائیں - دودھ شری نہیں - سائیں - ربیہ لڑکیاں (ماور جلو) بشرطیکہ اُن لڑکیوں کی ماؤں سے مفاربت کر چکا ہو - اپنے صابی بیٹے کی بیویاں دو بہنوں کو ایک زمانے میں اپنے حوالہ نکاح میں لانا۔

نواز بیچ کہ عیظ رجوع کرنے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوا عذر زمانہ جاہلیت میں بھی رہتے جاتے تھے۔ وہ بھی دو بہنیں ایک وقت میں اپنے زیر تصرف نہیں رکھتے تھے۔ اور جب کسی عورت سے عقد کرتے تو اسکی بیٹی سو پھر تازہ بیچ نہیں کرتے تھے۔ مگر بعض بعض باتیں مہل بھی ساج نہیں۔ مثلاً اُنکے ماں ایک نکاح (مفت) تھا۔ اسکی صورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اُسکا بڑا بیٹا اُنھنا اور اپنے باپ کی بیوی پر اپنی پادروال لیتا۔ اور اس طریقے سے اُنکے نکاح کا وارث ہو جاتا۔ (یعنی وہ عورت اپنے بیٹے کے نکاح میں آجاتی) اب اگر اس لڑکے کو اس عورت کی ضرورت نہ ہوتی تو اُسکا نکاح کسی اپنے اور بھائی سے جدید مہر پر کر دیتا تھا۔ جو کچے نزدیک یہ وراثت بھی مال کی نسبت کی طرح تھی۔ مگر اکثر لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عوب ایسا کرنے والے کو محبوب سمجھتے تھے۔ اور اُسکا نام ضیزن کہتے تھے۔ محیط المحیط میں لکھتا ہے کہ ضیزن اُس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد اسکی بیوی پر تصرف کرے۔ اوس بن حجر کا قول ہے کہ تمام عرب اپنے باپ کا ضیزن (اپنے باپ کی بیوی پر تصرف کرینوالے) تھے۔

ضیزن عسائی اسی لفظ سے مشتق ہے۔ جو جزیرہ عرب کی شہزادی زبّار کا چچا تھا۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جاہلیہ کے زمانے میں ضیزن ایک بت کا نام تھا۔ اسی کے نام سے ساحلون - مگریت (جزیرہ مکہ بلاد میں سے ہے) کا حاکم نامہ پڑا۔

غلام یہ کہ جب اسلام آیا تو اس نے ان لوگوں میں سے یہ ردی عادت مٹا دی۔

عرب کی تزویج کا یہ طریقہ تھا کہ لڑکی کا باپ اور اسکی عدم موجودگی میں اسکا بھائی یا اور کوئی شخص جسکی تولیہ اور پرورش میں وہ لڑکی اسوقت ہو۔ اپنا ہاتھ خطبہ کرنے والے (جس نے نکاح کی درخواست کی ہے) کی طرف یا اسکے باپ یا اور نیائی آدمی کی طرف بڑا تا تھا۔ اور اسکے سوال خطبہ کا جواب دیتا تھا۔ مگر اس ہاتھ بڑانے سے پہلے زوجہ کے مہر کی گنگوٹے ہو جاتی تھی۔ (یہی نکاح تھا) بعض مورخین کا بیان ہے کہ عرب کے نکاح کا صیغہ صحیح ہے۔ نکاح کے وقت اس کلمہ کو لڑکی کا باپ یا بڑا بھائی (یا لڑکی کا کوئی سامری) کہتا تھا۔ پھر زناٹ کئے واسطے چند عورتیں جمع ہو کے عادل اور سچے گواہوں کے سامنے ایک وقت معین یا روز معین پر ناکح سے وعدہ لیتی تھیں۔

مگر اسلام میں ایک حکم بھی ضرور لکھی جاتی ہے جسکو الکتاب کہتے ہیں۔ جب کوئی کہتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں عورت کے واسطے کتاب لکھی تو اسکا یہی مطلب ہوتا ہے کہ تزویج کی۔

جب وہ دنیا وقت مقرر آتا ہے تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں اور دعوت ہوتی ہے۔ اسکے بعد عورتیں جمع ہو کے دلہن کو گنگھی چوٹی سے ٹھیک کر کے دولہا کے گہر لیجاتی ہیں اور شوہر اسکا اسکے واسطے جلوہ پیش کرتا ہے اور وہ یا تو ایک لونڈی ہوتی ہے یا کوئی اور اچھی چیز۔ پھر ایک جملہ بنایا جاتا ہے اور دونوں اسکے اندر جاتے ہیں۔

۱۵۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہرگز اسلام میں ضروری نہیں کہ کوئی چمک دک لکھی جائے۔ البتہ اگر لکھیں تو کوئی حرج ہی نہیں ہے۔ بلکہ شاید ضرورت کے وقت پر مفید ہو۔ مگر اسلام کا یہ حکم ہرگز نہیں۔ (مترجم)

رسم خودی میں بافرین پر کھٹ اور غریبیں وغیرہ بھی چھینکا جاتا تھا (جیسے ہندوستان میں کھیلیں پھینکتے ہیں)۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ عثمانی کے موقع پر فری شاعر کرتے تھے۔ جس شب کو دولہن کا ازالہ بکر ہوتا ہے اسکو شیبہ کہتے ہیں۔ اور اگر شوہر اُس پر قادر نہ ہو سکا تو اُس شب کو سترہ کہتے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے یہ مثل باتت بلبیلۃ حرۃ (شوہر اسکا اُسپر غالب نہ آسکا) اور باتت بلبیلۃ شیبہ (دو بیاہ دولہن پر قابو پا گیا) مطلق غالب و مغلوب کی واسطے استعمال کرتے ہیں۔ مرد کو قبل کہتے ہیں اور عورت کو بعلت۔ جیسے مرد کو زوج اور عورت کو زوجہ کہتے ہیں۔ اسی طرح شوہر کو حلیل اور زوجہ کو حلیلہ۔ اس وجہ سے کہ دونوں ایک مکان میں اور ایک کچھونے پر حلول کرتے ہیں۔ بیٹے داخل اور مجتمع ہوتے ہیں۔

جب باکرہ لڑکی کی تزویج کرتے ہیں تو متعارف کے وقت اسکی بکارت کالی ظ بھی کیا جاتا ہے۔ اور اُس شب کی صبح کو منڈیل یا چادر وغیرہ دولہن کے باپ کے پاس پہنچنے سے اسکا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اور یہی عادت بہمن موت مصریوں میں اب تک جاری ہے۔ مگر شام کے بعض شہروں میں شب عقد کی شب خوابی کی تمیص فقط یہی جاتی ہے۔ یس نیال کرتا ہوں کہ شاید اسی سببے جاہلیت کے زمانہ میں عرب اپنی لڑکیوں کے شادی اُس شخص سے نہیں کرتے تھے جس نے خطبہ کرنے سے پہلے اسکی تشیب (غزلیہ اشعار) کہی ہو۔

اسی طرح اگر کسی لڑکی کی شادی اسکے باپ کے گھر میں ہوئی ہو (یعنی نکح نے اپنے سرال ہی میں آکے رسم تزویج کی ادا کی ہو اور اپنے مکان پر شب فاف نہ لگیا ہو) اور نکاح اُس لڑکی کا ہو ملن (اور ہم صحراے بھی نہ ہو تو بہت کم ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ دولہن اپنے شوہر کو اپنے آپ پر قابو دیتی ہو۔ کیونکہ وہ کچھتی تھی کہ باپ کے گھر میں بیٹھ کے ازالہ بکر کرنا باپ کی بے احترامی کا باعث ہے۔ اور اُس وقت تک دولہا کو یہ بات نفیب نہ ہوتی تھی جب تک دولہن کو اپنے

مکان پر نہ لے آئے۔

عرب کی عورتوں کے لوازم میں سے ایک متبنہ بھی ہے۔ یہ ایک قسم کی اہلی ہوتی ہے جس میں عورت آئینہ اور گنگلی وغیرہ سنگار کے سامان رکھتی ہے۔ عرب میں امینیہ عورت کے آئینے کی صفائی پر ایک مثل مشہور ہے جس شخص کی تفاوت اور صفائی کی تعریف میں سبالغہ کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں (افقی من مرأۃ الغریبۃ) اسکا سبب یہ ہے کہ جو عورت اپنی غیر قوم میں تنزیل کرتی ہے تو وہاں کوئی ایسی عورت تو ملتی نہیں جو اس کے سنگار کے اسباب کو پاک صاف رکھے اسوجہ سے وہ بچاری خود ہی اپنے آئینے وغیرہ کو آپ صاف رکھا کرتی ہے۔

اُس زمانے میں بھی عرب میں طلاق کا رسم تھا جب شوہر زوجہ میں نفقت نہ ہوتی تو عورت کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ اپنے شوہر کو طلاق دے جس طرح کہ مردوں کی عادت تھی کہ عورتوں کو طلاق دیدیا کرتے تھے۔ طلاق کا طریقہ یہ تھا کہ شوہر اپنی زوجہ سے کہتا تھا الحق باہلک یا اذھبی فلا اذنا مسرا باک یعنی اپنے اہل و اقارب میں زمین۔ یا علی جاہیں تیرے چلے جائے کونہ روکوں گا۔ انہی دونوں غفلتوں پر طلاق ہو جاتی تھی۔ اور کبھی الظباء علی البقر طلاق کے موقع پر کہتے تھے اور اُسی سے طلاق ہو جاتی تھی۔

اور جب عورتیں طلاق دینا چاہتی تھیں تو جس کھل کے خیموں میں رہتی تھیں اسکا رخ بدل دیا کرتی تھیں۔ اگر اسکا رخ مغرب کی طرف ہوتا تھا تو مشرق کی طرف کر دیتی تھیں اور اگر مشرق کی طرف ہوتا تو مغرب کی طرف کر دیتیں۔ اور اگر شام کی طرف ہوتا تو مین کی طرف ہوتا تو شام کی طرف پھیر دیتیں۔ جب شوہر اسکا باہر سے آتا اور دیکھتا کہ مکان کا رخ بدلا ہوا ہے تو سمجھ جاتا تھا کہ آج بیکم صاحبہ کا رخ بھی بدلا ہوا ہے۔ لہذا انھوں نے بھگو طلاق دیدی ہے پھر اُس مکان میں نہ آتا تھا۔

لیکن جب سے اسلام نے اپنا علم بلند کیا تو نکاحداشت کا حق مردوں کو دیا۔ اور مردوں ہی کو تمام گہر بھر کے بال بچوں کا افسلہ و ماکم بنا دیا۔ اور طلاق میں بھی مرد ہی کو اختیار دیا وہ بھی اس وقت کہ جب تبصریح اپنی منکوحہ زوجہ سے انت طالق کہے، اور بعد طلاق دینے کے رجوع بھی جائز ہے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ دو مرتبہ سے زیادہ طلاق نہ دی ہو۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد یا ایک مذہب کے موافق ایک ہی ساتھ تین مرتبہ انت طالق کہنے سے پھر رجوع کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ ہاں اگر وہ عورت جا کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور پھر اس سے طلاق لے۔ اور عدت کے دن بھی گذر جائیں جنہیں حل کا احتمال نہ رہے۔ تو پہلے شوہر کو حق پہنچ سکتا ہے کہ رجوع کر لے۔ مگر پھر یہ رجوع قابل قبول نہ ہوگی۔ بشرطیکہ اسکا وقوع قصدی ہو۔ لیکن اگر اتفاقی ہو تو ہو سکتا ہے۔

عدت کا ذکر جو سابق میں آیا ہے اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک عدت طلاق ہے جسکی مدت تین حیض ہے۔ یا تین مہر۔ اور ایک عدت وفات ہے جسکی مدت چار مہینے دس دن ہے۔ اس مدت میں عورت کو انتظار کرنی چاہیے۔ جب اتنا زمانہ گذر جائے تو پھر اسے اختیار ہے جس سے چاہے عقد کرے۔

جاہلیت کے زمانے میں عرب کی عدت کا یہ دستور تھا کہ جب عرصہ چار ماہ گذر جاتا تھا تو عورت اپنے بدن میں عطر لیتی تھی یا اور کوئی چیز لگا لیتی تھی یا اپنے بدن کو کسی چیز سے یا چوپائے سے کچلو لیتی تھی جسکے معنی یہ تھے کہ اب عدت سے نکل گئی۔ مگر لوندیوں کے واسطے بجائے عدت کے اعتبار مقرر ہے (نظا ہر اس سے ایک مہر کا انتظار کرنا لازم ہے)

چند زوجات کا ایک وقت میں کسی مرد کے پاس ہونا یا بہت سی لوندیاں اپنے تصرف میں رکھنا زمانہ جاہلیت میں کثرت رائج تھا۔ اسلام

بھی ایسا ہی حکم دیا ہے۔ مگر عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ ایک وقت میں چند شوہر کر سکیں۔ کیونکہ عورت فقط ایک ہی مرد کی حفاظت میں رہ سکتی ہے۔ اور مرد کو یہ بھی اجازت ہے کہ چار زوجات کے علاوہ اور بھی عورتیں بے بیعتہ متعہ اپنے پاس رکھے۔ مگر وہ اسکی زیر نگینی نہ سمجھی جائیگی۔ سوائے لونڈیوں کے کہ وہ تو البتہ علاوہ زوجات جعفر چاہے اپنے پاس رکھے۔
مرد جب تزویج کر لیتا ہے تو کہتے ہیں احصن (یعنی اب زنا وغیرہ سے محفوظ ہو گیا) اور جب عورت تزویج کر لے تو کہتے ہیں احصنت اسی محصن۔ محکمۃ۔ محضۃ بھی شق ہے۔

اور جب کوئی شخص تین عورتوں سے تزویج کر لے تو انقی الرجل کہتے ہیں۔ مشقی اس شخص کو کہتے ہیں جبکی تین بیویاں مر چکی ہوں۔ اور بسکو بھی مشقی کہتے ہیں جبکی بیویاں برابر مرنے لگی ہوں۔ مثقالۃ مشقی کا مثنیٰ ہے۔ حرث الرجل اسوقت کہتے ہیں جبکہ اس نے چار عورتوں سے نکاح کر لیا ہو اور چاروں موجود ہوں۔

ضمائر ان چند عورتوں کو کہتے ہیں جو ایک وقت میں کسی مرد کی تزویج میں ہوں۔ (جیسے اردو میں سوت کہتے ہیں) مگر ایک قول ہے کہ ضمرۃ (شو) کو بد فانی کی غرض سے بارہ کہتے ہیں۔ (اسکی جمع جارات ہے)

بغیۃ۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو ایک وقت میں چند مردوں سے تزویج کرے جیسے بازاری عورتیں۔ پھر ایسی عورت کے جو اولاد پیدا ہوئی ہے اسکو جبکی طرف چاہتی ہے منسوب کر دیتی ہے۔ چاہے وہ منظور کرے یا نہ کرے۔ ایسی ہی عورتوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے انکے متعلقہ عوب کی یہ مثل مشہور ہے۔ ابنک ابن بوحک یشرب من صبو حک یعنی یہ تیرا لڑکا دیا ہی ہے جو تیری شراب صبو کا ہی پیتا ہے۔

صداق اسے کہتے ہیں جو عورت کو اس سے نکاح اور معاہدہ کرنا

عوض میں دیا جاتا ہے۔ اسی کو مہر بھی کہتے ہیں۔ مہر دینے کی رسم جاہلیت میں بھی تھی۔ اور اسلام میں بھی ہے۔ مگر دونوں زمانوں میں اختیار رہا کہ جتنا مہر چاہے قرار دے اگرچہ لاکھوں تک نوبت پہنچ جائے۔ چنانچہ جب کسی کے ماں لڑکی پیدا ہوتی تو لوگ اسے مبارک بہاوی دیتے تھے۔ اور کہتے تھے ہدیٰ اللہ الباقیۃ (یہ تیرے مال کے بڑانے والی تجھے مبارک ہو کیونکہ اب تو اس کا مہر لیکے اپنے مال میں ملا لیگا۔ خود بخود مال زیادہ ہو جائیگا۔) اسی وجہ سے جو شخص کسی عورت سے عقد کرتا تھا اسکو کچھ نہ کچھ قبل مقاربت مہر دیدینا ضرور ہوتا تھا۔ اور کچھ حصہ اس کا باقی رکھ لیتا تھا۔ جب طلاق دیتا تو اس وقت کل ادا کر دیتا۔ یا اس کے مرنیکے بعد اس کے ترکہ سے اتنا وصول کر لیا جاتا تھا۔ مگر یہ علاوہ حق وراثت کے ہے جو متوفی کے مال سے چوتھا یا آٹھواں حصہ حق زوجیت لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ثابت ہے۔

مرو متوفی کے اگر کوئی اولاد نہ ہو خواہ تمام بی بیوں سے ایک دو بیویاں یا فقط ایک سے ہی تو اس کی زوجات کا حق (ایک بیویاں کی بیویوں) ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہو گا۔ اور اگر کوئی اولاد نہ ہو تو چوتھائی۔ اور یہ مقدار (خواہ چوتھا ہو یا آٹھواں حصہ) برابر برابر ساری زوجات پر تقسیم کر دیا جائے گی۔

لیکن چونکہ اسلامی شریعت میں مرد کو عورت کا دو گنا حصہ ملتا ہے اس لئے عدم اولاد کی صورت میں عورت کے متروکات میں سے مرد کو نصف ملیگا۔ اور موجودگی اولاد کی صورت میں چوتھائی۔ اسی طرح متوفی کی اولاد پر جب اس کے متروکات تقسیم ہونگے تو لڑکوں کو بہ نسبت لڑکیوں کے دو گنا ملیگا۔ یعنی کل مال تین حصوں پر تقسیم کیا جائیگا۔ دو حصے لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکیوں کو۔ اور متوفی کے والدین کو سدس سدس (چھٹا چھٹا) حصہ ملیگا بشرطیکہ متوفی کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر نہ ہو تو متوفی کی ماں کو ثلث ملیگا۔ اما اگر متوفی کے بہائی بھی موجود ہونگے تو یہاں کو سدس ہی ملیگا۔ اور باقی باپ کو۔ اور اگر کسی شخص کے

مادری بہائی یا بہن ہوں تو انکو حق ترکہ چٹا حصہ ملیگا۔ اور اگر کئی ہوں تو ثلث ملے گا۔ مگر برابر برابر آپس تقسیم کر لینگے۔ اور اگر کوئی شخص مر جائے اور اسکی کوئی حقیقی یا علماقی بہن ہو تو اسکو اصل ترکہ میں سے نصف ملیگا۔ اور بہائی بھی متوفی بہن کا وارث ہوگا۔ بشرطیکہ متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر دو بہنیں ہوں تو دونوں کو دو ثلث ملے گا۔ اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو دوی ثلث میں برابر برابر بانٹ لینگی۔ اور اگر بہائی بہن دونوں ہوں تو بہائی کو دو ہر حصہ اور بہن کو اکہر حصہ دیا جائیگا۔ مگر یہ تمام تقسیمیں اسی وقت ہونگی جبکہ وصیت اور قرضہ وغیرہ سے فراغت کر لیجائے۔

اولاد کے متعلق چند حالات

عرب کی یہ عادت تھی کہ جب کسی بازاری رنڈی سے کوئی اولاد ہوتا اسکو اُسی وقت اپنی اولاد میں شامل کرتے اور نسب میں شریک کرتے تھے۔ جبکہ اُسکے ظاہر کرنے کا ارادہ ہوتا تھا۔ ورنہ اُسکو اپنی نسب میں نہ داخل کرتے اور نہ اُسکو اپنی اولاد میں سمجھتے تھے۔

پھر یا تو وہ اپنی ماں ہی کی طرف منسوب ہوتا تھا اور اپنی ماں کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یا کسی مجھول لاسم باپ کا لڑکا سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ زیاد بن سبیہ کو معاویہ بن ابوسفیان نے اپنی اولاد میں شامل کر لیا تھا۔ محض اس غرض سے کہ وہ مجھ سے ملجائے اور اُسکا سبب یہ تھا کہ عمرو بن عاص نے زیاد کی تنوین کی تھی۔ اور کہا تھا کہ گریہ لڑکا قریش میں ہوتا تو تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک لاشی سے ہنکاتا۔ حالانکہ ابوسفیان کہتا تھا کہ میں اُس شخص کو خوب جانتا ہوں جس نے اس لڑکے کو اسکی ماں کے رحم میں رکھا ہے (یعنی میں خود اسکا باپ ہوں) مگر یا یہ یہ لڑکا اپنی ماں ہی کے نام سے مشہور رہا۔ اور زیاد بن سبیہ یا زیاد بن ابیہ یا زیاد بن ابیہ کہتے تھے۔ اور عرب برابر آپس اور اُسکے نسب پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے

آخر اُس نے ایک کتاب اخلاق عرب کے متعلق تصنیف کی اور اپنے بیٹوں کو دے کر کہا کہ اس کتاب کے ذریعے سے عرب پر غالب آؤ۔ کیونکہ جب اسکی تحریر کو اُن پر ظاہر کرو گے تو پھر وہ کہیں تمہارے منہ نہ آئینگے۔ (یہ پہلا شخص ہے جس نے اس مضمون میں ایسی کتاب لکھی ہے)

عرب کی لونڈیوں سے جو انکی اولاد ہوتی اُسکو بھی غلام ہی سمجھتے تھے۔ لیکن اگر وہ لڑکا خبیث ہوتا تو اُسکو اپنا فرزند سمجھتے تھے۔ (بسیا کہ غنترہ بن شداد حبشی کے مال میں لکھا ہوا ہے)

مگر اسلام نے مصلیٰ اولاد میں کوئی فرق نہیں رکھا ہے خواہ آزاد اور شریف عورتوں سے پیدا ہوئے ہوں یا لونڈیوں سے۔ بلکہ اگر لونڈی سے کوئی اولاد پیدا ہو جائے تو شرفاً اسے حرہ (آزاد) کہتے ہیں۔

عرب کی عورتوں میں ایک یہ بھی عادت تھی کہ غیر عورتوں کے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ بلکہ اس بات کو عار سمجھتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ شریف زادیاں بھوکے مرتی تھیں اور دودھ پلانے کے کسی سے کچھ لینا گوارا نہیں کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے یہ مثل مشہور ہے تجوع المرأة ولا تأکل من لبنها (عورت بھوکے مرے مگر اپنے پستانوں کی کنائی نہ کھائے)

عرب اپنی اولاد کو بول (پیشاب) کے لفظ سے اشارہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے ہذا بولی۔ (یہ میرے پیشاب سے پیدا ہوا ہے)

عبدالملک بن مروان نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں محراب میں کھڑا ہوں۔ اور میں نے پانچ مرتبہ دُعاں پیشاب کی ہیں۔ یہ مضمون خواب ابن سیرین کے پاس کہلا بھیجا اُس نے یہ تعبیر دی کہ تیرے پانچ لڑکے ہونگے اور سب امام جماعت اور ترے بعد ترے خلیفہ و جانشین ہوں گے۔ اور ایسا ہی ہوا بھی۔

کچھ جنبک مان کے ہیٹ میں رہے اُسے جنین کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی

عورت حاملہ ہو اور کسی دارالکفر سے اُسے کپڑے لائے ہوں تو اُسکے پیٹ کے بچے کو جمیل کہتے ہیں۔

حنش۔ جو بچہ پیٹ میں مر گیا ہو۔

حنشیش۔ جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو۔

خشوعہ۔ جو مرا ہوا بچہ عورت کا پیٹ چاک کر کے نکالا جائے۔

محبوس۔ جسکی ماں زر خرید نوڈھی ہو اور باپ زر خرید غلام ہو ولید۔ آزاد عورت کا بچہ۔

صد یغ۔ سات مہینے سے پہلے پہلے کا بچہ۔

رضیع۔ شیر خوار بچے کو اُس وقت تک کہتے ہیں جب تک دودھ پیتا رہے۔

فطیجر۔ دو برس سے زیادہ کا بچہ جسکی دودھ بڑھائی ہو چکی ہو۔

دارج۔ اُس وقت کہنگے جب ذرا چلنے پھرنے اور آنے جانے لگے۔

متغیر۔ جب بچے کے دانت نکلنے لگیں۔

منرا عرج۔ ناشی۔ جب دس برس سے زیادہ کا ہو جائے۔

نافع۔ حوتل۔ مہرق۔ جب سن بلوغ کو پہنچ جائے۔

فتی۔ شاب۔ جب سبزہ آغاز ہو جائے۔

کھل۔ تیس سے پچاس برس تک۔

شبنم۔ پچاس سے اسی برس تک۔

یفن۔ کنتی۔ (سی سے آخر عمر تک) (شاعر کہتا ہے)

وما ذیقنی الشعر ارمی | شرار اب محب سے کیا پاتے ہیں۔ مالا نکر میری عمر چالیس
وقد جاؤ زحدا الاربعین | برس سے تجاوز ہو گئی۔ یعنی میں بوڑھا ہو گیا۔

دوسرا شاعر کہتا ہے:-

ار الثمانین وبلغتھا | میں اسی برس کا ہو گیا۔ اب میرا کان ایک ترجمان کا متعلق ہے
قد احوجتہ سمعی لہ ترجأ | یعنی مان سنائی نہیں دیتا۔

دوسری قسم

لعاب بالقلین - دس برس کے بچے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جب بچہ دس برس کا ہوتا ہے۔ قلین (دو لکڑیاں ہوتی ہیں جن سے بچے کہلاتے ہیں) سے کھلنے لگتا ہے۔ اسکا واحد نلہ ہے جسکو ہندی میں گلی دند کہتے ہیں۔
باغ نشین - جب میں برس کا ہو جائے کہ اسوقت عورت کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

اسم الساعین - تیس برس کے آدمی کو کہتے ہیں
البشر الباطنین - پالیس برس کے آدمی کو۔
لیث عفرین - پچاس برس کے آدمی کو۔
مونس الجایین - ساٹھ برس کے آدمی کو۔
احکم الکماکین - ستر برس کے آدمی کو۔
اسراع الحاسبین - اسی برس کے آدمی کو۔
احد الارزالین - نئے برس کا آدمی۔
لاحاء لاساء - سو برس کا۔ (لاحاء و لاساء کا معنی یہ ہے کہ اب نہ تو مردوں میں اسکا شمار ہے۔ نہ عورتوں میں)۔

تیسری قسم

زکوة | بعض آدمیوں نے یہاں لکھا ہے کہ زکوة اور عجزہ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں بیڑ چلانا۔
عجزہ |
حمل - پہلے شوہر سے جو بچہ ہو مگر عام لوگ اسکو تارہ یا بھی کہتے ہیں۔
جرنبقة - جس بچے کی ماں نے دوسرا شوہر کر لیا ہو۔
یتیم - جب کا باپ مر گیا ہو اور وہ خود بھی نہ بایع ہو۔

لطیف۔ جسکے ماں باپ دونوں مر گئے ہوں۔
عجی۔ جسکی فقط ماں مر گئی ہو۔ مگر حیوانات میں یتیم اُس بچے کو کہتے ہیں
جسکی ماں مر گئی ہو۔

مبینه العقر۔ پچھلے لڑکا جسکے بعد دوسرے بچے کی امید نہ ہو۔ کیونکہ اُسکی
ماں عاقر ہو جاتی ہے۔ یعنی جس سے اب اولاد نہیں ہو سکتی۔

پہلے بچے کو بکر بھی کہتے ہیں۔ اس سبب سے کہ بکر کا لفظ ہر شے کے اول
پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کسیکا
بچہ اُسپر غالب آجاتا تھا تو اُسکو سال کے میلے کے موقع پر لاتا تھا اور منادی
کرتا تھا ایتھا الناس! میں نے اس لڑکے کو اپنا بانی بنادیا۔ لہذا اگر کسی قسم کا
نقصان کسی کا کرے تو میں ضامن نہیں۔ اور اگر اُسکو کوئی شخص نقصان پہونچا
تو میں اُسکا مواخذہ نہ کرونگا۔ یعنی اب میں بالکل اس سے بری ہو گیا۔

اس منادی کے بعد اب جو کسی قسم کا نقصان وغیرہ اُس سے ہوتا تو اسکا
مطالبہ اُسکے باپ سے نہیں کیا جاتا بلکہ وہ خود ذمہ دار ہوتا تھا۔

زور زنی نے لکھا ہے کہ فلیح اُس شخص کو کہتے ہیں جسے اُسکے اہل و اقارب نے
اُسکی خیانت کیوں سے چھوڑ رکھا ہو۔ مگر اہل لغت کا بیان ہے کہ فلیح اُسے کہتے ہیں

سے ہر چیز کی ابتداء کا کچھ نہ کچھ نام ضرور ہے مثلاً عورت کے پہلے بچے کو بکر کہتے ہیں اور کتاب کے
شروع کو فاتحہ۔ اول شباب کو شرح۔ صفتان۔ ریان۔ مینہ۔ فلوار کہتے ہیں شروع بارش کو رین۔ اہل ادب
صفتان شروع ہوا کو عشون شروع مع صادق کو تاثیر شروع دن کو جمع۔ شروع رات کو فشق۔ ہمارے
پہلے پانی کو تسی۔ بارش کی پہلی گھاس کو بارض۔ شروع زراعت کو لغاع۔ پہلے میوے کو بارہ شروع
لشکر کو طلیعہ۔ پینے کی ابتدا کو نہل۔ ابتدائے لڑنے کو لشوۃ۔ شروع فیند کو فاس۔ شروع بڑاپے کو وظ
بچہ اپنے پیدا ہونے کے بعد جو پہلے پہل روٹتا ہے اُسکو استہلال۔ تپکے شروع کو رشح۔ ابتدائی
مرض کو وعت۔ شاعر جس کلام سے اپنے قصیدہ کو اور خطیب اپنے خطبے کو شروع کرتا ہے اُسکو
براعۃ الاستہلال۔ حسن الطبع کہتے ہیں۔

جو جوے میں اربائے -
معیل - کثیر العیال کو کہتے ہیں -

موت کے متعلق چند باتیں

جاہلیت کے زمانے میں جب کوئی مرنا تو اُسپر و احبابہ کہکے روتے تھے اُسکا اصلی سبب یہ تھا کہ جب حرب میں امیر مرا تھا تو کوفہ والوں نے اُسپر و احبابہ و احبابہ کہکے آہ و زاری کی تھی - اس کے بعد یہی طریقہ ہو گیا کہ جو کوئی مرنا ہے اُسپر یہ لفظ کہکے روتے اور اپنا حزن و غم ظاہر کرتے ہیں -

عرب اپنی میتوں کی تشییع اس طرح کرتے تھے کہ تمام عزیز و اقارب جنازے کے پیچھے پیچھے ننگے پاؤں چلتے تھے - عورتیں اپنے بال کھولے خاک سر پر ڈالے ہوئے ہوتی تھیں -

عرب کے اس قول کا لفظ ذلک املک حائق (جب کسی کو کسی کام سے منع کرنا چاہتے تو کہتے - ایسا نہ کر تیری ماں کا سر مونڈا جائے) سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں اپنے بال بھی میت کے غم میں مونڈا دیتی تھیں - (جب طرح ہمارے ہندوستان کے اہل مذہب اپنے عزیزوں کے غم میں مونڈھیں اڑھیاں تک مونڈواتے - اور سر بھی چھلواتے ہیں -) حالانکہ لغت میں اُس عورت کو کہتے ہیں جس نے اپنے سر کے بال مصیبت میں یا بغرضِ نحوست اور بدفالی کے مونڈا ڈالے ہوں -

عرب میں ایک یہ بھی رسم تھی کہ جب کوئی مر جاتا تو اُسپر روتے اور حزن و ملال زیادہ ظاہر کر نیکے واسطے ناسحات (نوحہ کر بیوالیاں) کو اجرت پر مقرر کرتے تھے - وہ میت کے تمام اوصاف کو ایک ایک کر کے بیان کرتیں اور اُس پر زور شور سے نوحہ کرتیں - جب میت کو دفن کر کے واپس آتے تو کھانا منگایا جاتا - ناسحات منساجرات (اجرت پر نوحہ کر بیوالیاں) ایک دسرخان پر بیٹھ کے کھانا کھاتیں -

اسی طرح چھ مرتبہ دعوتیں کرتے تھے۔ ۱۔ تیسرے دن ۲۔ نویں دن ۳۔ پندرہویں دن ۴۔ چالیسویں کو ۵۔ چھ ماہی پر ۶۔ سال بھر پر۔ انہماکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے غم میں کھڑی ہوتی تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اسکو اب دوسرا شوہر کرنا منظور نہیں ہے۔

اسلامی شہروں میں بھی ایسی ہی چند رسوم تھوڑے تھوڑے فرق سے باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً بعض شہر ایسے ہیں جنہیں میت پر اسوقت تک روتے ہیں اور عورتیں نوحہ کرتیں اور بال کھولتی ہیں۔ جب تک لاش دفن نہ کی جائے۔ اور جب دفن کر دیا جائے تو پھر کچھ بھی اثر نہیں رہتا۔

بعض شہروں میں چند دنوں تک نوحہ کرتے ہیں۔ مصر کے شہروں میں ایک ہفتہ سے لیکر چالیس دن تک عورتیں روتی ہیں اور اپنے ماتحتوں کو نیل سے سیاہ رنگ لیتی ہیں۔ چہرہ نیپہر طانچہ مارتی ہیں۔ سر کے بال کھول کے اپنے بلموں میں اور اپنے گہرے صحن میں موخہ پٹتی ہوئی مدتی پھرتی ہیں اور دف بجائے جاتی ہیں۔ انکی تال پر باقی عورتیں حنین آواز سے نہ جھ پڑھتی ہیں اسوقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی ٹھہروں سے آوازیں آ رہی ہیں۔

مشائعت جنازہ کے متعلق انکی پوری رسوم یہ ہیں کہ پہلے مردے کو اُسکے گھر میں غسل دیتے ہیں اور کئی کئی کفن پہناتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سات سات کفن تک نوبت پہنچتی ہے۔ بعد اسکے ایک تابوت میں لٹاتے ہیں۔ اگر میت کسی عالم آدمی کی ہے تو کئی کئی مسجدوں میں موذن آواز کہے گا اور لوگوں کو نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بلائیگا۔ اور اگر کوئی معمولی آدمی ہوگا تو بغیر آذان کے جامع مسجد میں لیجاتے ہیں۔ بہر حال جب جنازہ لے چلتے ہیں تو ساتھ ساتھ بزرگان قوم اور محافظان قوم کی ایک صف ہوتی ہے۔ اور انکے ہاتھوں میں جھنڈیاں ہوتی ہیں جنکے کپڑے پیر شاہادین یا بعض قرآنی

آئینیں لکھی ہوتی ہیں۔ اور شیخ محمد بوسیری کا قصیدہ بردہ (جس میں صاحب شریعت اسلام کی مدح کی گئی ہے) پڑھتے جاتے ہیں۔ یا محض کلمہ توحید کہتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جامع مسجد میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں اسکی حسب حیثیت حسب قدر لوگ جمع ہوتے ہیں اُن بزرگان قوم اور حافظانِ قرآن کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ اور بلا صندوق کے قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔ اور جب شیخ میت کے کان میں ملتین پڑھ لیتا ہے تو پھر خاک ڈالتے ہیں۔ اُسکے بعد اوپر سے قبر کا نشان سنگ معینہ یا بلاط یا مسموئی پتھر سے اُسکی حیثیت کے موافق بنا دیتے ہیں۔ اور اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی قطعہ تاریخ پتھر پر کندہ کر کے قبر پر نصب کر دیتے ہیں۔ اُسوقت جو لوگ حاضر ہوتے ہیں کچھ تو قبر پر اور کچھ مکان پر واپس آنے کے بعد میت کے قرائتِ بشارت و نکو کلماتِ تعزیت کہتے ہیں۔

دفن وغیرہ سے فراغت پالینے کے بعد فقیروں کو کھانے کہلاتے اور روپے پیسے تصدق دیتے ہیں۔ اور عرصے تک میت کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے یا صاحبِ ماتم کی تسکین کے واسطے مولود وغیرہ کے جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ میت کی قبر پر قرآن خوان مقرر ہوتا ہے۔ عموماً عورت و مرد اسکی قبر کی زیارت کے واسطے کئی دن تک جایا کرتے ہیں۔ خصوصاً ہر جمعہ کو تو ضرور ہی جاتے ہیں۔ قبر پر بھول۔ مار۔ بہری بہری پتیاں خصوصاً آس کے درخت کی تازی تازی شاخیں مزدور چڑھاتے ہیں۔

تحقیق لغات

موت۔ اور غیض اور اگر اور خزع ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں جو لوگ قوتی کے معنی تو قوتی پڑھتے ہیں انکی غلطی ہے۔ اصل لفظ قوتی یا غنی مجہول ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ اُسکی روح مقبض کر لیگئی۔

موت کو لازم للذات ہی کہتے ہیں۔

مجھڑ۔ عیدی کی موت کو کہتے ہیں۔

محض۔ وہ شخص ہے جسکی موت کی گھڑی قریب آگئی ہو اور اب سراہی پاتا ہوا ہو۔

اختضر الرجل (فار معجم سے) اسوقت کہتے ہیں جب کوئی بالکل فوجوان نامراد مر جائے۔

اجزر الشيخ۔ اُس موقع پر کہتے ہیں کہ جب بڑا آدمی مرنے لگے۔

مات حتف الفہ۔ جو شخص اپنی موت طبعی سے مرے اُسے کہتے ہیں۔

موت ابیض (ناگہانی موت)، موت احمر (قتل کی موت)، امثال ابو عبیدہ کے تاثیر پر میں نے دیکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ موت احمر تلوار سے مقتول ہونے کو کہتے ہیں اور موت اسود گلا گھونٹ کے مار ڈالنے کو اور موت ابیض موت طبعی کو کہتے ہیں۔

جبارف۔ عام موت۔

جبال موت۔ اسباب موت۔

احتسب فلان ولدا لله (لفظ فلان کی جگہ اُس شخص کا نام لیا جاتا ہے) ایسے موقع پر کہا جاتا ہے کہ جب کسی کا بڑا لڑکا مر جائے۔ اور اگر چھوٹا بچہ مرے تو اسکو افترط کہتے ہیں۔

فوز الرجل کے معنی قضی غلبہ (اپنی جان ویدی)

ھوز۔ یمین۔ جنز کے معنی مات (مر گیا) ہے۔

جنازہ۔ علی۔ خبیص۔ نیط۔ عرش۔ میت کو کہتے ہیں۔

جیفۃ۔ مڑی ہوئی بدبودار مردے کی جسم کو کہتے ہیں۔

جنین۔ وہ ہے جسکو قبر میں دفن کر چکے ہوں۔

مہل۔ مردے سے جو چرک و ریم وغیرہ چپے۔

رجع - شرجع - غش - تابوت - اران - الہ - لکڑی کے تختے کو کہتے ہیں۔
جس پر مردہ اٹھا کر لیجاتے ہیں۔

حرج - لکڑی کے چند ٹکڑے جوڑ کے بانڈ لیتے ہیں۔ اس پر بھی مردے کو اٹھاتے ہیں
اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عورتوں کے تابوت پر ایسا بنائے جاتے ہیں۔ تاکہ اسکا
جسم محسوس نہ ہو۔

دکاء لکڑی کے تختے کو کہتے ہیں جس پر مردے کو غسل دیا جاتا ہے

حجرہ - حفیر - ذنوب - رجہ - رجد - راموس - رس - مرس - ریم -
زحلو فہ - گلگتہ - جبثہ - جنن - زحلو فہ - صہرا - صیر - ضرایج - تنیقہ
حد - وتیرہ - ودع - دم - جدث - جدف - جدل یہ سب قبر کے نام ہیں۔
اصواء - چند قبروں کو کہتے ہیں۔ جن فائر معمولی قبریں (اسکا واحد جنور ہے)
لحد - قبر کی بنی جو عرصہ کھودی جاتی ہے۔

لواویں - فادوس - نصاریٰ کی قبریں۔ اسلام سے قبل جو قبریں شکستہ ہو باقیں
آگ کی ناک سر رہنے کو لینا جائز تھی۔

جبانہ - بلا - بیتہ - تہ - مقبرہ کو کہتے ہیں۔ محناء قبر کے گڑھے کو کہتے ہیں۔
جلجول - قبر کا کنارہ۔

حمار - لحد کی منہ جگہ پتھر لگایا جاتا ہے۔

خیسق - قبر کا گٹھا۔

عقیب - میت کو پھر دس میں دفن کرنا یا کھن پنا کے۔

رجم القبر - قبر پر پتھر پھینکنا۔

ہالی - قبر کی مٹی۔ جہم القبر - قبر پر مٹی ڈالی گئی مگر لیپی نہیں گئی۔

چوتھا باب

عرب کے دین و مذہب اور انکی عبادت گاہیں اور عبادتیں

اس میں چھ فصلیں ہیں

پہلی فصل

عرب کے دین و مذہب

زمانہ جاہلیت میں عرب کی مختلف عبادتیں تھیں۔ بعض ثوب تو ایسے تھے جو خالق کو مانتے ہی نہ تھے۔ اور نہ قیامت کو کچھ سمجھتے تھے۔ بلکہ کہتے تھے۔ طبیعت عناصر خالق ہے اور وہ فنا کرنے والا ہے۔

بعض خالق کو تو مانتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے۔
تیسرا فرقہ بت پرستوں کا تھا۔

چوتھا فرقہ (جو سب میں بڑا فرقہ ہے) ستارہ پرست تھا۔ کوئی آفتاب کی پرستش کرتا تھا۔ کوئی ماہتاب کی۔ کوئی عطار دکی۔ کوئی شتری و فیرو کی۔ اسی سبب ان کے نام بھی اسی قسم کے ہیں مثلاً عبدالعزیٰ۔ عبدلیوث۔ تیم اللات۔ عبد شمس عبد الشریٰ۔ مجوسی فرقہ آتش پرست، بنی تبیم کا تھا انہی میں۔ محمد زرارہ بن عدی اور ارسکا بیٹا علی ہے۔ اس نے اپنی لڑکی سے تزویج کر لی تھی۔ چونکہ انکے طریق مذہب

میں یہ بات جائز نہی مگر بعد میں بہت ناوم ہوا۔
 مذہبیوں کا فرقہ قریش میں تھا۔ انہوں نے زندقہ - جزیرہ (مذکورہ) کے
 رہنے والوں سے سیکھا تھا۔

یہودیوں کا فرقہ

یہودی فرقہ بنی نیر اور بنی کنانہ اور بنی حارث بن کعب اور کنزہ میں تھا۔
 مفریزی نے لکھا ہے کہ سکہ کبیبہ (کوٹن) کو عرب نے اُن یہودیوں ہی سے
 سیکھا تھا۔ جو کہ سموئیل نبی کے زمانہ میں (جسکی وفات ۷۵۰ قبل از میلاد عیسوی
 ہوئی تھی) شیرب میں آگئے تھے۔

ابوالفرج اصبہانی نے سموال بن عادیہ یہودی کے بیان میں لکھا ہے کہ
 یہ شخص اُن یہودیوں میں سے تھا۔ جو کاہن بن ہرون بن عمران کی اولاد میں سے تھے۔
 انکی شیرب میں آنے کی یہ وجہ تھی کہ غالبین کی قوم جو تمام اطراف پر قابض ہو گئی
 تھی اور ملک شام تک انکی لوٹ مار کی حد پہنچ چکی تھی۔ کوئی صورت اُن کی
 سرزنش کی نظر نہ آتی تھی۔ مگر حضرت موسیٰ نبی نے ایک لشکر بہت بڑا اُنکے مقابلے
 کے واسطے بھیجا۔ اور کہہ دیا تھا کہ جسکو پاناقل کر دینا۔ چنانچہ یہ لوگ عاملقہ پر قاب
 گئے۔ اور سب کو مار ڈالا۔ مگر شانہزادے کو کہ از حد حسین تھا اُسکے حسن و جوانی
 پر رحم کر کے چھوڑ دیا اور وہاں سے شام میں واپس آئے۔ مگر حضرت کی وفات
 ہو چکی تھی جب یہاں پہنچے تو اپنی قوم کو اس بات کی خبر دی کہ ہم نے تمام علاقہ
 کی فوج کو قتل کر ڈالا ہے مگر اُسکے شہزادے کو زندہ چھوڑ دیا ہے۔ جب انہوں نے
 یہ سنا تو فوراً ان سے کہا کہ تم لوگ نامزدان ہو ہمارے ملک میں نہ داخل ہو۔

اور ابھی چلے جاؤ۔ اسوقت ان لوگوں نے زائے کی کہ اب کہاں جانا چاہیے
 بعض کی راہ ہوئی کہ جس ملک کو تم نے فتح کیا ہے وہیں چلنا چاہیے۔ چنانچہ
 اسی رائے پر عمل کر کے یثرب میں آکر آباد ہوئے۔ مگر یہودی کا یثرب میں آباد ہونا
 و خراج کے لیثرب میں آنے سے قبل سے کیونکہ یہ لوگ یہیل عرم کو ماری ہوئے

انہی یہودیوں میں سے قرطبہ نصیر بنی قینقاع وغیرہ ہیں۔ انکی نسب کا سلسلہ کچھ معلوم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ عرب کی قوم سے تو تھے ہی نہیں (بلکہ باہم قول و قسم کر کے اتحاد کے ساتھ ایک جگہ رہتے تھے) ایسوجہ سے انہوں نے انکی نسب کو بالکل نہیں لکھا ہے۔

د اب اگر مقررہ بی اور اصہبانی کے کلام کی مطابقت کریں اور پہلے کے ماحشیہ وغیرہ جو غلطہ بخواد یہ لوگ لگا دیا کرتے ہیں حذف کر دیں تو نوراۃ کی وہ خبر جس میں شاول بادشاہ اسرائیل اور اجاج بادشاہ عاملین کی جنگ کا ذکر ہے پورا پتہ چل سکتا ہے۔ (اصم ص ۱۱۵-۱۳۵)

ابن خلدون ناقل ہے کہ پہلے پہل جیسے یہودی مذہب کو عربیوں پھیلایا بادشاہ زولنواس (از بادشاہان تیاربد) تھا اسکا اہلی نام یوسف تھا۔ اسکی وجہ سے اہل یمن تمام یہودی ہو گئے۔ اور اسی نے بخران کے حبشیوں کو قتل کرایا

ایک اور مورخ نے لکھا ہے کہ یہ شخص ۵۹۹ء میں تخت نشین ہوا تھا صاحب محیط المحيط کہتے ہیں کہ اصحاب خدود (جسکا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے) بخران ہی کے لغاریہ تھے اسکے پاس زر بن کعب بن یابا و شاہ جیسے دو اہل حمیری بھی کہتے تھے آیا اور اہل بخران سے کہا کہ تم سب یہودی ہو جاؤ مگر اپنے مذہب و قدام رہے۔ اور بالکل اسکے قول کی طرف توجہ نہ کی۔ آخر اس نے ایک گدھا لکھوایا اور اس میں آگ روشن کرادی۔ اور جو کوئی اہل بخران میں سے اسکے ہاتھ میں آجا نا تھا اسکو آگ میں ڈال دیتا تھا۔

بعض انگریزی تاریخوں میں لکھا ہے کہ د میان یہودی مین کا حاکم تھا۔ وہاں کے لوگوں کو سخت تنگ کئے ہوئے تھا۔ آخر ایلیمان حبش کے بادشاہ نے اسپر چڑھائی کی اور ۵۲۸ء میں غالب آیا۔

بعض کتابوں میں یوں بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ حبش اور یمنی عربوں میں دریا

کناسے پر ایلہ کے مقام پر (جواب دہرا نہ ہے) ہوا تھا۔ مگر دونوں اس حمیری نے اپنے آپ کو حبشیوں کے ہاتھ میں قید ہوئی کی غیرت میں دریا میں گر دیا۔

تاریخ القرون الوسطی میں لکھتے ہیں کہ حمیری بادشاہ بن چوتھے قرن میلادی کے ابتدا میں تھے لیکن جب انہوں نے عیسائی بیچاروں کو زیادہ تنگ کرنا شروع کیا۔ تو ان مظلوموں نے اس زمانے کے ملک دمال والوں سے التماس کی چونکہ بادشاہ بن حبش اس زمانے میں بڑے صاحبان شوکت تھے۔ لہذا بنجاشی بادشاہ حبش ملک میں داخل ہوا۔ اور ارباط کو جو ایک معمولی آدمی تھا۔ اور ابرہہ کا باپ تھا جس نے شہم میں خانہ کعبہ کے گرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر بالکل اسکو دسترس نہیں ہوا اسکو اور اسکے ساتھیوں کو (صحابیل کہتے ہیں) دیدیا۔ جبکہ میں کا ملک تمام ابرہہ کی اولاد کے قبضہ میں آگیا تو کسے نو شیردان کا زمانہ آیا۔ اس نے انکو مار سکے میں سے بھلوادیا۔ اور انکی جگہ پر ایک شخص کو انہی بادشاہوں کی اولاد میں سے جو پیشتر بادشاہ میں تھے شہم میں واپس کا بادشاہ مقرر کیا۔

یہ شخص جبکو کسے نو شیردان نے میں کا بادشاہ بنایا تھا اسکا نام سیف بن ذی یزن حمیری ہے جسکے بارے میں ابن درید کہتا ہے۔

وسیف استعلت بدہمتہ
حتی رمی الجندنا والمرتمی
لجرح الاحبش سما نافعاً
واختل من غمدان محل البدنی
سیف بن ذی یزن وہ مختصر ہے جسکی بہت سیف (تلوار) ہے۔ بدوں بلند ہوئے۔ یہاں تک کہ اُس نے دشمن کو اٹھاکے چھینک دیا۔ حبشیوں کو زہر قاتل پلا دیا۔ اور غمدان (ایک عمارت کا نام) جو نصرانیوں کا فرقہ اعلیٰ درجہ کی شہ گاہ تھان پریشوش کی ہی داخل ہوا۔ عرب میں عیسائی فرقہ ربیعہ اور غسان میں تھا۔ اور کچھ لوگ قبیلہ قضاہ کے بھی عیسائی ہو گئے تھے۔

ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ بخران کے عیسائی تمام عیسائی عربوں کے

پر نسبت نصرانیت میں مضبوط تھے۔ اور اُس پر عمل کرتے تھے۔ نہایت عمدگی کے ساتھ انہوں نے دین عیسائی کو ملک تبعیہ کے ایک شخص سے (جس کا نام سیون تھا) اور اصحاب حواریں میں سے ہی تھا) سیکھا تھا۔

کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ پہلے پہل جس نے عرب کو انجیل کی بشارت دی تھی۔ پولس رسول تھا۔ (غل ص ۱۵۰۱ - ۱۴)

ایک مسیحی مورخ لکھتا ہے کہ تیسرے قرن میلادی میں کسی حاکم عرب نے معلم اور یحیٰیوں سے معروف فہمدی سے ملاقات کی۔ اور اسی طرح چوتھے قرن میں موسیٰ رابہ مصری عرب میں آیا۔ اور انکا انجیل کی بشارت دی۔ اسی بشارت پر حاکم عرب کی طرف سے مساقہ مونیہ عیسائی ہو گئی۔

تاسیخ القرون الوسطی میں لکھا ہے کہ تیسرے قرن کے زمانے میں عرب عساکر صحرائے شام کے عابدوں کی ہدایت پر عیسائی ہوئے۔

بت پرستوں کا گروہ

اگرچہ اس گروہ کی تعداد کم ہے مگر یہ بتانا کہ یہ طریقہ عرب میں کب سے اور کیونکر پھیلا بہت مشکل ہے۔ مگر میں اکثر مورخین سے بیان کو نقل کرنے دیتا ہوں۔

مورخ عبدالکریم شہرستانی اور ابن خلدون وغیرہ لکھتے ہیں کہ پہلے پہل جس نے کعبہ میں بت بنائے انکی رسم ڈالی (اور اسی کے ساتھ عرب نے ہی اُسکی موافقت کی) اور اسی طریقہ پر اسلام کے آنے تک باقی رہے (عمر بن لُحی بن عازب بن امر القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازوبہ کہلان بن سبا کی اولاد میں سے)۔ (جو کہ حجاز کا بادشاہ تھا۔ اور خزاعہ کی قوم اُسی سے منسوب ہے) کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ خزاعہ کعب بن عمرو مذکور الصدر کی اولاد میں سے ہیں)

عمر کے بت پرست ہو جانے کا یہ سبب تھا کہ جب یہ یمن میں (دیکھنا کہ اس میں ہے)

گیا تو ایک قوم کو دیکھا کہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے سبب اسکا دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ یہی ہمارے پروردگار ہیں۔ ہم نے انکی صورت علویہ کو جسم بشری میں بنالیا ہے۔ جب ان سے کسی قسم کی مدد مانگتے ہیں تو یہ مدد دیتے ہیں۔ جب پانی مانگتے ہیں تو یہ ہلکوسیراب کر دیتے ہیں۔ اُس نے یہ بات جوسنی تو بہت ہی پہلی معلوم ہوئی اور ایک بت کی ان سے درخواست کی۔ اوھنوں نے جھٹل نامی ایک بت اسکو ویدیا۔ یہ اُسی لئے ہونی مکہ میں آیا اور خازن کعبہ کے چہت پر لے کر رکھ دیا۔ اور اُسکے ساتھ دو اور بت (جنگے نام اساف اور زالمہ تھے) لایا تھا۔ انکو مقام زمزم پر رکھ دیا۔ اور عام جالہوں کو ان پتھروں کی پہچان مورتوں کی تعظیم و تکریم کرنے کے واسطے بلایا۔ سب نے قبول کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۷۷۷ برس قبل اسلام سے ساہو ر بادشاہ فارس کے زمانے میں ہوا ہے۔

عمر کی حکایات میں لکھا ہے کہ اسی نے بحیرہ کا نام بحیرہ رکھا۔ اور ساہو کا ساہو اور عامی کا مامی۔ اور قیامت کا منکر تھا جسکی بابت خود کہتا ہے۔

حیاۃ ختم موت ختم حشر | زندگی سے مر نام کے پھر زندہ ہونا اے عمر
کلام خرافۃ یا ام عمر | حماقت اور خرافت کا کلام ہے۔ (اپنی حالت کے مخاطب ہو کے کہتا ہے)۔

بعض مورخین کا یہ خیال ہے۔ اساف (ابن عمرو مذکور اور زالمہ بت پہل یہ دونوں کسی بدفل کے نزدیک ہوئے انکو خداے تعالیٰ نے دو پتھروں کیصورت میں مسخ کر دیا جسکی عبادت ترمیش کرنے لگے۔

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یغوث اور یقیق اور نسر آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے نام تھے یہ لوگ بڑے پیر ہیزگار اور عابد و زاہد تھے جب یہ مر گئے تو حضرت شیطان تشریف لائے اور لوگوں سے کہا کہ اچھا ہونا۔ اگر انکی مورت بنائی جاتی جس سے انکی یادگار قائم رہتی۔ جب انھوں نے مورتیں بنالیں

لڑائی کو رائے دی کہ مسجد کے آگے اُنکو رکھو تا کہ جب اُنکو دیکھو تو وہ لوگ بھی یاد آجائیں۔ (اسکے بعد ان کو ان صورتوں کی عبادت کرنے کی رائے دی۔ جاہلوں نے یہ بھی کرنا شروع کیا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دُور مرد کی صورت پر بنایا گیا تھا۔ اور سلع عورت کی صورت پر تھا۔ اور یغوث شیر کی صورت پر۔ یغوث گھوڑے کی صورت پر۔ نسر لکڑی کی صورت پر۔

یہ تمام بت اور انکی مثل دس ہیں اور بھی عرب کے معبود تھے۔ مگر قبیلہ قبیلہ میں بیٹے ہوئے تھے۔ بعض قبیلہ کسی بت کی پرستش کرتا تھا بعض کسی کی۔ حکم اور حد پس تو کثرت کی عبادت کرتے اور کلب و دُک (مقام دومۃ الجبل) بنی تمیم تیم کی۔ ہذیل سلع کی۔ مذحج اور یمن کے قبائل یغوث کی۔ ذی الکَلَع نسر کی (مقام حمیر میں) ہذیل یغوث کی۔ بنی لقیث لات کی شہر طائف میں (اس بت کے دربان بنی منیث تھے جو کہ قبیلہ لقیث میں سے تھے) قریش اور بنی کنانہ عزی کی۔ (اس بت کے دربان بنو شیبہ تھے) اُدُس و خزرج منات اور ذوالشری کی اذو باجر کی۔ بنی سواذن جہار کی۔ بکر و تغلب اوال کی۔ بنی بکر بن وائل محرق کی بنی ملک کان بن کنانہ سعد کی۔ بنی عنترہ سعیر کی۔ خولان عمیانس کی (خولان اپنے چوپایوں اور زراعتوں اور روپے پیسوں سے اپنی بت عمیانس کا ہی حتم نکالتے تھے) بنی طے رضنا کی۔ دُوس ذوالکفلین کی۔

باقی رہے سجدہ جریش۔ جلد شارق۔ عام۔ اُنقیصر۔ کسغہ۔ مدان۔ عوف۔ مناف۔ یابل۔ جبہ۔ ہم نے فقط انکے نام ہی سنے ہیں۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کن کن کے معبود تھے۔

اساف و نائلہ جبکہ ذکر پہلے ہوا کہ وہ صفا اور مردہ پر رکھے ہوئے تھے اور ب میں جو بڑا بت ہبل تھا وہ خانہ کعبہ کی چیمت پر رکھا ہوا تھا۔

ملطرون نے لکھا ہے کہ لات (مذکور الصدر) زہرہ تاسے کے مشابہ

بنایا گیا تھا۔ اور جیسے مجرا سود کی عبادت کیجاتی تھی اسی طرح اسکی بھی۔
عرب کے بعض کاتبوں نے لکھا ہے کہ یہ مجرا سود (جسکو مسلمان لوگ
یہ سمجھتے ہیں کہ جنت کے جواہرات میں سے ہے۔ پہلے سفید تھا۔ مگر حاجیوں
کے چھوٹے اور بوسہ دینے کی وجہ سے سیاہ پڑ گیا ہے۔ یا جنت کے پاقیزوں
میں سے ایک یا قنوت کا ٹکڑہ ہے۔ قیامت کے روز ایک زبان اور آنکھیں
ویکاٹنگلی اور یہ گواہی دے گا کہ فلاں فلاں حاجی نے مجھے بوسہ دیا ہے) کا
بظاہر جاہلیت میں ہی بہت معزز سمجھا جاتا تھا کیونکہ عرب کے قبائل جب خانہ کعبہ میں
مجمع ہوئے تو اسکو بوسہ دیتے اور سات مرتبہ اسکے گرد پھرتے تھے۔

ملطرون نے ایک اور بت ابراہیم نامی کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے
کہ عرب کے معبودوں میں سے ایک یہ ہی تھا۔ وہ لوگ اسکو آگ کا خدا سمجھتے تھے
ابشیری نے لکھا ہے کہ عرب کے ہر گروہ میں ایک بت رکھا ہوتا تھا جسکی
وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ جب مالک مکان کہیں جانے لگتا تو سوار ہونیکے
وقت اپنا جسم اُس سے مس کر لیتا۔ اور جب سفر سے واپس آتا تو قبل اسکے
کہ اپنے اہل و عیال میں داخل ہو اُسکے پاس حاضر ہوتا اور رسم تعظیم ادا کرتا۔

تحقیق لغات

ایسے پتھر کے بنے ہوئے بتوں کو الفخاب کہتے ہیں اسکا واحد (فصب) ہے
اور لکڑی کی صورتوں کو تنثال کہتے ہیں۔ بعیم اور صنم کے ایک ہی معنی ہیں۔
دمیہ گوند کی بنی ہوئی صورت کو کہتے ہیں۔ مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ نقش و نگا
کی بنی ہوئی صورت کو جس میں سرخ رنگ بھی دیئے گئے ہوں دمیہ کہتے ہیں۔
بعض کہتے ہیں کہ رخام (سنگ سفید) کے بنے ہوئے بت کو دمیہ کہتے ہیں۔
بعض عام بتوں کو دمیہ بتاتے ہیں۔ بعض ماہی دانت کی بنی ہوئی صورت کو
دمیہ جانتے ہیں۔ جسکے حسن کو بجائے مثل کے بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں

فلانہ حسن الدامیہ (فلاں عورت تو دمیہ سے بھی زیادہ حسین ہے)
دمیہ کے معنی مطلق صنم کے بھی آئے ہیں۔

بھار۔ جیت۔ بھی صنم کے معنی میں ہیں۔

بخور۔ اُس پتھر کو کہتے ہیں جس کی بت کیواسطے کسی چیز کی قربانی کیا
الوافرج اصفہانی کے بیان سے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ عرب کا لے

اونٹ کی بھی پرستش کرتے تھے۔ اُس نے لکھا ہے کہ جب زید بن مہملہ

مسجد الحرام میں آیا تو اُس وقت معاذ بن عمرو (اصغر بن عبدالمطلب)

خطبہ فرما رہے تھے۔ جب آنحضرت کی نظر اُس پر پڑی تو کہا اے خیر لکھنؤ من العز

وما حازق متاع من کل صار غیر نفاع ومن الجبل الاسود الذی یقعد

من دود اللہ۔ (اے جاہل عرب! تلو کو غرضی سے کس قسم کی ہلائی پہنچ سکتی

ہے۔ اور متاع جو باطل ضرر پہنچائے والا اور بے نفع ہے اُس سے کیا حاصل

اور خدا کو چھوڑ کے کالے اونٹ کی جو تم پرستش کرتے ہو کیا ملنے والا ہے

عرب کی قوم مضاحت کی بھی سبع تعلقات (سات قصیدے مشہور ہیں

جو عرب کے قصیدوں میں نہایت شہیر و بلند قصیدے ہیں اور کورس وغیرہ

میں پڑائے جاتے ہیں) کے سامنے سجدہ کرتے تھے۔ اور ان قصیدوں کو

سموط اور سبع قول کہتے تھے۔ ان قصیدوں کو حماد راویہ نے جمع کیا تھا۔

اور اسلامی علمائے انکی کمال مضاحت و بلاغت اور محاسن شعر یہ کیونکہ

بہت سی شریں لکھی ہیں۔ اور ان قصیدوں کو شاعری کا پہلا طبقہ سمجھتے

عرب بھی ان قصیدوں پر ناز کیا کرتے اور انہی سے اپنی مضاحت کا

اندازہ کیا کرتے تھے۔ اور جن جن لوگوں نے انکو نظم کیا تھا بعد نظم کے غرض

کے دروازے پر لٹکا دیتے تھے۔

تذکرۃ الحکم فی طبقات الامم میں لکھا ہے کہ عرب ان قصائد و تعلقات کو

اسلام سے قبل دیر سے سو برس تک سجدہ کرتے رہے۔ مگر جب حضرت اسلام

ظہور ہوا اور قرآن اُترا تو اسکی فصاحت و بلاغت نے ان تعلقات کی قدر
عرب کی نظروں میں بالکل گھٹادی۔

پھر جس طرح سے کہ دین اسلام نے فصاحت کے مجود ہونے کو لغو
کر دیا اس طرح سے بتوں کی عبادت کی بنیاد بھی ٹوڑ دی۔ اور اپنے مذہب
کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی۔ ۱۔ اقرار شہادتین۔ یعنی خدا تعالیٰ کو ایک ماننا
اور اسکو زبان سے ہی ادا کرنا۔ دوسرے صاحب شہادتین کے رسول ہونیکا
اقرار کرنا۔ اور شہادتین کو کلمہ اخلاص ہی کہتے ہیں۔ ۲۔ صلوٰۃ (نماز پڑھنا) زکوٰۃ
دینا۔ ۳۔ صوم (ماہِ میہام کے روزے رکھنا) بشرطیکہ مریض یا مسافر نہ ہو۔ اور اگر ہو تو
بعد صحت کے یا سفر سے واپس آئیے قضا کر ڈالے۔ ۴۔ خانہ کعبہ کا حج بشرطیکہ
وہاں تک جائیکے مصارف اُسکے پاس ہوں۔

صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا۔ دین۔ رحمت و استغفار۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے
اپنے رسول کی ابھی توفیق کے ہیں۔

مگر صلوٰۃ کی عبادت (نماز) میں بہت سی باتیں ضروری ہیں۔ رکوع۔ سجدہ
قرآن کے سواے اور دعائیں پڑھنا طریقیہ مقررہ کے موافق پڑھنا کھڑا ہونا تکبیرۃ الاولیٰ
سے شروع کرنا سلام پر ختم کرنا نماز شروع کرنے سے قبل نیت نماز کرنا۔ اور غلہ
انکے جو جو شرائط شریعت اسلامیہ میں مقرر ہیں ان پر عمل کرنا۔

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ اگر باری تعالیٰ کی طرف منسوب
ہو تو اُسکے معنی رحمت کے ہیں۔ اور اگر ملائکہ کی طرف منسوب ہو تو اُسکے
معنی استغفار اور مومنین کی طرف منسوب ہو تو دعا اور کیڑے مکوڑوں کی
طرف یا پرندوں وغیرہ کی طرف منسوب ہو تو تسبیح کے معنی ہوتے ہیں۔

زکاۃ۔ مال کے نصاب مقرر سے ہر سال ایک مقدار معین نکال کے
کسی مسلمان فقیر کو جو ہاشمی نہ ہو اور نہ اُسکا غلام ہو دیدینے اور اُس سے کسی قسم
کا نفع نہ حاصل کرنے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ کو زکوٰۃ اسوجہ سے کہتے ہیں کہ

جس مال سے بقدر معین شرعی طور پر زکوٰۃ نکالی گئی ہو وہ مال بڑھتا ہے اور مفتوں سے معفوہ رہتا ہے۔ حدیث میں ہے ہا قاربع العشر (مال کے دسویں حصے میں سے چوتھائی لانا)

زکوٰۃ چاندی اور سونے کے سکے اور غلہ پر ہوتی ہے۔ چاندی کا سکہ جب دو سو روپے کی مقدار پر پہنچ جائے۔ اور سونے کا سکہ جب بیس مثقال تک (نمبر ۱۰) سال بہرہ لوہی رکھا رہے اور اسپر کسی قسم کا نصف نہ کیا گیا ہو اور کھانے پینے کی چیزوں اور زمین اور لونڈی غلاموں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے لیس فی الجبۃ ولا فی الکسعة ولا فی النخۃ صدقة (جبہ اور کسعہ اور نخہ میں زکوٰۃ نہیں ہے) جبہ سے مراد کوڑیاں ہیں اور کسعہ سے مراد گد ہے اور نخہ سے مراد لونڈی غلام ہیں۔ مگر بعض علمائے اسلام نے نخہ کے معنی کارکن بیل کے لکھے ہیں۔

خضر اوقات میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔ (خضر اوقات سے مراد سہریاں۔ تزکاریاں اور میوے ہیں)

صوم کھانے پینے اور مجامعت وغیرہ سے صبح صادق سے لیکر مغرب تک نہ نیت پر ہیز کرنا۔

ماہ رمضان قمری نویں مہینے کا نام ہے (محرم سے لیکر یاہ صیام تک گن لو) حدیث میں ہے کان علیہ السلام یا من انا ان صوم ایام البیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ دیتے تھے کہ ایام بھین میں روزے رکھو۔

ایام بھین سے مراد ہر قمری مہینے کی تیرہویں چودھویں پندرہویں تاریخ کو کہتے ہیں۔

صوم وصال۔ دو یا تین دن کے متصل واحد روزے رکھنے کو کہتے ہیں۔ جبکہ درمیان میں بالکل افطار نہ کرے۔

حج کا بیان اسی مقالے کی تیسری فصل میں بتوئیچ آئیگا

الغرض جب اسلام کا دورہ ہوا تو عرب نے توحید کی بھی اور یہ بھی بتایا گیا کہ جو چیز دنیا میں ظاہر ہوتی ہے وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے معین اور مقدر ہے۔ جس کا ہونا ضروری ہے۔

اور پھر یہ بھی سکھایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد ہر کام کا بدلہ ملے گا۔ اگر برا کیا ہوگا تو برا بدلہ اور اگر بھلا کیا ہوگا تو بھلا بدلہ ملے گا۔

پھر روز پانچ وقت نماز پڑھنے اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرنے اور ماہ صیام کے روزے رکھنے اور شراب سے باز رہنے کی تعلیم دی۔ اُسی وقت سے مرد کا عقد کرنا اور ایک زوجہ سے زیادہ عقد کرنے کی اجازت اور طلاق کا رسم مقرر ہوا۔ اور وہ ان کے شر و فساد لوٹ مار سب تشریف بردہ ہو گئے۔ اُس کے بدلے میں راہِ خدا میں جہاد لازم ہوا۔ اور یہ بتایا گیا کہ اگر خدا کی راہ میں جنگ کرے گا تو ایسی عظیم ابدی اور جنت کے آرام ملینگے۔ وہاں درختوں کے نیچے نہیں لہراتی ہوئی بہ رہی ہیں۔ اور ایسی ایسی نعمتیں وہاں موجود ہیں کہ نہ کسی کا دل سن سنا ہے اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے۔ غرض اسلام کیا آیا کہ ان کے دلوں کا تمام عداوتیں اور بغض و حسد جو عرب کا ایک لازمی طریقہ ہو گیا تھا دفع ہو گیا باہم محبت کے سلسلے قائم ہو گئے۔ یہاں تک کہ چند ہی دن میں جزیرۃ العرب کے تمام شہر اور صحرائِ شین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے۔ اور بہت ہی کم کوئی ایسا تھا جو شہادتین کا منکر تھا۔ اگرچہ اُتنا ضرر تھا کہ اکثر صحرائِ شین عرب شہادتین کے علاوہ اپنے اُوپر معتقداتِ اسلامیہ سے ناواقف تھے۔

دوسری فصل

عرب کی عبادت گاہیں

جس خانہ کعبہ کا ابھی ذکر آچکا ہے یہ بالفعل مسجد الحرام کے وسط میں ہے اور مسجد الحرام ملک حجاز کے شہر مکہ میں واقع ہے۔ کعبہ کا نام کعبہ دوسلی بزرگی کی وجہ سے پڑا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ کعب سے مشتق ہے۔ جسکے معنی بزرگی کے ہیں۔

اکثر لوگوں نے اس بات کو لکھا ہے کہ اب جس مقام پر خانہ کعبہ واقع ہے ٹھیک اسی مقام پر حضرت صفی اللہ کا خیمہ تھا۔ جسے باری تعالیٰ نے جنت سے آنکے واسطے بھیجا تھا۔ پھر اُسی جگہ ٹینٹ نے جو آنکے بیٹے تھے ایک مربع صورت کی چار دیواری بنائی۔ اور وہ مکان خود حضرت صفی اللہ نے اپنے ماتھے سے تیار کیا۔ اور جب اپنی عبادت اُس مکان کے متعلق ادا کر چکے تو ملائکہ نازل ہوئے اور عرض کی کہ اے صفی اللہ ہم نے اس مکان کو تم سے دو ہزار برس قبل تیار کیا ہے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خانہ کعبہ ٹھیک بمقابلے میں بیت المعمور (جو آسمان پر فرشتوں کا قبلہ ہے) کے واقع ہے۔ مگر طوفان نے اسکو منہدم کر دیا تھا۔

ابن خلدون کہتا ہے کہ خلیل علیہ السلام نے جب ہاجرہ اور اُنکے بیٹے ذبیح اللہ کو چٹیل میدان میں اُس مقام پر جہاں اب خانہ کعبہ واقع ہے تنہا چھوڑا تو حضرت ذبیح اللہ نے وہیں ایک مکان بنایا اور اُسکے گرد ایک دیوار

کیونچ دی اور اسکو اپنے پیڑیوں کے رہنے کی جگہ بنایا۔ پھر جب انکے والدہ آخری مرتبہ شام سے انکی ملاقات کوفہ کے دوبارہ تعالیٰ نے انکو حکم دیا۔ کہ اس مقام کے مقام پر کعبہ بناؤ۔ اور صبح کے واسطے لوگوں کو آواز دو۔ کہ وہ دوڑتے ہوئے تمام اطراف عالم سے تنہا رہے پاس جمع ہو جائینگے۔ پس دونوں صاحبوں ملے اُسے تیار کیا جیسا کہ قرآن میں اسکی تصریح موجود ہے۔ اُسی مقام پر حضرت ذبیح اور اجرہ اور جو لوگ انکے ساتھ قبیلہ جرہم سے آئے تھے مقیم رہے یہاں تک کہ وہیں حضرت ذبیح اور انکی والدہ نے رحلت کی۔ اور قریب حجر اسود کے دفن ہوئے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل بچنے خانہ کعبہ کی دیوار وغیرہ کو بلند کیا حضرت خلیل اور ذبیح تھے۔ مگر جب خزاعہ کے قبیلہ پر قریش کو غلبہ ملا (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) تو قصی بن کلاب کی اولاد نے اُس مکان کی چہت وغیرہ دوم کی لکڑی اور دخت خرما کی شاخوں سے تیار کی نئی شائع کیا، خلف بن نوفل و اہب الدور والقی بناھا قصی و المضاہض ابن جرہم بعد اسکے پھر ایک مرتبہ ایسا سیلاب آیا (ایک قول یہ ہے کہ آگ لگی کہ تمام عمارت خانہ کعبہ مہدم ہو گئی۔ اور انہوں نے دوبارہ اسکو بنالیا۔ پھر ستم مطالب ستم میں روغن لفظ سے یزید بن معاویہ اور ابن زبیر کی لڑائی میں آگ لگی کیونکہ ابن زبیر نے وٹاں پناہ لی تھی۔ اور یزید کے لشکر نے روغن جلا کے اوپر پھینکے۔ جس سے خانہ کعبہ جل گیا۔ پھر دو معمار ایران اور روم سے بلائے گئے اور انہوں نے پہلے سے کہیں بہتر درست کیا۔ مگر چونکہ صحابہ نے اُسکے مکان کی بابت اختلاف ڈال دیا اس سبب سے پھر گر وادیا گیا۔ اور دوبارہ ٹھیک اُسی حد پر جہاں حضرت خلیل نے بنا ہاتھ تیار کر لیا۔

پھر جب دوبارہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حجاج بن یوسف ثقفی نے ابن زبیر کا محاصو کیا اور اسکو گرفتار کیا تو حکم دیا کہ خانہ کعبہ کو گرا دو۔

اور جس طرح قریش نے بنایا تھا اسی طرح بناؤ۔ چنانچہ اب تک اسی طرح ہے۔
 میں تفادوت راہ از کجاست تا بجا

جس میں اسکی وسعت بہت کم تھی۔ مگر پہلے پہل اسکی وسعت میں زیادتی
 عمر بن خطابؓ کی۔ انکے بعد عثمان بن عفان نے۔ پھر ابن زبیر نے۔ پھر ولید
 بن عبد الملک نے۔ جس نے سنگ سفید کے ستون اُس میں قائم کئے۔ بعد اسکے منصور
 عباسی اور اُسکے بیٹے مہدی نے اُس میں بہت سی زیادتی کر دی۔

مفسرین سورج نے خانہ کعبہ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ ”جغرافیہ کی کتابوں
 میں خانہ کعبہ کے حسن و جمال اور بہت سے دروازوں اور مٹلا گنبد کی بہت
 سی تعریفیں کی گئی ہیں۔“

معلم نبیوہر (المائیا کا سیاح) نے جب اُسے دیکھا تو کہا تھا کہ یہ ہندوستان
 کے قدیم مندروں اور سیام کی عبادت گاہوں سے بہت مشابہ ہے۔ اور اسلام
 کے زمانے کی مسجدوں سے کم مشابہت ہے۔ کیونکہ اسکی عمارت مربع اور
 کھلی ہوئی چھتوں کی ہے۔ چاروں طرف ستون ہیں اور اہرام اور سلاط
 کی بدلی میں اونچے اونچے مینار ہیں۔

اس دائرے کے اندر نماز کے واسطے چند مسجدیں بنی ہیں اور اُسکے اندر
 ایک مربع مکان ہے۔ اُسی کو حقیقت میں کعبہ کہتے ہیں۔

پہلے پہل جس نے خانہ کعبہ پر پوشش ڈالی بادشاہ تیغ تھا۔ اس نے
 ریشمی چادر اور مائل (ایک قسم کا خط دار کپڑا ہوتا ہے) کے کپڑے کی چادر
 اس پر ڈالی تھی۔ اور اُسکے واسطے قفل کچی بنوائی۔ بادشاہ تیغ عرب میں پہلا
 شخص تھا جس نے مذہب یہودی اختیار کیا۔ اسکے بعد قبیلہ حمیر نے اس کی
 موافقت کی۔

ابو العزج اصغہانی کتاب رمانی میں لکھتے ہیں۔ ”قریش خانہ کعبہ کو بابت
 کے زمانے میں ایک سال پوشش دیتے تھے اور ایک سال بحیرہ ربیعہ

جب کانام صاحب شریعت اسلامیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالمکھنکے پیشکش دیتا تھا۔ اسبوجہ سے قریش اُسکو مدد کہتے ہیں۔ اس سبب کہ وہ ایک تنہا شخص پیشکش دینے میں تمام قریش کی برابری کرتا تھا۔

عبداللہ مذکور اللہ تاجراور بہت مالدار تھا۔ تجارت اُسکی مین میں ہوتی تھی۔ اسکا باپ البورعہ ہے۔ اسکے بہائیوں کے نام مہشام۔ ماشم۔ فاکہ۔ مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے بیٹے تھے۔ (یہ تینوں شخص اسکے حقیقی بہائی نہ تھے بلکہ ماوری بہائی تھے۔ اسکی ماں پہلے مغیرہ کے جالہ کھج میں تھی) یہ لوگ اسقدر معزز تھے کہ عرب میں ضرب المثل ہو گئے تھے۔

مقریزی کہتا ہے کہ کعبہ کا لباس اتبدا رٹاٹا اور چپڑے کا بنایا جاتا تھا۔ مگر پہلے پہل جس نے ویبا کی پوشش ڈالی ہے عبداللہ بن زبیر تھا۔ (جو غلفاء بنی اسبہ میں شمار ہوتا ہے) جاہلیت میں عرب خانہ کعبہ سے جب دور ہوئے تو ایک پتھر جسکو دوار کہتے تھے نصب کر دیئے۔ اور اُسکے گرد طواف کرتے۔ جس طرح خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔

زوزنی نے کہا ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں کی عبادت گاہیں خاص خاص بھی تھیں۔ رکھو کہ غطفان نے ایک مکان بالکل خانہ کعبہ کے مشابہ بنالیا تھا۔ (اور اُسکا نام لبیس رکھا تھا) اُسی کاج کرتے اور بڑی تعظیم و تکریم سے وہاں جاتے تھے۔ اور جس طرح کعبہ کو حرم کہتے ہیں اُسکو بھی حرم کہتے تھے۔ جب زبیر بن جہاں کلبی اور غطفان میں مقابلہ ہوا اور اُس نے غطفان کو شکست دی تو اُسکے ساتھ انکی عبادت گاہ کو بھی منہدم کر دیا۔ (اصہبائی)

غطفان کے قبیلے میں ایک درخت طلع تھا اُسے عزئی کہتے تھے۔ اُسکے واسطے ایک مکان بنوایا تھا۔ اور مکان کے دروازے پر دربان پہلا تھے۔ اور اُسکی عبادت کرتے تھے۔ آخر صاحب شریعت اسلامیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالید بن ولید کو بھیجکر مکان کو تو گر وا دیا اور اُس وقت

جلو ادیا۔ خالدؓ کا یہ شعر بھی ہے:-

یا عَزَّكَفَرَانِكَ لَا سَجَانَكَ | اے غُزنی میں تیری پاکی نہیں بیان کرتا۔
اِنَّ رَایْتَ اللّٰهَ قَدْ اَهَانَكَ | بلکہ تیرے معبود ہونے کا انکار کرتا ہوں
کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تجھے ذلیل کر دیا۔ لہذا تو معبود
نہیں ہو سکتا۔ (محیط المحيط)

ایک اور شخص نے لکھا ہے کہ بنی خثعم نے ہی ایک مکان بنوایا تھا اور اُسو
کعبہ کہتے تھے۔ اصلی نام اُسکا ذوالخلصہ تھا۔ یا تو اسوجہ سے ذوالخلصہ کہتے تھے
کہ جو بیت آسمیں رکھا ہوا تھا اُسکا نام ذوالخلصہ تھا۔ اُسی کے نام سے اس
مکان کا بھی وہی نام ہو گیا۔ یا اس سبب سے کہ وہاں خلصہ (خاصہ ایک خوشبودار
وغنت کا نام تھا) بہت پیدا ہوتا تھا۔

ایک اور بھی معبد تھا اُسے سعیدہ کہتے تھے جبل احد کے قریب واقع تھا۔
عرب اُسکا حج کیا کرتے تھے۔

ذوالکعبات ہی ربیعہ کا معبد تھا۔ یہ لوگ اُسکا طواف کیا کرتے۔

کعبۃ بنجران عبدالمسیح بن دارس بن عدی کا قبہ دار مندر تھا بنین سوکھا لوگ
بنایا گیا تھا۔ عرب اُسکو کعبۃ بنجران کہتے تھے۔ اور اسکی زیارت کو اُسی طرح
جایا کرتے جیسے کعبہ کی زیارت کو جاتے۔ اگر کسی شخص وہاں پناہ لیتا۔ تو
پناہ دیتے۔ اگر کوئی کسی سے ڈر کے آتا تو اُسے امن دیتے۔ اگر بھوکا ہوتا
تو سیر کرتے۔ کوئی حاجت لاتا تو اُسے پورا کرتے۔ اگر روپے پیسے مانگتا
اُسے دیے جاتے۔ اعشی اپنے ناکہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

فکعبۃ بنجران حمزہ علیک | سعیری اونٹنی تجھ کو لازم ہے کہ کعبۃ بنجران
حق تناخے بابوا بھا | کا قصد کرے۔ اُسکے دروازہ پر بیٹھ جائے کہ ہم
نذور یزید اور عبدالمسیح | یزید اور عبدالمسیح (جو کعبۃ بنجران کے
وقساہم خیرا رہا بھا | بہترین مالک ہیں) کی زیارت کریں۔

ابوالفرح امبہانی نے لکھا ہے کہ یہ جاگہ تنہا بنی عبدالمدان نے اسکو کعبہ کی صورت پر بنایا تھا۔ اور اسکی تعظیم بھی ویسی ہی کرتے تھے۔ مگر جب حضرت اسلام کا ظہور ہوا تو یہ تمام کارخانے ورہم و برہم ہو گئے۔ اور انکے بدلے میں خانہ کعبہ اور مسجدیں قائم ہو گئیں۔ جنہیں اب اہل اسلام نماز پڑھتے ہیں۔

مسجد اسلام

پہلے پہل جس نے مسجد بنائی ہے صاحب شریعت اسلامیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ مسجد مدینہ میں بنائی گئی تھی۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ باری تعالیٰ عزائمہ نے انکو حکم دیا تھا کہ تم مکہ کو چھوڑ کے مدینہ میں جاؤ اور دین اسلام کو وہاں قائم کرو۔ جب آنحضرت وہاں آئے تو ایک مسجد بنائی۔ مدینہ ہی میں آنحضرت کا روضہ اقدس بھی ہے۔

دنیا میں گو بہت سی مسجدیں ہیں مگر مسلمانوں کے نزدیک سب میں معزز تین مسجدیں سمجھی جاتی ہیں۔ خانہ کعبہ۔ مسجد مدینہ بیت المقدس جسے جامع اقصیٰ ہی کہتے ہیں۔ (اس جامع کو عمر بن خطابؓ نے اور قسطنطینؓ میں اسی مقام پر بنوایا ہے جہاں پر بعد حضرت سلیمان بادشاہ بنی اسرائیل کا تھا)

ابن خلدون نے ایک اور مسجد کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جزائر ہند میں ایک مقام سراندیپ ہے۔ وہاں ہی ایک مسجد ہے جسے ابوالبشرؓ نے تیار کیا تھا۔ مگر اس خبر کی صحت کا یقین نہیں ہے۔

یہ مسجدیں جنکا ابھی ذکر آیا ہے اسلامی جامع مسجدیں تھیں۔ ابتداء میں ان میں منبر وغیرہ نہ تھا۔ مگر خلفائے زمانے میں منبر بھی بنوایا گیا۔ پہلے پہل جس نے مسجد میں منبر بنوایا عمرو بن عاص ہے جو حضرت عمر بن خطابؓ کی طرف سے مصر پر حاکم تھا۔

عمرو بن عاص نے مصر میں ایک جامع مسجد بنوائی تھی۔ اس میں منبر بھی تیار کیا گیا تھا۔

مگر یہ بات خلیفہ وقت کو ناگوار گزری اور حکم بھیجا کہ اسکو تہدم کرا دو۔ پھر جب مہدی عباسی خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اُسے درست کرایا مگر بہ نسبت اول کے چھوٹا ہے۔

منبروں پر خلفائے وقت کے واسطے دعا کرنے کی رسم ابن عباس سے شروع ہوئی۔ جس زمانے میں یہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کیسزف سے ہجر کے حاکم تھے تو خطبہ میں اذکار کر کیا تھا۔ اور انکے لئے کوئی دعا کی اُسکے بعد تو پھر ایک طریقہ ہی بن گیا اور ہر خلیفہ کے واسطے خطبہ میں دعا کی جانے لگی۔

جب خواجه کا دورہ ہوا تو انھوں نے اپنے بادشاہوں کے علاوہ کبیر کا نام خطبے میں لینے سے سخت ممانعت کی۔

پہلے پہل جس نے مسجد میں بادشاہ کی نماز کے واسطے مقصورہ (کوٹھری) بنوایا معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ انپر ایک خارجی نے حملہ کیا تھا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ مروان بن حکم نے پہلے پہل مقصورہ بنوایا، جبکہ انپر ایک یمانی شخص نے حملہ کیا تھا۔ اسکے بعد تو تمام دنیا کے خلفاء نے کوٹھڑیاں بنوانی شروع کیں۔

خانہ کعبہ کے دربان

زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کے دربان حضرت فہم الصد کی اولاد سے ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ثابت (یہ بھی حضرت کی اولاد میں تھے) تک نوبت پہنچی جب اُنکا انتقال ہو گیا تو انکے ناما مضاہ ابن عمرو جرحمی دربان خانہ کعبہ مہرے۔ مگر جب خزاعہ اور جہم کی لڑائی ہوئی اور غلبہ خزاعہ کی طرف رہا۔ تو سدانت کعبہ خزاعہ میں آ گئے۔ اور انھوں نے جہم کو مکہ سے بالکل نکال دیا۔ اسی کی بابت مضاہ مذکور الصد کہتے ہیں:-

کان لہدین بن الحجون الی الصفا | ابنو گویا جحون سے لے کے صفا تک نہ کوئی نہیں
انیس ولم یسمی بمکة ساہرا | و غمگسا ہے نہ تھا اور نہ کئے میں کسی داستان گوئے

واستان کبی اور نہ کوئی حاضر ہونے والا وسط
سے لے کر ذی الاراکہ کے سے موڑنے کے
مقام تک پہنچا۔ (یعنی ہم گویا ایسے ہو گئے
کہ کبھی مکہ میں تھے ہی نہیں اور نہ کبھی ان
مقامات میں جا کر گذر ہوا) ایسا نہیں ہے بلکہ
ہم ہی اہل مکہ تھے مگر بد سختی اور گردن پیش ہل نہ
نے حکوت تلف کر دیا۔ ہم ہی ثابت کے بعد خانہ کعبہ کے
موتی تھے۔ ہم ہی اسکا طواف کرتے تھے

ولم یزج واسطاً فجوبہ
المنع من ذی الاراکہ حاضر
بلعن کن اہلہا فابادنا
صروف الیہ والیہ والیہ
وخرن کلتہ البیت من بعد ثبات
لفوف بذلک البیت والامر طاهر
فاخرجنا منها الملبات بقدرہ
کذا الک بین الناس سحری المقابر

(اور یہ بات ظاہر ہے) مگر خدا نے ہکدواں سے نکال دیا اور اسی طرح تقدیریں
آدمیوں میں جاری ہوتی رہتی ہیں۔

اس سے چند شعروں کے بعد کہتے ہیں :-

”مقام مئی ایسا ہو گیا کہ گویا واماں بیچارہ مضاف
رہتا ہی نہ تھا۔ اور نہ بطحار میں عمارتیں تھیں
پس کیا ہو سکتا ہے کہ وسعت اور کشائش
تقدیر ہماری محبوب چیزیں نہ ہو دے۔ اور
کیا تیری یہ بقدری اُن باتوں سے تجھے بچا دے گی جیسے تو ڈرتا ہے۔“

فبطن مئی امسی کان لیریکن بہ
مضاض ولا یزیر الباطع عمار
فہل فرج یا قوتی شے نہ
وہل فرج یحییٰ حاتمہ اذر

اسی سلسلے میں خانہ کعبہ کی درباری خزانہ میں رہی یہاں تک کہ غنشان ملکائی
ومیی غلیل بن عثیہ خزاعی تک نوبت پہنچی۔ ایک دن اسکو نقی بن کلاب قریشی
نے خوب شرب پلائی اور خانہ کعبہ کی کھیاں اس سے ایک مشک شراب پر
مول لے لیں۔ جب ابن غنشان کو ہوش آیا تو سخت ناوم ہوا مگر اس ندامت
سے بٹنے والا ہی کیا تھا اسی وقت سے یہ مثل ٹھگنی۔ ”اخصر من ابی غنشان“۔
شاعر کہتا ہے :-

باعت خزاعۃ بیت اللہ ادمکرت | خز او جو نشیں کیا تو خدا کے گھر کو ایک مشک

بذوق خمر فہست صفقۃ البادی | بیچیدا پس کہ قدر اسکی بیخبری ہے -
 باعث سد انتہا بالذکر والذہف | اس اپنے مدست (دربانی کعبہ) کو ٹھوڑی سی
 عن المقام وظل البیت والنادی | مقدار پر بچھا لے۔ اور نہ مقام و سایہ خانہ کعبہ اور
 مجلس کعبہ سے پلٹ گیا۔ اور محو مہر گیا۔

اسکے بعد سے پھر خانہ کعبہ کی مدنت قریش میں رہی کعبہ قصی سے تو
 اپنی فطرت سے کنجیو پڑھنے کہہ لیا تھا۔ بعد میں نعیر بن عوف بن کعب بن عمر
 بن لیث بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ نے جو حکم عرب بنقا قصی کو بالکل مٹا
 کر دیا۔ اور اُنکے لئے خانہ کعبہ کی تولیت اور اسکی درباری قائم ہو گئی۔ اسی وجہ
 قریش اُنکی رائے کو مبارک سمجھتے تھے۔ اسکے بعد اس نے ایک دارالندوہ
 خانہ کعبہ کے سامنے ہی بنوایا۔ اور حاجیوں کو گھانا کھانا ملنے اور پانی پلانے کا
 ذمہ لیا۔ اسی وجہ سے اُس لئے قریش پر کچھ ترانہ مقرر کر دیا تھا۔ جسے وہ ہر سال
 ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نہایت نوبی اسکے ساتھ درباری اور متقاہ (پانی پلانا)،
 اور تجسس اور ندوہ اور لوا کے امور انجام پاتے۔

تیسری فصل

عرب کی عبادات

حج عرب کی بہت سی عبادتیں ہیں جنہیں قریشی شریعت اسلامیہ نے بھی جائز رکھا۔ مثلاً اُنکو ایک
 حج ہے۔ عرب کے قبائل بھی خانہ کعبہ کے گرد جمع ہوتے تھے اور سات مرتبہ اسکا طواف کرتے تھے۔ عمرو
 لہ عمرو کے مرنے کسی مکان کا قصد کرنا یا زیارت کرنا اگر نہ ع میں حج ادا کرے تو عمر کہتے ہیں اسیس تین
 چیزیں کرنی پڑتی ہیں۔ احرام طواف۔ صفا و مروہ کے درمیان میں سی۔

کرتے تھے۔ احرام باندھتے تھے۔ سی کرتے تھے۔ بشر الحوام اور سی میں وقوف بھی کرتے تھے۔ رمی جمرات بھی کرتے تھے جیسا کہ اب سلام میں بھی ہے۔

احرام کے انوی معنی افعال حج میں داخل ہونیکے ہیں۔ احرام کو احرام اسوجہ سے کہتے ہیں کہ حاجی جب افعال حج شروع کرتا ہے تو اپنے اوپر بالوں کا مونڈنا۔ ناخن تراشنا۔ شکار کرنا۔ عورتوں سے مقاربت کرنا حرام کر لیتا ہے۔ اسی لفظ کے مقابلے میں حدائق جہیں یہ سب باتیں جائز ہو جاتی ہیں

یا اسوجہ سے احرام کو احرام کہتے ہیں کہ سوائے لنگیوں کے اور قسم کے کپڑے پہننا اپنے لئے حج کے موقع پر حرام سمجھتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

لما رایت منادیکھ حاکم بنا | حب میں نے تمہارے منادی کو دیکھا کہ وہ ہمیں
شدت میزدل حرام و لیبیت | حج کے واسطے پکار رہا ہے تو جہٹ میں نے احرام
کی ننگی باندہ لی اور لیبیک کہی۔

عرب اپنے تمام کپڑوں کو طواف کے وقت اپنے سامنے اتار کے رکھ لیتے تھے اسکو حرم کہتے تھے۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ بے سِلے ہوئے کپڑے پہننے کو احرام کہتے ہیں۔ کیونکہ بدوسی عرب تو غلط سے ہوئے کپڑے پہننے کو کہتے تھے۔ سنے ہوئے کپڑے شہروں میں پہننے والے پہنتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ سنے ہوئے کپڑے حج میں پہننا جائز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ شرفاء حج کا لازم ہونا بھی ایسا گونہ وینادی پالیسی پر مثال ہے۔

جماد۔ حمرہ کی جمع ہے یعنی چھوٹے چھوٹے سنگریزے۔ منی کے تین جمرات ہیں۔ ہر وجہ میں ایک تیر کے پلے کا فاصلہ ہے۔ حجاج ان جمروں کو کنگریوں سے مارتے ہیں۔ اور یہ بھی حج کی عبادت میں سے ہے۔

نساء۔ عرب قبائلی حج کو ششی زمانوں میں ادا کرتے تھے۔ اور وہ ہمیشہ دوپہر کے ظاہر ہوتے تھے کہ حج کے فوائد میں سے بہت بڑا فائدہ قوم اسلام میں نکلا پیدا کرنا ایسا ہی ہمدردی کی بنا فائدہ گنا

تاریخ دی جو کی پڑتی تھی۔ پھر حبیب اوہدوں نے یہودیوں سے سنہ کیسہ کا حساب لیکھا تو سو برس تک اسلام سے پہلے پہلے اس پر عمل کرتے رہے۔ غرض اس سے یہ تھی کہ حج اُس وقت شروع کریں جبکہ کھال وغیرہ کے بنانے اور پھیلوں کی تیاری کا وقت آجائے۔ اور نہایت معقول حالت اور اچھے زمانے میں واقع ہو۔ اسی غرض سے ہر تیسرے برس ایک مہینہ قمری سال کو شمسی سال سے مطابق کر نیکی غرض سے بڑا دیتے تھے۔ مگر قمری میں لکھا ہے کہ ہر چوبیس برس میں نو مہینے بڑاتے تھے تاکہ ہر زمانے کے ساتھ سال پورا باقی رہے۔

اس کام کے انجام دینے والے بنی کنانہ کے لوگ (جنہیں قلماس کہتے ہیں) ہو کرتے تھے۔ اس میں البتہ اختلاف ہے کہ جس نے پہلے پہل ایک مہینہ مہول جاتا کا طریقہ اختیار کیا وہ کون تھا۔ بعض تو کہتے ہیں پہلا قلماس عدی بن یزید تھا۔ اور بعض سمیر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ کو بتاتے ہیں۔

قمری ہی لکنتا ہے کہ ابو تمام مالکی اس کام پر مقرر تھا۔ اسکے بعد بنی فقیہ میں سے کچھ لوگ اس کام کو پورا کرتے تھے۔

بنی فقیہ ہی کو نساہ کہتے تھے (یعنی بنی سے ایک مہینہ بھلا دینے والے) جو شخص اس کام کو انجام دیتا تھا۔ دروازہ خانہ کعبہ پر کھڑا ہوتا اور پکار کے کہتا کہ تمہارے معبود غرضی نے پہلے صفر کے مہینے کو بھلا دیا کسی سال تو اسکو حرام کر دیتا تھا۔ اور کسی سال حلال۔

انکی موافقت کرنے والے ہوازن غطفان سلیم تیسیم کے قبیلے تھے۔ آخری شخص کیسہ کا حساب کرنے والا جنادہ بن عوف بن ابیہ بن قلع بن عباد بن حذیفہ بن عبدالمذہب بن فقیہ تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ قلماس اول حذیفہ بن عبد بن فقیہ بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ تھا۔ اسکے بعد اسکی اولاد میں یہ علم آیا اور ابنہ لے اسلام میں اسکا آخری جلسہ والا تھا۔ جب چاہتا کہ کسی مہینے کو بھلا دے تو محرم کو حلال

سہدیتا تھا۔ سب اسکو ملال سمجھنے لگتے (یعنی لڑائی فساد اس مہینے میں حرام تھا۔ اگر وہ کہہ دیتا ملال ہے تو سب ملال سمجھنے لگتے) اور اسکی جگہ پر صفر کے مہینے کو حرام کہہ دیتا سب اسکو حرام سمجھنے لگتے تاکہ چار حرام مہینوں کی غذا و پوری ہو جائے۔ (چار حرام مہینوں سے مراد ذی قعدہ ذی الحجہ محرم ربیع ہے۔ عربی میں انکو اشہر حرم کہتے ہیں اور حرام کہنے کی وجہ مذکور ہو چکی) عیبرون قیس جنبل طعان اپنے فخر میں کہتا ہے۔

وای للناس لم یسبق بوند	جس شخص کو اپنے کسی عزیز کی دین لینی ہو
وای للناس لم یعلک لجاما	اور وہ لڑنا پاتا ہو۔ تو ہم سے کہے کیونکہ
السناء السائیں علی معد	ہم حرام مہینوں کو ملال اور ملال کو حرام
منہ وراجل یجھاہا حراما	کر دیتے ہیں۔

ایک دوسرے نے کہا ہے:-

انزعہ من فقیہ ابن مالک	”تم شاید جنال کرتے ہو گے کہ میں مالک
لعمری لقد غیرت ما کنت اعلم	کا بیٹا فقیہ ہوں یہ صحیح۔ مگر میں جو کچھ جانتا
لعمہ ناسی میثون نخت لوانہ	تھا سب کو بدل دیا۔ ان لوگوں کے پاس تو
یجل اذا نساء الشہور و یحرم	ایک ناسی ہے جسکے جہڈے کے نیچے

وہ لوگ چلتے ہیں۔ وہ جس مہینے کو چاہتا ہے حرام کر دیتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے ملال کر دیتا ہے۔“

مگر جب صاحب شریعت اسلامیہ کو ہجرت سے دس برس بعد حج کا حکم ہوا تو حرم نسائی کی آیت بھی نازل ہوئی۔ اسی وقت سے جو کچھ جاہلیت نے اپنے واسطے بنا لیا سب لغو ہو گیا۔ اور سب نے آپر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اسی وقت سے صوم اور حج قمری مہینے کے حساب سے شروع ہو گیا۔

اجازت جاہلیت کے زمانے میں حج کی اجازت خزانہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان سے عدوان نے لے لیا۔ انکی اجازت کا طریقہ یہ تھا کہ ایک گدی پر سوار ہو

آگے جاتا تھا اور مسافروں اور حج کے ارادے سے آئیوالوں کو مخاطب کر کے کہتا تھا۔

یاربہ اصلح بینننا واعد	اے خدا ہماری عورتوں میں اصلاح پیدا کر
بین اعدائنا واجعل المال فی	اور ہمارے دشمنوں میں عداوت ڈال دے
سمائنا ایہا الناس اوفوا	اور مال و دولت ہمارے بھینوں میں رکھ
بہدکم واکرموا جازکم	ایہا الناس تم لوگ اپنے اپنے عہدوں کو پورا
واغزوا ضیفکم	کرو اور اپنے ہمسایہ کا اکرام کرو۔ اور مہمان کی

مہمان داری کرو۔ اس کے بعد کہتا تھا اشراف نبیزکمہ لغیر۔

یہی اہانت تھی۔ یہ کہنے بہاگتا تھا۔ اور تمام حاجی اس کے پیچھے دوڑتے تھے۔ زمانہ حج کے اونٹ۔ عرب جب حج کرتے تھے تو ایک اونٹ بھی لیتا تھے اس کے گلے میں جو ناڈا لٹے تھے اور اسے بل پہناتے اور اس کے کونان کو زخمی کرتے۔ پھر کوئی شخص اس سے تعریف نہیں کرتا تھا۔ مگر بنی ختم مہیا کہ آئینہ معلوم ہوگا۔

قدابین (قربانیاں) عرب باہلی بھیڑوں اور اونٹوں کی قربانیاں خانہ کعبہ میں سو ساٹھ بتوں تک کرتے تھے۔ جو کہ خانہ کعبہ پر رکھے ہوئے تھے۔

بعض عرب کا یہ بھی خیال تھا کہ اس قدر بت تین سو ساٹھ جنوں کی تصویریں ہیں جو سال بہر کے قادم اور کارکن ہیں (سال کے ہر دن کی واسطے ایک جن) اسی قسم کا اعتقاد اہل یونان کا بھی تھا۔

خانہ کعبہ کی چہیت پر جو بت رکھا رہتا تھا۔ اس کا نام شمس تھا۔ یہ قربانیاں اور بدیہ جو انہیں چڑھائے جاتے تھے۔ انکو وزائم کہتے تھے۔ رجب کے پہلے میں ہی بتوں کے ایک قربانی کرتے تھے۔ اس کا نام عتیرہ رکھا تھا۔

عرب باہلی اپنے بتوں پر فراع کی قربانی بھی کرتے تھے۔ فراع اونٹنی کے پہلے بچے کو کہتے ہیں۔ وہ لوگ نذر کیا کرتے کہ جب میرے پاس اس قدر

اونٹ ہو جائیگے تو پہلا بچہ جو اس سے پیدا ہوگا اسے قربانی کرونگا۔ آپ کے ذبح کرنے کا قصد کرتے تھے تو پہلے اسکو زینت کرتے اور کپڑے پہناتے روزنی نے لکھا ہے کہ عرب یہ بھی نذر کرتے تھے کہ جب میرے پاس سو بہترین ہو جائیگی تو ایک کی قربانی کرونگا۔ مگر اکثر بخل کرتے اور اسے عوض میں کوئی ہرن کپڑے کے ذبح کر دیتے۔

صدر اسلام میں مسلمان بھی ایسا ہی کرتے تھے مگر بعد میں منسوخ کر دیا گیا حدیث میں ہے:- کاذبح ولا عتیرۃ۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عرب اپنے معبود و پیر سے آدمیوں کی بھی قربانی کرتے تھے۔ جیسا کہ صاحب شریعت اسلامیہ (آنحضرت) کے جد امجد اشم نے کیا تھا۔ نذر کی تھی کہ اگر دس بیٹے پیدا ہوئے تو ایک کو ضرور ہی راہ خدا میں قربانی کرونگا۔ جب دس بچے پورے ہو گئے تو ان پر قرعہ ڈالا چوٹے بیٹے عبدالمد کے نام پر قرعہ نکلا (جو صاحب شریعت اسلامیہ کے والد) مگر انکی قوم نے عبدالمد کے ذبح کرنے سے منع کیا۔ اس وجہ سے انکے عومر میں سو اونٹ سو کئے گئے۔ حدیث میں آیا ہے۔ انا ابن الذبیحین میں دو بچوں کا بیٹا ہوں ایک عبدالمد (آپ کے والد امجد) دوسرے حضرت ذبیح جناب خلیل کے ایک صاحبزادے انکے عوض میں اونٹ ذبح کئے گئے تھے اور انکے عوض میں وہ مگر اسلام میں اختلاف ہے کہ حضرت خلیل کے دو صاحبزادوں میں کون ذبیح ہے مگر اس اختلاف کا چنداں فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ چچا کو بھی باپ کہتے ہیں۔

عرب۔ نحر (قربانی) کے پہلے دن کو یوم النحر۔ دوسرے یوم کو یوم القر۔ تیسرے دن کو یوم النفر۔ چوتھے دن کو یوم الصدر کہتے تھے۔

عرب کی باقی عبادتیں

عرب میں چند عبادتیں اور بھی مقرر تھیں۔ کچھ تو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے عہد سے برابر چلی آتی تھیں۔ اور کچھ یہودیوں سے لی تھیں۔ مثلاً یہودی دو بہنوں کو ایک وقت میں اپنی زوجیت میں نہیں رکھتے تھے۔ اور جب کسی عورت سے عقد کرتے تو پھر اسکی بیٹی سے عقد نہیں کرتے تھے۔ غسل کرتے تھے۔ کٹی کرتے ناک میں پانی دینے کا رسم انہیں تھا۔ سر کول کے دھونے تھے۔ مسواک کرتے تھے استنجا کرتے تھے۔ اسی طرح ناخن ترشواتے تھے۔ مونچھیں کٹوانی سر مونڈوانا۔ موئے زمار کٹوانا۔ ختنہ کرنا۔ سور کا گوشت نہ کھانا۔ چروکا دہنا۔ اتھ کاٹنا۔ وغیرہ یہودیوں کے امور عبادت و رسوم میں تھے۔ جب اسلام نے ظہور کیا۔ تو ان باتوں کا بھی حکم دیا (چونکہ یہ سب باتیں حکمت سے مملو ہیں لہذا خداوند کریم نے صاحب شریعت کو حکم دیا کہ تم بھی اپنی امت کو یہی طریقہ سکھاؤ نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے سیکھ کے ایسا حکم دیا تھا) اور ان باتوں کے علاوہ بہت سی بری باتیں جنہیں یہودیوں نے جہالت کے زمانے میں گھڑ لیا تھا۔ صاحب شریعت نے انکو منع کیا۔ اور کچھ سزا میں بھی مقرر کیں۔ اگرچہ اکثر تو رت ہی سے ملنی جلتی ہیں۔ مثلاً طلاق دینا۔ کوڑے لگانا۔ سنگسار کرنا جس نے کسی کو جھڑ زخمی کیا ہو اسی کے برابر اسکو بھی زخمی کرنا۔ مثلاً ایک نے ایک کا دانت توڑ دیا تو اسکا بھی دانت توڑا جائے گا۔ آنکھ پھوڑی تو آنکھ اسکی بھی پھوڑی جائے گی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

قسم و عین۔ عرب اپنی قسم کھاتے وقت کھا کرتے لحنی لکھنا یعنی خدا کی قسم میں ترے پاس نہ آؤں گا۔ اور کبھی بغیر لام کے بھی استعمال کرتے تھے مثلاً حقا لا ابتک۔

زمرم اور حطیم کی بھی قسم کھاتے تھے۔ اور یوں بھی کہتے تھے لاوردھلا لیت

یعنے اس مکان (خانہ کعبہ) کے مالک کی قسم۔

زمزم۔ ایک کنوئیں کا نام جو مکہ میں واقع ہے۔ بعض انگریزی مورخین نے لکھا ہے کہ کتنے میں اس کنوئیں کے سوا کوئی کنواں نہیں ہے۔ اور خود اس کنوئیں کا پانی بھی پینے کے قابل نہیں ہے۔ اس سبب سے کہ اس کا پانی پینے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں۔

اس کنوئیں کی تعظیم و تکریم کا یہ سبب ہے کہ عرب خیال کرتے ہیں کہ اس کنوئیں کو باری تعالیٰ نے حضرت ناجرہ مصریہ کے واسطے بنا دیا تھا جبکہ وہ اپنے بیٹے کو لئے ہوئے بیر سبع کے جنگل میں حیران پھر رہی تھیں اور کہیں پانی دستیاب نہ تھا۔ اور جو کچھ اُنکے پاس قریبے میں پانی تھا وہ سب صرف ہونچکا تھا لہذا ۱۴۱-۱۴۲۔ ایک مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کنوئیں کو عبد المطلب نے کھودا تھا۔ اصل میں یہاں کنواں تھا مگر اُسکا منہ بند تھا۔ اُسپس سے سونے کی دوہنیں نکالی گئیں۔ ایک تو پھر اُسی میں ڈال دی۔ اور دوسری کو لا کے دروازہ خانہ کعبہ پر پتھر چڑھے۔

ابن خلدون مورخ کا بیان ہے کہ یہ دونوں ہرنیں اہل فارس نے قربانی میں چڑھائی تھیں کیونکہ یہ لوگ بھی بغرض حج خانہ کعبہ میں آتے تھے۔ حطیہ۔ اُس دیوار کا نام ہے جو کعبہ کے چاروں طرف کو مغربی جانب سے محیط ہے ابن درید لکھتا ہے کہ عرب جاہلی اس دیوار کی قسم کھایا کرتے تھے۔ جو جھوٹا ہوتا اسکو یہ دیوار دبا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔ اسی وجہ سے اسکو حطیم کہنے لگے۔

بلید سے مراد خود خانہ کعبہ ہے۔

منجملہ انکی قسموں کے ایک یہ بھی ہے کہ ذمۃ العرب کی قسم کھاتے تھے جب کوئی کہتا تھا کہ لا ذمۃ العرب تو بہت ہی سچا سمجھا جاتا تھا۔ اور اگر کسی بات کا معاہدہ کرتے اور اُسکے ساتھ لا ذمۃ العرب کہتے تو ضرور ہی پورا کرتے اور کبھی خیانت نہ کرتے۔

ابوبکر کے عہد میں خالد بن ولید نے متم بن نویریہ کے بھائی کو مار ڈالا تھا تو متم غناہ میں ابوبکر سے کہتا ہے۔

نعم القتل اذا لربنا حجت
نقتل اذا دخلت يا ابن الانور
ادعوتك يا الله ثم قتلت
لو هو دعالك بدمعة لم يغدر
اگر وہ اپنے ذمی کی قسم کھاتا تو کہی نہ غدر کرتا۔

ابوبکر نے جواب دیا نہ میں نے اسکو بلایا تھا اور نہ قتل کیا۔

عرب رجب کے مہینے کی جی قسم کھاتے تھے۔ اس مہینے کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور لڑائی جگہوں سے اس مہینے میں بائبل پر ہیز رکھتے تھے اس مہینے کو اتم (چپ مہینہ) اور منصل اللال (نیزے کی نوک نکال دینے والا) کہتے تھے۔ ال نیزے کی سان کو کہتے ہیں۔ جب رجب کا مہینہ آتا تو نیزوں پر سے بوڑیاں نکال لیتے۔ اور تمام مہینے بہرہ چڑھاتے۔ اس سبب سے اسکو اتم بھی کہتے تھے۔ کیونکہ اس تمام مہینے میں نیزوں کی جہک۔ گھوڑوں کی آوازیں لڑائی کی دھڑکی آواز نہیں سنی جاتی تھی۔ ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس مہینے میں روزے رکھتے تھے۔

میدانی (مصنف امثال میدانی) اذا العجوز ارجبت خارجہا کی شرح میں لکھا ہے کہ رجبہ کے معنی یہ ہیں کہ میں (یا تو) اُس سے ڈرا اور اُسکی تعظیم کی۔ اسی لفظ سے رجب بھی مشتق ہے اس سبب سے کہ کفار عرب اس مہینے سے ہت ڈرتے تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے کہی کسی سے نہ لڑتے تھے۔ اور اسی طرح ذوالفقہہ اور ذوالحجہ اور محرم میں بھی۔ ان چاروں مہینوں کو ہی شہر حرم کہتے تھے۔ مگر بنی قثم اور بنی طے سے لڑنا جائز جانتے تھے کیونکہ یہ دو قبیلے بھی ان مہینوں میں قتال و جدال جائز سمجھتے تھے۔ اسی

وجہ سے جو لوگ سنہ کبیبہ (لون) کا حساب برتتے تھے تو کہہ دیتے تھے کہ ہم نے ان مہینوں میں لڑائی حرام کر دی مگر نہ ان لوگوں سے جو ان مہینوں میں لڑنا جائز سمجھتے ہیں (یعنی بنی خثعم اور بنی طے) ایک مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ غطفان اور قیس آٹھ مہینوں میں لڑنا حرام سمجھتے تھے۔ اور ان مہینوں کو بل کہتے تھے۔

عرب کی ایک قسم یہ بھی تھی والذي اخرج العذق من الجماعۃ والنار من الوثیۃ اس شخص کی قسم جس نے خرما کا درخت گٹھلی سے پیدا اور آگ کو پتھر سے)

چوتھی فصل

عرب کی غیب دانی

عبارت نابین خلدون کا بعینہ ترجمہ :-

جس طرح سے عناصر اربعہ میں چار درجے یکے بعد دیگرے مقرر کئے ہیں۔ سب سے نیچے مٹی ہے۔ اُس سے اوپر پانی۔ اُس سے اوپر ہوا۔ اُس سے اوپر آگ۔ اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک میں خدا تعالیٰ نے یہ قوت رکھی ہے کہ اپنے قریب والی کی صورت میں آجائے۔ مثلاً پانی ہوا ہو جاتا ہے۔ ہوا آگ ہو جاتا ہے۔

اور ان میں سے جو اوپر ہے وہ بہ نسبت نیچے والے کی لطیف ہے۔ مثلاً پانی بہ نسبت مٹی کے لطیف ہے اور ہوا بہ نسبت پانی کے اور آگ بہ نسبت ہوا کے۔ افلاک ان سب سے زیادہ لطیف ہیں۔

ایسی طرح کائنات عالم میں بھی تدریج ہے۔ سب سے پختہ درجہ معاون کا ہے۔ اُس سے بڑا درجہ نباتات کا ہے اُس سے بڑا درجہ حیوانات کا ہے۔ معدنیات کا آخری درجہ نباتات کے اولے درجے سے قریب ہے۔ اور نباتات کا آخری درجہ حیوانات کے اولے درجے سے قریب ہے۔ یعنی معدنیات میں اگر ایک ذرا اور نرمی ہو جائے تو نباتات کی حد میں داخل ہو جائے۔ اور نباتات میں ایک ذرا نرمی ہو جائے تو حیوانات کی حد میں پہنچ جائے۔ دیکھو درخت خرما اور درخت انگور کو یہ قریب حلد دن اور صدف کے ہیں کیونکہ حلد دن و صدف میں سوائے قوت لامرہ کے اور کوئی قوت نہیں ہے۔

اب حیوانات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں درجات کا فرق ہے۔ کسی میں فقط قوت لامرہ ہے کسی میں کوئی اور قوت بھی زیادہ ہے۔ یونہی بڑھتے بڑھتے بہا تک پہنچے کہ اکثر میں پانچوں قوتیں ظاہری بعضوں میں باطنی اور ظاہری دونوں ہیں۔ پھر باطنی قوتوں میں بھی تفاوت ہے۔ کسی میں زیادہ کسی میں کم۔ اور سب کا آخری درجہ حضرت انسان کا ہے اس سے بڑھ کے تمام قوتوں باطنیہ و ظاہریہ میں کوئی نہیں ہے اگرچہ انسان میں بھی باہم عقل و ادراک میں فرق ہے۔ کوئی معمولی عقل کا آدمی ہے۔ کوئی اُس سے زیادہ کسی میں کمال کی مدت تک عقل ہے کسی میں نبوت تک کی عقل ہے۔ مگر اس سے آگے انسانی فطرت کی زیادتی ممکن نہیں ہے۔ یہی وہ حد ہے جس سے زیادہ ترقی انسانی صنف کی محال ہے۔

اسکے بعد ابن خلدون نے بڑی تفصیل سے نفس مدرکہ و محرکہ کو انسان میں ثابت کیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس سے بالاتر بھی ایک ایسا وجود ممکن ہے جو نفس مدرکہ و محرکہ کو قوت ادراک زیادہ دے اور اس کا اولیٰ مرتبہ انسان کے آخری مرتبہ سے قریب قریب ہو۔ اور اُس میں اس قدر قوت و

بڑھی ہوئی ہو کہ محض علم و ادراک کہے جانے کا استحقاق رکھتا ہو۔ اسی مرتبہ کو ہم عالم المائکہ کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نفس انسانیہ میں مفاد استفاد ممکن ہے کہ اپنی حد بشریہ سے نکل کے عالم المائکہ تک پہنچ جائے بلکہ جنس المائکہ میں داخل ہو جائے۔ اگرچہ کسی لمحہ اور کسی وقت میں ہو۔

ابن خلدون نے انسانی نفوس کی تین قسمیں لکھی ہیں ۱۔ جو بالکل روحانی اور اک تک پہنچنے سے عاجز ہے (جیسا کہ پیشتر کہا جا چکا ہے) اور اسکو فقط اپنے خیالی اور حسی مدارک سے کام لینے کی قوت ہے۔ اتنی ہی قوت سے علوم مقصور یہ و نقدیقیہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ جہاں تک اسکی قوت اور اکیہ و فاکر سکے۔ یہ مرتبہ علما کی عقل و ادراک کا ہے۔

۲۔ وہ ہے جو اپنے فکر کی حرکت سے عقل روحانی تک پہنچ سکے۔ اور اتنی اور اکی قوت اسکو حاصل ہو جائے کہ بدنی آلات کے استعمال کی ضرورت نہ رہے۔ اس مرتبہ میں اسکے ادراک کا دائرہ زیادہ وسیع ہو جاتا ہے اور اولیات و تدبیہات کے علم سے نظریات تک اسکی عقل جانے لگتی ہے اور مشاہدات باطنیہ اسپر روشن ہونے لگتے ہیں۔ یہی مرتبہ اور درجہ اولیا کا ہے۔ اور نیز ان لوگوں کا جن پر خدا کی طرف سے فیضان علم ہوتا ہے۔

۳۔ وہ ہے جس میں بالفعل اتنی قوت حاصل ہو کہ انسانی لباس کو اپنے سے دور کر کے المائکہ کی حد تک پہنچا سکے بلکہ کسی وقت میں سچ محاکم بن جائے اور جو علوم و ادراکات ملاء اعلیٰ کے المائکہ کو حاصل ہیں وہ اسے بھی معلوم ہونے لگیں اور کلام نفسانی اور خطاب خدائی کو سننے لگے۔

یہ درجہ انبیاء کو وحی کی حالت میں حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ انکی فطرت ہی اس مرتبہ بلند پر واقع ہے اس سبب سے تمام مدارج طے کر کے حد بشری سے نکل جاتے ہیں۔ اور المائکہ کے مرتبہ کو پہنچ جاتے ہیں۔

کہانت کا درجہ بھی انسان کے خواص نفس سے ہے یعنی انسان کے

نفس کو یہ استعداد حاصل ہے کہ اپنی بشریت کے پیرایہ سے نکل کر روحانیت کی حد میں آسکے۔ اور چونکہ یہ استعداد انسانی فطرت میں موجود ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی اصناف میں ایک قسم ایسی ہی ہے جو انبیاء کے اعلیٰ مرتبہ پر گہٹ کے اور معمولی انسانوں کی عقلوں سے زیادہ ہے۔ اور اسکو اتنی قوت حاصل ہے کہ جب اسکی قوت فکریہ میں شوق اور ارادے سے حرکت پیدا ہو تو اسکی قوت عقلیہ بھی اسکا ساتھ دے۔ لیکن اس مرتبہ سے کم اسکی قوت عقلیہ ہوگی۔ اسی وجہ سے چونکہ اسکی قوت عقلیہ اعلیٰ درجہ پر نہیں جاسکتی اور حرکت کے وقت پورے پرداز سے عاجز ہے تو محض جزئیات محسوسہ اور تخیل میں لپٹ کے رہ جاتے ہیں۔ (کیونکہ قوت عقلیہ کی حرکت کا لازمہ ہے کہ جب کسی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ضرور ہی کسی نہ کسی چیز تک اسکی انتہا ہوتی ہے۔ اگر ان علوم و کلیات تک پہنچ گئی جو حد ادراک ملائکہ ہے تو پھر کیا کہنا۔ اور اگر وہاں تک نہ پہنچ سکی تو اسکی ماتحت کی جزئیات اور تخیلات تک آ کے رک جاتی ہے) مثلاً شفاف چیزوں جیسے ستارے وغیرہ حیوانات کی بڑیاں یا کلام کا مقفی ادا کرنا یا چرندوں پرندوں کے آواز و افعال و حرکات سے کوئی نتیجہ نکالنا۔

اب چونکہ یہ قوت ان چیزوں میں بھینس کے رگڑی ہے اسوجہ سے انہی سے نتائج پیدا کرتی ہے کہہی ستاروں کے افعال و حرکات سے بھی کوئی بات پیدا کرتی ہے کہہی مردوں کی ہڈیوں سے کہہی طہور و حیوانات کی آوازوں سے اور اس کے مطابق حکم نکالتی ہے۔ کہ یہ ہوگا اور یہ نہ ہوگا۔ اسی قوت کو کہانت کہتے ہیں۔ اور کاهن انہی قوتوں والے لوگوں کو کہتے ہیں۔

مگر کاهن کو معقولات اور کلیات عالم بالا کے ادراک سے بالکل حصہ نہیں ملتا۔ کیونکہ اسکے وحی کی حد فقط شیطان تک ہے۔ اس قسم کے اعلیٰ

یہ ہے کہ کسی کلام موزون و مقفی سے اپنی ترقی میں مدولے اور لپنے اُن حواس ظاہرہ کی مدد سے علیحدہ ہو کے انصال عالم بالا پر بخوڑی قوت پیدا کر سکے۔ اگرچہ یہ انصال ناقص ہی ہو گا (کیونکہ انصال کامل تو اسی وقت ممکن ہے جبکہ نفسانی قوتیں انسانی تدارک سے بالکل علیحدہ ہو سکیں۔ اور روحانی بنجائیں)

اسی وجہ سے کبھی تو اسکا کہا ہوا بچ ہوتا ہے اور کبھی بالکل جھوٹ۔ مگر کہانت کی قوت نبوت کے زمانے میں بالکل نہیں رہتی۔ جیسی ستاروں کی روشنی آفتاب کی روشنی میں بالکل مات ہوئی رہتی ہے۔ اسی کہانت کے مرتبہ سے قریب قریب خواب دیکھنا۔ تکلم۔ ریاضۃ صناعۃ وغیرہ ہی ہیں جنکی بحث تلگے آئیگی۔

کھان۔ بیہودہ فطرتی اور باقی امتوں میں کاہن وہی شخص کہا جاتا تھا جو ذبیحوں اور قربانیوں کو خدا نالے کے سامنے پیش کرتا تھا۔ اس لفظ کے معنی میں غیب پر حکم لگانے کے معنی ملحوظ رکھے گئے ہیں جیسا کہ قوم یہود کے کاہن غیب کے امور بتاتے تھے۔

کاکھن کی تعریف۔ کاہن وہ شخص ہے جو آئندہ ہونیوالی چیزوں کی خبر دے۔ اور سارے جاننے اور علم غیب پر اطلاع رکھنے کا دعویٰ کرے۔ کلیات میں لکھتے ہیں کہ کاہن وہ ہے جو گذشتہ حالات کی خبر دے۔ اور عرف وہ ہے جو آئندہ حالات کی خبر دے۔

اس فرض کے پورا کرنے والے جاہلیت کے زمانے میں بہت سے لوگ تھے۔ منجملہ اُنکے ۱۔ انبی کاہن تھا جس نے نزار بن معد کی اولاد میں نزار بن عمر مار السمار کے مرئی کے بعد منصبہ کیا تھا۔

۲۔ اسی طرح جذبیہ ابرش بھی کاہن تھا۔ اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

۳۔ اور زبار بھی کاہنہ تھے (اسکا آئندہ ذکر آئیگا)

یہ ابن صباد ۵ سواد بن قارب (مگر ان دونوں کے پورے حالات نہیں معلوم) جن کامہوں کے حالات مفصل معلوم ہیں وہ ذیل میں مذکور ہوتے ہیں۔

۱۔ اسود غنی مذہب کے قبیلہ کا آدمی تھا۔ اس کا نام عبید بن کعب تھا۔ اسکو ذوالحمار بھی کہتے تھے (اسکو ذوالحمار اسوجہ سے کہتے تھے کہ اس کے پاس ایک کالا گدھا تعلیم یافتہ تھا۔ جب اس گدھے سے کہتا کہ اپنے رب کو سجدہ کر توجہ کرتا تھا۔ اور جب کہتا کہ بیٹھ جا تو بیٹھ جاتا تھا۔)

اس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ شعبہ سے بھی کرتا تھا۔ بابلوں کو عجائبات دکھاتا اور جو شخص اسکی تقریر سنتا اسکا قیدی بن جاتا۔

ایک شخص سسی فیروز نے ایک دن قبل وفات صاحب شریعت اسلامیہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسکو مار ڈالا۔

۲۔ عامر بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح عثمان بن عفان کا ضاعی بھائی تھا۔ یہ شخص رسول خدا کی وحی کو لکھا کرتا تھا۔ ایک دن ابتداء سے خلقت والی آیت لکھ رہا تھا۔ اسوقت اس کے دل میں آیت کا کچھ اثر ہوا۔ اور بڑی تعجب کی فضا اراد اللہ احسن الخالقین پڑھ دیا۔ اسوقت صاحب شریعت اسلامیہ نے فرمایا کہ اسکو لکھو خدا کی طرف سے یہی آیت نازل ہوئی۔ بس سنتے ہی مہم ہو گیا۔ اور کہنے لگا اگر یہ نبی ہیں تو میں بھی نبی ہوں۔ کیونکہ مجھ پر بھی تو وحی ہوئی۔ اسی کے بارے میں ابونام کہتا ہے۔

واختار من سعد لعین بنی ابی
صاح لوجی اللہ غیر خیاس
حتی استنار لبشعة السوالتی
رفعت له سيجها من الامتار
اٹھا دیئے روشن ہو گیا۔

”قبیلہ سعد ابی سرح کی اولاد میں سے ایک
عین بے خیر کو وحی خدا کے واسطے منتخب
کیا تھا۔ آخر وہ سورقرا نی کے شعلوں سے
(جنہوں نے اس کے سامنے سے پردے

جبکہ صاحب شریعت اسلامیہ نے اسکا خون مباح کر دیا تو عثمان اُسے

لیکے آیا اور سفارش کی۔ آخر حضرت نے اسکو امن دیا۔

۳۔ مسیلہ کذاب۔ اسکی کنیت ابو ثمام اور بکر بن وائل کے قبیلے سے ہے۔ مقام یمامہ میں اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ سخا میں سے لوگ اسکو رحمان الیمامہ کہتے تھے۔ کیونکہ لفظ رحمان خدا تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے ہے۔ اور کسی کو جائز نہیں کہ اس نام سے نامزد ہو۔ بعد ازاں بے انتہا جھوٹ بولنے لگا۔ یہاں تک کہ جھوٹ بولنے میں ضرب الشل ہو گیا۔ اور مثل الکذب من لے تمامہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ آخر خالد بن ولید نے خلافت ابو بکرؓ کے زمانے میں اسکو قتل کر دیا۔

۴۔ سجاج۔ ایک عورت قبیلہ یتیم کے بنی یربوع میں سے تھی۔ اسکا باپ حارث بن سوید بن عفان تھا۔ کنیت اسکی ام صادر تھی۔ مسیلہ کذاب کے زمانے میں اس نے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا۔ جب مسیلہ کذاب کا دعویٰ مشہور ہوا تو ایک دن مناظرہ کر نیکی واسطے اسے پاس گئی۔ آخر مسیلہ کو بعد امتحان نبی تسلیم کیا اور اپنی جان مسیلہ کو بخش دی۔

ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس عورت نے بعد وفات آنحضرتؐ کے جزیرہ بنی قریظ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ بنی یتیم کے لوگوں نے اسکی نبوت مان ہی لی تھی۔ اور اسقدر اس نے زور پکڑا کہ عرب کو اسکی حرکات سے ڈر گئے لگا۔ اور اسکی اس بات پر مصالحت کر لی۔ کہ عرب کے ملک سے باہر چلی جائے۔ اسکے جھوٹ کی یہی مثل پڑ گئی ہے۔ اور جب کسی کو جھوٹا کہنا ہوتا تو الکذب من سجاج کہتے۔

۵۔ طلحہ اسدی جاہلیت اور اسلام کے مشہور بہادروں میں تھا۔ پہلے اپنے اسلام قبول کیا تھا۔ پھر مرتد ہو گیا۔ پھر نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور ایک بڑی جماعت اپنے ساتھ دینے کو تیار کر لی۔ کہانت بھی کرتا تھا۔ مگر جب خالد بن ولید نے اسکی جماعت کو بھی تتر بتر کر دیا تو پھر مسلمان ہو گیا۔

۴۔ مختار بن ابی عبید بن مسعود بن عمرو بن عمیر بن عوف بن غیرہ صحابی تھا۔ قادیسیہ کی لڑائی میں جسیر کی خاص جنگ میں مارا گیا۔

عبدالمہد بن زبیر کی طرف سے کوفے میں حاکم تھا۔ پہلے تو عبدالمہد بن زبیر ہی سے نفقہ بیعت کی۔ اور محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہوا۔ اُسکے بعد خود ہی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔

۵۔ ابو الطیب تنہی۔ مشہور شاعر ہے۔ سیف الدولہ وغیرہ کی بڑی مدح کرتا ہے۔ ہجرت کے چوتھے قرن مطابق دسویں قرن میلادی کے اس نے شام میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ مگر او اُونے جو کہ حمص کا حاکم تھا۔ اس پر خروج کیا اور پکڑ کے قلعہ میں قید کیا۔ آخر اُس نے توبہ کی اور اپنے دعویٰ سے باز آیا۔
الغرض یہ لوگ تو جبکا امی ذکر آیا مدعی نبوت تھے۔ مگر اب ان کا منہل کی تفصیل سننے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

کندہ میں ایک لہجن (قبیلہ سے چھوٹا) ہے اُسکو کاسک کہتے ہیں۔ مشرقی سین میں انکی ترقی گاہ تھی۔ یہ لوگ بھی سحر و کھانت میں اعلیٰ درجہ پر فائق تھے۔ اور انکے علاوہ بھی بہت سے کاہن ہیں جنکے ناموں کی تفصیل کے واسطے ایک دفتر چاہیے۔ مگر جو ان میں سے زیادہ مشہور اور چونی کے کاہن تھے۔ وہ دو ہی تھے۔ ایک کا نام شق تھا دوسرے کا نام سلجج۔ یہہ دونوں دو بہنوں کی اولاد سے تھے۔ اور انکا ظہور بھی اسلام سے کچھ ہی قبل ہوا تھا۔

شق کا نام ابو معب شکر بن ربیع بن امول بن یزید بن قیس عبقربن انمار تھا۔ اسکے شن کہے جانے کی یہ وجہ تھی کہ فقط اُدسے دہڑے آدمی تھا یعنی اُسکے ایک ہی ہاتھ تھا۔ اور ایک ہی پاؤں۔

سلجج کا نام ربیع بن سعد بن مازن ابن ذؤب بن عدی بن مازن بن غسان تھا چونکہ اسکی نسب میں ایک شخص ذؤب (ذؤب بن عدی نامی

نامی بھی تھا اس سبب اسکو ذہنی ہی کہتے تھے۔

یہ شخص محض گوشت ہی گوشت تھا۔ ماتھ پاؤں کچھ بھی نہ تھے۔ منہ اسکا سینہ پر تھا۔ گردن بھی نثارو۔ اور سر بھی غائب۔ بالکل بیٹھ نہ سکتا تھا۔ مگر جب اسکو غصہ آتا تھا تو اسکی حرارت سے پھیل جاتا اور پیٹھ جاتا تھا۔

ان دونوں شق اور سطح کی پیدائش ایک ہی دن کی تھی۔ اسی روز نطفہ بنت الخیر حمیری جو بڑی کاہنہ اور عمر مرتضیٰ عمران کاہن بن عامر مادر السہاء کا بھائی ہے کی بیوی تھی۔ جب سطح اور شق پیدا ہوئے تو طریقہ کو یہ خیال گذرا کہ اب یہی بیوی میری خلیفہ بنے گی۔ اسی وجہ سے دونوں کو اپنے پاس منگایا۔ اور دونوں ہی کے منہ میں تھوکا۔ گویا اپنا علم کہانت ان دونوں کو دیدیا۔ اور اسی وقت مر بھی گئی۔

مشہور ہے کہ یہ دونوں چھ سو برس تک زندہ رہے تھے۔ ایک شخص نے تو لکھا ہے کہ سطح سات سو برس تک زندہ رہا تھا۔ اور زمانہ نوشیروان کسریٰ میں مرے۔

جس طرح عرب جاہلی اپنے نبی جہگڑوں کی تعبیح کے واسطے اپنے حکماء کے پاس جاتے تھے اسی طرح حادثات زمانہ اور باہمی تنازعات کے فیصلہ کرنے کی غرض سے ان کاہنوں کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ کہ یہ لوگ اپنے علم غیب سے ٹھیک فیصلہ کر دیں۔ اخباری کتابوں میں یہی ایسی باتیں بہت سی مذکور ہیں۔ شاعر کہتا ہے :-

فقلت لعرف الیمامۃ دلوئی | میں نے پیامہ کے عارف کامل سے
فانک انلا اوستی لطیب | کہا کہ تو میرا علّوج کر۔ پس اگر تو میری دوا
کر دے گا تو کیا مضائقہ ہے کیونکہ تو طیب ہے۔

دوسرا شاعر کہتا ہے :-

جعلت لعرف الیمامۃ حکمۃ | میں نے پیامہ اور نجد کے عارف کامل (کاہن) کو

و عرف بخدا انما شفیانی
فخالا شفاک اللہ واللہ مالنا
بما حملت منك الضلع عیدان
اپنی بابت ماکم کر دیا کہ دونوں مجھے شفا دیں
مگر دونوں نے کہا کہ خدا تجھے شفا دے کیونکہ
بخدا نیزی اس آگ (عشق کی آگ) پر جو نیزی
پسلیوں کے درمیان میں ہے ہمو کچھ اختیار نہیں ہے۔

اس قسم کے لوگ اسلام کے بعد بھی ہوئے ہیں۔ بربر (واقع مغرب)
میں کئی ایک کاہن ہوئے ہیں۔ انہیں سب سے زیادہ مشہور بنی یفرن میں سے
موسیٰ بن صالح تھا۔ اسکے بنائے ہوئے بہت سے کلمات شعر کی صورت
میں ہیں مگر عربی نہیں ہیں۔ ان شعروں میں بہت سخت تاثیر ہے۔ ان اشعار میں اکثر
مغرب کے بادشاہوں اور بادشاہنوں کے زوال و عروج کے متعلق باتیں ہیں۔

اسلامی سلطنت میں بھی اس قسم کی اکثر باتیں عموماً بقائے دنیا و مدت دنیا
اور خصوصاً سلطنت و احوال سلطنت کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔

مگر اس امر میں زیادہ قابل اعتبار بنی اسرائیل کے مسلمان شدہ لوگوں
میں سے مثل کعب اجار اور وہب ابن منبہہ وغیرہ کے۔ بہت سی حکایتیں نقل
کی گئی ہیں۔ اکثر ان کے اقوال مذہب کے بقا اور دنیا کی مدت کے بیان میں
احادیث اور حروف مقطعات قرآنیہ سے (جو اکثر قرآن مجید کی سورتوں کے ابتداء
میں ہیں) نقل ہوئے ہیں۔ اور اس بارے میں انھوں نے حساب جمل (حساب الجملہ)
سے کام لیا ہے جسکی تفصیل یہاں نامکن ہے۔

اسلامی جدید سلطنتوں میں کتاب جفر پر اعتبار کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ
تھا کہ اس کتاب میں نجوم و آثار نجوم کے علوم کی باتیں ہیں۔ مگر اس سے زیادہ
اور کچھ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ورنہ اسکی اعلیت جانتے تھے۔

اس کتاب کی اصل یوں ہے کہ ہرون بن سعید عملی (فرق زیدیہ کے راس نمبر)
کے پاس ایک کتاب تھی۔ اسکے مطالب امام صادق (علوین میں سے چھٹے امام
جنہوں نے خروج نہیں کیا) سے مروی تھے۔ اس کتاب میں تمام اہلبیت کے حالات

عموماً اور بعض اشخاص کے حالات بالخصوص مذکور تھے۔

یہ بات حضرت صادقؑ اور اُنکے ماقبل اور مابعد کے اماموں میں کثرت و کمالات سے حاصل تھی۔

یہ نسخہ حضرت صادقؑ کے پاس بیل کی کھال پر لکھا ہوا تھا۔ اسی سے ہارون عجمی نے نقل لی تھی۔ اور اُسکا نام جعفر رکھا تھا۔ کیونکہ بکری کی کھال کو جعفر کہتے ہیں۔ آخر یہی نام اس کتاب کا پڑ گیا۔ اور اب اس علم میں چھوٹی کو جعفر کہتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن مجید کے حل اور اسرار و رموز اور عجیب عجیب معنی حضرت صادقؑ سے مروی ہیں۔ (ابن خلدون)

مگر ابن خلدون لکھتا ہے کہ رافضی لوگ جب قدر قرآن کی تفسیر کرتے ہیں اور اُسکے عوامی و مشکلات کو حل کرتے ہیں وہ سب اسی جعفر سے ہے جسکو سعید بن ہارون عجمی نے اپنے ان اشعار ذیل میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی فرقہ زیدیہ کے راس و رئیس تھے۔

”کیا تم نہیں جانتے کہ رافضیوں میں کیا اختلاف ہے۔ ہر ایک نے صادقؑ ال محمد کے بارے میں بُرے بُرے قول کہے۔ کسی نے تو انکو امام کہا۔ اور کسی نے انکو نبی سمجھ لیا اور مجھے تو انکے بلکہ جعفر سے نہایت ہی تعجب ہوتا ہے۔ میں جعفر جاننے سے برات

المدان الا فضیلین تقرّوا
فکلهم فی جعفر قال منکرا
فطائفة قالوا امام ومنهم
طوائف سمتہ البنی المطہرا
ومن عجب لم افضد جلد جعفر
برئت الرحمن ممن تجفرا

چاہتا ہوں اور خدا کہ طرف پناہ لیتا ہوں۔“

ابن فقیہ لکھتے ہیں کہ شیعوں کا خیال ہے کہ اُنکے امام نے علم جعفر میں تمام ضروریات دین و مذہب کو لکھ دیا ہے۔ اور جو کچھ بھی قیامت تک ہو نہ والا ہے۔ شیعیہ جب امام کہتے ہیں تو اُن سے مراد صادق علیہ السلام ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو ابو العلامغزی نے اپنے ان شعروں میں ذکر کیا ہے۔

لوگوں کو پڑھنا شروع ہوا جبکہ اہلبیت رسول کو جلد
جفر کے ذریعے سے علم حاصل ہوا۔
اور مرآۃ المعجم نے انکو تمام دنیا کی آبادیاں
اور ویرانے دکھا دیئے حالانکہ وہ چھوٹا

لقد عجبوا لاهل البيت لما
اقامهم في مسك جفر
ومرآۃ المعجم وحي صفی
ارتد كل عامرة وقفر
ہی ساتھ تھا۔

علم جفر اس علم کہتے ہیں جس میں حروف سے بحث کی جاتی ہے۔ مگر
اس حیثیت سے کہ ہر حرف ایک معنی مستقل بناتا ہے اسکو علم الحروف
اور علم التکسیر بھی کہتے ہیں۔

سید النسخہ نے لکھا ہے کہ علم جفر اور جاموہ کی دو کتابیں حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں علم الحروف کے قاعدے
پر تمام حوادث جو قیامت تک ہوتے رہیں گے بیان کئے ہیں اور جتنے آئمہ
انکی اولاد میں ہوئے ہیں انکو یہ علوم حاصل تھے۔ اور قبول ولعہدی کا
خط امام رضا علیہ السلام نے مامون عباسی کو لکھا ہے (اس نے پہلے مامون
نے امام رضا کو ایک خط لکھا تھا جس میں خلافت دینے کا وعدہ کیا تھا) اسکا
مفسون یہ ہے۔

اے مامون! تم نے ہمارے حقوق کو بہ نسبت اگلوں کے زیادہ چھینا
میں تمہاری ولعہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر اور جاموہ اس بات کو صاف
بتا رہے ہیں کہ یہ ولعہدی تمام کو نہیں پہنچے گی۔ (ایسا ہی ہوا کہ خود مامون
ہی نے ولعہد بنایا اور اسی نے زہر بھی اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ دیکھو شواہد بتوت
ملا جامی کی)۔

مشائخ مغرب کو بھی علم حروف میں دستگاہ ہے اور وہ بھی اس علم کو
اہلبیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تکھن۔ ابن قلدون نے لکھا ہے کہ ایسے بھی بہت سے آدمی ملے ہیں

جو دنیا کی ہونے والی چیزوں کو قبل اُنکے ظاہر ہونے کے بتا دیتے تھے۔
 اُنکی فطرت ہی کچھ اس قسم کی تھی کہ تمام انسانوں کی طبیعت سے علیحدہ تھی
 وہ کسی صنعت کے ذریعے سے نہیں بتاتے تھے۔ نہ علم النجوم سے کام
 لیتے تھے۔ بلکہ اُن کا ذہن اور اُنکی قوت فکر یہ اس طرح پر پیدا لگی تھی۔
 کہ غیب کی باتیں انپر سنکشف ہو جاتی تھیں۔

انہی لوگوں میں سے عارفوں کی جماعت ہی تھی جو اپنی فکروں کو دور قوت
 اور کسی بات پر پوری توجہ صرف کرتی اور فطن و تخمین سے کوئی بات نکالتی
 اور دعویٰ کرتے کہ ہم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ حالانکہ وہ حقیقت میں
 غیب دان نہ تھے۔

اور انہی لوگوں میں سے ناظروں کا گروہ بھی ہے جو آئینہ وغیرہ کی
 طرح صاف و شفاف چیزوں میں اور پانی بہرے طشت میں نظر ڈالتے اور
 کسی بات کو بیان کرتے تھے۔ یا حیوانات کے دلوں اور جگہوں اور ٹہلیوں
 کو دیکھ کے حکم لگاتے تھے۔

اور انہی میں سے طائفین حضی (سنگریزہ پھینکنے والے) اور گھیلوں کے
 دانے اور گٹھلی پھینکنے والے بھی تھے۔ یہ سب لوگ کاہنوں ہی کی قسم میں
 داخل سمجھے جاتے ہیں۔ مگر کاہن کی بنسبت اُنکا درجہ کم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس
 اہل الزجر فی الطیر اور اہل الزجر فی السباع وغیرہ بھی ہیں۔

یہ ساری قوتیں انسان میں موجود ہیں (اگر آدمی اپنی حالت پر غور کرے
 اور ان میں سے کسی بات کی مشق کرے تو اسکو ترقی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ
 دماغ صحیح ہو۔)

ان لوگوں سے گھٹ کے وہ لوگ ہیں جو بخور اور تعویذوں۔ فتیلوں میں
 اپنی قوت حسیہ کو صرف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سکھوں کے ذریعے سے
 صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور جس بات کو دریافت کرنا چاہتے ہیں اُسکی سیبت

اور مثال اور اشارہ معلوم ہو جاتا ہے۔

انکے بعد مجنوں کا درجہ ہے۔ کیونکہ دیوانوں کی باتیں بھی اکثر صحیح ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جتنے قسم کے اعمال بیان کئے گئے انہیں کہہ ہی جانی جاتی ہے اور کبھی باطل بھی ہوتا ہے۔ ہمیشہ سچ ہونے کا خیال غلط ہے۔

اور اب تک اسلامی شہروں میں بہت سی ضعیف العقل عورتیں اور مرد و بچے ہیں جو اپنے آئینہ کے حالات کو رمالوں، منجھوں، طارین، حصار، طارین، حبوب (جسے حاسب کہتے ہیں) اور آئینہ اور پانی میں نظر کر بیواؤں سے (انکو مندل کہتے ہیں) دریافت کرتے ہیں۔

قیافہ ۵۔ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ باہلی عربوں میں دو طور سے

قیافہ والی تھی۔ ایک قیافۃ البشر۔ دوسری قیافۃ الآثار

قیافۃ البشر یہ ہے کہ تنہا چہرے کے خال اور بعض اعضاء بدن کی بناوٹ پر نظر کر کے جو پوچھا جاتا تھا بتا دیتے تھے۔ (ایسے شخص کو عادی کہتے تھے) ایسے اشخاص عرب کی ایک خاص قوم بنو مدج میں ہوتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا کہ ایک بچہ بیس آدمیوں کے درمیان میں رکھ دیا گیا ہے۔ اور عادی سے پوچھا ہے کہ یہ کسکا بچہ ہے وہ غور کر کے بتا دیتا تھا کہ فلاں شخص کا ہے۔

قیافۃ الآثار گھوڑوں کے سموں کے نشان اور اونٹوں کے پاؤں اور آدمیوں کے قدموں کے نقش سے پتا لگا دیتے تھے۔

اس قسم کے لوگ بھی عرب کی ایک خاص قوم میں تھے۔ یہ قوم ذاتہل میں رہتی تھی۔ جب ان میں سے کوئی شخص بہاگ جاتا یا کوئی چوراں کا مال چور لیجاتا تو اسکے قدم کے نشان کی تلاش کرتے اور اسی نشان کے ذریعے سے اسکو گرفتار کر لیتے تھے۔

زیادہ تعجب خیز بات یہی کہ بوڑھے کے نقش قدم کو جو انڈوں کے نقش قدم سے اور عورت کے نقش قدم سے مردوں کے نقش قدم کو پہچان لینے تھے

اسی طرح ہکرہ اور شیبہ اور عافہ اور مسافر وغیرہ میں فرق کر لیتے تھے۔

عمر بن خالد نازنی کی حکایت لکھی ہوئی ہے کہ ایک شخص ترک دنیا کے ہوئے قناعت پر تکیہ کر کے بیٹھا تھا۔ ایک دن کہیں جا رہا تھا کہ راہ میں کہنے لگا اری اشر۔ بچہ بن مشلید علیہا غلایر سلیمہا والفرار بقرب اکیس۔

اسی وقت سے یہ کلام ضرب الشل ہو گیا۔ جو شخص تھوڑی چیز پر راضی رہے اور ابرو کے سالم رہنے پر قناعت کرے اُسکو کہتے ہیں الفرار بقرب اکیس اکثر لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قرابت بضم قاف قریبے مشتق ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کو کسی کے پاس ٹھہرنے کا تحمل نہ ہو اُس سے جلد ہر گنا چاہتے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ قراب عبداللہ بن صمد کے گھوڑے کا نام تھا۔

ایک دن اپنے بھائی درید کے ساتھ کسی زرائی پر گیا ہوا تھا۔ اتفاقاً زرائی کا رنگ بگڑ گیا۔ تو اسکے بھائی درید نے اس سے کہا الفرار بقرب اکیس قراب پر چڑھ کے اس وقت بہاگ جانا ہی بڑی دانائی کی بات ہے۔ عہدہ نے اُسکے کہنے کو نہ مانا اور زرائی رہا۔ یہاں تک کہ مارا گیا۔

فراسد بھی قیافہ ہی کی ایک شاخ ہے اور قیافہ ہی کی دونوں قسموں سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی نوفرادہ میں یہ ہوتا ہے کہ صورت دیکھ کے اُسکے دل کی بات معلوم کر لیتے ہیں۔ کبھی اُسکی بات سن کے اُسکی حقیقت پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ کبھی ہیئتہ دیکھ کے اُسکا پیشہ معلوم کر لیتے ہیں۔ کبھی اُسکے بدن کی ساخت دیکھ کے اُسکے اخلاق پہچان لیتے ہیں۔ کبھی کسی چائہ اور ماپ کو دیکھ کے اُسکی مقدار سمجھ جاتے ہیں۔

عراق کے استدلال کے طریقے بہت سے تھے۔ مثلاً کسی کو پہلے مقابلہ میں آکر دیکھتے کہ کسی بلند مقام پر بیٹھا ہے تو اس سے سمجھ جاتے تھے کہ کوئی بلند مرتبہ شخص ہے۔ یا اگر اُسکے ماتھے میں پانی دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ یہ شخص عرصے تک زندہ رہے گا۔

غرض کہ اسی طرح افعال و حرکات انسانی کو دیکھا کرتے اور اُس میں غور کرتے رہتے اور اُس کو آئینہ حالات کے بنانے کا نوٹو سمجھتے۔ اور اُسی کے موافق حکم لگا دیا کرتے تھے۔

تفاوت تشاؤم (نیک فال بد فال) اسی قیاس اور فہم سے تفاوت و تشاؤم ہی پیدا ہوا ہے۔ فال کی تو یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص بیمار ہے اور کسی کو سنا کہ وہ بیمار کہتا ہے۔ یہ بیمار اُس سے یہ نتیجہ نکالتا تھا کہ میں اب صحیح و سالم ہو جاؤں گا۔ یا کوئی صاحب غرض ہے اور کہیں چلا جاتا ہے اور کسی نے کہہ دیا یا دہرایا غام۔ وہ سمجھ لیتا تھا کہ اب میں ضرور ہی کامیاب ہوں گا۔ خلاصہ یہ کہ فال کسی نیک اور مبارک کلمہ کو کہتے ہیں کہ جس سے کسی موقع پر نیک نتیجہ نکلا جائے۔ اور بعض اعضا کے پھر کہنے سے فال لیتے تھے۔ مثلاً اگر داہنی آنکھ پڑکتی تھی تو سمجھتے تھے کہ روست سے ملاقات ہوگی۔ شاعر اسی مطالب کو لکھتا ہے:-

ظلمت تبشرنی جلی اذا اختلجت | تیری آنکھ جب بھٹکے تو اُس نے گویا
بان اراك وقد كنا على حذر | مجھ کو خوشخبری سنائی کہ اب میں نیکو
ضروری و بچھونگا۔ حالانکہ اس سے پہلے ہم دونوں ہی ڈر رہے تھے کہ دیکھئے دیدار نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔

یا اگر وہنا تھا پھر کتا ہو تو اُس سے سمجھتے تھے کہ یہ شخص کپڑا جائیگا۔ اور اگر بایاں تھا پھر کتا ہو تو راسی کی دلیل ہوگا۔ اور کان کی حرکت کو کسی مادے کے سننے کی دلیل سمجھتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس بہت سی باتیں تھیں۔ یہ باتیں شریعت میں بھی جائز رکھی گئی ہیں۔ مگر طہرہ (بد فال) ناجائز ہے حدیث میں آیا ہے۔ الطیفة والعیافة والطرق من الحجت (بد فال) اور طیو کی آواز و حرکات پر حکم لگانا اور طوق (اسکا آگے ذکر آئے گا) کھرنے سے طیو کی کسی چیز سے بد فال لینا۔ مثلاً کتے کو دیکھ کے یہ کہنا کہ دلیلیں

عرب کا یہ خیال تھا کہ جب وہ کسی جگہ سے چلے جاتے ہیں تو وہاں کو آ کے بولتا ہے اور فریاد کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسکو جدائی کی علامت سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے کوئے کو غراب الیہین کہتے ہیں۔ مگر اسی خوف سے انہوں نے اس لفظ کا بولنا چھوڑ دیا تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو باعث فراق ہو جائے۔

عرب کا یہ بھی خیال تھا کہ کو اہبت ہی تیز اور صاف نظر ہے۔ اسی سبب شل میں کہتے ہیں اصفیٰ من عین الغراب جس طرح اصفیٰ من عین الدیك کہتے ہیں۔

جب لفظ غراب الیہین کا استعمال خوف سے چھوڑ دیا تو بجائے اسکے اسی کوئے کو اعر کہنے لگے۔ اس اشارہ اسی طرف ہے کہ یہ باعث فراق ہے۔ کیونکہ اعر ایک آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور چونکہ کو ا بھی فراق اور وصل میں سے ایک ہی جانب یعنی فراق کو ملحوظ رکھتا ہے اسوجہ سے اُسکو اعر کہا۔ جیسے اندھے کو بد فالی سے کنایتاً یا بصیر کہتے ہیں۔ اور بچپن کے دن تک مارے ہوئے یا سانپ کے کاٹے ہوئے کو سلیم کہتے ہیں۔ اور مہلبکوں کو مناوڑ (چیل میدان)۔ کامیابی کی جگہیں (جیسے وہ بے آب و گیاہ اور آزار دہ ہے اسی طرح سہلکے بھی ہیں) اسی طرح کی بہت سی باتیں ہیں۔

اور چونکہ عرب کوئے کو نہایت ہی محسوس سمجھتے تھے۔ اور عربی میں کوئے کو غراب کہتے ہیں۔ اسوجہ سے مسافرت اور مسافر کو غربت اور اغراب اور غریب کہنے لگے۔ (یعنی محسوس کوئے کے بولنے کا یہ اثر ہے) اسکے علاوہ اور جتنی چیزیں عرب کے نزدیک بد فالی کی ہیں مثلاً ہرن کا بائیں جانب سے گزر جانا یا سنگھ کھایا ہو کوئی بکرا یا کان کٹا ہوا مینڈا سامنے آ جانا۔ یا کتا پیٹا ہوا ملنا۔ اگرچہ سب محسوس ہیں مگر کوئے کو سب زیادہ محسوس جانتے ہیں۔ اُنکا خیال ہے کہ کوئے کا چیخنا بہت سی باتوں کی خبر دیتا ہے

اور نحوست کا اثر اس میں غالب ہے۔ اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ جب دو مرتبہ کو آواز دے تو بڑی (نحوست) کی علامت ہے۔ اور جب تین مرتبہ بولے تو سعادت کی علامت ہے۔

کوٹے کو اُنکی انتہائے نحوست کی وجہ سے فاسق بھی کہتے ہیں۔ اور سب میں زیادہ مغوس وہ کوٹا ہے جسکی چوچ اور بچے سرخ ہوں۔

مگر بعض بوجے کوٹے کو چوڑے کے اونٹ سے بد فالی یعنی شروع کی تہی۔ اسکا سبب یہ تھا کہ عرب جب سفر کرتے تو اونٹ ہی پر بار سفر لا دے لیتے تھے تو گویا یہی باعث مفاقت ہوتا تھا۔ اسی باعث سے شاعر کہتا ہے :-

ز عوایان مطیہم سبب النوى | عوینے خیال کیا ہے کہ اُنکی سواری
والمؤذونات بفرقة الاحباب | کے اونٹ فراق کے باعث ہیں اند
اجاب کی جدائی کی خبر دیتے ہیں۔

میدانی نے اشعار من ورقاء کی شرح میں لکھا ہے کہ ورقاء سے مراد اونٹنی ہی ہے۔

عرب جاہلی عطر (چھینک) سے بھی بد فالی لیتے تھے۔ اسکا سبب یہ تھا کہ جس گھوڑے کا عطر اس نام ہوتا اسکو بہت کمزور سمجھتے تھے۔ عرب کی اعلیٰ درجے کی نحوستوں میں اُنکو بولنا بھی سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اُنکا یہ خیال تھا کہ اُنکا بولنا دیر لے اور موت کی علامت ہے۔

۱۲ جنبل ایک طائر کا نام ہے اسے شقاق بھی کہتے ہیں۔ نحوست کی وجہ سے مقطع الظہور بھی اُسکا نام رکھ لیا ہے۔ جب یہ پرندہ کسی صبح و سالم اونٹ پر بھی بیٹھ جاتا تو سمجھ لیتے تھے کہ اب یہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اگر مسافر کو کہیں راہ میں اخیل مل گیا تو اسکو یقین ہو جاتا تھا کہ کوئی نہ کوئی عاوشہ پیش ہو گیا اگرچہ کوئی نہ مرا ہو۔

اسی مضمون میں ایک شخص نے فرزدق کا شعر پیش کیا ہے۔

اذا قطن بلغتيه ابن مدرک | اے میری اونٹنی مسافہ قطن جب تو مجھ
فلقيت من طير العراقيب اخيلا | ابن مدرک کے پاس پہنچا دے۔ تو
عراقيب کے پرندوں میں خیل سے تو ملاقات کرے۔ *

اس شخص نے شہر مذکور الصد کے ذیل میں لکھا ہے کہ عرب ہر شخص پر خدا
کو جس سے اونٹ کو نذر پہنچاتا ہے طیر العراقيب کہتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص
کسی طیر العراقيب کو دیکھتا تو کہتا اتيج له ابنا عيان یعنی زخمی ہونا اور قتل ہونا
اسکے لئے مقدر ہو گیا۔

ھرن کو بھی فال بد سمجھتے تھے اور دوپہروں تک سوئے رہنے کو بھی
اس سوئے کو نومة الحرق کہتے تھے۔ کیونکہ وہ خیال کرتے تھے کہ اس سے
کند و ہنی پیدا ہوتی ہے اور غم دالم اور خوف پہنچتا ہے۔ اسی طرح تیسرے
پہر کے سوئے کو بھی باعث جنون سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔
الان فوماذا الضمى نورث الفنى | دوپہر کا سونا تو باعث غم ہوتا ہے۔ اور
غوماذا نومة العصيل جنون | عصر کے وقت کا سونا جنون ہے۔ یعنی
موجب جنون ہے۔

عرب میں ایک شخص عبود نامی حبشی غلام تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ شخص
سات برس تک سویا ہی رہا۔ اب اگر کسی کے زیادہ سوئے کی مثل کہنی چاہتے
تھے تو انوم من عبود یا نام نومة عبود۔ کہتے تھے۔ عرب کے ایک بڑے
سولے والی شاعر ہے۔

رقدت رقادا لھیم حتی لو انی | میں ہیم کی نیند سویا۔ اگر یہ میری نیند کہیں
یکود رقادى مغنا لغنيت | مال غنیمت ہوتی تو اب تک میں دولت مند
ہو گیا ہوتا۔

نہ۔ اس مقام پر محیط المحيط میں ایک متناقض عبارت لکھی ہے جس پر خود صاحب کتاب نے ہی اعتراض
کیا ہے اس واسطے مترجم نے چھوڑ دیا ہے۔ ۱۲

ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جو شخص سفر کے واسطے گھر سے نکلے اور مڑ کے پیچھے دیکھ لے تو اس کا سفر تمام نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر اُس نے مڑ کے دیکھ لیا تو اُس کو منحوس سمجھتے تھے۔

ایک لائق مسلمان کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر مدینے کے گہروں میں ناسخ کے درخت زیادہ لگائے جائیں تو دیران ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اکثر عوام الناس ناسخ لگاتے ہی نہیں۔

ایسی ہی حکایت کثیر کی بابت مشہور ہے۔ اور اس کا سبب یہ سوچا گیا ہے کہ اس قسم کے درخت آرائش کی غرض سے ہوتے ہیں اور آسائش کے وقت میں لگائے جاتے ہیں۔ اور ظاہری بات ہے کہ آسائش اُسی وقت ہوگی جبکہ سفر وغیرہ کی زحمت سے چھوٹ جائے اور گھر میں بیٹھے اور اپنی زمین کا سامان کرے۔ اور یہ بات ضرور ویرانی اور تباہی کی باعث ہے۔ کیونکہ زیادہ آسائش سے ہزدلی اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں کا لازمہ انقلاب اور زلزلت ہے۔

عبادۃ پرندے کا اڑنا۔ یہ بھی ایک قسم کا تکھن ہے۔ اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو فال لینے کے واسطے اڑاتا۔ اگر وہ اسکی داہنی طرف سے ہو کے اڑا تو مبارک سمجھتا ہے۔ اور اگر بائیں طرف سے ہو کے گیا تو منحوس۔

ایک شخص نے لکھا ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرتے تھے تو بڑے سویرے اُٹھ کے باہر جاتے تھے۔ اور گھونسلوں سے کسی پرندے کو اڑاتے تھے۔ اگر وہ اڑ کے داہنی طرف گیا تو دائیں ہاتھ کو جاتے تھے۔ اور اگر بائیں طرف اڑ کے گیا تو بائیں ہاتھ کی راہ اختیار کرتے تھے یہی مضمون امر القیس لکھتا ہے۔ وقد اعتدوا الطیر فی وکنا تھا میں بہت سوپرے اُٹھ کے سفر میں چلا جاتا ہوں۔ جبکہ پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں۔

ہی میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایسے تیز رفتار گھوڑے پر جو کہ وحشیوں کو اپنی دوڑ میں بند کر دیتا ہے۔ اور قوی ہیکل ہے۔

یہ طریقہ خاص بنی فہد ہی کا تھا۔

جوہری نے لکھا ہے کہ عیاذہ طیور کسی تو طیور کے نام سے اور کبھی بیہوش سے اور کبھی آوازوں سے ہوتا ہے۔ عرب کی امثال میں سے ہے ابکر من الغراب اسوجہ سے کہ کوہ تمام جانوروں کی بہ نسبت سویرے اٹھتا ہے۔ اسکو البوزاج اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ عیاذہ کے وقت اسکو اڑاتے ہیں۔ اور اسی سے یہ مثل بھی نکلی ہے۔ کہ منزلہ غراب شمال بیٹے جو بات ناگوار کہنا عقاد ہی سامنے آئی۔

ایک جصف نے لکھا ہے کہ عرب کے اشعار سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کوئے کے زجر (طیور کا رونا وغیرہ) کا طریقہ ایک ہی سا تھا۔ اور انہیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں واقع ہوئی۔ البتہ کوئے کے سوا اور جانوروں کے زجر کے واسطے دو طریقے ہیں۔ ایک تو اسی طرح جیسے کوئے کے ساتھ تشام۔ (بدفالی) کرتے ہیں۔ اور دوسرے تفادل (فال نیک لینا) کے طریقے سے۔ اسی وجہ سے شاعر جب چاہتا ہے عقاب کو عقبی خیر کہہ دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے عقبی شر کہہ دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے حمام (موت) کو حمام ہی کہتا ہے۔ اور کبھی حمام کی جگہ حل اللہ یا یعنی عمل اللہ استعمال کرتا ہے۔ اور نہ ہد کو ہدی اور ہدایت سے تعبیر کرتا ہے۔ اور جباری (عقاب) کو جوہر خو۔ سے اور حبرہ (دانائی) کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ بان (ایک درخت کا نام ہے) کو بیان یلوح (نیلہ کے معنی میں) اور اوم (ایک قسم کا درخت) کو دوام العہد (ہمیشہ رہنا) کے معنی میں۔ اور صبار (پچینا) کو مصبانہ (سوزش عشق) کے معنی میں۔ اور صرو (خالص) کو تصدیق (بخشش کم کرنا) کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔

بہر حال اس طرح سے تداؤل اور تشاؤم کرتے ہیں۔ مگر کسی نے کوئے سے آجنگ نیک فال نہیں لی۔

مگر علم معانی و بیان کے ایک عالم نے لکھا ہے کہ کوئے کی دو آوازیں ہوتی ہیں ایک نعیب دوسری نعین۔ نعیب توبہ فالی کی علامت ہے اور نعین خوش فالی کی۔ (یعنی جب غاق غاق کہے تب تو خوش ہے اور جب نعین غیق کہے تو نیک فالی ہے)

اور بعضوں نے نعین کو بد فالی سمجھا ہے اور کہا ہے غق بدین یعنی جدائی کی آواز دی۔

بعض اہل الفتنہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ عرب کوئے کو مبارک سمجھتے تھے۔ مگر اوروں نے اس قول کی تردید کر دی ہے۔

طیر قارنۃ کو عرب نہایت مبارک سمجھتے تھے اور جب اُس کو دیکھتے تھے تو اس سے نیک فال لیتے تھے۔ اس پرندہ کے دو پاؤں چھوٹے چھوٹے ہیں چونچ پتی ہے۔ پیٹھ سبز رنگ ہے۔

طریق (سنگریزہ مارنا) بھی تنکھن کی ایک قسم ہے۔ جاہلیہ میں ایسا اکثر ہوتا تھا۔ اسکے عامل کو طراق کہتے تھے۔ طوارق اٹھنہ عورتیں۔ لبید بن سیم عامری کہتا ہے۔

لاحری مانند ری الطوارق بالحصا | تیری عمر کی قسم طوارق حصار اور زاجرات ولا زاجرات الطیر ما اللہ صانع | طر کچھ بھی جان سکتی کہ خدا تعالیٰ کیا کرنا والا نقد۔ عقد تکھن کی قسموں میں سے نقد ہی ہے۔ یہ ایک قسم کا جانور اور عقد ان گرجوں کو کہتے ہیں جسے ساحرہ عورتیں لگاتی ہیں۔ اور اسپر دم کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے انکو نائشات فی العقد کہتے ہیں۔

دور الفقہ۔ کوئی کامیج جب چاہتا تھا کہ کسی کی چوری کا پتہ لگائے۔ تو ایک لٹا لٹاتا تھا تو اُس کو اپنے دونوں ہاتھوں کی ہڈیوں سے

پکڑ کے دم کرتا اور پھر آنا جاتا تھا۔ جب اسکے خیال کے بموجب چور کے نام پر چوچٹنا تھا۔ تو اگلے کو آپ سے آپ حرکت پیدا ہو جاتی تھی۔ اس وجہ سے مثل مشہور ہے۔ علی بن ابی دار الفقیہ (یہ مثل اس شخص کی نسبت ہی جاتی ہے کہ جب کسی خبر کی (متہاکم) خاص شخص پر ہو۔)

هَذَا الْكُفَّان - کاہن جب اپنی کہانت سے کوئی بات نکالتا۔ یا راجح الطیر پرندے کو اڑاتا یا بال حفظ کینچنچا۔ اور اُس میں کوئی بات خلاف منشا ظاہر ہوتی تو پلکے کہتا ابنا عیان الظہر البیان اور ایک قول میں اظہر کی جگہ پر اسرار ہے۔ یعنی ان دو خطوں نے جنہیں میں نے کینچنچا ہے انھوں نے بیان کو ظاہر کر دیا۔ گویا اسکا منشا یہ تھا کہ میں اس امر کو جو ہونے والا ہے دیکھ رہا ہوں اور دوسروں کو باخبر کرتا ہوں۔

ایک قول میں ابنا کی جگہ ابنی سے یعنی یا ابنی عیان انقطاع فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں مبتدا و خبر ہے۔ اور دوسری صورت میں نداء اور جواب ہوتا ہے۔)

ریاضات

ابن خلدون لکھتا ہے کہ اپنی طرح کے مدارک غیبیہ میں یہ بھی ہے کہ بعض آدمی جب سو جاتے ہیں تو ان کے خواب میں انکی زبان سے کچھ کلمات نکل جاتے ہیں۔ اور آئندہ کی خبر دیتے ہیں۔ اسی طرح مرنے والے کی زبان سے موت کے قریب اور مقتولوں سے سر یا دہر جدا ہونے وقت کے کلمات ادا ہوتے ہیں کہ اکثر صحیح ہوتے ہیں۔

اکثر لوگ اس طرح کی عجیب دانی کا طائفہ ریاضت سے حاصل کرتے ہیں اور مصنوعی مریے بجاتے ہیں۔ یا کسی کو مصنوعی مردہ بنا دیتے ہیں۔ یعنی کوئی ایسی ترکیب کرتے ہیں جس سے تمام بینی قوتیں باطل ہو جاتی ہیں۔ اور بعد

موت کی جو بات حاصل ہوگی اُسکو قبل از موت دریافت کر لیتے ہیں اور اس کے ذریعے سے غایبات کی خبر لے آتے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں میں سے جادوگر بھی ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ اکثر جنوبی اور شمالی اقیانوسوں میں خصوصاً ہندوستان میں موجود ہیں۔ انہیں جوگی کہتے ہیں۔ اور ان کی کتابیں ہی اس فن کے متعلق بہت سی ہیں۔ انکے قہقہے بھی عجیب و غریب ہیں۔ مگر صوفیوں کی ریاضتیں دینی طریقے پر اور بے مقاصد سے خالی ہوتے ہیں۔ بہ نین انکا مقصود یہی ہوتا ہے کہ خدا سے قواسمے کا قریب حاصل کر دے۔ اور جو مزے اہل حق اور اہل توحید کھدا تعالیٰ کی قرب میں ملتے ہیں۔ اسے چکھو۔ اس ریاضت میں اطمینان قلب اور فراغ بالی پہلے کر لیتے ہیں۔ اور اکثر بھوکے رہتے ہیں۔ فقط ذکر خدا کی اپنی غذا بناتے ہیں۔ اس میں انکی ریاضت کمال کو پہنچتی ہے۔ اور اس مشق سے جو بات انکے دل میں غیب وانی کے متعلق آتی ہے اسکا نام کشف و فراست کہتے ہیں اور اس قوت کے ذریعے سے جو کوئی کام کر دکھاتے ہیں اُسکو کرامت کہتے ہیں۔

اس طرح کی باتیں جو انہیں حاصل ہو جاتی ہیں فقہ انکی ریاضت کا اثر ہوتا ہے۔ قصداً انہیں ہونا۔ بلکہ اکثر اہل تصوف تو اس کشف و کرامات سے دور بھاگتے ہیں۔ مگر چند اسلامی علمائے کرام نے کچھ ایسے ابوالسحاق اصفہانی اور ابو محمد بن ابوزید مالکی بھی ہیں۔ کشف و کرامات کا انکار کر دیا ہے۔

ان صوفیوں میں ایک قسم ایسی ہے کہ عورت سے تودیلو اسے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر باطن کو جو دیکھے تو اعلیٰ درجہ کے عاقل ہیں۔ تمام صدیقین اور اولیاء کے تمام مدارج اور مقامات اُنکو حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور غیب کی خبریں بھی اونپر منکشف ہو جاتی ہیں۔ مگر بعض علما کہتے ہیں کہ ولایت کا درجہ تو خاص عبادت گزاروں کو ملا کرتا ہے۔ اور چونکہ اس قسم کے صوفی خدا کی عبادت بالکل نہیں کرتے اس وجہ سے انکے لئے یہ کشف و کرامات

خیال سے باہر ہے۔ مگر بعضوں نے اس قول کی رو کی ہے۔ بے اتارے صوفی کو مجذوب کہتے ہیں۔ یعنی گویا آپ سے آپ غیر و سلاح کی طرف کھینچ گیا ہے۔

عرب خواب اور تعبیر خواب کا بھی بہت اعتبار کرتے تھے اور اس قسم کا اعتبار انکی پشت تہا پشت سے برابر چلا آتا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے تو تعبیر خواب کو علم طبعیات میں سے سمجھا ہے۔

ابن نلدون لکھتا ہے۔ جو رویا کہ ضعیف اور غیر روشن ہو بعض حکایت اور مثال کی طرح سوئے میں محسوس ہوا ہو تو اسکی تعبیر کی ضرورت ہو اگر تیری اور جب بلی اور واضح خواب ہو تو اسکی تعبیر کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اسوجہ خواب کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ دوسری ملائکہ کی طرف سے جنہیں فقط حکایت ہی حکایت ہوتی ہے۔ اور تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ تیسری اصنافِ احلام (شوریدر خواب۔ بے سرو پا) یا شیطانی خواب سے محض لغو ہوتا ہے۔ اسکا نہ کچھ اثر ہے نہ اس سے کچھ غم۔

اہلِ یاسنیات نے اپنی کتابوں میں کچھ اسما متبرکہ کو کچھ نقش کچھ طلسمات بھی لکھے ہیں۔ جن کو سوتے وقت اگر آدمی پڑھ کے یا سرائے رکھ کے سوئے تو جو کچھ چاہتا ہو گا اسکا جواب خواب میں لجا بیگا۔ ادن طلسمات اور اسما کو حالو یہ کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کو تعبیر خواب میں بڑی دستگاہ تھی۔ انکے بعد بہت سے لوگوں نے کتابیں بھی تعبیر خواب کے متعلق لکھی ہیں۔

انکے ایک محمد بن سیرین ہیں۔ جنکی بابت کہا گیا ہے کہ بڑے زائد نحو پیشہ ان کا بازوؤں کا تھا۔ کان سے بہرے تھے۔ یوں آدمی بڑے لایق تھے۔ انکا انتقال سالہ ہجری مطابق سنہ ۱۱۰ میں ہوا۔ انکی کتاب اس زمانہ میں تعبیر خواب کی بابت قابل اعتبار سمجھی جاتی ہے۔

صناعتِ غیبِ دانی

تنبیہ۔ (علمِ نجوم) ابنِ خلدون نے لکھا ہے کہ اکثر آدمیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ بہت سی غیبِ دانی کی چیزیں ظاہر میں موجود اور حس کے سامنے حاضر ہیں۔ مثلاً ستارے ہیں کہ انکے آثار کا اگر نتیجہ کیا جائے اور دیکھا جائے آسمان پر طلوع و غروب کے اوقات میں ایک کو دوسرے سے کیا فاصلہ ہے۔ اور عناصر میں اُسکی کیا تاثیر ہے۔ اور ترکیبِ عناصر کے مزاج سے کیا بات پیدا ہوتی ہے۔ اور اُس مزاج کا اثر ہوا پر کیا پڑتا ہے۔

اس قسم کی تنجیم غیبِ دانی نہیں ہے۔ بلکہ اسکا مدار فقط تنجیمہ اور ظن پر ہے۔ عرب جاہلی انوارِ منازل (چاند کی اٹھائیس منزلیں) میں سے ایک منزل (یہ بھی ہے) میں منجوں کی طرح اعتقاد رکھتے تھے۔ کثرتوں کا تو یہ عمل تھا کہ جب تک چاند کسی خاص نذر میں نہ سفری نہیں کرتے تھے۔ (اسکی تفصیل آگے آئیگی) مگر جب سے کہ یونانی فلسفے کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں اور تمام لوگ علوم اور اصطلاحات پر مطلع ہو گئے۔ انہی منجیم کی کلام پر یہ امر میں اعتقاد کرنے لگے۔ ملک یا دولت کے حالات اس سے دریافت کئے جانے لگے۔ انکے علاوہ بھی معمولی بانیں نجوم ہی سے معلوم کچھانے لگیں (مثلاً بچہ کب پیدا ہوگا۔ بیاہ کب ہوگا۔ بچہ اگر ہوگا تو لڑکا ہوگا یا لڑکی وغیرہ)

قرانات پر بڑا اعتقاد تھا۔ خصوصاً زحل اور مشتری کے قران پر۔ کیونکہ اسکے تین قران ہیں۔ قرانِ کبیر۔ قرانِ اوسط۔ قرانِ صغیر۔ قرانِ کبیر تو بڑے بڑے امور اور حادثوں کے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً ملک کے تغیرات دولت و حشمت کا ایک سے دوسری قوم میں چلا جانا وغیرہ۔ اور قرانِ اوسط متغلبین (غلبہ پانے والے) اور ملک کے طلبگار پیدا ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور قرانِ صغیر۔ خوارج کے ظہور پر دلالت کرتا ہے۔ اور آبادی و

بربادی سے شہروں کی خبر دیتا ہے۔

فران الغین فساد اور لڑائیوں اور خونریزیوں کی خبر دیتا ہے۔ اور خواجہ کے خرمج اور لشکر کی حرکت اور فوج کی مخالفت اور وہار و فحط کے پھیلنے کو بتاتا ہے۔

بنی اتیہ کے زمانہ میں زیادہ مخد علیہ ایک رومی منجم شیوہیل نامی تھا۔ اُس نے اسلام کے تقاریر کی مدت بتائی ہے۔

رشید اور مامون عباسی کے زمانے میں یعقوب بن اسحاق کنڈی منجم تھا۔ اُس نے القرآن الکاملہ فی الملتہ الاسلامیہ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے مگر اب چونکہ اس کتاب کا کہیں پتہ نہیں لگتا تو خیال ہوتا ہے کہ اتاری بادشاہ ہاکو نے بغداد پر فتحیاب ہونے کے بعد جن کتابوں کو دجلہ میں پھکوا دیا تھا شاید انہی میں یہ بھی رہی ہو۔

مغربی ممالک میں اس کتاب کا ایک جزو ماتھے آیا ہے جسے جفر میختر کہتے ہیں۔ مگر اسکی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ عبدالمومن کی اولاد کے واسطے گذشتہ بادشاہان موحدین کی یادگار میں لکھی گئی ہے۔

جفر اور نجوم کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ منجملہ انکے بن مرانہ کا ایک قصیدہ مغرب میں ہے۔ اور دوسرا قصیدہ ثقبیہ نامی ایک ہزار شعروں کا ہے۔ مدحہ زجل شعروں کا کسی یہودی کی تصنیف سے ہے اُس میں بھی قرانات کی بابت پانچ سو شعر مندرج ہیں۔ اور موحدین کی سلطنت کی مدت کو بیان کرتے ہیں۔

بحر مقارب میں ایک قصیدہ دانیہ سلطنت بنی ابی حفص (جو اس وقت یونیس ماتحت ممالک عثمانیہ ہے) کے متعلق تھے مشہور ہے کہ یہ قصیدہ ابن ابی رزی ساکن یونیس کی تصنیف سے ہے۔ ایک اور قصیدہ سلطنت بنی ابی حفص کے متعلق ہے۔

ایک لمبہ ہے جو مویشی کی طرف منسوب ہے۔ عامہ کی لغت میں یہ
تعبیدہ ہے اہل مغرب اسکو بحفاظت رکھتے ہیں۔

ایک لمبہ ابن عربی مائتہ کی تصنیف سے ہے۔ اس میں بڑی تفصیل
ہے۔ مگر کچھ تو معما ہے۔ اور کچھ حیوانات کی مشکلیں ہیں۔ کچھ کئے ہوئے سر
میں کچھ عجیب و غریب بانوروں کی تصویریں ہیں۔ اُسکے آخر میں ایک
تعبیدہ لایا یہ بھی ہے۔

ایک اور لمبہ شیخ ابو علی بن سینا اور ابن عقب کی تصنیف سے ہے
ایک اور لمبہ سلطنت ترک کے زوالی و حدوث میں ایک صوفی
آدمی کی تصنیف سے ہے۔ (جسے باجوہ بھی کہا کرتے تھے)

مگر یہ سب کتابیں معے کی صورت میں ہیں۔ (فی الواقع یہ کتابیں
محض من گھڑت ہیں۔ الکا کچھ اعتنا نہیں۔ کیونکہ ان کے ماخذ بالکل صحیح نہیں
ہیں۔ اور نہ سمجھ کے لکھے گئے ہیں۔ کہ ان سے کچھ حال ہو۔ بلکہ فقط فیرجی
کی غرض سے ہیں، اکثر حیلہ گر اور جعلی لوگ اس طرح کی کتابیں بے معنی
بنایا کرتے اور کسی نہ کسی معزز اور وجیہ وقت کے نام سے نامزد کر کے
اُسکے سامنے پیش کرتے۔ وہ غریب تو کچھ سمجھ سکتا نہ تھا۔ فقط یہ سمجھ کے
کہ اس شخص نے ایک عجیب و نادر کتاب تصنیف کی ہے۔ منصب اور دولت
دینا تھا۔ اور انہی تقاضوں کے ذریعے سے یہ لوگ صاحب باد و منصب
بن گئے تھے۔

مگر مشہور کتابوں میں جو آج تک برقی جاتی ہیں۔ اور اکثر اشخاص ان پر
زندگی کے نتائج اور بہلائی برائی دریافت کرتے ہیں۔ ابو مشر جعفر بن محمد بن
عمر بن مشہور نجوم کی کتابیں ہیں۔ یہ شخص علم نجوم میں کامل سمجھا جاتا تھا۔ اس
باب میں علم نجوم کی عیثیت سے اُسکا نام مثل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔
اسی نام سے اس محمد من ابی معشر کی مثل لکائی گئی ہے۔ اسکی مشہور

کتاب میں حسب ذیل ہیں :-

۱۔ مدخل - زیچ - الوت - کتاب القرائات - کتاب الدول و الملل - کتاب الملاحم - کتاب الاقالیم - کتاب التسلح - کتاب المسائل فی الموالید - کتاب الطبائع -

اسکے مرنے کا سبب یہ لکھا ہے کہ مستعین عباسی نے فقط اس بات پر کہ ایک امر کو قبل از وقوع بیان کر دیا تھا - بہت کوڑے چڑے - آخر اسی میں بے چارہ مر گیا - مرتے وقت بیچارہ کہتا تھا - اصدیت فعونت میں نے ٹھیک بات جو کہی تو اسکے عوض مارا گیا - اسکی وفات ۳۲۵ مطابق ۹۳۷ء میں ہوئی -

خط الرمل بھی منجملہ مدارک غیبیہ کے ہے جو مناعت سے تعلق رکھتا ہے - سمجھا جاتا ہے - ابن خلدون نے لکھا ہے کہ غیب والوں میں عام لوگوں کا ایک گروہ ہے جنہوں نے غیب کی باتیں دریافت کرنے کے واسطے کچھ قاعدے بنا لئے ہیں اسکو خط لکھتے ہیں - اس علم کا خلاصہ یہ ہے کہ نقطوں سے چند شکلیں چار چار درجوں کی بنائی گئی ہیں - مگر زوجیہ فروید اور برابری میں

ایک حکایت لکھی ہوئی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنی رعایا میں سے ایک شخص کو سزا کیواسطے پکڑا - اناچا لڑکھسی مکان میں چھپ گیا - مگر سمجھتا تھا کہ ابو مشر فلکی اپنے علم کے زور سے فرزد بتا دیگا تو اس نے یہ ترکیب کی کہ ایک ٹشت لیا - اور اس میں خون بھر دیا - اور بیچ میں اسکے سونکا - اور رکھ کے اُسپر بیٹھ گیا - بادشاہ نے ہر چند تلاش کرایا - مگر کہیں اُس کا پتہ نہ چلا - جب حیران ہو گیا تو امان کی منادی کرا دی کہ اسکو بچا امان ہے - اور جس نے اسکو چھپایا ہے اسکو بھی امان ہے - جب یہ خبر شہر ہوئی تو مجرم حاضر ہوا - (مگر اس سے قبل ابو مشر فلکی نے علم نجوم سے پتہ لکھا تھا کہ نجوم خون کے دریا میں سونے کے پہاڑ پر بیٹھا ہے) - بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تو کہاں تھا - اُس نے صاف کہہ دیا - بادشاہ اُس سے بہت خوش ہوا - اور ابو مشر فلکی کے علم کی ہی تعریف کی -

تعداد ہے کل خانے اُسکے سولہ ہوتے ہیں۔ یہ سولہ خانے بارہ برج اور چار
اوتار کے لحاظ سے بنائے گئے ہیں۔ ہر شکل کے واسطے ایک بست دگر
اور چند نیچے اور موجودات عالم عناصر کے کسی مخصوص صنف پر دلالت مقرر کی گئی
ہے۔ رمالوں نے اس فن کے ذریعے سے ایک ایسا فن بنالیا ہے جسکے
انداز فن نجوم اور اُسکے کچھ احکام بھی آگئے ہیں۔ مگر ان دونوں فنون میں فرق یہ ہے
کہ نجوم کے احکام تو ستاروں کے اوضاع طبعیہ اور نسبت ذاتیہ سے نکالی
جاتی ہیں۔ جیسا کہ بطلمیوس کا قول ہے۔ اور اس میں محض اوضاع فرضیہ و اتفاقیہ
ہیں اور کوئی خاص دلیل انکی صحت پر قائم نہیں کیجا سکتی۔

رمالوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ علم قدیم انبیاء سے لیا گیا ہے۔ مگر اب
تمام ملکوں میں رائج ہے۔ اور بہت سی کتابیں بھی ہمیں لکھی گئی ہیں۔ اور اسکے
جاننے والے اکثر قدامت و متاخرین مشہور ہیں۔

حساب نییم کچھ لوگوں نے من گھڑت قاعدے بنا لئے ہیں جسکو
اصول نفس روحانی انبیاء و اولیاء پر مطابق ہونے میں نہ آنکوتا شیر کو اکب سے
کوئی ربط ہے۔ نہ ظن و تخمین پر انکا مدار ہے۔ بلکہ چند مغالطے ہمیں ہیں۔ جو
ضعیف العقول لوگوں کے بہکانے کو کافی ہیں۔ اسی کو حساب نییم کہتے ہیں مگر
ارسطا طالیس فیلسوف نے جو اپنی کتاب الیاسنتہ میں ایک قاعدہ لکھا ہے
جسے لوگ حساب النیم کہتے ہیں اور خاص و عام اسپر فریقہ ہیں۔ طریقہ اُسکا یہ ہے کہ
جن دو آدمیوں کے غالب و مغلوب ہونے کا حال معلوم کرنا چاہے تو حساب
جمل (اجید کے قاعدے) سے دونوں کے ناموں کے عدد نکالیں پھر ہر ایک
ناموں میں سے نو نو طرح کرتے رہیں۔ ختم طرح پر باقی عددوں کو دیکھیں کہ کیا
رہا۔ اگر باقی عدد مقدار میں مختلف ہوں مگر زوج اور فرد ہونے میں مساوی
ہوں۔ مثلاً چار چھ۔ یا پانچ سات تو جسکے نام کے عدد کم رہ گئے ہیں وہ غالب
ہوگا۔ اور اگر ایک زوج ہو دوسرا فرد ہو تو جسکے نام کے عدد زیادہ ہونگے وہ

غالب ہوگا۔ مثلاً ایک کے نام کے عدد آٹھ باقی رہے اور دوسرے کے پانچ تو آٹھ والا غالب سمجھا جائے گا۔ اور اگر دونوں برابر برابر زوج رہے تو مطلقاً غالب سمجھا جائے گا۔ اور اگر برابر برابر دونوں فرد رہے تو طالب غالب سمجھا جائے گا۔ اسی مطلب کو شاعر نے ان شعروں میں ادا کیا ہے :-

ادی الزوج والافزادیمواقلھا	میں زوج اور فرد عددوں کو دیکھتا ہوں
واکثر واعدالتخالف غالب	کہ ان میں کا کم عدد غالب رہتا ہے
ویغلب مطلوب اذ الزوج بستیوی	اور تخالف کے موقع پر بڑا عدد غالب
وعند استواء الفز ویغلب طالب	ہوتا ہے۔ اگر دونوں زوج ہیں تو مطلقاً
غالب ہوتا ہے۔	اگر دونوں فرد ہیں تو طالب غالب ہوتا ہے۔

اور باقی حروف مذکور علاوہ ان دوناموں کے ہیں (کے ۹۔ ۱۰ طرح کر نیکی بعد کے لئے ارسطو نے ایک خاص قاعدہ مقرر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب نو نو طرح کرنے لگیں تو اس لفظ کے ہر حرف کو دیکھیں کہ آئندہ کے کن کن الفاظ میں ہیں پھر اس کے عدد اس کی جگہ پر لیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

ایقش۔ بکر۔ جلس۔ دمت۔ ہنت۔ وضع۔ نعد۔ حفظ۔ طضع۔
مگر بعض مالوں نے اس کے الفاظ کی جگہ حسب ذیل الفاظ صحیح بتائے ہیں۔
ارب۔ لیفک۔ جزلط۔ مدوص۔ هف۔ تحذن۔ غش۔ ضغ۔
لغظ۔

غرض کہ یہ سارے مال شیخ المغرب ابو العباس ابن بناء سے جو فن سیار اور اسرار حروف میں کامل تھے نقل کرتے چلے آتے ہیں اور انہی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ الفاظ ارب کا عمل بہ نسبت الفاظ ایقش کے زیادہ صحیح ہے۔ مگر جس کتاب میں حساب نیم مذکور ہے اور اسکو ارسطو کی تصنیف بتایا گیا ہے۔ محققین اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس کتاب میں ایسے ایسے لغویات بھی ہیں جو شان ارسطو کے خلاف ہیں۔

زائرجہ ۵۔ (زائرجہ) صناعی قاعدوں میں سے غیب کے حالات معلوم کرنے کے واسطے زائرجہ بھی سمجھا گیا ہے۔ اسی کو زائرجہ العالم بھی کہتے ہیں۔ بنانے والا اسکا ابو العباس احمد البستانی مغربی صوفیوں کا راس و رئیس ہے۔ یہ شخص چھٹی صدی ہجری (مطابق بارہویں قرن میلادی) کے آخر میں مراکش آفریقہ میں ابو یعقوب منصور (بابا و شاہ مسعود) کا ولی عہد تھا۔ اسی وجہ سے یہ قاعدہ بھی غریبۃ العمل ہے۔

اسکی صورت یہ ہے کہ ایک دائرہ بنایا جاتا ہے اور اُس کے اندر بہت سے متوازی دائرے افلاک اور عناصیر اور کائنات اور روحانیات وغیرہ کے بنائے جاتے ہیں۔ اور ہر دائرے کی تقسیم اُس کے فلک کے حصول کے مطابق ہر روح و عناصیر وغیرہ کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔ ہر حصے کا خط مرکز تک ختم ہوتا ہے۔ ان خطوط کو اوتار کہتے ہیں۔ اور ہر اوتار پر کچھ حروف ایک کے بعد ایک لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض اُن میں سے برشوم الزام کہے جاتے ہیں یعنی اہل دیوان اور اہل حساب مغربی کے عدد کی مشکونہ اور بعض برشوم الغبار زائرجہ کے اندر اور دائروں کے بیچ میں مختلف علموں کے نام اور کائنات عالم کے مقامات لکھے جاتے ہیں۔ دائروں کی پشت پر ایک جدول ہوتی ہے۔ جس میں بہت سے خانے پختہ ہوتے ہیں۔ مگر طولا و عرضاً متقاطع ہوتے ہیں۔ مجموعی ۵۵ خانے عرض میں اور ۱۲۱ خانے طول میں پختہ ہیں۔ ایک طرف کے خانوں میں تو کہیں عدد لکھے ہوتے ہیں۔ کہیں حروف اور دوسری طرف خالی رکھتے ہیں۔ مگر یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان عددوں کے محاذات میں کیا نسبت ہے اور کس طور پر خالی اور پر خانوں کی تقسیم کی گئی ہو۔ اور چند بیتیں لامیہ منصوبہ بحر طویل میں ہیں۔ جس سے مقصود کے نکلنے کی کیفیت اس زائرجہ سے معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ زائرجہ بالکل ہی گول مول ہے کچھ نہیں سمجھ میں آتا کہ کیونکہ سے کیا ہوا۔

زامرہ کے پہلوؤں میں ایک شعر بھی مالک بن وہب کا ہے (یہ شخص علماء اشبیلیہ میں سے ہے۔ دولت لتونہ کے زمانے میں تھا) اور وہ شعر بعینہ یہ ہے:-

سوال عظیم الخلق حزت فصن اذن

عزائب شک ضبطل الحبل مثلاً

جس سے وہ لوگ جواب نکالتے ہیں۔

اس کے بعد جن حروف منقطعہ کو انتہائے دورہ عمل میں اُسکو یکے بعد دیگرے جمع کرتے رہتے ہیں۔ جس سے ایک شعر موزون نکلتا ہے اسی شعر کے وزن اور ردی پر جو پہلے لکھا جا چکا ہے۔

ایک اور بھی زامرہ جسکو سہل بن عبد اللہ کہ طیف منسوب کرتے ہیں مگر عموماً زامرات کے عمل عجیب و غریب ہیں اور ان کے عمل میں سخت زحمت ہے۔ بائیں ہند غیب کے حالات کا ان سے دریافت ہونا بھی نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ سمجھنے کی بات ہے کہ ہماری صناعت کو امور غیبیہ کے دریافت کرنے میں جو کہ خدا تعالیٰ کے افعال میں کیا مداخلت ہے۔

مغاربہ فکشف الدقائق (وفیہ نکالنے کی حیلہ گری) برابر کے اکثر طلبہ جو معاش طبعی اور اسباب تحصیل رزق سے عاجز ہیں یہ حیلہ کرتے ہیں کہ پرانے پرانے ورق ڈھونڈ لاتے ہیں جنکے حاشیے تک بوسیدہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور ان کے حروف بھی پرانے زمانے کے ایرانی یا عبرانی خط میں لکھے ہوتے ہیں۔ اور اگر ویسے کاغذ نہ ملے تو کھدیتے ہیں کہ ہم نے انہی خطوط سے ترجمہ کر لیا ہے۔ اور انہیں کچھ علامتیں بنی ہوتی ہیں۔ جسے معلوم ہوتا ہے کہ فلان مقام پر پختہ و فن ہے اور انہی کاغذات کو لیکے امرا و روسا کے پاس جاتے ہیں۔ اور اس حیلے سے روپے پیدا کرتے ہیں۔ اگر کوئی پوچھ کر آخر تم دوسروں کو کیوں بتاتے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم نکال نہیں سکتے۔ کیونکہ

حکام وقت سے اور انکی سزا سے اور معلوم ہوتا ہے۔
اس وجہ کے میں اکثر بیوقوف آجاتے ہیں اور انکی تقدیق کر لیتے
ہیں کیونکہ وہ خود خیال کرتے ہیں کہ اگلے لوگوں کے خزانے سحری طلسم سے
مہر کر کے زمینوں میں دفن ہیں۔ اور جب تک کوئی ماہر جاننے والا نہ ہو اور
بخور وغیرہ نہ سلگائے و عائن نہ پڑھے۔ قریابی نہ چڑھائے۔ تب تک نکالا
نہیں جاسکتا۔

افریقہ کے لوگوں کو بھی یہی خبط ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام
سے پہلے جو یہاں انگریز رہتے تھے انھوں نے بھی اپنے مالوں کو زیر زمین
دفن کر دیا ہے۔ اور اپنی کتاہوں میں نشان پتے لکھ رکھے ہیں کہ نکالنے
میں وقت نہ ہو۔

مشرق کے ملک میں بھی اکثر لوگوں کو ایسا ہی خیال ہے۔ کہ قبط و روم
و فرس نے اپنے اپنے خزانوں کو زمین میں دفن کر دیا ہے۔ بلکہ اسکے متعلق
سینکڑوں لغو حکایتیں بیان کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص نے مال و جواہرات
زیر زمین مدفون دیکھے تھے۔ یا پایا تھا۔ اور اسی خیال سے وہاں پہرے
بٹھلا رکھے ہیں کہ کوئی کھود نہ لیجائے۔ اور اگر کہیں زلزلے سے زمین
وہاں کی شق ہو گئی تو سمجھتے ہیں کہ کل خزانہ تخت الثریٰ میں چلا گیا ہے۔
اور جب کھودنے کے بعد خزانہ نہیں نکلتا تو یہ نہیں کہتے کہ تنہا ہی نہیں
بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ طلسم ہماری سمجھ میں ابھی طے نہیں آیا۔

مصر میں بھی جہاں پانی ذرا خشک ہو گیا۔ یا کسی دریا میں پانی ہٹ
گیا۔ تو وہاں خزانہ تلاش کرتے ہیں اور طلسم و جادو سے کام لیتے ہیں اسوجہ
کہ انکے خیال میں قدما نے اپنے سارے خزانے دریا کے نیل میں دفن
کر دیئے ہیں (ابن خلدون)

طلسم (طلسم لفظ مفروضہ ہے۔ اسکی جمع طلسمات الی ہے) کے معنی ہیں

کہ آسانی تو توں کو ارضی قوتوں سے چند خطو مالو اور نفوس کے ذریعہ سے ملا کے اس طرح ترکیب دینا کہ جس سے سانپ بچو وغیرہ مخصوص خصیصہ جانوروں سے جو تکلیف پہنچتی ہے اسے دینا کر سکیں۔

لیکن سحر و قسم کا ہوتا ہے حقیقی۔ غیر حقیقی۔ حقیقی تو یہ ہے کہ جس کو کسی جہوئی اور اہل بے اہل چیز کو کسی سچی اور باہل صورت میں ظاہر کیا جائے اس کے لغوی معنی میں پھیر دینا۔ مگر اصطلاح میں اسکو اس سبب سے سحر کہتے ہیں کہ ایک چیز کو اسکی اصلی حالت سے دوسری حالت میں پھیر دینا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ سحر ان ٹیلیپات کو کہتے ہیں جس سے شیطان دوست بن جائے۔ اور ہر کام میں اس کرنے والے کی مدد کرے۔ انکا یہ بھی خیال ہے کہ سحر یا سچی قسم کا ہوتا ہے۔ اور جڑھ ان سب کی دو ہیں۔ سحر ابیغین (خدائی سحر) سحر اسود (شیطانی سحر) سحر ابیغین کیوں سے شیطان کو آدمی اپنا فرمانبردار بنا سکتا ہے۔ اور سحر اسود کیوں سے خودیہ عامل شیطان کا خادم بن جاتا ہے۔ اس سبب سے کہ سحر اسود میں شیطان کی عبادت اور تعظیم و تکریم کرنی پڑتی ہے اور خدائے اور اسکی کتابوں کا انکار۔ انکا یہ بھی خیال ہے کہ پہلی قسم تو حلال ہے مگر دوسری قسم حرام۔ اسی سحر کے ذریعہ سے رعد و بصرہ بناتے ہیں جنکو خزانوں کے ساتھ زمین میں دفن کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص اسکو کھود نہ لیجا سکے۔

غیر حقیقی سحر کو سیمیا کہتے ہیں۔ اس میں خیالی صورتیں خیال ہی کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ اور در اہل کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ جی ہو کہ ہے کہ وہ صورتیں آنکھوں کے سامنے بھی آتی ہیں۔ مثلاً ایک کاغذ کا مکڑہ پر پے کے برابر نریش کے جو کسی کے سامنے پیش کیا تو معذوم ہوتا ہے کہ واصل روپیہ ہے۔ اور جادوگر کے ماتھے سے جب اپنے ماتھے میں لیا تو پھر وہی کاغذ کا کاغذ۔

پانچویں فصل

عالمِ روحانی کے عالمیں جن جن اسماء مبارکہ کو استعمال کرتے ہیں

پر در نگار عالم کے اسماء شریفہ نوڈام (ننانوے) مانے گئے ہیں۔
ان ناموں کو اسماءِ احسنی کہتے ہیں۔

اللہ رحمن رحیم ملک قدوس سلام مؤمن
ہمیں عزیز جبار متکبر خالق باسِ مصور غفار
قهار ربّ رزاق فتاح علیم قابض باسط خافض
رافع معز مذل سمیع بصیر حکیم عدل لطیف
خبیر حلیم عظیم غفور شکور علی کبیر حفیظ
مغیث حبیب جلیل کریم رقیب مجیب واسع ودود مجید
باعث شہید وکیل قوی متین ولی حمید محیی مبدی
معید محیی مہیت حق قیوم واجد ماجد واحد صمد
قادر مقتدر مقدم موخر اول آخر ظاہر باطن وال
متعال برّ لقاب منتقم عفو رؤوف مالک الملک ذوالجلال اکبر
مقسط جامع غنی مغنی مانع ضار نافع نور ہادی بدیع باقی
برّ و شہید صبور۔

صاحب شریعت اسلامیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ایک نام

محمد احمد حامد محمود احد وحید ماحی حاشر
عاقب طہ کائنات طاہر مظہر طیب سید رسول نبی

رسول الرحمة قيّم جامع مقتضى رسول الملاحم رسول الراحة
 كامل أكمل مدثر مزمل عبد الله حبيب الله صفي الله نجي الله
 كبير الله خاتم الأنبياء خاتم الرسل محيي منجي مذكر ناصر منصور
 نبي الرحمة بنى الثقة حريص عليم معلوم شهير شاهر شهيد مشهور
 بشير مبشر نذير منذر نور سراج مصباح هدى مهدي منير
 داعي مدعو مجيب مجاب حفي عفو ولي حق قوي أمين مأمون
 كريم مكرم مكين متين مبین مؤتمل وصول ذوقوة ذوحرمة
 ذومكانة ذوغنى ذوفضل مطاع مطيع قدم صدق رحمة بشري
 غوث غيث غياث نعمة الله هدية الله عروة وثقى صراط الله مستقيم
 ذكر الله سيف الله ضرب الله النجم الثاقب مصطفى محبتي متقى -
 امي مختار اجير جبار الوالقاسم الوالطاهر الوالطيب الوابراهيم
 مشفع شفيع صائم مهمل مهيمن صادق مصدق صدق سيد المرسلين
 امام المتقين قائد الغر المحجلين خيل الرحمن بدمية وجيه نعيم
 وكيل متوكل كفيّل شفيق مقيم السنة مقدس روح القدس روح الحق
 روح الفتى كافى مكتفى بالغ مبلغ شافى واصل موصل سابق سائق
 هادي مهدي مقدم عزيز فاضل مفضل فاتح مفتاح مفتاح الرحمة
 مفتاح الجنة علم الايمان علم اليقين دليل الخيرات مصحح الحسنات مقبل
 العثرات صفوح عن الزلات صاحب الشريعة صاحب المقام صاحب القدر -
 مخصوص بالعرز مخصوص بالمجد مخصوص بشرف صاحب الوسيطة صاحب
 السيف صاحب الفضيلة صاحب الازار صاحب التاج صاحب المغفرة
 صاحب الحجّة صاحب السلطان صاحب الرءاء صاحب الدرجة الرفيعة
 صاحب اللواء صاحب المعراج صاحب القضيبة صاحب البراق صاحب الخاتم
 صاحب العلامة صاحب البروت صاحب البيان فيصم اللسان مطهر الجنة

رؤف رحیم اذن خیر صحیح الاسلام سید الکونین عین النعمین
عین الغر سعد اللہ سعد الخلق خطیب الام علم المہدی کاشف الکلمات
رافع القریب عز العرب صاحب الفرج۔

صحابہ۔ صحابہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاحب شریعت اسلام کو
دیکھا ہے اور با ایمان حضرت کے ساتھ رہے ہیں۔
تابعی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آنحضرت کو تو نہیں دیکھا ہے مگر
اصحاب کے زمانے میں رہے ہیں۔

مہاجرین۔ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت کی ہجرت کے وقت مکہ مدینہ میں آئے
انصار مدینہ کے وہ اشخاص ہیں جنہوں نے آنحضرت کی نصرت اور مدد
کی ہے۔ اور جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو انہوں نے جگہ دی۔
حدیث۔ جو کچھ آنحضرت نے بیان فرمایا۔

خبر۔ جو آنحضرت کے علاوہ کسی اور نے بیان کی۔
اثر۔ جو اصحاب سے ہو ہی ہے۔ مگر آنحضرت کے کلام کو بھی اثر کہتے ہیں
ام المؤمنین۔ آنحضرت کی بیوی عائشہ کا نام۔
بنو زہرا۔ آنحضرت کی بیٹی فاطمہ زوجہ علی ابن ابیطالب کا نام ہے۔
حسن حسین آنحضرت کے نواسے اور فاطمہ زہرا کے بیٹے ہیں۔
حلیہ بنت ذویب سعدی آنحضرت کی آٹا ہے۔
بلال۔ آنحضرت کے مؤذن کا نام ہے۔

ابوطیبہ۔ آپکا دو بان ہے۔
غیاث بن عمرو آپکا طرفدار تھا۔
عبداللہ ذوالجہادین۔ آپکا ہم سفر اور راہبر ہے۔
عقاب آپکے علم کا نام ہے۔
حیدان اس پیالہ کا نام تھا جس میں آنحضرت بول فرماتے تھے۔

دلیل سرخ رنگ کا ایک نچوڑ تھا۔ مقوقس حاکم اسکندریہ نے ایک
لوڈ می سمیت جسکا نام ماریہ قبطیہ تھا آنحضرتؐ کو ہدیہ میں دیا تھا۔
قصواء (یا) عضباء (یا) جلد عا کے نام کا نام ہے۔
یعفور (یا) عفیر آپ کے گدے کا نام ہے۔

ظرب (یا) ظرب (یا) کحیف آپ کے دو گایوزوں کا نام ہے۔
براق ایک گھوڑے نما جانور تھا۔ گدے سے قد میں بڑا اور چمچے
چھوٹا۔ جبیر شب معراج آپ سوار ہوئے تھے۔
لیلۃ المعراج وہ شب تھی جس میں آپ پہلے مکہ سے بیت المقدس تک
گئے اور وہاں سے آسمان تک۔

لیلۃ القدر (اس رات کو جہنمی بھی کہتے ہیں) وہ رات ہے جس میں
قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ یہ رات مخصوص طور سے نہیں معلوم مگر ماہ
رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے
اور قول قوی سنابیسویں شب ہے اور اہل تشیع کے نزدیک تیسویں شب۔
سبع طول۔ قرآن مجید کی سات بڑی سورتیں۔ سورہ بقرہ۔ سورہ آل عمران
سورہ نساء۔ سورہ مائدہ۔ سورہ النعام۔ سورہ اعراف۔ سورہ یونس۔ سورہ انفال
سورہ براۃ کا مجموعہ۔

او کو العزم مشہور قول کے مطابق نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ ہیں۔
حواری۔ انبیاء کے دو گاروں کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت
عیسیٰ کے انصاریا شاگردوں کو حواری کہتے ہیں۔

حما حبہ لکھوت۔ یونان (یونش) بنی کا نام ہے۔
قلیب ہر ذلے میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جس پر خدا تعالیٰ نظر رحمت
رکھتے ہیں اسی کو غوث بھی کہتے ہیں۔

ابدل۔ نیک اور پاک لوگوں کا وہ گروہ ہے جس کا رہنا دنیا میں لازم ہے

اور جب ان میں سے کوئی مرے دوسرا اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ بغیر اس گروہ کے دینا قائم نہیں رہ سکتی۔ انکی تعداد اٹھتر ہے۔ ۴۰ شام میں ہیں ۳۰ علاوہ شام کے اور اور مقامات میں۔

خضر - حضرت موسیٰ کے رفیق کا نام ہے۔ کنیت انکی ابو العباس ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ نام انکا آلیا تھا۔ خضر مشہور نبی ہیں۔ مگر نصاریٰ کے نزدیک انکا نام ماری جبرجس ہے۔

مشرعین - وہ لوگ ہیں جو راتوں کو خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جب کبھی تنہا گئے تو خضر (کمر) پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مخضرین ان لوگوں کو کہا گیا ہے جنکو اپنے اعمال پر قیاس کا بھروسہ ہوگا۔

ذوالکفل ایلیماس یا ہوشع یا زکریا نبی کا نام ہے۔ یحییٰ خصوصاً معروف یوحنا المعمدان مشہور نبی۔ زکریا نبی کے بیٹے ہیں۔ شعیب نبی ہیں۔ نام انکا عویسل ہے۔ مدین کے کاہن تھے۔ اور جناب موسیٰ کے خسر۔

ہود - نبی ہیں۔ نام انکا عابر بن شاریح ہے۔ قوم عاد کی ہدایت کے واسطے خدا کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ دین صائبہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے تو ہود نبی کی ہدایت کو مانا اور دین حق اور توحید خدا کے قائل ہوئے۔ منجملہ انکے لقمان بن عاد ہی ہیں۔

صالح نبی ہیں۔ قوم ثمود کی ہدایت کے واسطے بھیجے گئے تھے۔ مگر انہوں نے نبی ہونے کی دلیل مانگی۔ آپ ایک بلند ی پر چڑھ گئے اور دیا پہاڑی سے ایک اڈھنی مچھینے کے پیدا ہوئی۔ آپ نے سب سے منع کر دیا تھا کہ اسکو نہ چھو نہ مارا اور نہ مارا مگر انہوں نے نہ مانا آخر ایک شخص نے تیرا سر کے پستان میں مارا اور مرنے لگا۔ ادس کا بچہ علیہ السلام اس کے بعد

ایک بیک بہت سخت آواز آسمان سے آئی جس سے اون سب کے دل
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سب مر گئے ہیوجہ سے شل مشہور ہو گئی۔ اجبت من
للذین عقد الناقۃ شریروگوں پریشل کہی جاتی ہے۔

خزالمہ بن صفوان اہل رس کے نبی تھے۔ اہل رس ثودہی کی قوم
میں سے تھے یا بنی فالح بن عابسے۔

آدرلیں۔ اخوخ نبی کا نام ہے۔

عذیر نبی تھے نام انکا عذرا ہے۔

طالوت شاول ملک اسرائیل کا نام ہے۔

جالوت جلیات جبار فلسطینی کا نام ہے۔

اہل الکھف سات جوان تھے جو ایک غار میں اپنے دین کی حفاظت
کی غرض سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ قسطیر انکے کتے کا نام ہے۔

معروف کرخنی ابو محفوظ ابن فیروز یا ابو محفوظ بن فیروزان کا لقب ہے۔

اسکے ماں باپ دونوں نصرانی تھے مگر اس نے امام علی بن موسیٰ الرضا کے

خدمت میں اسلام قبول کیا۔ یہ شخص قبولیت دعائیں بہت مشہور تھا۔

سنتہ سحری مطابق ۱۷۷۷ء میں انتقال کیا۔

الرجال الاربعون سے مراد وہ چالیس آدمی ہیں جنہیں عیسائی لوگ

شہید جانتے ہیں۔

زما و اسلام کے نام

فضیل بن عیاض زماہ خلیفہ مارون رشید عباسی کے زمانے

میں خراسان اور بقول بعض سمرقند میں تھے۔

ابن اہم بن ادھم انکی کنیت ابو اسحاق عملی ہے خراسان کے

رہنے والے تھے انہی کی صحبت میں سفیان ثوری نے زہد سیکھا تھا۔

اویس قرنی زہد میں ضرب الشل ہیں۔ جب کسی کے زہد کی تعریف کرنا چاہتے ہیں تو ازہد من القرنی اویس کہتے ہیں۔ انکی کنیت ابن عامر تھی۔

ذوالنون مصری ابوالغیاض ثومان بن ابراہیم یا غیاض بن ابراہیم مصری زہد میں ضرب الشل تھے۔ انکی وفات ۲۵۰ھ ہجری مطابق ۸۶۴ء میں ہوئی۔

تابعہ عدویہ بنت اسماعیل قیسی بصری آل عتبک کی لونڈی تھی۔ کنیت اسکی ام النجر ہے۔ اسکی عبادت بھی ضرب الشل ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنی کتاب عوارف العارف میں اسکی تصنیف سے یہ دو شعر نقل کئے ہیں۔

انی جعلتک فی الفواد محدثی | میں نے تجھ کو اپنے دل میں اپنا ہم سخن
واجبت جسمی من اراد جلوسی | بنایا ہے اور اپنے جسم کو مباح کر دیا ہے
فالجسم منی للجہنم موشی | کہ جو چاہے اور سپر بیٹھے۔ جسم میرا تو میرے
وحبیب قلبی فی الفواد نبی | ہمنشین کا مونس ہے۔ اور میرا دلی دوست
میرے دل کے برابر انیس ہے۔

خدا کے فرشتے

ملائکہ کو برہ (نیک۔ ابرار) کہتے ہیں۔ انکی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ تو کروبیوں یا کروبیہ کہے جاتے ہیں۔ یہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ اور کچھ مفرہین ہیں۔

ناموس اکبر۔ روح القدس۔ جبرئیل۔ اس فرشتے کا نام جسے عیسیٰ لوگ جبرئیل کہتے ہیں۔ اُنکے گھوڑے کا نام حیروم ہے۔ اور کچھ ملائکہ حفظہ میں جو بندوں کے اعمال کو لکھتے اور یاد رکھتے ہیں۔

کیونکہ حفیظ اُسکو کہتے ہیں جو بندوں کی نیکیاں بدیاں لکھے۔

۱۔ اصحابِ اعراف۔ ایک قول یہ ہے کہ اصحابِ اعراف انبیاء ہونگے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ملائکہ ہونگے جو جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچانیں گے۔
معقبات۔ رات دن کے فرشتے۔

قزح۔ جو فرشتہ کہ ابر پر موکل ہے۔ قوس قزح اسی کے نام کی طرن منسوب ہے۔

رعد۔ ایک فرشتہ کا نام ہے جو ابر کو ہنکاتا چلتا ہے جس طرح ہادی
خوان اونٹ کو ہنکاتا چلتا ہے۔

صاعقة اُس آئے کا نام جسے وہ فرشتہ اپنے ماتھے میں لئے ہوئے
ہے جو چیز کے سامنے آجاتی ہے اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔
اور ہلا دیتا ہے۔ اسی سے سیف الصاعقة کا لفظ بنا یا گیا ہے (یعنی
بجلی کی تلوار) یہ تلوار ایک سعدی واث سے بنائی جاتی ہے جسکی
نسبت یہ کہا گیا ہے کہ یہ یو با بجلی کے ساتھ آسمان سے گرتا ہے۔

الارضۃ وہ فرشتے ہیں جو حضرت ابوالبشر کے ساتھ زمین پر بھیجے
گئے تھے۔ اور اسی طرح اور انبیاء کے ساتھ رہے۔ کسی زمانے میں بھی
اُن سے زمین نہیں خالی رہ سکتی۔

عزرائیل ملک الموت کا نام ہے اُنکا کام انسانوں کے ارواح
قبض کرنا ہے

منکر نکیر دو فرشتے ہیں قبر میں مردوں کے دفن ہونیکے بعد آتے
ہیں اور اُنکے دین و مذہب اور حالات زندگی سے سوال کرتے ہیں۔
انہیں اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ مستحق عذاب پر قبر ہی میں عذاب
کریں۔

بدوح ایک فرشتہ کا نام ہے جو امانتوں کی حفاظت پر موکل ہے

اسی وجہ سے اس فرشتہ کا نام لفافے پر عنوان خط کے نیچے لکھ دیتے ہیں (خواہ لفظوں میں یا ہندسوں میں ۸۶۴۲) جس طرح معروف کرنی اور قسطیہ (اصحاب کہف کا کتاب) کا نام لفافے پر حفاظت کی واسطے لکھ دیتے ہیں ہارون، ماروت۔ دو فرشتے تھے مگر خدا کی معصیت کی اور زمین پر اتار دیئے گئے۔ آخر شہر بابل پر اپنا تسلط جمایا پروردگار عالم نے انکو انسانی صورت اور جسم دیا اور فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان میں فیصلہ کیا کرو۔ اور بہکا۔ نے سے لوگوں کو روکو۔ لیکن شامستہ قسمت سے انہی کو ایک عورت کی محبت نے بہکا کے مناسبتی خدا سے دور کر دیا۔ اب چونکہ عہد اصلی انکا تو ملکی ہے اور اب سام علویہ و سفلیہ پر انکو پوری و سنگاہ ہے۔ اس سبب انہوں نے سحر بھی بڑی خوبی سے درست کیا۔ اور حکماء بابل کو سکھا دیا۔ اسی وجہ سے یہم اب تک شل ہے کہ فلاں اسحر من ہاروت و ماروت (یعنی فلاں آدمی تو ماروت و ماروت سے بھی بڑھ کے جاوگر ہے) انہی کی وجہ سے۔ بابل کی ایسی شہرت ہو گئی کہ بابل السحرا اور بابل السحر کہنے لگے۔

الحجلد الرقیع آسمان کو یا کہ ہوا یا منجمد پانی کو کہتے ہیں جو کہ آسمانوں پر ہے۔

رقیع پہلے آسمان کو کہتے ہیں۔ صاف و باریک آسمان کو۔ حاقورہ چوتھے آسمان کو بدقع بھی چوتھے آسمان کو کہتے ہیں (مگر بعضوں نے پہلے کو بھی لکھا ہے) اور ساتویں کی بابت ہی ایک قول ہے۔

عروبا۔ عذقہ ساتواں آسمان سدرة المنتہی ساتویں آسمان پر۔

بیر کا ایک درخت عرش کی داہنی طرف ہے کوئی فرشتہ اس سے آگے نہیں جاسکتا۔

ضلع بیت مہور کا نام ہے جو کہ چوتھے آسمان پر بنا ہوا ہے۔ یہ ساتواں

قول ہے کہ یہ مکان خانہ کعبہ کے مقابل میں آسمان پر بنا ہے۔

تجمل پہلی کتاب خدائی۔

لوح محفوظ ساتویں آسمان پر ایک چیز ہے جس پر تمام عالم میں جو کچھ قیامت تک ہونی والا ہے لکھا یا گیا ہے۔

السَّاعَةِ - یوم الدین - یوم الآخر - یوم الحساب - یوم الحشر
الْآزِلَةِ - یوم البعث - یوم المعاد - المحاقة - الخروج - وغیرہ روز قیامت
کے نام ہیں۔ دار السلام - دار الجزاء - حظيرة القدس جنت کے نام
ہیں۔ رضوان نگہبان جنت کا نام ہے۔ تسنیم جنت میں ایک نہر ہے۔
غرفوں اور عمارتوں کے اوپر اوپر جاری ہے۔ مسلمانوں کا قول ہے کہ
جنت کے تمام پانیوں سے یہ عمدہ اور لطیف ہے۔

فخفاح بھی جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔ کوثر شہد سے زیادہ میٹھی
اور دودھ سے زیادہ صاف اور برف سے زیادہ سرد اور مکھن سے
زیادہ لطیف جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے زبرد کے ہیں اور اس کے
کناروں پر جو ظروف رکھے ہوئے ہیں چاندی کے بنے ہوئے ہیں۔
جو کوئی اس میں سے پی لے وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

طوبی یا طیبی جنت میں ایک عظیم الشان درخت ہے۔ علیوں
علی کی جمع ہے۔ جنت کے اوپر کے حصے کا نام ہے۔ اور ایک قول یہ بھی
کہ ساتویں آسمان پر ایک مقام کا نام ہے جس میں مومنین کی روئیں جاتی ہیں
بعض کہتے ہیں کہ خود ساتویں آسمان اور جنت اور عرش کے واسطے قلعے
کو علیوں کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو علیوں
کہتے ہیں۔

آعراف جنت اور دوزخ کے درمیان میں ایک حد فاصل ہے۔
دارالبوار - ہلاکت کا گھر (جہنم) لظی - سعیر حطمة - بولش - جہنم

ہادیۃ۔ سقن دوزخ کی آگ کے سات طبقے ہیں۔ در لک کسی انتہائی عمق کو کہتے ہیں اور جہنم کے سب سے نچلے حصے کو بھی۔ مدد کلم مرتبہ اور منزلت (بیچے کا حصہ) در جلد اور پر کا حصہ۔

مالک دوزخ کے کلید بردار کا نام ہے۔ زیادہ کچھ ملائکہ ہیں جو اہل جہنم کو جہنم میں لیجائیں گے۔ صراط لہ باسا ایک پل جہنم پر بنا ہوا ہے جسکی باریکی بال سے زیادہ ہے اور تیزی تلوار سے بھی تیز۔ اقام۔ دوزخ میں ایک میدان ہے۔ سبحین جہنم کی ایک وادی کا نام ہے یا اُس کتاب کا نام جس میں کافروں اور شیطانوں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ یا اسکو کہتے ہیں جس میں جن انسان کے بدکاروں کے برے پہلے کام لکھے ہوئے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سبیل اور سبحین ایک ہی چیز ہے۔ مند ان پتھروں کا نام ہے کہ جو دوزخ کی آگ میں گرم کئے گئے اور انہیں پھر اصحاب فیل کے نام ایک ایک کر کے لکھے گئے تھے۔ انہی شہروں سے ابا بیلوں نے اصحاب فیل کو مارا تھا صعود دوزخ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جسپر گنہگار آدمی ستر خلیف تک چڑھایا جائے گا۔ پھر وہاں سے گرا دیا جائے گا۔ اور یہی سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ غسلیں خون اور پیپ جو اہل جہنم کے بدلوں سے جاری ہوگی۔ اور ہر ایک دوزخی درخت کا نام بھی ہے۔

خبال دوزخ والوں کی پیپ۔ زقوم دوزخ کی جڑ میں ایک درخت ہے جسکے خوشے شیطانوں کے سروں کے برابر ہیں اسی کے پھل دوزخیوں کو کھلائے جائینگے۔ اور اسی درخت کو قرآن میں شجرہ ملعونہ کہا گیا ہے۔

راہون۔ ہندوستان کے کسی پہاڑ کا نام ہے۔ جسپر حضرت ابوالبشر اترے تھے۔ حید حوڑ یا حید عوڑ یا حید قورین میں ایک

پہاڑ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اُس پہاڑ میں ایک غار ہے اُس میں جا کے عوام الناس جادو سیکھتے ہیں۔

برہوت حضرت میں ایک کنواں ہے جس میں کافروں کی رومیں جمع ہوتی ہیں۔

مؤتفکات اُن شہروں کو کہتے ہیں جنہیں خدا نالائے نے قوم لوط پر الٹ دیا تھا۔

ہدشی مکہ کی راہ میں ایک چٹائی ہے جس پر سے دریا دکھائی دیتا ہے اُس چٹائی کی دورا میں ہیں جو شخص اُن دورا ہوں پر سے ہو کے جائے ٹھیک مکہ میں پہنچ جائے گا۔

کاخیدہ اُس چوٹی کا نام تھا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے باتیں کی تھیں۔

بنت طلق ایک کچھوانی کا نام ہے۔ عرب کا گمان ہے کہ یہ ننانوے انڈے دیتی ہے جس سے کل کچھوے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک ایسا اندادیتی ہے کہ اُس سے سانپ پیدا ہوتا ہے۔

جساسہ الجزائر میں ایک دابہ (چوپایہ جانور) ہوتا ہے جو خبروں کو دریافت کر لیتا ہے اسکو لوگ اپنے گھر کا پڑ لاتے ہیں۔

دابۃ الارض ایک جبرائیل جو قریب قیامت کے ضرور نکلیگا۔ اسلام میں یہ بات مشہور ہے کہ قیامت کے آنے کی پہلی علامت ہی دابۃ الارض

ہے۔ شہر مکہ میں کوہ صفا سے نکلیگا اُسکے نکلنے کے واسطے کوہ صفا پیٹ جائے گا۔ اور سب لوگ اُسوقت منی کی طرف جاتے ہونگے۔ یا شہر طائف

سے نکلیگا یا تین مرتبہ تین مقام سے ظاہر ہوگا۔ اُسکے پاس حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی۔ مومن کو تو عصا سے ارتجا جائیگا اور کافر کی پیشانی پر انگوٹھی سے مہر کرے گا جس سے لکھا جائیگا ہذا کافر

جنوں کا بیان

جن بھی انسان ہی کی طرح کی مخلوق ہیں۔ انہیں بھی طائفہ۔ قبیلہ۔ عمار۔ بطون۔ انخاز۔ فضائل۔ عشائر ہوتے ہیں۔ اور ان میں بھی بادشاہ اور حکام ہیں۔ جس طرح انسانوں کے مختلف دین و مذاہب ہیں اسی طرح اُنکے بھی مختلف دین و مذاہب ہیں۔ انہیں بھی نکاح بیاہ ہوتا ہے۔ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ بعضے کالے ہوتے ہیں بعضے گورے۔ بعضے سرخ بعضے زرد اور نیلے بھی ہوتے ہیں۔

ابوالسریٰ سہل بن ابی غالب خزرجی شاعر مارون رشید خلیفہ عباسی کی بابت یہ حکایت مشہور ہے کہ وہ سجستان میں پیدا ہوا تھا اُسکو عبید اللہ دودھ پلا کے پالا تھا۔ پھر انہی جنوں میں چلا گیا۔ اُس نے ایک کتاب بھی جنوں کی نسب اور حکمت اور اشعار وغیرہ کے بیان میں لکھی ہے۔ وہ بھی کہتا تھا کہ میں نے جنوں سے امین بن رشید عباسی کے واسطے بیعت لی ہے اسی وجہ سے رشید اور امین اور زبیدہ (امین کی ماں) اسکی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ میں جنوں کے ساتھ گیا ہوں اور اُن سے پڑا بھی ہے۔ اس شخص نے بہت اچھے اچھے شعر جنوں اور شیطانوں اور غول صحرائی کے متعلق کہے ہیں۔

ایک دن رشید نے ابوالسریٰ سے ایک بات کہی (فی تحقیق تنبیح ہے) کہ اگر سچ منج تو نے جنوں کو دیکھا ہے اور جو کچھ تو اُنکے متعلق لکھتا ہے اُسکا مشاہدہ کر چکا ہے تو بڑی چیز تو نے دیکھی۔ اور اگر دیکھا نہیں ہے بلکہ محض من گھڑت ہے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ترے اشعار سے خاصہ ادب تیار ہو گیا ہے۔

شیخ شرف الدین جاحظ کا قول ہے کہ جن جو قوت ظالم یا کافر ہو جا

یا فتنہ و ضلالت کرنے لگے تو اسے شیطان کہیں گے۔ اور اگر کمالوں کے اٹھا لیجانے اور بڑی بڑی چیزیں اٹھا لینے پر قادر ہو یا آہستہ کی بات بھی سن لے تو وہ مار دیکھا جائے گا۔ اور اگر اس سے بڑھ کے ہو تو اسے عزت کہتے ہیں۔ اور اگر ان سب عیبوں سے پاک ہووے تو وہی ملک ہے۔
 لغت میں جن خلاف انسان کو کہتے ہیں (یعنی سب تو انسان کے ہوں اور پھر انسان نہ ہو) یا جو چیز جو اس غم سے معلوم نہ ہو سکے خواہ ملا کہ ہوں یا شیاطین ہوں سب کو جن ہی کہیں گے۔
 جن کو جن اسوجہ سے کہتے ہیں کہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ کیونکہ جن کے معنی پوشیدگی کے ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ملک اور جن میں عموم خصوص کی نسبت ہے اس سبب سے کہ ہر ملک کو جن کہہ سکتے ہیں اور ہر جن کو ملک نہیں کہہ سکتے شیخ ابو علی سینا نے جن کی تعریف میں لکھا ہے اندہ حیوان ہوائی متشکل بالذات کمال مختلفہ یعنی جن ایک ہوائی جاندار چیز ہے جو مختلف قسم کی شکلوں میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ مگر اس تعریف کے بعد اس نے لکھا ہے کہ یہ تعریف فقط لفظ جن کی تشریح ہے۔ مگر میں یہ نہیں کہتا کہ حقیقت میں بھی جن کوئی چیز ہے یا نہیں۔

شیخ ابو البقار نے لکھا ہے کہ فلاسفہ کی رائے میں جن اور شیطان انسان روحیں ہیں جو بدن سے جدا ہو چکی ہیں۔ اگر ان کے اعمال دنیاوی زندگی میں اچھے تھے تو ان کو جن کہا جائے گا۔ اور اگر بے اعمال تھے تو شیطان۔ ابو وہب نے لکھا ہے کہ بعض جنوں کی اولاد ہوتی ہے اور بعض محض ہوائی جسم ہیں۔ انکی نسل نہیں ہوتی۔

جانتے تمام جنوں کا باپ تھا جیسے انسانوں کے باپ حضرت ابولہبہ اسکی اولاد میں سے جو جو ابوالقباہل ہوئے ہیں ان میں سے ایک جن کا نام دوزخ

دہریش ہے۔

انکے قبیلوں کے ناموں میں سے ایک شیصبان ہے دوسرے
مردہ غزوان ہے تیسرے عسل۔

حق بھی جنوں کا ایک چوٹا قبیلہ ہے۔ انہی میں سے نہایت میاہ کتے
اور اراذل و ضغائے جنات میں بعض کہتے ہیں کہ حق انکے کتوں کو کہتے ہیں
یا جن و انسان کے درمیان میں ایک قسم ہے نہ تو خالص جن ہی ہیں۔ نہ
خالص انسان۔

مشتق بھی جنوں کی قسم میں سے ہے۔ اسکی صورت نصف آدمی کی ہے
(دیکھو اسی مقالے کی چوتھی فصل)

عمار۔ وہ جن ہیں جو گہروں میں رہا کرتے ہیں۔

۱۔ عتب۔ وہ جن ہے جس نے قرآن کو بڑی غور سے سنا تھا۔
عکب۔ بہت بڑا سرکش جن تھا۔

جنوں کی سکونت کے مقامات

وہ جن جن مقاموں کو منتخب کیا ہے کہ وہاں جنوں کی قو میں رہتی
ہیں بوجہ انکے برائے۔ وبار۔ بقار۔ (رمل عالج میں ایک موضع ہے)
بلو تہ (بحرین میں ایک مقام ہے) حوش (رمل بیرین کی پشت پر ایک مقام ہے)
وہاں کوئی آدمی نہیں قیام کر سکتا۔ ایک قسم کے اونٹ بھی اس موضع سے
منسوب کئے جاتے ہیں۔ جنگو حوشہ کہتے ہیں (موب دابر) (اسکو موت دابر
بھی کہتے ہیں۔ عرب میں مثل کے طور سے کہتے ہیں تذکنہ فی ہوت دابر
جسکا مطلب یہ ہوا کہ میں نے فلاں شخص کو ایسے مقام پر چھوڑا ہے کہ اب
اسکی خبر ہی نہیں آ سکتی۔ گویا جنوں نے اسکو کھالیا۔) عبقز یہ بھی ایک ایسا
مقام ہے جسکی مثل دیکھائی ہے۔ جب کسی شخص کو یہ بتانا منظور ہوتا ہے کہ

بے مثل ہے تو کہتے ہیں ہذا عبقری القوم یعنی یہ شخص عبقری ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ موضع عبقر کی عمارتیں ایسی اچھی اور خوبصورت ہیں کہ عرب کے خیال میں انسانی کوششوں کا نمونہ نہیں سمجھی جاسکتیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ان عمارتوں کو جنوں نے ہی بنایا ہے۔ اسی وجہ سے ہر عجیب چیز کو عبقری کہتے ہیں۔ مثلاً ظلم کو بھی عبقری (یعنی عجیب و غریب طرح کا ظلم) کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ عبقر اور جبر منفش چادر کو کہتے ہیں اور ان چیزوں کو بھی کہتے ہیں جنہر جنوں کا سایہ پڑ جاتا ہے۔ اور وہ انہر عاشق ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دودھ ہے کہ یہ بھی عرب کے خیال میں جنوں کو بہت پسند ہے اسی وجہ سے کہتے ہیں اللہ بن محضر فوط انا لہ۔ بھائی دودھ پر جنوں کا سایہ ہو جاتا ہے اپنے برتن پر کپڑا ڈال لو۔ اسی طرح کف محصورہ (جنوں کے بنائے ہوئے مکانات) اُس مقام کو کہتے ہیں جہاں جن آیا کرتے ہیں۔

جنوں کے بنائے ہوئے مکانات میں سے ایک صراح ہے جس میں بلقیس نشانہ راہی حاکم شہر سبار ہتی تھی۔ دوسرے تدر بے (یہ قلعہ شام میں بنا ہوا ہے) علیٰ ہذا القیاس ہر قدیم عمارتوں کو جو نہایت استحکام کے ساتھ یا نہایت خوبصورت اور خوشنما بنی ہیں انکو عرب جاہلی بھی سمجھتے تھے کہ بس جنوں نے ہی بنایا ہے۔ آدمیوں کی قوت اسکے بنانے میں فائز نہیں کر سکتی۔

جنوں کی آواز۔ عرب کا خیال ہے کہ جنوں کی آواز پٹیل میدالوں میں سنائی دیتی ہے۔ اسکو عرف کہتے ہیں۔ زمی زمی۔ زینم۔ اُسی آواز کی نقل ہے۔

بڑے سے بڑا خوف جو لوگوں کو جنوں سے ہے وہ یہ ہے کہ اکثر یہاں

انسانی مردوں پر عاشق ہو جاتی ہیں۔ اور ان سے بد فعلی چاہتی ہیں۔ اور اسی طرح جن بھی انسانی عورتوں پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں سے مل کے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ مجذبات اور ماویات سے ملکے بھی اولاد ہو سکتی ہے۔

عرب کی قوم نے جن جن آدمیوں کی بابت یہ دعویٰ کیا ہے کہ انکی ولادت آدمی اور جن یا ملائکہ سے ملکے ہوئے انہیں سے ایک جہم ہے عرب کا یہ بھی خیال ہے کہ جہم انسان اور فرشتے کے تناسل سے پیدا ہوا، اور یہی خیال بلقیس (شہر سبکی شاہزادی) اور سکندر ذوالقرنین کی نسبت بھی ہے۔ (بعضوں کا خیال ہے کہ سکندر ذوالقرنین اور سکندر بن فیلیس مکہ و مکی دو شخص تھے۔ اور اسی سکندر بن فیلیس کو یونانی لوگوں نے ہرقل کہا ہے)

عمر بن یربوع کی بابت بھی عرب کا خیال ہے کہ آدمی اور غول بیا بانی کے تناسل سے پیدا ہوا ہے۔
غرض اسطرح کے بہت سے خیالات قاسدہ انکے دماغ میں تھے۔ لیکن اسلام نے ان کے سب کو مٹایا۔

جن اور شیطان کے متعلق لغات

جہنم شیطان۔ خبیث ذکور شیطان خبائث ماوہ شیطان ابوہریرہ ابو قحزہ ابلیس کی کنیت ہے۔

زالنبور۔ ڈنبر۔ اعور۔ مسوط۔ داسم۔ ابلیس کے پانچ بیٹوں کے نام ہیں۔ جیہ پانچوں اسکی ذریت میں داخل ہیں۔ اور ہر ایک انکے متعلق ایک ایک کام ہے۔

ایبی اسکی بیٹی کا نام ہے۔ قلاط۔ قلوب۔ شیطانوں کی اولادوں کے

نام ہیں۔ ہیاہ۔ دکالی۔ دلامز انہی شیطانوں کے نام ہیں۔ ولہان
مذہب یہ دو شیطان ہیں جو وٹنویں بہت سا پانی صرف کرتے ہیں۔
خندب اُس شیطان کا نام ہے جو نماز میں بہکتا ہے۔
اذب پہاڑوں کی سخت چٹائیوں اور راہوں کا شیطان ہے۔
ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو ابن زبیر نے دیکھا تھا۔ اسکے
سر پر ایک کوڑا مارا بس فوراً ہی مر گیا۔

ذو جہ ایک شیطان کا نام یا جنوں کے رئیس کا نام ہے۔ اسی
کے نام سے گرم ہواؤں (گرمی کی لہروں) کو زولجہ کہتے ہیں۔ اسوج سے
کہ یہ غبار اڑاتی ہے اور آسمان تک لیجاتی ہے۔ اور ایک عمود کی
صورت میں سے آسمان تک غبار قائم ہو جاتا ہے۔ اس شیطان کو ام زولجہ
بھی کہتے ہیں۔ اس خیال سے کہ یہی غبار اڑاتا ہے۔

چھٹی فصل

عرب کی عادات اور حشیانہ خیالات جو اسلام کے
آنے سے برطرف ہوئے

عرب جاہلین کے بہت سے وحشیانہ خیالات تھے اور بہت سی
لغو عادتیں تھیں جنکو وہ اپنی رائے میں بہت بہتر سمجھتے تھے۔ لیکن
اسلام نے ان سب کو مٹا دیا۔

منجملہ انکے عجیبہ۔ سائبہ۔ حام۔ خمر۔ میسر۔ الضباب۔ ازلام
و الذبانات۔ رفادۃ فی الحج تھے۔ لیکن جس دن سے کہ یہ آیت نازل

ہوئی۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ خدا قائلے نے برگز بجیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور عام کو نہیں قرار دیا ہے۔ اور خمر (شراب) اور میسر اور انصاب اور ازلام خمس چیزیں ہیں۔ اور شیطانون کے فعل ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ بس اسی دن سے یہ سب فضول باتیں ترک ہو گئیں۔

مجیدہ اُس اونٹنی کو کہتے تھے جسکے پانچ بچے ہو چکے ہوں اور آخری بچہ نہ ہو۔ تو اُس اونٹنی کا کان شق کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ اُسکی زکات بھی نہیں دیتے تھے۔ اور یہ بھی حکم تھا کہ چاہے کہیں چرے چاہے کسی گھاٹ پر پانی پیئے۔ کوئی شخص اُسکو نہ روکے (جیسے ہندوؤں میں سانڈیل کی قدر ہوتی ہے)

سائبہ (غلام آزاد) جب کوئی شخص اپنے غلام کو آزاد کرتا تھا تو کہہ دیتا تھا ہو سائبہ۔ اس کہہ دینے کے بعد کوئی صیغہ اور کوئی میراث اُن دونوں میں نہیں رہ جاتی تھی۔

وصیلہ بھڑوں میں ہوتا تھا۔ یعنی جب کسی بھڑ کے بچہ پیدا ہوتا اور وہ مادہ ہوتا تو اُسکو اپنے واسطے رکھتے اور اگر نہ پیدا ہوتا تو اپنے بتوں پر چڑھاتے۔ اور اگر نہ مادہ دونوں پیدا ہوتے تو کہتے تھے۔ وصلت اخاھا (یہ مادہ بچہ اپنے بہائی سے لگ گیا) پھر اُس زکوٰۃ بانی نہیں کرتے۔ حام۔ زاونٹ کو کہتے تھے جس زاونٹ کی جھنٹی سے دس بچے پیدا ہو چکے تھے تو پھر اُسکی اتنی عزت کہتے کہ کبھی اسپر بوجہ نہ لاتے۔ نہ سواد ہوتے۔ اور کسی مقام پر چرے اور پانی پینے سے نہ روکتے۔ اُسی کو عام کہتے تھے۔

خمر۔ جو چیز کہ عقل کو خراب کر دے۔ جالبی عوب کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی شراب پیچا کرتا۔ اپنے مکان پر ایک جہنڈ ابھی کھڑا کر دیتا تھا جس سے شرابیوں کو معلوم ہوتا تھا کہ یہاں شراب کہتی ہے (اُن جہنڈوں کو غایت کثرت سے

جاہلی عربوں کو اس قدر شرابخوری سے شوق تھا اور اس قدر اس فعل کو معزز سمجھتے تھے کہ مقام فخر میں اپنی کثرت شراب نوشی اور جو اکھیلنے پر ناز کیا کرتے تھے۔ اٹھایہ خیال تھا کہ کثرت سے جو اکھیلنا اور شراب پینا جو دوشبش کی علامت ہے۔ اُنکے شوق کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ابو غبشان نے ایک مشک شراب پر خانہ کعبہ کی کنجیاں بیچ ڈالیں گواؤ اسکے بعد پشیمان ضرور ہوا۔

اسی کثرت شوق کی وجہ سے اُنہوں نے اپنے شعروں میں سینکڑوں ناموں اور صفتوں سے شراب کو یاد کیا ہے۔ اور وہی اثر باقی رہا کہ اسلامی شعرا نے بھی اس مذاق کے شعر بہت سے کہے ہیں۔ عرب کو اس بنت العنب کی مدح سرائی میں بہت کچھ کمال حاصل تھا۔ ہر شخص نے کچھ نہ کچھ ضرور اپنی طبیعت آزمائی (اسکی توصیف میں کی ہے۔ مگر نفیس و لطیف وہی شعر ہیں جنہیں اوصاف خم زیادہ بیان کئے گئے ہوں اور دورہ جام و کاس کی کیفیت میں کسی قسم کا تفنن ہی ہو۔ لیکن صوفی شعرا نے (مثل امام فارض وغیرہ کے) جو اسکی تعریفیں بہت سی کی ہیں (حالانکہ وہ لوگ شراب کو حرام سمجھتے تھے) تو اُسہیں روحانیت کی تعریف مراد لی ہو۔ جیسا کہ فارض نے کہا ہے۔

قالوا شربت الانم کلاً وانما۔ ”لوگوں نے مجھے کہا کہ کیا تو نے گناہ شربت الاتی فی تذکھا عندی انتم (شراب) واقعی پی لیا۔ میں نے کہا جی ہرگز یہی نہیں بلکہ میں نے اسی چیز پی ہے کہ جسکے نہ پینے میں گناہ تھا۔“ اور اس تاویل کی وجہ یہ ہے کہ ایسے صوفیان صافیہ شراب کو خیر حرام سمجھتے ہی تھے نہیں بلکہ اُسکے علاوہ دودھ تک کو حرام سمجھتے تھے جہاں اُسہیں فی الخمر ترشی آگئی۔ کیونکہ وہ خیال کرتے تھے کہ ترش دودھ میں جی دماغ کو خدر اور سست کر دینی کی قوت ہے اسبوجہ سے اُسکو بھی سکڑا

میں داخل کر لیا تھا۔

اس بارے میں عرب کے ادیبوں کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ مثلاً ایک کتاب امام نواجی کی تصنیف سے حلیۃ الکسیت ہے۔ اسکی بابت بیان کیا گیا ہے کہ جو کوئی ایک مرتبہ اس کتاب کو پڑھ لے کیا ممکن کہ اپنے آپ کو شراب پینے سے روک سکے۔ مصنف اپنی اس تالیف کو اپنی کتاب کے باب اول میں درج کیا ہے جہیں شراب کے بہت سے نام عرب جاہلین اور اسلامین کے اشعار سے منتخب کر کے درج کئے ہیں۔

شراب کے نام

خمر۔ راح۔ راحۃ مدام۔ قرقف۔ فقار۔ خند ریس۔ صہبا۔
 قہوہ۔ شراب۔ طلا۔ رجیق۔ شمول۔ حمیا۔ کمیت۔ مروقة۔ معتقدہ۔
 مشعشعہ۔ صافیدہ۔ شمولہ۔ صوف۔ عنق۔ عاتق۔ بکر۔ عذراء۔
 عروس۔ ام الدھر۔ اخت المسرقہ۔ ابنۃ العیب۔ سلسال۔ سلسیل۔
 سکر۔ نبین۔ فضوح۔ عجوز۔ شطاء۔ کلیسا۔ دم۔ جریال۔ اسفط۔
 عقور۔ مزہ۔ معرقۃ۔ معرق۔ درباق۔ زنجیل۔ نامور۔ ماربہ۔
 سبا۔ سببہ۔ حطہ۔ مصطار۔ مصطلق۔ مصفق۔ مصفقہ۔ خرطوم۔
 قطب۔ سخامہ۔ عاتیدہ۔ خاشیدہ۔ مخیلہ۔ مطیبہ۔ مازی۔ مجیبہ۔
 نشاء۔ منشیدہ۔ ہنبدہ۔ بابلیہ۔ بلسانیہ۔ مزیدہ۔ زینیدہ۔ ثلیدہ۔
 حفیہ۔ سامریہ۔ ساہریہ۔ مریۃ۔ مغدی۔ مسلیہ۔ ساریۃ۔ معینہ۔
 اسرہ۔ قاہرہ۔ خلہ۔ حمامہ۔ ذبابۃ۔ نمویۃ۔ مصرعہ۔ طارودہ۔ میسہ۔
 مقدمہ۔ موخرہ۔ فیہج۔ صرخد۔ قندیل۔ کسبیس۔ زرجون۔
 شمس۔ مغری۔ غرب۔ رساطون۔ فارض۔ ماقع۔ ناقع۔ مہمہج۔ زینید۔
 سولیف۔ صومع۔ مفاع۔ حجة۔ عسجد۔ فواد الدن۔ ام عنا۔ ام زینق۔

ام لیج۔ ام الحباست۔ حرام۔ اثم۔ مثلثہ۔ (یہ وہ شراب ہے کہ آگ رکھ کے تین حصہ جلا لی گئی ہو یا محذومہ۔ تنج (شہد کی شراب) مجعدہ (جو کی شراب) روز اگھیوں کی شراب، سکرکہ چینی کی شراب۔ یہ شراب ہیشہ کی ہے)

ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ شراب کے ایک ہزار نام ہیں۔
اوقات استعمال کے لحاظ سے بھی اسکے مختلف نام ہیں۔ مثلاً صبح کی شراب کی صبح، شام کی شراب کو غبوق۔ دوپہر دن کی شراب کو قیل۔ اول شب کی شراب کو فخمہ۔ منہ اندھیری صبح کی شراب کو باشریہ۔ ایک شاعر معاجہ فرماتے ہیں۔

وافضل ما یهدی الی الشئ جسدہ | بہتر سے بہتر جو چیز کسی کو ہدیہ دیکاتی
والروح اهدی الراح فہی لھا جسدہ | ہے وہی ہوتی ہے جو اسکی جنس
میں داخل ہو۔ اور روح کا عمدہ ہدیہ شراب ہے کیونکہ یہی اسکی جنس میں ہے
ابو نواس صاحب فرماتے ہیں اور گویا اس مطلب کو ظاہر کرنا چاہتا
ہیں کہ فقط زبان ہی کو اگر مرہ حاصل ہوا تو کیا بلکہ کان آنکھ۔ ناک کو
اس مزے میں شریک ہونا چاہیے۔

الافاسقنی خمرا وقل لی خمرا | اے ساقی مجھے شراب پلا اور یہ بھی کہ
ولا تفتنی سیرا اذا امکن الجھرا | یہ شراب ہے (کہ کانوں کو مڑا آئے)
اور پھر چھپا کے نہ پلا بلکہ ظاہر بظاہر پلا کہ آنکھیں بھی اُسکو دیکھیں۔

دوسرا شعر اسی ابو نواس کا ہے جس میں پینے کی مفذار کو ظاہر کرتا ہے۔

رایت طبائع الانسان اربعة | میں نے دیکھا کہ انسان کی اصل طبائع
فاربعة لاربعة لکل طبعیة رطل | چار ہیں۔ (یعنی عناصر) لہذا چار کو
چار ہی جام دینا چاہیے۔ ہر ایک کو ایک ایک رطل۔

اعشی شراب کے دوام ہونے کو بیان کرتا ہے۔

و کاس مشربت علی لذة | ”ایک جام شراب تو میں نے لذت کے
 و آخری تدلیت منہا بھا | واسطے پیا اور دوسرا واسطے کہ شراب
 پینے کا علاج شراب ہی سکروں (کیونکہ ضروری بات ہے کہ شراب
 کا نشہ بغیر شراب کے نہیں اُترتا۔) جیسا کہ اکثر شرابی کہتے ہیں)

ایک اور صاحب عجب رنگ کا شعر فرماتے ہیں جس سے بنانے میں
 ان کی تمام زندگی وقف شراب وغیرہ ہے۔

للبرش یوم ویوم للخشیش ول | ”ایک دن تو میں نے برش (ایک
 افیون یوم وللصہباء یومان | قسم کی گہاس معلوم ہوتی ہے) کیونکہ
 رکھا ہے اور دوسرا بنگ کے واسطے اور تیسرا دن افیون کے واسطے
 اور دو دن متواتر شراب کے واسطے۔“

میسر۔ از لام

میسر تو جو ہے اور از لام تیر ہیں جنہیں ابھی پر نہ لگا بے گئے ہوں
 از لام المیسر عرب کا ایک قسم کا جوا ہے۔ جو انہی تیروں سے کھیلا جاتا تھا
 اُن تیروں کو مغالین بھی کہتے تھے۔ سبب یہ تھا کہ یہ تیر گویا خطرے کو بند
 کر دیتے تھے۔ یعنی چونکہ انہی تیروں پر فیصلہ ہو جاتا تھا اسوجہ سے کوئی
 فساد نہیں ہو سکتا تھا۔ جس طرح کہتے ہیں غلق الرهن یعنی جائد اور تیر
 بند اور قید ہو گئی۔ اب نہیں چھوٹ سکتی۔

اہل تواریخ لکھتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں مالدار لوگ موٹی موٹی
 بکریاں مول لیتے اور انکو ذبح کر کے اٹھائیس حصوں پر تقسیم کرتے۔

اور دس تیروں سے حصہ بانٹ لگاتے۔ انہی تیروں کو از لام کہتے

تھے۔ ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام یہ ہیں۔ فذ۔ قوام۔ رقیب۔ ناض
 جلس۔ مسبل۔ معلیٰ۔ فسیح۔ منبج۔ وغد۔ انہیں سے ہر ایک تیر کا

ایک خاص حصہ ہے۔ مثلاً فذ کا ایک حصہ ہے اور توام کا دو۔ اور تیب کا تین۔ اسی طرح ملتی تک ایک ایک بڑھتا گیا ہے۔ یہاں تک کہ محلے کے سات حصے قرار پائے۔ اب بنا اختلاف ترتیب۔ بعض تو کہتے ہیں کہ نافر چوتھا تیر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچواں ہے۔ باقی تین اخیر والے نیروں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

حصہ لگانے کا طریقہ یہ تھا کہ ہر تیر پر اسکا نام لکھ کے اور ایک تھیلی میں اُن سب کو رکھ کے کسی معتبر اور موثق آدمی کے ہاتھ میں وہ تھیلی دیدیتے (اوس شخص کو بھیل اور مضیف کہتے تھے) وہ شخص اپنا ہاتھ تھیلی میں ڈالتا اور کوئی ساتیر نکال کے کسی ایک شخص کے ہاتھ میں دیدیتا۔ اور جو کچھ اُس تیر پر لکھا ہوتا اُسکے موافق اُسکو حصہ ملجاتا۔ اور اگر پہلے تین نیروں میں کوئی اُسکے ہاتھ میں دیتا تو وہ محروم سمجھا جاتا۔ اور اُسکو بکری کی قیمت کا بالکل گھانا اٹھانا پڑتا۔

یہ کھیل اکثر باڑے کے دونوں میں کھیلا کرتے تھے۔ کیونکہ وہی زیادہ زیادہ اُن کے اطمینان کا ہوتا تھا۔

اس کھیل کا موقع خاص کعبہ کے اندر مہل (عرب کا ایک بہت بڑا بت تھا) کے سامنے اُس کمز میں پر ہوتا تھا جہاں وہ اپنے معبودوں پر قربانیاں چڑھاتھے۔ اس کام میں لقمان بن عاد بہت کامل سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ضرب المثل ہو گیا تھا۔ اُسکے ساتھ آئندہ آدمی اور بھی تھے۔ جو اس جوئے کے مشاق سمجھے جاتے تھے۔ اُنکے نام حسب ذیل ہیں:-

بیاض۔ صحمہ۔ طنبیل۔ دلا فاضل۔ مالک۔ فرعہ۔ ثیل۔ عمار۔ یہ اشخاص بھی ضرب المثل تھے۔ جب جواریوں کی زیادہ تعریف کرتے تو کہتے تھے ہم ایسا لقمان یعنی یہ لوگ لقمان کے ساتھ جواریے ہیں۔ جیسا کہ عبد کہتا ہے:-

ہمد الیسا رلقان اذا - ”یہ لوگ تو لقمان کے ساتھی ہیں جبکہ سرما کا
اعلقت الشوق ابدال الجذر زمانہ جزر (موتی بکری) پر جو انھیں لے کر نکال
مچلہ امثال عرب کے مجمل القداح و الجوز و رند تع بھی ہے۔ یہ مثل اس
شخص پر کہی جاتی ہے جو کسی کام میں جلدی کرے حالانکہ ابھی اس کا وقت
نہ آیا ہو۔ اس سبب سے تیر اندازی جوئے کی اس وقت ہوتی ہے کہ جب بکریوں
کو ذبح کر چکیں۔ اور جبکہ وہ اپنی چراگاہوں میں چر رہی ہوں۔ تو کونسا
موقع تیر اندازی کا ہے۔

دوسری مثل اسکے متعلق حن فذح ہے۔ (یعنی تیر سے آواز آئی) یہ
مثل اس شخص پر کہی جاتی ہے کہ جو کسی کام کو نہ مانتا ہو مگر جاننے والوں میں
داخل ہو کے ویسا ہی اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہے۔ اس مثل کا منشا یہ ہے
کہ جب کوئی انجان قرہ اندازی کرتا ہے تو اس کی عقلی سے تیر نکالنے کی وقت
کھٹکھٹا ہٹ محسوس ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص تیر اندازی
میں دخل نہیں رکھتا۔

انکے اس طرح (تیر) ابن مقبل کی بھی مثل دی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ تیر بھی خطا
نہیں کرتا تھا۔ مالک تیر قبل اسکے بچنے کے اپنے اس آگ بلا لیا کرتا تھا۔
اسکو یقین ہوتا تھا کہ میرا تیر بھی خطا تو کرنے کا نہیں (مجھ کو حصہ ضرور ملیگا۔
تو خواہ مخواہ دیر کرنے سے کیا فائدہ پہلے ہی کیوں نہ آگ ہلا لوں کہ حصہ ملنے
پر فوراً بھون جھان کھا لیا جائے)۔

ایک شخص نے لکھا ہے کہ ابن مقبل نے اپنے تیر سے ستر مرتبہ تیر اندازی
کی۔ ایک مرتبہ بھی خطا نہیں کی۔

ایک یہ بھی انکی مثل ہے کل امرء اعرف بوسم قد حد (ہر شخص اپنے
تیر کی علامت کو پہچانتا ہے) یہ مثل اس شخص پر کہی جاتی ہے کہ جو شخص اپنی
قدر پہچانتا ہو۔ یہ قول اس کلام سے مشتق ہے الصبر وسم قد حد اپنے

نیر کی علامت کو دیکھ لے، کیونکہ ہر شخص اپنے اپنے نیر پر ایک ایک علامت بنا دیا کرتا تھا۔ جس سے اپنے اور غیر کے تیر میں تمیز کر لیتا تھا۔ اور اُسی کے مطابق اپنے حصے کا گوشت لینا تھا۔

جوئے کے اقسام بھی عرب میں بہت سے تھے۔ ایک قسم اُنہیں سو فیال تھے۔ اُنکا طریقہ یہ تھا کہ تھوڑی خاک جمع کر کے کوئی چیز اسیں چھپا دیا کرتے اُسکے بعد کل خاک کے دو حصے کر لیتے اور مخاطب سے پوچھتے بتا دہ چیز ان دو ڈوہیر یوں میں سے کس میں ہے۔ جو شخص ٹھیک بتا دیتا وہ جیت جاتا۔ اور جو نہ بتاتا وہ ہارتا۔ اس سے یہ جملہ بھی مشتق ہے کہ فائل الرجل یعنی فلاں شخص نے اس قسم کا جو اکھبلا۔ اسکے شاہد میں طرفہ بن عبد بکری کا قول موجود ہے۔

یشق حباب الماء حیز ومها بعم ”کشتی کا اگلا حصہ پانی کو اسطرح کاٹنا کما قسم الذب المفائل بالید“ جاتا ہے جسطرح اس قسم کا جواری خاک کے دو حصے کر دیتا ہے۔“

دوسری قسم محارہ ہے۔ یہ جو انگلیوں پر ہوا کرتا ہے۔ ایک شخص اپنی انگلیوں سے کچھ حساب کھالتا تھا۔ اور دوسرا اپنی انگلیوں سے اور اسکا طریقہ ہی قریب قریب تیر اندازی ہی کے ہے۔

تیسری قسم محرق۔ یہ ایک چھوٹی سی لکڑی ہے۔ اُسکی ایک طرف کو تیز کیل لگی ہوتی ہے۔ یہ لکڑی اُن لوگوں کے پاس ہوتی ہے جو بیج کے خرے مبادلہ کے طور پر بیچتے ہیں۔ اُنکے پاس اسطرح کی بہت سی لکڑیاں بنی ہوئی رکھی ہوتی ہیں۔ بچے اُنکے پاس خرے کی بیج لاتے ہیں۔ اور اُس سے شرط ہوتی ہے کہ اس لکڑی کو اتنی مرتبہ ہم خرابا پر مارینگے۔ اتنی مرتبہ جتنے خرے گرے وہ تو بچے کے ہوئے اور اگر اُس لکڑی نے خطا کی اور نشا پر نہ لگی تو بچے کے بیج مفت گئے۔ اور اُسکو کچھ نہ ملیگا۔

انصاب - پتھر کی بنی ہوئی صورتوں کو کہتے ہیں۔

ازلام - بھی اسی اگلے طریقے سے نکلا ہوا ہے۔ ان تیروں کو ازلام استخارہ کہتے ہیں۔ اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ تین تیر لپکتے ہیں۔ ایک پر لپکتے ہیں امرنی ربی دوسرے پر بھائی ربی۔ تیسرے کو یونہی بے کچھ لکھے ہو چھوڑ دیتے تھے۔ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو انہی تیروں کو ایک تھیلی میں رکھ لیتے اور ایک ایک کر کے نکالتے۔ اگر پہلا تیر نکلتا (جس پر امرنی ربی لکھا ہے) تو سمجھتے کہ اب میں کام کرنے کی اجازت نہیں بلکہ حکم لگایا ہے۔ اور اگر دوسرا نکلتا تو اس کام سے باز آتے۔ اور اگر تیسرا نکلتا (جس کو غفل کہتے تھے) تو دوبارہ قرعہ انداز کی کرتے۔ یہاں تک کہ اگلے دو تیروں میں سے کوئی نکلتا۔ یہ تیر بھی انہی صورتوں کے چوکھٹوں پر رکھے جاتے تھے۔ اور وہیں استخارہ کیا جاتا تھا۔ اور ان تیروں کو قذاح الاستقسام والاستخارہ کہتے تھے۔

وآوالبنات - منجملہ انکی وہی عادات کے ایک واولبنات بھی تھا یعنی جب عرب کے گھر میں کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو اسکو زندہ ہی دفن کر دیتے مگر اسکے سبب بیان کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ کوئی تو کہتا ہے کہ قحط کے زمانے میں عرب ایسا کرتے تھے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ قید کی بے حرمتی کے خوف سے زندہ ہی دفن کر دیتے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ شادی نہ ٹھیکے شرم سے (یعنی ہم تو دوسروں کی بیٹیاں لائق ہیں اپنی بیٹیاں کیوں کر کسی کو دیں بڑے شرم کی بات ہے) پہلے پہل جس نے واولبنات (لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا) کیا ہے قیس بن عاصم تھیں نامی ایک شخص تھا۔ اُسکے بعد نذر و نروں نے بھی یہ طریقہ سیکھ لیا مگر اسلام نے اس رسم کو مٹا دیا۔

اصہبانی کہتا ہے کہ اس قیس نے زمانہ اسلام میں اسلام قبول کیا تھا

اور میدان لے لے اپنی اشال میں۔ حمزہ نے ہتیم بن عدی سے نقل کیا ہے کہ وادکار رسم تمام عرب کے قبیلوں میں مروج تھا۔ مگر اس طور سے کہ ایک کرتا تھا اور دوس چھوڑتے تھے۔ جب اسلام آیا تو یہ رسم کم ہو گئی۔ مگر بنی تہیم میں اسلام سے قبل بہت زیادتی تھی۔ کیونکہ نعمان کے بھائی ریان نے بنی تہیم پر بڑے ظلم کئے تھے۔ اُنکے مال و متاع لوٹ لے گئے تھے۔ انکی عورتوں کو قید کر لیا تھا۔ (اس سبب کہ بنی تہیم نے خراج دینے سے انکار کیا تھا) جب بنی تہیم کے قبیلے کے لوگ بطور مہمان کے نعمان بن منذر کے پاس آئے اور اپنی فحش عورتوں کی بابت گفتگو کی تو نعمان نے کہا کہ اچھا ان عورتوں کو اختیار ہے چاہیں یہاں رہیں چاہیں تھلے ساتھ جائیں۔ غرض اُن عورتوں میں ایک لڑکی فہیس بن عاصم مذکور کی بیٹی تھی۔ اُس نے کہا میں اُسی شخص کے پاس رہوں گی جو مجھے لایا ہے۔ اور اصلی شوہر کے پاس نہ جاؤں گی۔ جب یہ سنا تو فہیس نے نذر کر لی کہ اُسکے گھر میں جتنی لڑکیاں پیدا ہوں گی اُنکو زندہ زمین میں دفن کر دوں گا۔ اسی نذر کے سبب تقریباً دس لڑکیاں اُس نے زندہ دفن کر دیں۔ اسی کے اس فعل کے سبب قرآن میں لڑکیوں کے زندہ دفن کرنے کی سخت ممانعت وارد ہوئی۔ ایک شخص نے یوں لکھا ہے کہ قریش بھی اپنی لڑکیوں کو کوہ الوداع پر جو مکہ میں واقع ہے دفن کر دیتے تھے۔

آخر میں یہی بنی تہیم ایک شخص پر بہت فخر کرنے لگے تھے جس نے انکی لڑکیوں کو خرید کر زید کے پرورش کی تھی۔ اور اسکے سبب سے بہت سی لڑکیاں زندہ بچ گئیں۔ اس شخص کو محی الویذات کہتے تھے۔ نام اسکا صمصوم بن ناجیہ تھی تھا۔ اور مشہور شاعر زرق کا دادا تھا۔ یہ شخص اسبارے میں ضرب النثل بھی ہو گیا تھا۔

رفادۃ فی الحج ایک قسم کا محصول تھا۔ تو تمام قریش ہر موسم حج میں

اپنے مالوں میں سے قنسی بن کلاب قریشی کو دیا کرتے تھے۔ وہ ان میں سے کھانا پکواتے تاکہ جو بے پارے مفلس حج کو آتے ہیں انکو کھلایا جائے۔ قنسی (مذکور الصدر) نے یہ محصول تمام قریش پر لازم کر دیا تھا۔ (دیکھو چوتھے مقالہ کی دوسری فصل)

رتھم۔ یہ ایک قسم کا مشہور و رخت ہے۔ عرب کے خیالات میں سے یہ بات بھی تھی کہ جب کوئی انہیں سے سفر کو جاتا تو اس و رخت کی کسی باریک شاخ کو لیکے گره لگا دیتا۔ جب سفر سے واپس آتا تو دیکھنا کہ وہ گره کھل گئی ہے یا اسی طرح بند ہی ہوئی ہے۔ اگر کھلی ہوتی تو سمجھتا کہ اسکی عورت کسی دوسرے سے ضرور اسکی غیبت میں بچپنس گئی تھی۔ اور اگر بند ہی ہوتی تو اسکی پاکد اسنی کا یقین کر لیتا۔ اسی کے متعلق یہ حکایت لکھی ہوئی ہے کہ کوئی عرب کہیں سفر کو جانے لگا تو اپنی بیوی سے چلتے وقت کہا کہ دیکھنا خبر وار میری غیبت میں کسی دوسرے کے پار نہ جانا۔ کیونکہ میں و رخت رتھم میں گره دے کر جاتا ہوں۔ جہاں تو نے کوئی بدکاری کی اور وہ گره کھل گئی بس میں سمجھ جاؤں گا کہ تو نے بدکاری کی۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

هل ينفعك اليوم ان همت بعد | کیا اگر تیری بیوی دوسروں پر
لكن ذل ما توصى و تعقاد الرتھم | جا عاشق ہو جائے گی اور بدکاری
کرے گی تو تجھ کو بہت بہت سی وصیتیں کرنے اور رتھم کی شاخ میں گره لگانا فائدہ دے گی۔ ہرگز نہیں۔

اسی شعور کی بنا پر ایک مثل بھی یہی ہے۔ اعمل من تعقاد الرتھم (یعنی فلاں شخص رتھم میں گره لگانے سے بھی زیادہ بے فائدہ اور بے خبر ہے کہ بظرح رتھم میں گره لگانے کا کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں اسی طرح اس شخص سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔)

تیمم۔ تم ہی کے طور سے ہے عرب میں سے جب کوئی مرنے لگا تو اسکی اونٹنی کو اسکی قبر کے پاس باندھ دیتے اور آنکھیں اسکی بند کر دیتے۔ یہاں تک کہ وہ مر جاتی۔ اسکی غرض یہ تھی کہ اپنے خیال میں وہ سمجھتے تھے کہ جب یہ شخص اپنی قبر سے اٹھیکر اسی اونٹنی پر سوار ہو کے میدانِ حشر میں جائے گا۔ اس اونٹنی کو بلیہ کہتے تھے۔

اور ایک اونٹنی عکس البلیہ ہے۔ اسکی صورت یہ تھی کہ اسکے سر کو سر پہلے سینے کے قریب لاسکے باندھتے تھے۔ اسکو پھیر کے پیٹھ کی طرف اور اسی حالت پر چھوڑ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ مر جاتی تھی۔ اس فعل کی بھی وہی وجہ تھی۔

تعمیۃ تقییتہ۔ جب کسی عرس کے پاس ایک ہزار اونٹ ہو جاتا تو انہیں جو ساندھتا اسکی ایک آنکھ اس خیال سے نکال لیتے تھے کہ اب ان ہزار اونٹوں پر نظر بد اثر نہ کرے گی۔ اور جب ایک ہزار سے زیادہ مقدار ہو جاتا تو دوسری آنکھ بھی بے کار کر دیتے اسی وجہ سے مثل میں عندہ مال علقو جہن یعنی فلاں شخص کے پاس ایسا مال ہے جسکی آنکھیں نکال لی گئی ہیں۔ یعنی کسی طرح نہ تو ناکت ہوتا ہے نہ نظر بد کا اثر اُس پر ہوتا ہے۔

ووار العز۔ جب کسی اونٹ کو مرضِ عَرَدِیہ ایک مرض ہے کھجلی کی طرح سے ارنٹو لگو ہوتا ہے۔) ہوتا تو صبحِ سالم کو داغ دیتے تھے کہ اسکے اثر سے بیمار اونٹ بھی اچھا ہو جائے گا۔ اسکی سندیں نابالغ کا شعر ہے۔

حملت علی ذنبہ وترکتہ | دوسرے کا گناہ ب تولے میرے اوپر
کذی العز لیکوی غیرہ وهو تم | لا دیا۔ اور اُسے چھوڑ دیا جیسے کہ عَرَدِیہ والے اونٹ کے عوض میں صبحِ سالم اونٹ کو جو آرام سے چرات ہے۔
دل دیا جاتا ہے حالانکہ وہ بالکل بیمار ہی سے پاک ہے۔

اس بیت کا دوسرا مصرعہ بطورِ مثل کے اُنہی شخص پر کہا جاتا ہے جو کہ خود

بے چارہ بے تصور اور دوسرے کے تصور میں پکڑا گیا ہو۔

تسکین النوق النافره (ہاگنے والے اونٹوں کو ٹھہرانا) عرب کے خیال تھا کہ جب کوئی اونٹ بہاگنے لگے اور اُسکی ماں کا نام لے لیا جاوے تو فوراً ٹھہر جاتا ہے۔

سقى البقر۔ جب کوئی گلے پانی نہ پیتی ہو تو بیلوں کو مارنے لگتے تھے۔ اور خیال یہ تھا کہ بیلوں پر جن سوار ہو جاتا ہے۔ اور اُنکو پانی نہیں پینے دیتا۔ ابن مدرک کہتا ہے۔

انی وقتلی سلیمکا نثدا عقلہ | سیر سلیمک کو قتل کرنا اور پھرا سکی دین
کالتور یضوب لما عافت البقر | دینی ایسی ہے کہ جیسی گائے جب پانی نہ پئے تو بیل کو مارتے ہیں۔

(اس شعر کا دوسرا مصرعہ بھی غیر مجرم کو مجرم قرار دیکے سزا دینے کے مقام میں استعمال کیا جاتا ہے۔)

گدا اور اہل لغت نے یہ لکھا ہے کہ ثور ایک گہانس ہوتی ہے۔ جو پانی پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور اُسکے سبب سے گائے پانی نہیں پیتی۔ جب اُس گہانس کو لکڑی سے پیٹتے ہیں اور وہ پانی پر سے مٹ جاتی ہے تو پھر گائے پانی پیتی ہے۔

محیط المحيط میں لکھتے ہیں کہ عرب اپنی گائیوں کو اسوجہ سے نہیں مارتے تھے کہ وہ دودھ دیتی ہیں تو ڈرانے کے واسطے بیلوں کو مارتے تھے تاکہ اس ڈر سے گائیں بھی پانی نہ پیں۔

مامہ۔ عرب کا خیال تھا کہ جب لوی مار ڈالا جائے اور اُسکے خون کا بدلہ لے لیا جائے تو اُسکی کھوپڑی میں سے ایک طائر (مامہ) نکلتا ہے۔ اور چیخا کرتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ۔ پانی پلاؤ اور جہنک عوض نہ لیا جائے تب تک یونہی چیخا کرتا ہے۔

اور ایک گروہ عرب کا یہ خیال تھا کہ خود اُس آدمی کی روح پرندہ بنکر آتی ہے اور اپنے جسم کی قبر پر چھا کرتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

سلط المودن والمنون علیہم | اُن لوگوں پر موت نے قبضہ کر لیا ہے
فلہم فی صدی المقابہام | اسی وجہ سے مقبرے کی صدی (ایک
پرندے کا نام ہے) میں نام بھی چینیٹا ہے۔

مگر اصبہانی نے لکھا ہے کہ اس پرندے کو نام کہتے ہیں۔

اور اُنکا یہ بھی خیال تھا کہ یہ پرندہ بڑھتا رہتا ہے۔ اور برابر منو حشر رہتا ہے۔ اور اکثر غیر آباد شہروں اور نجر سیوں کے قبرستانوں اور مقنولوں کی قتلگاہوں میں رہتا کرتا ہے۔ ایک یہ بھی خیال ہے کہ نامہ ہمیشہ میت کی اولاد کے پاس آیا جاتا کرتا ہے کہ اپنے بچوں کے حالات معلوم کرنا کرے اور میت کو خبر دے۔ اسی وجہ سے عرب کی عورتیں کسی مقتول پر رولتی نہ تھیں جب تک اُسکے خون کا عوض نہ لے لیا جاسکے۔ کیونکہ وہ بھی تھیں کہ اسوقت تک وہ شخص زندہ ہی رہتا ہے۔

یہ رسم عرب میں اسلام کے آنے تک برابر رہی مگر جب اُس نے یہ کہہ دیا کہ لا عدوی ولا طیرۃ ولا صفر ولا هام یعنی اسلام میں یہ چار چیزیں نہیں ہیں۔ اسوقت سے یہ رسم بھی اُٹھ گئی۔ (طیرہ اور نام تو معلوم ہو چکا مگر عدوی ایک مریض سے دوسرے صبیح و سالم شخص میں مرض کے سرایت کرنے کو کہتے ہیں اور صفر آگے آتا ہے)

صفر ایک سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں رہتا ہے۔ یہ بھی اتنی خیالات میں سے ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب وہ سانپ بہوکا ہوتا تھا تو اسکی پیلی کی ہڈیوں کے غفر دنت کو کاٹ کے کھاتا ہے۔

جنان ایک سفید سانپ ہے جسکی آنکھیں سرمہ لگیں ہیں۔ گہروں میں بہت رہتا ہے۔ ان سانپوں کی بابت عرب کا یہ خیال تھا کہ جب کوئی

شخص اُنھیں مار ڈالے تو جنات آکے اُسکا بدلہ لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے اُنکی امثال میں یہ بات مشہور ہے کہ الاراقم ان یقتل ینقمرولن یتدن بیلقم ارقم (سانپ ہے) کو اگر مار ڈالو تو بدلہ لیتا ہے اور اگر چھوڑ دو تو کھا لیتا ہے (سخت مصیبت ہے)

عرب کا یہ بھی خیال تھا کہ سانپ ایک ہی چوٹ میں مر جاتا ہے اور دوبارہ اُسکو مارا جلتے تو پھر زندہ ہو جاتا ہے۔

حفظ الاسان (دانتوں کی حفاظت) عرب کا یہ خیال تھا کہ بچے کا جب دانت ٹوٹتا ہے۔ اگر اپنے دانت کو آفتاب کی طرف پھینک دے۔ اور یہ کہے کر لے آفتاب مجھ کو اس سے بہتر دانت دینا تو اُسکے نہایت خوبصورت دانت نکلتے تھے۔

التحفظ من الوبار (دبا سے حفاظت) عرب کا خیال تھا کہ جب کسی شخص کسی قصبہ میں آئے اور وہاں کی دبا سے اُسکو خوف ہو تو اُس قصبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کے گدھے کی طرح آواز بنا۔ کہے بیچھے۔ پھر اُسکو دبا نہ ہوگی۔

اھتدأر (بھولی ہوئی راہ پاجانی) جب کوئی شخص راہ بھول جائے اور اپنے کپڑوں کو اُلٹ لے تو اُسے راہ مل جائے گی۔

ووار المقلات کسی عورت کے بچے مر جایا کرتے ہوں اور وہ کسی شریف مقتول آدمی کی لاش کو خوب اپنے پاؤں سے کچلے تو پھر اُسکے بچے نہیں مرتے۔

استفہار کسی سال جب قحط پڑتا اور زمینیں بالکل خشک ہو جائیں زراعت نہ پیدا ہوتی۔ تو چند شاخیں درخت سلع اور عشر کی لے آتے تھے۔ اور اُنکو جنگلی بہیوں کے دموں میں باندھ کے پہاڑ سے پھیر کر اُنکو اور اُن لکڑیوں میں آگ لگا دیتے۔ غرض یہ تھی جب یہ جانور نہ بچیں ہو گا تو

خدا تعالیٰ اُسکی ہانگ بچھانے کو پانی ضرور برسائے گا۔ ہم بھی اُس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک شاعر کہتا ہے

لا دُر در اناس خاب سعيهم | ان آدمیوں کی نیکیاں کچھ بھی نہیں
يسقطرون لدی الانمات بالعشر | ہیں جنکی کوششیں راگناں گئیں
اجا حل انت ببقول امسلعہ | یہ تو چاہتے ہیں کہ محظ کے وقت
ذر عیونک لک بدین الدیب والمطر | عشر کی لکڑی سے کام نہ لیں اور
پانی برسائیں۔ اسے شخص کیا تو چاہتا ہے کہ ان بلیوں کے ذریعے
سے جنکے دموں میں سلع کی لکڑی بندھی ہو پانی برسائے اور اُنکو پانی
اور خدا کے درمیان واسطہ قرار دے۔

صدقۃ المصطفٰی: یہ ایک قسم کا منتر ہے جس سے ایک مقام پر پانی برستا ہے۔ اور دوسری جگہ نہیں برستا مثلاً ایک شخص کو منظور ہو کہ میرے مکان پر نہ پانی برسے تو وہ اسی منتر کو استعمال کرتا تھا۔ اسکے اثر سے اور اور مقامات پر پانی پڑتا اور اُسکے مکان پر نہ پڑتا کبھی تو اپنے محلے بھر سے پانی کور دکا دیتے تھے کبھی فقط اپنے مویشیوں پر سے غرض کہ یہ رسم بھی ہر کے تمام شہروں میں رائج تھی۔

لؤلؤ البح: اسکے خیال میں ہر انسان کے ساتھ ایک جن بھی ضرور ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے کہتے تھے معه تابعہ اُسکے ساتھ ایک جہنیہ ہے۔ وہ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ خرگوش سے جن ہاگتا ہے۔ اسی وجہ سے اسکے پاؤں کی پٹری کو بجائے تعویذ کے استعمال کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جس گلی میں یہ پٹری لٹکائی جائے تو نظرب اور جادو سے محفوظ رہیگا۔
تھانم: تنبیہ کی جمع ہے۔ تنبیہ حرز کو کہتے ہیں۔ حرز کی جمع احوال متنازل ہوئی ہے۔ عام لوگ اسکو حروز بھی کہہ دیتے ہیں۔ مگر اصل میں یہ کالی یا مختلف اللون کوڑی ہوتی ہے۔ جسکو چڑے کی ڈوری سے باندھ کے

گلے میں لٹکا دیتے ہیں۔

اسکو تیسرا سو جہ سے کہتے ہیں کہ اسکی درجہ سے نیچے صحیح و سالم رہتے ہیں اور اسکا کام پورا ہوتا ہے۔ اسی سبب بدوسی لوگ اسکو اپنے بچوں کے گلے میں نظریہ سے حفاظت کے واسطے لٹکاتے تھے۔ اٹھکایہ بھی گمان تھا کہ ام الصبیان کا مرض بھی اس سے دفع ہوتا ہے کیونکہ اُنکے خیال میں یہ مرض بھی جن کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ اس بیماری کو فرغہ الحیط بھی کہتے ہیں۔
مقبی کہتا ہے۔

نظمت مواہبہ علیہ تماماً | مدمرح کی بخششوں نے اُسکے گلے میں
فاعنادھا فاذا استطن لیزعاً | تقوید لٹکا دیئے ہیں اور وہ اُسکا عادی
ہو گیا ہے اور جسوقت وہ بخشش (یا تقوید) اُس سے گر گئے نوراً اُسکو
مدح ہونے لگتا ہے۔

اما طہ الثماثم (تقوید اتار دینا) یہ لفظ کبر کے لفظ کا مرادف ہے
یعنی جب کسی کی بابت کہتے ہیں کہ امید ملت عند التمام تو اسکے معنی
یہی سمجھے جاتے ہیں کہ وہ شخص جوان ہو گیا۔ اسواسطے کہ تمام بچوں کے
گلے میں لٹکائے جاتے تھے۔ اور جب تک جوان نہ ہولیتے نہ کھولتے۔
اور جہاں بچہ بن بلوغ کو پہنچا پس تقوید کھول کے عمامہ اور چادر اُسکے سر پر
باندھتے اور عبا اڑھاتے تھے۔ اور تلوار اسکی کمر میں لٹکا دیتے تھے۔ یہ
تینوں باتیں عرب میں لوازم بلوغ سے سمجھی جاتی تھیں۔ کیونکہ قبل از بلوغ
بچوں کو کپڑا پہنانا اُنکی رائے میں ضروری بات نہ تھی۔ برہنہ بھی اگر پھیرا کر
تو کوئی پرمانہ نہیں۔ جب بالغ ہو لیتا تھا اسوقت سے چادر وغیرہ کا انتظام
کیا جاتا تھا۔ مگر جب سلام آیا تو ان تمام کے باندھنے کو منع کر دیا۔ حدیث میں
من علق للعائم کلام اللہ اور جو کوئی تمیر گلے میں لٹکائے گا خدا تعالیٰ
اُسکو تمام کو نہ پہنچائیگا۔)

یہ بھی حدیث ہے من علق الیہمۃ فقد اشرک (جس نے تہمت لٹکایا مشرک ہوا)

التولتہ۔ یہ بھی ایک قسم کا جرز ہے (اسکی جمع تولات آتی ہے) اس تنوید کو عورتیں باندھتی تھیں۔ انکی رائے میں اس تنوید کی وجہ میاں بیوی میں محبت بڑھتی تھی۔

منحصر بالخری (یہ لفظ خری اور خزا، دونوں طرح استعمال ہوا ہے) خری ایک قسم کی گہا نس ہے کرفس کے مشابہ۔ واحد اسکا خراۃ۔ اور خزانۃ اس گہا نس کو اپنے گہروں میں اس سبب سے جلاتے اور دھوئی دیتے تھے کہ جن اسکی بو سے قریب نہیں آئیگا اور اسکی ایذا رسانی سے بچ جائیگے۔

سعلۃ۔ ایک شیطانی قسم کا حیوان ہے۔ دن کو بھی لوگوں کو دکھائی دیتا ہے اور رات کے وقت آدمیوں کو سناٹا ہے اکثر یہ جانور جہاڑیوں اور نیتانوں میں رہتا ہے۔ جب کبھی اکیلا کسی کو پالیتا ہے اسکو پالنے کو والے لگتا ہے۔ جس طرح بلا چوہے کو حیران کرتا اور دوڑاتا کو داتا ہے مگر اسکو کبھی بھیڑ یا شکار بھی کر لیتا ہے۔ اسوقت یہ چختا ہے کہ مجھے بچاؤ بھر بیٹے نے پکڑا لیکن کوئی کیوں پالنے لگا۔ پھر کہتا ہے جو کوئی مجھے بچاؤ اسکو ایک ہزار اشرفی دوں گا۔ مگر چونکہ لوگ اسکی ضرورت سے واقف ہوتے ہیں اسکے بکنے کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

قطرب۔ ایک موترخ نے لکھا ہے کہ قطرب سعلۃ کا نہر ہوتا ہے اور اکثر زمین اور مصر میں رہتا ہے۔

غول جادہ گردن کو کہتے ہیں۔ اکثر اکیلے میں آدمیوں کے سامنے ننگ رنگ کی صورتیں بنا کے آتا ہے تاکہ لوگوں کو راہ بھولا دے۔ اور ہلاک کر ڈالے کیسی کبھی آدمیوں سے باتیں بھی کرتا ہے۔ اور وہ بھی اسکا جواب دیتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے غولوں کی عجیب عجیب

حکایتیں اور کہانیاں اور معے اور اشعار بیان کئے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی غول تو انسان کے مشابہ ہوتا ہے اور کوئی چوپائے کے اینٹن زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ کعب بن زہیر کہتا ہے۔

فادوم علی حال تکون بها | میری مشوقہ کہی ایک بات پر قائم
کھاتلون فی الثوابھا الغول | نہیں رہتی جسطرح سے کہ غول نے
نئے رنگ کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے۔

اسی سے انکی مثل مشہور ہے بیتون کتلون الغول۔ یہ مثل اس شخص کی بابت کہتے ہیں جو ایک حال پر قائم نہ رہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں تقولت المرأة (غول بنگلی عورت) جبکہ ایک حال پر باقی نہ رہتے ہو ایک کتاب میں یہ بھی دیکھا ہے کہ غول جنوں میں سے ایک وندہ بعضے یہ بھی کہتے ہیں کہ غول اور سعلاتہ ایک ہی چیز ہے۔ جیسا کہ ایک ارباب نے نظم کی ہے۔

لما فخصت بنی الزمان ولما جدم | جبکہ میں نے انباے زمانہ کے
خلأ وفی اللشد اند اصطفی | حالات کا تعویض کیا تو کوئی بھی دفا
ایقنت ان السبیل ثلاثۃ | دوست نہ پایا۔ جبکہ مصائب کیو
الغول والعنقاوا الخل الوفی | منتخب کرتا۔ تب میں نے یقین کر لیا
کہ محال چیزیں تین ہی ہیں۔ ایک غول دوسرے عنقا، تیسرے وفادار
عنقا۔ اسکو عنقاے مغرب بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑا ایک پرندہ ہے
نام تو مشہور ہے۔ مگر صورت کسی نے بھی نہیں دیکھی۔ اسکو عنقا، اموجہ سے
کہتے ہیں کہ گلے میں اسکے سفیدی سی طوق کی طرح کی ہوتی ہے۔

ما حظ نے لکھا ہے کہ تمام دنیا کے لوگ عنقا کی مثل ان چیزوں پر
کہا کرتے ہیں جسکا نام سنتے ہوں اور صورت نہ دیکھتے ہوں۔
عرب کی ایک مثل اسکے متعلق یہ بھی ہے کہ خلقت بد فی الجوع عنقا

مغرب (یعنی فلاں چیز کو آسمان پر عنقا اڑا لیا) شاعر کہتا ہے -
 اذما ابن عبد اللہ خلی مکانہ | جبکہ ابن عبد اللہ نے اپنا مکان
 وقد حلت فی الجو عنقا مغرب | چھوڑ دیا اور اُسکو عنقا کے مغرب
 آسمان پر اڑا لیا۔

خیلان - عنقا ہی کی طرح ایک اور جانور ہے۔ دریا میں رہتا ہے
 عرب کا خیال ہے کہ یہ جانور نصف تو انسان ہے اور نصف بدن سے
 بچھلی ہے۔ ایک شاعر لکھتا ہے۔

فلا البغاد بالنطق یعتد عاقلا | نہ تو طوطا گویا کیوں ہے سے عاقل
 ولا الخیلان بالجسم ھینا انسانا | کہا جائیگا۔ اور نہ خیلان جسم کیوں ہے سے
 آدمی سمجھا جائیگا۔

حرقوص - چھوٹا سا جانور ہے کسی قدر پتہ سے بنا یا کرہ عورتوں
 کے مقام مخصوص میں گھس جاتا ہے اور اُنکی بکارت زائل کر دیتا ہے۔
 ہوائف - معلوم نہیں یہ کیا بلا ہے۔ آواز تو اُنکی سنائی دیتی ہے
 مگر صورت نہیں دکھائی دیتی۔ جو شخص رات کو اپنے آپ بیٹھا دل
 سے باتیں کرتا رہتا ہے اُسکو ہوائف کی آواز آتی ہے۔

اکلیۃ الشیطان - ایک قسم کا سانپ تھا۔ بالہیت کے
 زمانے میں فائدہ کعبہ میں آتا اور اپنے آپ کو زمین پر ٹپکتا۔ جو کوئی
 اُس طرف سے گزرتا اُس کو کاٹ کھاتا۔ اسی وجہ سے جو شخص کہیں
 چلا جائے اور اُس کا پتہ نہ ملے تو اُس پر اسی کی مثل کہتے ہیں۔

پانچواں باب

عرب کے مکانات۔ عمارتیں۔ پوشاک۔ خوراک۔

آداب گفتگو۔ طریقہ سلام۔ اس میں چار فصلیں ہیں

فصل اول

عرب کی عمارتیں اور مکانات
بالمیت میں عرب کے مکانات دو قسم کے تھے۔ حضرت وہبؓ۔

حضرت کی تفصیل

شہر ہی باشندے عربوں کے مکانات ان کے شہروں میں بہت بلند اور عالیشان ہوا کرتے تھے۔ اکثر نفیس نفیس اور قیمتی جواہرات سے (جوتاہ) میں روم اور عجم سے لیتے تھے اپنے مکانوں کی زینت کرتے تھے۔
منجملہ ان شہروں کے جنہیں اسی اسی عالیشان عمارتیں تھیں ایک مدینہ مآرب ہے یوزفین نے لکھا ہے کہ اس شہر کا نام تو یہی تھا۔ مگر مدینہ سبا کے نام مشہور تھا۔ اس شہر کو عبد شمس لقب ہبسانے آباد کیا تھا۔ اور یمن کے بادشاہوں کا پایہ تخت یہیں تھا۔ منجملہ وہاں کے بادشاہوں

ملکہ بلقیس بھی تھی۔ جسکا ذکر قرآن اور علاوہ اسکے آسمانی کتابوں میں آیا ہے (ال ص ۱۱۰-۱۳)۔

بیان کرتے ہیں کہ اسی شہزادہ نے اس شہر میں ایک سد قائم کی تھی۔ جسکو سد مارب کہتے ہیں۔ یہ سد (دیوار) بہت موٹی اور مضبوط تھی۔ اور دو پہاڑوں کے درمیان میں واقع تھی۔ اسکی چوڑائی پانچ یا چھ منٹ کی راہ تھی۔ اسکے بنانے کی غرض یہ تھی کہ بارش اور چشموں کے پانی اسی طرف رکی رہیں۔ اور ضرورت کے وقت اس سے زراعت اور باغوں کو سیراب کیا جائے۔

ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سد عبد شمس نے ہی بنائی تھی لقمان بن عاد کی طرف بعض لوگوں نے منسوب کیا ہے۔

عرب اس سد کو بھی دنیا کی عجائبات میں سے جانتے تھے۔ اور اکثر مصنفین نے اس سد کی انہدام کی خرابیوں پر گفتگو کی ہے کہ کیا کیا بلائیں اسکے منہدم ہونے سے نازل ہوئیں۔ اسکی بابت تاریخین بھی لکھی ہیں۔ مگر محققین کی رائے میں کس قدر یہ واقعات مشکوک ہیں۔

قطر حور نقی۔ کوروم کے ایک شخص سمنی ستار نے پشت کو ذریعہ ان اکبر (بادشاہ) ابن امر القیس الحنسی (ملقب بہ محرق) کے واسطے بنوایا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ شخص حب مکان کی تعمیر سے فارغ ہوا تو بادشاہ مذکورہ الصدر نے اس معمار کو اسی مکان کی چھت پر سے گروا کے مار ڈالا تاکہ کسی دوسرے کے واسطے ایسا مکان نہ بنا سکے۔ اسی سے ایک مثل بھی مشہور ہے جسکو اپنی محنت کا عوض ایسا خراب لے اُسکو کہتے ہیں جوڑی جزا ستار جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

حسنی بنوہ اب العبلان عن کبر ابو عیلان کے بیٹوں نے اُسکو بڑا پے و حسن فعل کا جوڑی شام۔ اور لچھے لچھے کاموں کا ایسا ہی بدلہ دیا

جیسا کہ سنار کو ملتا تھا۔

یہاں پر قابل ذکر اور عرت خیرہ بات ہے کہ جب اس بادشاہ (نعمان) نے تیس برس تک بادشاہی کر لی تو ایک دن بیٹھا بیٹھا اپنی تمام سلطنت اور قبضہ و اقتدار و دولت و مال و مشتم و عزم پر غور کرنے لگا۔ بچا ایک اسکے دل میں یہ بات آئی کہ جعفر بھی میرے قبضہ میں ہے۔ فقہان ہے۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن میرے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں چلا جائیگا پھر مجھے ان چیزوں کا مالک بننے سے کیا فائدہ ہوا۔ یہ سوچتا تھا کہ اسکے دل میں زہد نے اثر کیا۔ اپنے دربانوں کو کہلا دیا کہ دروازے پر سے چلے جاؤ۔ جب رات ہوئی تو ایک چادر سر پر اوڑھ لی اور چل دیا۔ آخر تک نہ معلوم ہوا کہاں گیا۔ اور کیا ہوا۔

سید پر بھی ایک عظیم الشان عمارت عراق میں اسی نعمان کی ہے۔ حصن الصنبر (قلعہ صنبر) امر العقیس بن نعمان اعور کا نتیجہ ہے۔ بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سنار مذکور الصدر کا واقعہ اسی بادشاہ کے ساتھ اور اسی قلعہ بنانے کے بعد ہوا ہے۔

قصر نعمان۔ منامین کے وری طرف کو واقع ہے۔ اس میں چند مشہور غرنے ہیں جنہیں محاریب (محاب کی جمع ہے) کہتے ہیں۔ یہ عمارت نہایت ہی مستحکم اور ضرورت سے زیادہ بلند ہے۔ اسکے ساتھ درجہ ہیں۔ اور بہت بلند بلند اور وسیع ہیں۔ جعفر اس میں صنعتیں اور کاریگاریاں صرف کی گئی ہیں اسکا کیا کہنا۔ گدکاریاں جتنی ہیں وہ عجیب ہیں۔ قابل دید عمارت ہے۔ اس عظیم الشان مکان کو شمر عبدل بن عمرو بن غالب بن مذلا بن زید بن یعفر بن سکسک بن وائل بن معمر نے بنوایا تھا۔ اور اپنی سلطنت کے زمانے بھر میں رہا۔ اسکے بعد بادشاہان تبعی کا دار السلطنت بنایا تھا۔ محیط المحيط میں لگتے ہیں کہ قصر نعمان سین میں ہے۔ اسکو بیشتر خرنے

پار رنگ کا بنایا تھا۔ ایک رخ سُرغ۔ دوسرا زرد۔ تیسرا سبز۔ چوتھا سفید۔
 اُسکے اندر ایک اور قصر بنوایا تھا۔ جسکی سات چھتیں تھیں۔ ہر دو چھتوں کو
 درمیان پالیس داڑھ کا فاصلہ تھا۔ یہ وہی مکان ہے جسکو سیف بن
 ذی یزن حمیری نے حبشیوں سے چھین لیا تھا (دیکھو باب چوتھا فصل اول)
 مارو۔ اہلق۔ سوال بن عادیہ ہودی غسانی کے دو قلعہ میں۔ مارو
 نو دو متہ الجندل میں ہے۔ اسکی ساخت سنگ سیاہ سے ہے۔ اور اہلق
 مقام تیار میں سنگ سیاہ و سفید سے بنایا گیا ہے۔ ان دونوں قلعوں پر
 شہر عادی زبائے چڑائی کی تھی۔ مگنا کامیاب رہی۔ بس یہ کچھکے پلٹ
 آئی کہ تمہ مارو و عداہلق (مارو تو سرکش ہو گیا اور اہلق و شوار ہو گیا)
 جب ہی سے یہ جملہ مثل بٹ گیا۔

صرح الغدیر۔ بادشاہان غسان کی عمارتوں میں سے ہے۔
 جو یان کے اطراف میں قریب بلقار کے ہے اس عمارت کی عمر بن جفہ
 غسانی نے بنا کی تھی۔
 قناطر۔ افرج۔ قسطل۔ جبہ بن حرث بن ثعلبہ کے مکانات ہیں۔
 حیفہ مصنعہ۔ قصر ابیر۔ معان۔ یہ بھی جبہ بن حرث کی عمارتیں ہیں۔
 مگر خوبلقار میں رہتا تھا۔

قصر الغضا۔ صفات العجلات۔ قصر منار۔ عمرو بن حرث نے بنوائے
 تھے۔ اس نے دمشق اور اطراف دمشق میں بہت سی عمارتیں بنوائی تھیں
 بجلہ ان کے یہ تین مکانات بھی ہیں۔

قصر سویدا۔ قصر حارب۔ نعمان بن عمرو کی عمارتیں ہیں۔
 قصر بوقع۔ عمرو مذکور الصدر کے بجائی جبہ بن حرث نے جنگل میں
 یہ عمارت تیار کرائی تھی۔ اسی کے ملک سے۔ تدمر۔ قفر۔ کہ ذات انار
 بھی تھے۔ ان عمارتوں کو جبکہ کے عامل مسی قین نے تیار کرایا تھا۔

جبلہ ادھیمہ۔ چھوٹا سا ایک شہر ہے۔ غتان کے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ جلد بن ابہم نے آباد کیا تھا۔ خلیفہ عمر بن خطاب کے زمانے میں مسلمان بھی ہو گیا تھا۔ پھر قیصر روم سے جا ملا۔ اور نصرانی ہو گیا۔ اور آخر عمر تک وہیں رہا۔ اس بادشاہ کی سلطنت نہایت قوی تھی۔ یہاں تک کہ عرب میں ضرب النشل تھا۔ عرب کہتے تھے۔ فلان اعظم لگا من جبلہ ابن ایہد مگر اب یہ جبلہ سلطان ابراہیم ادھم کے نام سے مشہور ہے جو نہایت زائد شخص تھے۔ وہیں مرے تھے اور وہیں دفن ہوئے اس قدر تو زمانہ جاہلیت کی عمارتیں ہیں اور ممکن ہے کہ اس سے زیادہ بھی ہوں مگر یہ کہو یہیں تک معلوم ہیں۔ اور اسلام کے زمانے میں جو جو عمارتیں مشہور تھیں انہیں سے اکثر کا ذکر باب اول کی تیسری فصل میں آچکا ہے۔ مگر میں مکران کو چند ناموں کے لحاظ سے بیان کرتا ہوں۔ جس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ کیوں یہ عمارتیں اور شہر بنوائے گئے تھے۔ اور انجام انکا کیا ہوا۔

بصرہ۔ یہ پہلا شہر ہے جسے اسلام کے زمانے میں اسلامبول آباد کیا ہے۔ عمر بن خطاب جب ابو بکر صدیق کے بعد ۳۰ھ میں متوفی خلافت ہوئے تو اس شہر کے آباد کرنے کی کوشش کی۔ اسی وجہ سے انکو اس نئے زمانے کے اعتبار سے پہلا شخص مانتے ہیں جس نے عمارتیں بنوائیں۔ اور شہر کے آباد کرنے کا قصد کیا۔ یہ شہر ۳۵ھ مطابق ۳۵ھ میں عراق کی سرزمین پر چھاں کہ وجلہ اور فرات ملنے ہیں ہزار العرب کے کنارے بنایا گیا۔ اسکے آباد کرنے کی یہ وجہ تھی کہ ہندوستان اور ایران سے باہم اختلاط تھا۔ مقصود ہوا کہ اس مواصلت اور اختلاط کو قطع کر دیا جائے۔ یہ شہر نہایت فرحت خیز تھا۔ اس میں ایک مشہور بازار تھا۔ جسے مرید بصرہ کہتے تھے بشعرا عرب وہاں جمع ہوتے اور اپنے اپنے اشعار پڑھ پڑھ کر

سناتے۔ اسی وجہ سے وہاں ادیب و فصیح اور علماء کا بڑا مجمع تھا۔ اکثر
وہاں کے علماء علم نحو میں کامل تھے۔ مگر کوفہ والوں میں اور ان میں اس
علم کے متعلق بڑے بڑے اختلاف تھے۔ کوئی کسی مسئلہ میں کچھ رائے
دیتا کوئی کچھ۔ مگر کوفہ والوں کو اپنی ترجیح نہیں ہوئی۔ کیونکہ بصرہ والوں
کی مہارت اس علم میں چڑھی بڑھی تھی۔ اگر کسی قدر کوفہ کو ترجیح تھی تو
فقط اسوجہ سے کہ بغداد سے پہلے وہی سلطنت اسلامیہ کا پایہ تخت
تھا۔ اور بصرہ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی۔ البتہ اس میں اعمال رکھتے تھے۔
اکثر اس شہر میں بہت سخت اور ظالم حکام بھیجے جاتے تھے جیسے
زیاد بن امیہ۔ حجاج بن یوسف وغیرہ۔

سنہ ہجری کے بارہویں قرن مطابق میلادی قرن میں بصرہ کی
آبادی تقریباً ۱۰ لاکھ کی ہو گئی تھی۔ مگر اب تو سارا شہر برباد ہو گیا ہے۔
اس زمانے میں ساٹھ ہزار سے زیادہ آدمی وہاں آباد نہ ہوں گے۔
کوفہ۔ اس شہر کو بھی خلیفہ عمر بن خطابؓ نے سنہ ہجری مطابق سنہ
میں بنایا تھا۔ اور اسی کو پائے تخت قرار دیا تھا۔ اس سے پہلے انبار میں تھا
کوفہ کا لقب اسکے حسن و خوبی کی وجہ سے خد العزائم (باکرہ عورت کا
رخسار) پڑ گیا تھا۔ ادیب بھی وہ تھے کہ وہاں کی زمین سرخ ریتیلی تھی۔ اس
شہر کے پائے تخت ہونے کی وجہ سے عراق کا بہت بڑا شہر اسکو سمجھتے تھے
اور اسکو قبۃ الاسلام اور دار الحجۃ جانتے تھے۔ خط کوفی جو مشہور ہے
وہ اسی شہر کے نام سے ہے۔ عثمان بن عفان کے زمانے میں عرب کا
فرد گاہ اور تجارت گاہ یہی شہر تھا۔

انہی دونوں شہروں میں علماء و کلماء بہت ہوئے ہیں۔ ان دونوں
شہروں کو عراقین بھی کہتے ہیں۔ یہاں کے علماء کی عربیت اعلیٰ درجے
کی تھی۔ انہی پر تمام لوگ اعتماد کرتے تھے۔ اور انہی کے کلام سے موقع پر

استشہاد پیش کرتے تھے۔

ایک فاضل کا کلام ہے کہ جہاں کہیں کسی مسئلے میں اختلاف پڑا ہے تو لفظ کے اعتبار سے بصریوں کا قول ٹھیک ہوتا ہے اور معنی کے اعتبار سے کوفیوں کا۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفیوں کو ہمیشہ مطلب سے مطلب تھا۔ اور بصریوں کو ظاہر واری اور ظاہر پرستی سے)

جامع افقنی (ایک مسجد جامع ہے) اس مسجد کو بھی عمرو بن خطاب ہی نے بنایا ہے۔ شہر اور شلم (قدس شریف) میں اس مقام پر جہاں حضرت سلیمان کی عالیشان عمارت تھی بنوایا ہے۔ یہ مسجد بھی اُن تین مشہور مسجدوں میں سے ہے جنکا ذکر باب چہارم کے دوسری فصل میں آچکا ہے۔

واسطہ کو حجاج بن یوسف ثقفی نے خلافت عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مسیحی مطابق ۷۰۹ء آباد کیا تھا۔ اور نام اسکا واسطہ اسوجہ سے رکھا تھا کہ یہ شہر کوفہ اور بصرہ کے وسط (درمیان) میں واقع ہے۔ جامع اموی۔ جب مروان بن ابوسفیان نے بعد امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے تحت خلافت لیا اور شام کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ اہل بیت سے جب تک بنی امیہ کی سلطنت باقی رہی یہیں پائے تخت رہا۔ یہ شہر ہمیشہ سے تلواریں کے حق میں مشہور تھا۔ یعنی یہاں لوہے اور فلدار کے پتروں سے بنائی جاتی تھیں۔ یہاں کی تلواریں میں یہ وصفت تھا کہ پیلے سے قبضے تک جہک آتی تھیں اور سخت سے سخت چیز کو کاٹ دیتی تھیں۔ مگر اس زمانے میں تو یہ فن وہاں سے بالکل ہی مفقود ہو گیا ہے۔

مشہور ہے کہ متیور لنگ بادشاہ نے جب اس شہر پر شہنشاہ ہجری کے آٹھویں قرن مطابق چودھویں قرن میلادی میں قبضہ کیا تو یہاں کی کامل تلواریں بنانے والوں کو ایران کے ملک میں لے گیا۔ وہاں اُن لوگوں

تلواریں بنائیں مگر دمشق کی تلواروں کو نہ پہنچیں۔

شام میں اب تک آبنوس کا کام بہت اچھا بنتا ہے۔ اسپرماختی دست اور سیپ وغیرہ چمکدار چیزیں جڑتے ہیں۔ اس صنعت کا نام اُنکے ہاں تطعیم ہے۔ ریشمی کپڑے اور گھوڑے کے ساز۔ اور سونے کی چیزیں ایسی نکلتی ہیں کہ دوسری جگہ نہیں بن سکتیں۔

پھر جب ولید بن عبد الملک کو تخت سلطنت ملا تو ایک جامع اموی بنوای۔ مشہور ہے کہ یہ جامع مسجد عرب کی تمام عمارتوں سے عظیم الشان ہے اور اسلامی جامع مسجدوں میں کوئی اسکی نظیر نہیں ہے۔ طول اسکا ساڑ پانچ سو قدم ہے اور عرض ڈیڑھ سو قدم۔ ستون اسکے بہت بڑے بڑے سنگ سان اور رنگ رخام مختلف الالوان کے ہیں۔ اسکے قبة میں چھتہ قندیلیں سونے اور چاندی کی زنجیروں میں لٹکی ہوئی ہیں۔ ماہ ہیمام میں بارہ ہزار قندیلیں اُس میں جلای جاتی ہیں۔ چار مصلیوں (حفی۔ الکی۔ شافعی۔ حنبلی) کے چار محراب علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے ہیں۔ اُس میں بچھتر موزن مقرر ہیں جو اسکے تین میناروں پر اذان کہتے ہیں۔

ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ولید نے اس مسجد کے بنوانے میں تین کروڑ اشرفیاں صرف کی ہیں۔

ولید ہی نے قدس میں جامع اقصیٰ اور مدینے کی مسجد تعمیر کرائی۔

مہمان خانے وغیرہ بھی اس نے بنوائے تھے۔ یہی اسلام میں پہلا شخص ہے جس نے مہمان خانہ شہر ہجری مطابق سنہ ۴۸ میں بنوایا تھا۔ رطلہ۔ خلافت سلیمان بن عبد الملک کے زمانے میں آباد ہوا ہے اسکو قدس سے ایک دن کی راہ کا فاصلہ ہے۔

رصافہ ہشام۔ شام کی سرزمین مشہور مقام ہے ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں آباد ہوا۔

ما شیمہ انبار کے پلس ایک شہر ہے۔ عبدالعزیز سفاح عباسی نے دولت بنی امیہ کے تمام مہرے اور اپنے بادشاہ بننے کے بعد آباد کیا ہے۔ جو تو پہلے حیرہ میں رہتا تھا۔ مگر جب یہ شہر آباد کیا تو تخت خلافت یہیں لایا۔ بغداد۔ اسکو بغداد اور بغداد اور بغداد۔ بغداد۔ بغداد بھی کہتے ہیں۔ عراق عرب میں نہر و بجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد ہے۔ اسکو مدینہ اسلام بھی کہتے تھے۔ اس سبب سے کہ دجلہ کو دایہ اسلام کہا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس نہر کا نام بھی نہر اسلام تھا۔ اس شہر کو ابو جعفر منصور (سفاح کا بھائی ہے) نے ۱۹۸ھ ہجری مطابق ۸۱۳ء میں آباد کیا تھا۔

ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ دجلہ کو زوراء بھی کہتے تھے کیونکہ اسکی رفتار کچھ تھی۔ فارغ کہتا ہے۔
 ارج النیم سری من الزوراء | انیم صبح کی خوشبو چلی جو زوراء سے
 سحر فاجی میت الاحیاء | اٹھی مری ہوئی انسان کوہ و جوار
 نشرایع بغداد۔ بغداد کے معنی عطیہ منعم کے ہیں۔ اس سبب سے کہ کسریٰ نے ایک خواجہ سرا کو یہ شہر دیدیا تھا۔ وہاں ایک بت تھا۔ اسکا نام بعل تھا۔ جب کسریٰ نے خواجہ سرا کو یہ شہر دیدیا تو اس نے کہا بعل داد یعنی بعل کا عطیہ ہے۔ اسی وجہ سے فقہائے اسلام اسکا نام نہیں لیتے اور مدینۃ السلام کہتے تھے۔
 ابن البارک کہتا تھا کہ اس شہر کا نام بغداد نہیں ہے۔ بلکہ بغداد اور بغداد ہے۔

ایک اور شخص کا قول ہے کہ بعل باغ کا مخفف ہے۔ اور داد ایک شخص کا نام ہے۔ یعنی باغ داد۔
 منصور نے اپنا تخت سلطنت ما شیمہ سے بغداد ہی میں منگالیا تھا۔

اور اپنے بیٹے مہدی کو شہر رصافہ آباد کرنے کا حکم دیا تھا۔ اُسی وقت سے بغداد سلطنت مشرقیہ کا مرکز بن گیا۔ علوم و فنون کی بھی کثرت ہوئی۔ مابقی علوم مشرقیہ جب قدر بھی تھے سب نقل اور ترجمہ ہو کے یہاں آ گئے اور بڑی رونق ہو گئی۔

بغداد کے مغربی جانب میں ایک مقام سہی کنج ہے۔ اسی جگہ ابو جعفر مذکور الصدر کا قیام گاہ تھا۔ ابن زریق بغدادی کہتا ہے۔
استودع اللہ فی بغداد اذلی قمرًا | حذا القلے لے بغداد کے کرخ
بالکرخ من فلك الارزرا مطلعہ | میں ہمارے واسطے ایک چاند
امانت کے طور سے رکھا ہے کہ جب کا مطلع ستاروں والے آسمان
سے ہے۔

رصافہ بغداد کے مشرقی جانب میں تھا۔ جب ہارون رشید (پانچواں بادشاہ عباسی) کو سلطنت ملی۔ تو وہاں ایک عالیشان عمارت بنوائی۔ اسوقت رصافہ پر ایک عجیب جو بن تھا جسے دیکھنے ہی سے تعلق تھا۔ علی بن جہم کہتا ہے۔

عیون المہی بین الرصافۃ والجسر | گامان دشتی کی آنکھوں نے
جلین الہوی من حیث ادری لادری | (یعنی معشوقوں کی آنکھوں نے)
جو رصافہ اور جسر کے درمیان رہتی ہیں عشق میرے دل میں پیدا کر دیا
جسے کچھ تو میں سمجھ سکا اور کچھ بالکل نہ سمجھا۔

اسوقت سے رصافہ کی رونق سلطنت عباسیہ کے آخر زمانے تک باقی رہی۔ مگر جب سلطنت عباسیہ کا آفتاب بالکل غروب ہو گیا۔ تو رصافہ کی چمک دمک بھی اُسکے ساتھ چلتی بنی۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مامون کے زمانہ تک پانچ سو ساٹھ حمام بغداد میں بن چکے تھے۔ (معلوم نہیں اسکے بعد کتنا بڑھ گیا)

بعد ازاں سے ملے ہوئے تقریباً چالیس سے اوپر بڑے اور چھوٹے شہر آباد تھے۔ علاوہ خطیب مذکور کے اوروں نے بھی لکھا ہے کہ اپنے عروج کے وقت میں بغداد جیسا کوئی شہر بھی رونق پر نہ تھا۔ یہاں قریب پانچ سو برس کے بادشاہان بنی عباس کا پایہ تخت رہا ہے۔ مگر ہلاکو خان تاتاری کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہو گیا۔

اس شہر میں ہر قسم کے عالم ہر قسم کے مشہور و معروف ہر فن میں کمال لوگ موجود تھے۔ ایک یہ زمانہ ہے کہ ساٹھ ہزار سے کسی طرح زیادہ آدمی وہاں نہ ہوں گے۔

گرمیوں کے زمانے میں وہاں تمام آدمی تہ خانوں میں رہتے ہیں۔ اور رات کو چھتوں پر سوتے ہیں کیونکہ گرمی یہاں کی بہت سخت ہوتی ہے۔ عمارتیں اس شہر کی قرندی رنگ کی بنی ہوئی ہیں۔ اگرچہ اب تو باطل منہام ہیں مگر چند عمارتیں۔ زبیدہ بنت جعفر عباسی زوجہ ہارون رشید کی بنوائی ہوئی اور اور چند جامع مسجدیں اور مکانات اور حمام باقی ہیں۔ خانے یہاں آکے ٹھہرتے ہیں۔

چھری چاقو بنانے والے۔ اور چڑے کا کام کرنے والے اب بھی اعلیٰ درجے کے وہاں موجود ہیں۔ اور سوتی۔ ریشمی کپڑے بھی عمدہ سے عمدہ بنے جاتے ہیں۔

دو ایک باقی شہر۔ جبکہ ہارون رشید کو تخت سلطنت ملا تو شہر اوہ اور طرسوس کے ازب نو آباد کرنے کا حکم دیا۔ اور تھوڑے ہی زمانے میں انہی اصلاح کر دی گئی۔ جو جو عمارتیں گر گئی تھیں سب ازب نو آباد کی گئیں۔ اُسی سلسلہ میں شہر فاطون کے آباد کرنے کا بھی حکم دیا۔ مگر تمامی کو نہ پہنچنے پایا تھا کہ پھر برباد ہو گیا۔ جب معزم کو تخت ملا تو اسکی تجدید شروع کی۔ اور ۲۲۲ ہجری مطابق ۸۳۵ء میں بنولے نیا کر دیا۔ اور اسکا نام سرمن رای رکھا۔ امتداد زمانہ سے مخفی

اور زخیم کے بچے ہیں جنہیں کے سامرا ہو گیا۔ یہی کو مقتسم نے اپنا پائے تخت بھی بنایا تھا۔ اور بغداد میں ایک شخص کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ جب ان کے صاحبزادے واثق مالک تخت ہوئے تو پھر تخت اپنا بغداد میں واپس لائے۔ اسی وجہ سے سامرا اُجڑ گیا۔ اب تھوڑی سی آبادی رہ گئی ہے۔

اب مشرقی شہروں اور تخت گاہوں کے ذکر کے بعد ہم مغربی اسلامی سلطنتوں کو اور اسکے اسباب قیام کو بیان کرتے ہیں۔

اندلس میں سلطنت امویہ

جس وقت بنی امیہ کی سلطنت کا زمانہ مشرقی بلاد سے تمام ہوا۔ اور دورِ فلک نے ہام سلطنت سلاج کے ماتھے پر (جو عباسیوں میں پہلا بادشاہ ہے) ۱۳۰ ہجری مطابق ۷۴۷ء میں رکھا تو پہلا کام جو اس بادشاہ کے ماتھے سے ہوا یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے بنی امیہ کا نسب و نالہ بود کیا جائے۔ غرض کچھ تو قتل کئے گئے اور کچھ بھاگ بھگے۔ اور اس میں اظہار یہ تھا کہ چونکہ بنی امیہ نے اہلبیت رسالت پر بڑے بڑے ظلم و ستم کئے ہیں یہ اسکا معاوضہ ہے۔ یہاں ہوں کی تعداد میں ایک صاحب عبدالرحمن نامی جبکہ لقب داخل تھا بلاد اندلس میں پہنچے۔ اور اُس پر قبضہ جایا۔ (عبدالرحمن معاویہ اموی کے بیٹے ہیں) اور نئے سرے سے دوسری خلافت ۱۳۹ ہجری مطابق ۷۵۷ء میں قائم کی مگر اپنے آپ کو امیر المؤمنین نہیں کہلوا یا۔ اس سبب کہ انھوں نے بیعت خلافت ایک ایسے مقام پر لی تھی کہ جو اسلام کا گہر اور عرب کی ابتدا کا مقام تھا۔ بلکہ فقط امیر کے نام سے اپنے آپ کو مخاطب کرتے تھے۔ اور یہی نظر آنکی اولاد میں بھی آنکے بودا۔ مگر جب انھوں امیر عبدالرحمن نامہ تحت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انھوں نے امیر المؤمنین کا خطاب اپنے واسطے لینا بعض انگریزی تاریخوں کا بیان ہے کہ عرب نے تمام ہسپانیہ کے شہروں کا

نام اندلس رکھ لیا تھا۔ حالانکہ اندلس اسکی کئی اقلیموں میں سے ایک حصہ کا نام ہے۔ اسکا سبب فقط یہ ہے کہ پہلے پہل جو ہسپانیہ کے شہروں میں سے اسلام نے فتح کیا ہے اندلس ہی تھا۔ اسکے بعد جب قدر فتح کرتے رہے سب کو اندلس ہی کہتے رہے۔ اس ملک کو جزیرہ اندلس بھی کہنے لگے۔ حالانکہ یہ جزیرہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ شہ جزیرہ ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اسکو بحیث جزیرہ بھی کہتے ہیں اور خشکی سے جدا گانہ جزیرہ اسکو نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ ان تمام بلاد کو مغربی سمجھتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے اندلس کے رہنے والوں کو مغربی کہتے تھے۔ جیسے افریقیہ کے رہنے والوں کو مغربی کہتے تھے۔

جس وقت سے کہ عبدالرحمن مذکور الصدر نے اندلس کے شہروں پر قبضہ کیا اسی وقت سے اس ملک کے باشندوں اور مسلم عربوں میں جو مشرقی ملک (حجاز و عراق وغیرہ) میں رہتے تھے بالکل تعلقات باقی نہ رہے۔ بلکہ یہاں تک لوہب پہنچی تھی کہ اندلس کے بادشاہان بنی امیہ نے مسلمانوں کو حج کے لئے آنے سے بھی بلاد و مشرقیہ میں ممانعت کر دی تھی۔ حالانکہ حج اسلامی شریعت کا ایک رکن اعظم ہے جس طرح سے اسرائیلی بادشاہوں بیت المقدس کی زیارت سے اپنی رعایا کو روک دیا تھا۔ ویکھو اہل ص ۲۶۲۲۱۲ اسی وجہ سے انکی سلطنت کے زمانے میں کسی نے بھی حج نہیں کیا۔ یہاں تک کہ طوائف الملوک نے انکی خلافت کو سترہ ہجری مطابق ۱۰۳۳ء میں بناہ کیا۔

مدینہ قرطبہ۔ عبدالرحمن مذکور الصدر نے شہر قرطبہ ہی میں اپنی خلافت کے واسطے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اور اسی کو اچا پائے تخت قرار دیا۔ اور ایک عظیم الشان قصر اور ایک مسجد بھی بنوائی۔ تقریباً اسی ہزار اشرفیاں تعمیر میں صرف ہوئیں۔ مگر عمارت کامل نہ ہونے پائی تھی کہ انتھالی کر گئے۔

انکے بعد عجوزہ خلافت کے محل ضرب ملک ناصر ہوئے۔ انکے زمانے میں شہر قرطبہ میں علوم و فنون کا چرچا پھیلا۔ جس طرح سے کہ بغداد اور العلوم ہو رہا تھا۔ اور اصفہان نے اپنی بہت تعمیر مکانات و عمارات و مقصور میں صرف کی۔ اور انکے دادا امیر محمد اور انکے باپ عبدالرحمن نے بھی اپنی اپنی عمارتیں بہت عظیم الشان اور بڑی تیار کرائی تھیں۔ مجملہ انکے ایک مجلسِ مذاہر تھی۔ دوسری بھو۔ تیسری کال۔ چوتھی قصر منیف۔

گملاک ناصر نے بھی مجلسِ مذاہر کے پہلو میں ایک قصر عظیم الشان بنوایا اور اسکا نام روضہ رکھا۔ اور پانی کی نہریں جبل قرطبہ سے بڑے بڑے بندوں اور معماروں کے ذریعے سے (جنہیں قسطنطینہ اور بغداد وغیرہ سے بلوایا تھا) جاری کرائیں۔ اسکے بعد اپنی سیرگاہیں بنوانا شروع کیں۔ اور مینارِ ماعورہ قصر عالی مذکور الصدر سے باہر تیار کرایا۔ اور باوجود بعدِ سانفت کے پہاڑ کی چوٹی سے نہایت عجیب و خوشنما نہروں کے ذریعے سے اس میں پانی جاری کرایا جنہیں ابن خلدون و عربی نے عظیم الشان عمارتوں اور آثار عجیبہ میں داخل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ایسی چیزیں بغیر بے انتہا مال اور کمال کاریگروں کی مساعدت کے نہیں بن سکتیں۔

مقری نے کتاب الفح الطیب میں لکھا ہے کہ ناصر نے اس کا ریزہ کوچیٹ غریب صنعتوں سے جوایا ہے۔ اور اسکے ذریعے سے نہایت شیریں پانی قابلِ قدر تدبیروں سے جبل قرطبہ لے کر قصر نے عورہ تک (جو قرطبہ کے مغربی جانب میں بنایا گیا ہے۔ جاری کرایا ہے۔ یہ پانی پہلے بہت بڑے ایک حوض میں جمع ہوتا ہے اور حوض پر ایک عظیم الجثہ شیر کی تصویر بنوائی ہے جو قابلِ دید ہے لہذا شاید آجنگ اس خوبی سے کسی اسکے بادشاہ نے شیر کی تصویر نہیں بنوائی ہے۔ سونے سے تو مطلب ہے اور آنکھوں کی جگہ وہ جواہر جڑے ہیں۔ جو نہایت ہلکا اور روشن ہیں۔ اسی شیر کے پچھلے حصے

کے سوراخ سے پانی آتا ہے۔ اور مٹھ کپیٹ سے اُس حوض میں اس خوبی سے گرتا ہے کہ دیکھنے والوں کو چکا چوند ہوتی ہے۔ اور آئینہ حیرت بجاتا ہے۔ اور وٹاں سے اس قصر کے خانہ باغوں میں باوجود اس قدر وسیع ہونے کے پانی جاری ہوتا ہے۔ اور جو کچھ اُس سے بچ رہتا ہے اُس سے بہت بڑی ایک نہر جاری ہو گئی ہے۔

یہ کاریز اور حوض اور نفوذ پر شیر عجاب روزگار میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں۔ اور بخلہ اُن صفتوں کے ہیں جو اگلے بادشاہوں نے اپنی اپنی حکومت کے زمانے میں با بجا بنوائی ہیں۔ دیکھنے کے قابل تو یہ بات ہے کہ پہاڑ سے اتنا فاصلہ اور راہیں کیسی پیچدار اُسپر ایسی کاریز جسکی عمارت بھی عظیم الشان ہے اور تہہ بھی کیسے کیسے بلند ہیں۔ کس خوبی سے تیار کرائی ہے۔

نامر کی یادگار میں سے جامع قرطبہ کے صحن پر ایک چھت بھی ہے جو غازیوں کے حرارت آفتاب سے بچنے کے واسطے بنائی گئی تھی۔

جغرافیہ کی بعض کتابوں میں کہ اس جامع مسجدوں کی تعداد ۱۶۰۰ ہے اور حماموں کی تعداد ۹۰۰۔ اور شراب خانے ۸۰۴۵۵۔ اور مکانات ۲۶۶۳۰ اور اہل ملک ۱۰۰۰۰۰۔ آباد تھے۔ اور ان تک بھی ان خلفاء کے مکانات کچھ کچھ باقی ہیں۔ ایک عالم کے دو شعر ان مکانات کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

بارج قانت الامصار قرطبہ	چار عمارتوں کے سب سے قرطبہ کو اور
منمن قنطرة الوادی وجامعها	شہروں پر فضیلت حاصل ہے۔ ایک
هذان شتان والزهداء ثالث	قنطرہ راوی (کسی راوی پر پل بند ہے)
والعلم اعظم شئ وهر والبعاء	اور دوسری جامع مسجد۔ تیسرے رہبر اور

چوتھے علم کو یہ سب میں عظیم الشان ہے۔

رصفافہ اسی بادشاہ مذکور الصدر نے اس سے قبل قرطبہ کے قریب

ایک مقام کو منتخب کر کے آباد کیا تھا۔ اور اس کا نام رصافہ رکھا تھا (اپنے دادا شام کے آباد ہوئے رصافہ کے نام پر) اسی رصافہ کے بہت سے فاضلین مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے یوسف بن سعور صافی بھی ہیں۔ بعض جزائیہ والوں کا بیان ہے کہ اسلام کے بعد دس شہر اسی (رصافہ) نام سے آباد ہوئے ہیں۔

حمص۔ مروانیوں کی سلطنت گو کہ شام سے جاتی رہی تھی مگر انکو اس مقام سے الفت بہت تھی۔ اب چونکہ سلطنت انکی اندلس میں قائم ہوئی اور یہاں لے آئے تعلقات قطع ہو گئے۔ مگر محبت وہی باقی تھی۔ نو اکثر شام کے شہروں کے نام اندلس کے شہروں کے رکھ لئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک شہر اشبیلیہ کے نام سے تھا۔ (جسے انگریز لوگ اسبیل) کہتے ہیں۔ اُس کا نام حمص رکھ لیا۔ (حالانکہ حمص شام کے شہروں میں سے ہے) اسی حمص کی نہر کی تعریف میں ایک اندلسی شاعر صاحب فرماتے ہیں۔

خللی بادری الی النضر بکفة | لے میرے دوستو مجھے صبح سویرے
وقفنجا حیث المدیثی عنانہ | نہر حمص پر لے چلو (کہ وہاں میری لبتگی
ولا تجرا الارجالان وراءها | کی صورت ہوگی) اور وہاں ٹھہرا وہاں
بیاباوعینی لا تذیل عیانہ | سے کہ اُس نہر کی لمبائی اپنی پاک
سوڑنی ہے۔ اور ارعاسے آگے نہ لیجانا۔ کیونکہ اُسکے پیچھے غیر آباد اور
ویران مقام ہے۔ جسے میری آنکھیں دیکھنا نہیں چاہتیں۔

قصر الشراحب۔ یہ قصر شہر شلب میں بنایا گیا تھا (اور یہ شہر ہی قرطبہ ہی کے اسماع میں داخل ہے) قصر شراحب وہاں کی مشہور عمارتوں میں سے ہے جسکی بابت معتز بن عباد اندسی لکھتا ہے۔

وسلم علی قصر الشراحب عن فتی | قصر شراحب پر ایک ایسے جوان کس طرف سے
لہ ابدل شوق الی ذالک القصر | سلام کہ جسے ہمیشہ اس مکان کے زیارت کا شوق

قصر السور و مجلس الذهب۔ ان دو عمارتوں کو بھی شہر ہر قسطنطین انہی بادشاہوں میں سے کسی نے بنوایا ہے۔ اس میں سیگاہ بہت انیس ہے۔ ان دونوں عمارتوں کی بابت ابن ہود کہتا ہے۔

قصر السور و مجلس الذهب | اے قصر سور اور مجلس ذهب تمہیں
بکمال بخت نفاذ الطرب | دونوں کی رونق سے میں استہام
سرور کو پہنچا۔

قصر طلیطلہ۔ یہ ایک شہور مکان ہے۔ مامون بن ذی النون نے شہر طلیطلہ میں بنوایا تھا۔ جسکی بابت ایک شاعر کا قول ہے۔

زادت طلیطلہ علی ما حدوا | طلیطلہ کی بابت جدید کہ لوگ بیان کرتے
بلد علیہ رضا و نعیم | ہیں بڑی ترقی ہو گئی۔ اس شہر میں حد
اللہ نینہ فوشم خصیہ | کی شان والی اور نعمت ہے۔ خدا تعالیٰ
ہذا الحجة والعصون مجوم | نے سکون و بہت دی ہے۔ پس اس
وسط کو تو کہ نشان۔ زمین کیاست اور اسکی چوٹیوں کو اشاروں سے

مامون مذکور صدر نے اس عمارت کی تعمیر میں بڑی کوشش صرف کی تھی۔ دور دور سے اہل صناعت اور ہندسہ دان اور مصور بلو اسکے صفحے اور نہایت انتظام کے ساتھ اسے بنوایا تھا۔ روپیے بھی صرف کیے ہوئے تھے جنکی غذا انہیں معلوم ہو سکتی۔ اس عمارت کے دروازے ایک نہر بنوائی تھی۔ اور وسط نہر میں رنگین شیشے کا ایک برج سوڑے سے نقش و نگار بنایا ہوا تھا۔ اور ہندسہ دانوں کی رائے زمین کا کرشمہ یہ ہے کہ پانی کو اس برج کے سرے پر بیگھے ہیں۔ اور وہاں سے چاروں طرف پانی بہتا ہے۔ اور ہر طرف کی دھار ملی ہوئی چلتی ہے۔ مگر برج کے شیشے کو ایک باریک کپڑے سے چھایا ہوا تھا۔ جسکے سب سے شیشہ پانی کی چوٹ سے محفوظ رہتا تھا۔ اکثر مامون اس برج کے اندر جا کر بیٹھتا۔ مگر اس پر پانی پانی پڑتا ہوتا تھا۔

اُسیں شمعیں روشن ہوتی تھیں۔ اُسوقت کاسماں البنہ قابل دید ہوتا تھا۔ ابو محمد بھری کہتا ہے۔

شمسیۃ الانساب بدریۃ	یہ برج نسب میں تو آفتاب اور ماہتاب
یحار فی تشبیہا الخاطر	سے ملتا ہے۔ پہلا اسکی پوری تشبیہ
کانما المامون بدر الدجی	کیونکہ ہو سکتی ہے۔ مگر میں یہ تشبیہ دیتا
وہی علیہ الفلک الدائر	ہوں کہ مامون تو اندھیری رات کا چاند

ہے اور یہ برج اُسکے سر پر جیسے آسمان۔

چند باقی مشہور شہر۔ اور بھی کئی ایسے شہور شہر ہیں جنکے منظر اور لطافت یہ گاہ پر عرب اوٹ را کرتے تھے۔ اور اپنی جان نثار کرتے تھے۔

بطلیوس لا انساک ما الفضل البعد	بطلیوس کے ایک شہر بطلیوس ہے جسکی بابت ابن فلاس کہتا ہے۔
فللہ عور من جنابک اوخذ	لے بطلیوس میں تھمکو کہی نہ ہوں لوگ
وللہ دو حات تحفل بینہا	چلے کس قدر تجھے دیکھے ہوئے کو
تغیر واد یہا کما شفق البرد	مہت گذر چکی ہو۔ تیری بلندی اور
درخت اس بطلیوس کے اندر لگے ہوئے۔ اُنکے جن کا کیا ذکر اور اسکی	پندی عجیب خوشما ہے۔ اور جو

داوی میں اس طرح پانی جاری ہے جس طرح کہ چاروشن ہو گئی ہو۔

انہی مقامات مشہورہ میں ایک صین الذہب بھی ہے۔ جسکی بابت مصحف افندی کہتا ہے۔

بابی وبائی وبائی	میرا باپ فدا ہو میرا باپ فدا ہو میرا باپ فدا ہو
جرعة من ماء عین اللہ	عین الذہب کے ایک گہوت پانی پر۔

اور ایک مرج الفضة ہے۔ یہ وہی مقام ہے جسکے چشے کو متذہبن عباد نے دیکھا تھا۔ کہ پانی اُسکا حسینان پر پیکی کے گھونگرو والے بالوں کی طرح بل کھاتا ہوا ہوا کے چوڑگوں سے پڑا ہے تو اس سے رائیگ

اور یہ مصر سے نظر کیا۔ سنج الریح علی الماء ذرد۔ اور اپنے وزیر ابوبکر بن عمار سے کہا کہ اس مصر پر مصر لگاؤ مگر وہ توجہ نہ دیا۔ اس وقت ریمیکہ (ایک عورت تھی) نے یہ مصر کہا۔ یا لہ در عامینعا لوجد وناں کے مشہور پہاڑوں میں سے ایک جبل شلیر ہے جسکی نسبت ایک شخص نے یہ شعر کہے ہیں (یہ بیچارہ اس طرف سے ہو کے جو گزرانہ نو فرما کی وجہ سے اور سردی سے بہت تکلیف اٹھائی اس وقت یہ شعر پڑھے تھا) جمل لنا ترک الصلوة بارضهم۔ جنم کی طرف بہا گئے کے واسطے ان وشراب الحمیا وحی شئی محرم۔ لوگوں کی سرحد میں بھوکنا کائنات کرنا ہزارا الی نار الحیلمہ کالہما۔ اور شراب کا پی لینا (حالانکہ حرام ہے) اخف علینا من شلیر ورحم۔ حلال ہو گیا ہے کیونکہ جنم کی تکلیف اس شلیر کی سردی سے تو بہت ملکی ہے کہ وہاں آگ تا اپنے کو تو بلیگی اور مر گئے تو نہیں۔ یہاں تو مرنے کا سامان ہے۔

مدینہ نہرا۔ ناصر بادشاہ نے جب شہر غرناطہ کی عمارتیں تیار کرنے سے فراغت پائی تو اس شہر (مدینہ نہرا) کو اپنا پائے تخت بنایا۔ اور باغ وغیرہ بھی اپنی آسائش کے لئے تیار کر لئے جو آباد اجداد کی عمارتوں اور باغوں سے بھی وہ چن چن و خوبی میں بالاتر تھیں۔ ہرن وغیرہ وحشی جانوروں کے لئے جو لائگا ہیں بہت لمبی چوڑی۔ اور پردوں کے لئے اور سے جالی ڈالی۔ رہنے پہنے کے واسطے احاطہ بنوایا۔ اور کئی کارخانے صنعت اور آلات حرب اور اتوپہ وغیرہ کی تیاری کے واسطے بنوا دیئے۔ اسکے علاوہ عجیب عجیب چیزیں دلچسپ نیا کرائی تھیں۔

ایک مصنف لکھتا ہے کہ ناصر کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔ اکثر اس نے شہر آباد کئے اور منہدم شدہ شہروں اور عمارتوں کو از سر نو درست کرایا۔ اور غیر مشہور مقامات کو آباد کیا۔ غرض کہ جو چیزیں قوت سلطنت کو ظاہر کرین

تھیں۔ سب مرتب کر لیں۔ عدل و انصاف اور صلح بھی اسکے زمانے میں بہت بلند پہاڑ پر رہا۔ آبادی کی مقدار بہت بڑھ گئی تھی۔ زراعت و تجارت کا بازار گرم تھا۔ اسکی وجہ سے اندلس میں دولت و ثروت و مال و منال کے چشمے پھوٹ پڑے تھے۔ خراج و مال کا چھ کر وڑ سالانہ تھا۔

اندلس میں آٹھ شہر تو بہت بڑے تھے اور تین سو شہر چھوٹے تھے۔ اور دیہات اور مزرعوں کی نعمت و بارہ ہزار تھی۔ جو کہ نہر اکبر کے دونوں کناروں پر واقع تھے۔

ابن سعید نے شقذی کا بیان لکھا ہے کہ قرطبہ اور زہرا اور زہراہ کی آبادی اس طرح سے ملی ہوئی تھی کہ انہی مقامات کے لپیٹ کی روشنی کے ذریعے سے بارہ میل تک آدمی چلا جاسکتا۔ (یعنی بارہ میل تک متصل واحد آبادی تھی۔ اور مڑکوں کی روشنی تمام اس طرح ہوتی تھی کہ اتنی مسافت جب مسعودہ روشنی کر کے چلنے کی ضرورت نہ تھی۔)

مگر ان سب شہروں میں جنہیں ناصر نے آباد کیا تھا مدینہ زہرا اور لپے زمانہ میں ایک عجوبہ سمجھا جاتا تھا بلکہ دریا ب (کاش التک باقی رہتا اور ہم بھی دیکھتی اس شہر کے آباد ہونے کا سبب ناصر کی ایک زرخیز لوندی زہرا نامی تھی۔ چونکہ ناصر اسکو بہت پیار کرتا تھا اور اسکی کسی درخواست کو رد نہ کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اسلئے اسکی اس درخواست کو قبول کیا بلکہ ایک شہر کے نام سے بھی آباد کر دیا۔ لہذا پہلے تو اس نے قصر زہرا (جسکا ذکر آگے آئے گا) بنوایا۔ پھر اسکے گرد و پار و پار پانچ میل تک قرطبہ سے اور شمالی جانب میں جیل عروس تک شہر آباد کیا۔ اور جیل عروس پر انجیر اور نوز کے درخت لگا دیئے۔ اسوقت کوئی منظر شہر زہرا کے منظر سے خوش نما نہ تھا۔ خصوصاً جس زمانہ میں کہ پھولوں کی فصل آتی تھی اور درخت ہرے ہوتے تھے۔

ابن غاکان کی تحریر کے بموجب اسکا طول دو ہزار سات سو گز شرفاً اور غیا

اور عرض ایک ہزار پانچ سو گز شمالاً اور جنوباً تھا۔ چوٹی سیڑھیوں کی ایک بات یہ ہے کہ فقط تین سو سنگ سفید کے ستون تھے۔ اور پندرہ ہزار سے زیادہ دروازے تھے۔ جن پر لوہا اور تانبا بٹا ہوا تھا۔

ابن جان نے ابن وجون فقید سے اور اس نے مسلم بن عبد اللہ مسند ماہر سے نقل کیا ہے کہ شہر زہرا کی آبادی میں ہر روز ایک ہزار چار سو چھ اور چار سو خاص اونٹ صرف ہوتے تھے۔ اور گریہ کے ایک ہزار چھ آتے تھے اور ہر تیسرے دن گیارہ سو اونٹ یا چھ سو بارک کے انبیں اور چونا آتا تھا۔ ایک شخص نے کل مصارف کا تخمینہ ایک سال کی بابت تین لاکھ تھریا لکھی ہیں۔ اور یہی طرح برابر چھپیس برس تک بنتا ہی رہا۔ اگرچہ کچھ کچھ تعمیر نو اسکی چالیس برس تک باقی رہی۔

سنگ رخام اور ستونوں کے واسطے پتھر سنگا نے کونا صر نے بڑے بڑے کال انجیر اطاف عالم میں مسجد بیٹھے تھے۔ سفید اور جبرع نما پتھر تواندلس اور روروس سے لائے گئے تھے۔ اور زرد پتھر افریقیہ کے اسحاق اور قرطاجنہ سے۔

اس شہر کے اندر ایک حوض بہت ہی بیش قیمت اور عجیب و غریب من کا جیہ نقش و نگار بہی بہت ہی دلغریب تھے اور تمام اسپر سونے کا ملمع کیا ہوا تھا۔ احمد یونانی کی کوشش سے قسطنطنیہ سے لایا گیا تھا۔ نصب اسکے علاوہ ایک اور چھوٹا سا حوض زرد پتھر کا جیہ انسان کی تصویر میں مقوثر ہیں شام سے منگا یا گیا تھا۔ اکثر لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ان حوضوں کی کوئی قیمت ہی نہیں ہو سکتی۔ اس سبب سے کہ جس چیز کی قیمت کا اندازہ عقل انسانی سے باہر ہو وہ گویا بے قیمت ہی ہے۔

مقری لکھتا ہے کہ اس زرد حوض کونا صر نے اپنی استراحت کے مکان میں (جس کا نام مولس رکھا تھا) نصب کیا تھا۔ اور اسکے ارد گرد بارہ سو تیس

سونے کی چیز بہت ہی بیش قیمت ہوتی جڑے ہوئے تھے ساور دار الصنائع
قرطبہ میں تیار کی گئی تھیں نصب تھیں۔ ایک طرف شیر کی مورت اور اُسکے
پہلو میں ہرن۔ ہرن کے پہلو میں مگر مچھ۔ اور اُسکے مقابل میں ازو و لہر عقاب۔
اُمّی۔ اور دونوں پہلوؤں میں کبوتر۔ باز۔ مرغ۔ مرغی۔ حیل۔ گدہ۔ اور سب
سونے کی بنی ہوئی تھیں جنہیں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اور ہر ایک
کے منہ میں سے پانی جاری رہتا تھا۔

شہر ہزار میں ایک ہنر خوانی گئی تھی جس میں مختلف قسم کی مچھلیاں پڑی
تھیں۔ اور اُنکے واسطے ہر روز آٹھ سو روٹیاں اور ایک شخص کے بیان
کے موافق بارہ ہزار روٹیاں کھوائی جاتی تھیں۔ اور چھ قفیز سیاہ چنانہر
میں ڈالا جاتا تھا۔

شہر کی جب یہ کیفیت ہے تو خاص قصر نہر کے حسن و جمال کا کیا کہنا۔
اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی سیاح اس طرف ہونکلا اور اس مکان کی عظمت
و شان اور حسن و جمال کے دیکھنے کو اندر گیا تو کوئی ہی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا
کہ میں نے فلان مقام اسکا مثال دیکھا ہے۔ بلکہ یہی کہہ دیتا تھا کہ دیکھنا کیسا
کبھی سنا بھی نہیں۔ بلکہ کبھی وہم میں نہیں گذر۔ کہ ایسا مکان کہیں بھی ہو سکتا
ہے۔ یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ جو لوگ اندلس کا سفر کرتے تھے اُنکے
عمدہ سفر کے کارناموں اور دلچسپ کہانیوں میں بس ایک یہی مکان تھا جسکے
دیکھنے کا فخر اور اُسکے عجائب کا ذکر تھا۔

اس مکان کے کمرے کی زمین تو سنگ سفید کی تھی۔ اور چھتیں خالص
سونے کی پتروں سے جڑی ہوئی۔ دروازے ارز کی لکڑی کے اور اُنہر
ایسے ایسے نقش و نگار کہ آدمی کی عقل اُسکو دیکھ کر حیران رہ جائے۔ ستون
اُسکے ایسی خوبی سے بنائے گئے تھے کہ گویا کسی نے اُنکو ایک ہی قالب
میں ڈالا ہے۔ صحن میں قصر کے ایک لمبا چوڑا حوض تھا۔ اور اُس میں

بہت سی مورتیں بنائی گئی تھیں جو من کا تمام پانی انہی عجیب و غریب مورتوں کے بدن میں ایک طرف سے جاتا اور دوسری طرف سے فخرہ نما بہتا تھا۔

اس قصر کے تمام مال اور کمروں میں اعلیٰ درجے کا مال قصر الخلافۃ تھا۔ جسکی بابت مقریری لکھتا ہے کہ چیت تو اسکی خالص سونے اور سنگ رخم براق مختلف اللون کی تھی۔ اور دیواریں بھی سنگ رخم ہی کی بنی ہوئی تھیں اُسکے وسط میں ایک گوبہر قیم لگتا تھا۔ (جسے آخر میں ناصر نے دامن نامی بادشاہ قسطنطنیہ کو تحفہ میں دیدیا تھا) اینٹوں کی جگہ پر سونے اور چاندی کی اینٹیں بنوا کے صرف کی گئی تھیں۔

وسط مال میں ایک حوض پارے سے بہا ہوا تھا۔ اس ال کی چاروں طرف آٹھ دروازے تھے۔ جنکی چوکھٹ بازو سونے اور جواہرات سے جڑ کر ہوئے ہاتھی دانت اور ابنوس کے تھے۔ جو رنگین سنگ رخم اور صاف و شفاف بے عیب بلور کے ستون پر قائم تھے۔ جب آفتاب ان دروازوں سے اپنی شعاعیں صدر مجلس کی طرف ڈالتا۔ یا یوں کہئے کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے حیرت سے اس عمارت کے حسن و جمال کا نظارہ کرتا تو اسوقت اُن جواہرات اور شیشوں کی چمک دمک اسقدر دو بالا ہو جاتی کہ کی طرح آنکھیں نہ پھیر سکتیں۔ اور ناصر جب کسی کو ڈرائے کا ارادہ کرتا تو کسی اپنے ملازم کو حکم دیتا کہ اس پارے کو جو حوض میں بہا ہوا ہے ہلا دو۔ جہاں پارہ ہلا ایک ایسی روشنی پھیل جانی تھی جیسے بجلی گوند گئی اور جتنے آدمی بیٹھے ہوتے سب ڈھک جاتے بلکہ یہ حالت ہوتی کہ جن تک پارہ ہلنا رہتا تمام حاضرین دم بخود اور ششدر رہتے۔ جیسے کسی میں جان ہی نہیں باقی ہے۔

اب ہم اسقدر پر اتفاق کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ انداس کے تمام عجائبات اور صنائع اور نقش و نگار ساجد و مقصور عالی شان اور صوری و تماشیل و حوض

و نامورہ و فوارہ وغیرہ کا کہاں تک ذکر کیا جائے کسی شخص سے ان سب کو یہ تفصیل بیان کرنا نہایت ہی دشوار ہے۔ بلکہ عقل حیران ہے۔ قلم سے کیونکر ادا ہو سکے۔

جس طرح سے علماء اور ادباء شرقی بلاد مثلاً بغداد و کوفہ و بصرہ وغیرہ میں گزرے ہیں اسی طرح اندلس میں بھی بڑے بڑے مصنفین بڑے بڑے ادیب اور شاعر ہوئے ہیں۔

مبجلہ انکے شہر قرطبہ کے رہنے والے ابو الحسن قرطبے ہیں۔ اور غرناطہ میں یوسف بن غرناطی۔ (جنکی تصنیف سے ایجاز الطیب ہے) دوسری عبدالمنعم بن محمد بن عوس غرناطی۔ (جنکی تصنیف سے احکام القرآن ہے) اشبیلیہ کے رہنے والے احمد بن عمر اشبیلی (جنکی تصنیف سے استیعاب فی فقہ مالک ہے) وفات انکی سنہ ہجری ستمائے میں واقع ہوا۔ ابن فرح۔ ابن زیدون (جنکا رسالہ زیدونیہ ہے) شیخ علی اشبیلی (جنکا ایک دیوان غزلوں کا مشہور ہے)

بلنسیہ میں۔ ابو حفص عمر بلنسی (جنکی شرح اربعین ہے) ابن جوزی (جنکی طبقات النبیث ہے) اسماعیل بن ابراہیم بلنسی (جنکی شرح کتاب اقتباس الاوزار ہے) وغیرہ۔ اور بھی بہت سے جو اندلسی کہے جاتے ہیں۔ مثلاً شیخ محمد بن مالک جبانی مصنف الفیہ (علم صرف و نحو میں) شیخ ابو جتان اندلسی مصنف المعبدیریہ علم نحو میں۔ ابن مانی اندلسی معروف متنبی مغربی (اس شخص کو محض تشبیہ کی وجہ سے متنبی کہتے تھے۔ در نہ متنبی شاعر جنکا نام ابو الطیب تھا وہ اور ہے)

اسی ابن مانی کی بابت ایک شاعر کہتا ہے۔

ان تکن زاهد فکن کاؤلیس	”اے مخاطب اگر تو زاهد بننا چاہتا ہے
او تکن شاعر فکن کا بن ہانی	تو اویس جیسا ہو جا۔ اور اگر شاعر بننا

ان من بدعی بالیس فیدہ | چاہتا ہے تو ابن مانی کی مانند ہو جا۔
 کذبہ شواہد الامتحان | جو شخص خواہ مخواہ دعویٰ کرے۔
 اور کوئی تصدیق کی خبر اس کے پاس نہ ہو۔ تو ضرور امتحان کے شواہد اس کی
 تکذیب کر دیں گے۔

انہیں اندلیوں کے اختراعات جدیدہ میں سے نظم موشع کے
 سبع شہیرات ہیں (جیسے سبع معلقات) ان سات تصیدوں (سبع شہیرات)
 کے مصنفین۔ ابن خلوت (شاعر معروف) سلطان ابوالعباس منصور۔
 ابن لسان الدین خطیب۔ ابراہیم بن ہبل اشیلی۔ ابوالحسن بن جوہی اندلسی۔
 ابوالقاسم اشیلی (ایک گم ہے)
 (آئندہ ان شہروں کی تجارت اور آمدنیوں کے متعلق گفتگو کی جائیگی)

افریقہ میں فاطمیین کی خلافت

یہ شیعوں کی سلطنت تھی۔ جہاں ابوطالب کے واسطے بلا و مغرب
 اور صحرا میں جہاں پر صورتوں نے قدیم زمانے میں شہر قرطاجنہ آباد
 کیا تھا۔ جس کے قریب شہر ٹونس آباد ہے۔ قائم ہوئی تھی جغرافیہ دانوں نے
 اس ملک کے سات حصے کئے ہیں۔

۱۔ برقہ۔ جسے یونانی لفظ بولیس کہتے تھے (یعنی پانچ شہر کا مجموعہ)
 مگر جب اسلام نے اسکو فتح کیا تو از بسکہ یہاں کنکرت پر بالو کے ساتھ غلط
 کثرت سے تھے۔ اس وجہ سے اسکو برقہ کہنے لگے۔

۲۔ فزان۔ طرابلس ۳۔ تونس ۴۔ وہ جزائر جن پر سلطنت فرانس نے اب
 قبضہ کر لیا ہے ۵۔ مراکش ۶۔ فاس۔

فاطمیین کی سلطنت کے قیام کا سبب ابن خلدون وغیرہ نے یہ لکھا ہے
 کہ بنی عباس کا گروہ شیعہ کے ساتھ تھا۔ یعنی محمد بن حنفیہ کو دوسرا امام مانتے تھے۔

اور اُس کے بعد اُن کے بیٹے ابو شہام عبد الصمد کو امام ماننے لگے۔ جب سفاخ بنی امیہ سے لڑائی شروع کی اور ان کا ملک لے لینے کا ارادہ کیا تو اس وقت اُس کے ظاہر حال سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اہلبیت پر جو ظلم بنی امیہ نے کئے ہیں اُن کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ اور پھر سلطنت علویہ میں کودوانے کا قصد رکھتا ہے۔ لیکن جب اپنے منقود پر کامیاب ہو گیا اور مروان بن محمد بن مروان کو قتل کر چکا تو جمع عام میں کھڑے ہو کے ایک ایچ دی جب کا آخری حصہ یہ تھا کہ اب سلطنت اسلامیہ میرے ہی ماتھے میں رہیگی۔ اور آئندہ میری ہی اولاد میں منتقل ہوتی رہیگی۔ یہاں تک کہ مہدی موعود تک نوبت پہنچے اور اُس کی طرف سے شہر اشہر لوگ پھرا کرتے اور اُس کے قول کی تائید کرتے تھے۔ اور وہ احادیث جو امام مہدی موعود کی بابت وارد ہیں انہیں عوام کے کانوں تک پہنچاتے تھے۔ اگرچہ وہ احادیث تاویل طلب ہیں بنماہ اُس کے حدیث کا مہدی علیہ السلام بھی ہے۔

۱۔ فاضل علامہ خرمہ افندی مرقہ عثمانی نے اُن احادیث قابل تاویل کا ذکر کیا ہے۔
 ۲۔ قابل ذکر کرنے کے اس مقام پر یہ ہے کہ اکثر لوگوں نے اس حدیث کے معنی یہ سمجھ لیے کہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہونگے۔ حالانکہ یہ انکی غلطی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں ہی مہدی اور عیسیٰ ہوں اور اسی حدیث کو اپنے شاہد میں پیش کرتا، حالانکہ اُس کے پاس کوئی شاہد اس بات کا نہیں ہے کہ وہ مہدی ہو سکے۔ کیونکہ امام یاجنجی کے واسطے معجزات کا ہونا ہی ضرور ہے۔ عیب ظاہری اور باطنی سے پاک ہونا بھی لازمی ہے۔ حالانکہ اُس کے پاس نہ کوئی معجزہ ہے نہ عیب ظاہری اور باطنی سے پاک ہے۔ بلکہ مبرا ہے۔ عیسیٰ تو آور اور مبروصوں کو اچھا کرتے تھے گریہ اپنے ہی برص کو اچھا نہیں کر سکتا۔ غرض اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ لا ینظر المہدی الا ینظر عیسیٰ۔ یعنی جو وقت مہدی موعود کا ظہور ہوگا اُسی وقت عیسیٰ کا بھی ظہور ہوگا۔ کیونکہ اس حدیث کی تفسیر میں اور حدیثیں موجود ہیں جو ہماری تفسیر کو صحیح بتاتی ہیں (دیکھو کتب حدیث۔ م)

خراسانی بنی عباس کے شیعہ کا گروہ رواندہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان لوگوں کا اعتقاد یہ بھی تھا کہ بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے امامت کا استحقاق سب سے زیادہ اُنکے چچا عباس کو تھا۔ کیونکہ وارث بھی وہی تھے اور اُنکی وفات کے وقت زندہ بھی تھے۔ اور اپنی سند میں آیت پیش کرتے ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ بعض قرابت دار بعض قرابت داروں سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ مگر لوگوں نے اُن کو امام نہ ہونے دیا۔ اور انکا حق عصب کیا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے ہی حق اُنکی اولاد تک پہنچا دیا۔ یہ لوگ ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ کو فلیفہ نہیں مانتے اور بالکل اُن سے بری ہوتے ہیں۔ مگر امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس سبب کہ عباس نے اُن کو کہا تھا کہ اے میرے بیٹے آؤ میں تم سے بیعت کروں تاکہ کوئی شخص تمہاری امامت میں اختلاف نہ کرے۔

ابن خلدون مغربی لکھتا ہے کہ بنی عباس کا یہ دعویٰ تھا کہ ابی ہشام بن محمد مذکور الصدر سے خلافت ختمہ محمد بن علی بن عبدالصمد بن عباس کو بذریعہ وصیت پہنچی۔ اُنکے بعد اُن کے بیٹے ابراہیم امام بن محمد کو اُنکے بعد اُنکے بھائی ابوالعباس سفاح کو۔ نام انکا عبدالصمد بن حارثہ تھا۔ اس فرقے کے علاوہ جتنے علوی فرقے تھے وہ اس بات کا انکار ہی کرتے رہے کہ خلافت کا حق کسی طرح بنی عباس یا کسی اور کو نہیں پہنچ سکتا اُنکا یہ قول تھا کہ ہرگز ابو ہشام تک خلافت نہیں پہنچ سکتی۔ نہ تو وصیت کے ذریعے سے نہ کسی اور طریقے سے۔ اور برابر اپنی اپنی لیلیں قائم کرتے رہے یہاں تک کہ مامون (عباسیوں کا ساتواں بادشاہ) نے علویین میں سے امام رضا کو اپنا ولیعہد بنا دیا تھا۔ (دیکھو باب چہارم فضل چہارم) اور اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح امام نقی (امام رضا کے بیٹے تھے) سے کروا دیا تھا۔ اور اگر امام رضا کی وفات مامون کے جیسے ہی نہ ہوئی ہوتی تو ضرور امام خلافت علویین کو مل جاتا۔ اور بنی عباس

گروہ کا اجنبیا و مامون کے مقابلے میں اور اُن کا یہ ارادہ کہ مامون کو تخت سے اتار کے اُسکے چچا ابراہیم بن مہدی کی بیعت کرنی چاہیے۔ کچھ پیشدرست نہ جاسکتا۔ مگر امام رضا کی وفات قبل موت مامون کے ہوئی اور عباسیوں کا مطلب برآیا۔ اور مامون نے جو اپنے لئے سبز لباس تجویز کیا تھا اُسکو چھوڑ کے سیاہ لباس پہننا اختیار کیا۔ حالانکہ سیاہ پوشی پہلے ترک کر دی تھی۔ اور پھر خلافت بنی عباس میں رہی (ہم آئندہ اس بات کو بیان کریں گے کہ عباسیوں نے سیاہ لباس کیوں پہننا اختیار کیا تھا۔ اور علم تک کے پھریرے سیاہ رکھے تھے۔ اور یہ رسم ابو جعفر منصور عباسیوں کے دوسرے خلیفہ کے وقت سے جاری ہوا تھا) دیکھو آٹھویں باب کا پہلا فصل

مگر جس زمانے میں کہ سفاح عباسی نے اپنے خلیفہ ہونے پر عوام الناس سے بیعت لی اُس وقت تک اسلامی لشکر کو یہی خیال تھا کہ یہ مسند عظیم علویوں ہی کا حق ہے۔ اور وہ مرتبہ غلو جو نیر لویوں کو ہے اُس سے اجتناب کرتے تھے۔ اس سبب سے جہاں سفاح نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی سلطنت کی چولوں کو مضبوط کر دے اور اپنی شوکت شانہ کو قومی کردے تاکہ کسی طرح میرے بعد امام مہدی تک یہ حق سلطنت میری اولاد کے سوا کسی اور کو نہ ملے۔ وہاں اُنکے بھائی ابو جعفر منصور نے خلیفہ بنتے ہی یہ ارادہ کر لیا کہ جہاں تک ہو سکے علویوں کو ذلیل کر دے اور جو کوئی جائدار اور جبار لا نظر آئے اُسکو مار ہی ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ میری سلطنت میں مزاحمت کرے۔

اور یہ بات اُس وقت سے شروع ہوئی جس وقت سے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن ابیطالب اور اُنکے بھائی کبیرف سے بیعت لینے کے واسطے مصر میں محمد کے صاحبزادے علی گئے اور اپنے باپ کی بیعت لینے کی دعوت کی۔ اسی عداوت کی بنیاد پر ابو منصور کے بعد جتنے خلفا ہوئے اُن سب نے یہی رسم جاری رکھا۔ کہ جہاں تک ہو سکے سیدوں کو قتل کرو جب

محمد متنصر کی خلافت کا زمانہ آیا تو اُس نے اپنے عامل کو جو مصر پر حاکم تھا لکھ بھیجا کہ خبردار کوئی سید علومی کسی کا ہدیہ نہ قبول کرنے پائے۔ نہ کہیں گہوڑے پر سوار ہو۔ نہ اپنے خیمے سے کسی طرف سفر کرنے نکلے۔ ایک غلام کے سوا اور بہت سے غلام نہ خریدے۔ اگر کسی قسم کا جبکڑا سید اور غیر سید میں پڑے تو غیر سید کو ترجیح دیجائے۔ اور جو کوئی رسول کے نواسوں کا نام لیکے مزیداد کرے اُسکو سخت سزا دو۔ اور بہت بُری طرح اُسکو مارو۔

جب خلیفہ معتضد کا زمانہ آیا تو سلجماسہ کے عامل ابن مدرار کو لکھ بھیجا کہ حسین بن علی ابن ابی طالب کی اولاد سے ایک شخص عبید امہ نامی ہے اُسکو پکڑ کے قید کر لو۔ عامل نے فوراً تعمیل کی۔ مگر ابو عبد اللہ شعبی نے اُنکو قید سے نکالا اور اُنکی بابت یہ دعویٰ کیا کہ یہی مہدی موعود ہیں۔ اسیوجہ انہوں نے اپنی کنیت تو ابو محمد رکھی اور لقب اپنا مہدی قرار دیا۔ اور مغرب افریقہ کے جعفر بھی مسلمان تھے سب اُنکی موافقت کی۔ اور ایک نئی خلافت بلاوا فریقہ میں اُنکی بھی قائم ہو گئی۔ علویین کا پہلا بادشاہ یہی ہے۔ اور یہ واقعہ ۳۹۷ ہجری مطابق ۱۰۰۶ء میں ہوا۔

ابو محمد مہدی نے پہلے تو اپنی اقامت گاہ شہر قادہ میں بنائی (تقاہ) شہر قیدان کے قریب جو صدر اسلام کے زمانے میں آباد کیا گیا تھا، اُس زمانے میں شہر قادہ ہی باقی افریقی شہروں کا قاعدہ تھا۔ (درچونکہ یہ شخص اپنے خدا ہونے کا بھی دعویٰ کرتا تھا اسوجہ سے اُسکے ایک مرید نے یہ شعر نظم کئے ہیں۔

حل بتقاۃ المسیح | حل بجا اکھم ونوح

حل بجا اللہ ذالجلال | و ماسوی ذالک فہو یح

عزمن یہ سلطنت افریقیہ میں قائم ہو گئی اور اُن لوگوں نے اسماعیلیہ مذہب کو شہرت دی۔ مصر میں اپنی طرف سے بیعت لینے والوں کو بھیجا

آخر اسپر بھی شہرہ سحری مطابق ۹۶۵ھ میں قبضہ کر لیا۔ جب عباسیوں سے کسی طرح اُنکا مقابلہ نہ ہو سکا کیونکہ سامان حرب اُنکے پاس بہت زیادہ تھا۔ تو یہ ترکیب نکالی کہ عبید اللہ بن خالد الصدوقی نسب میں جبکہ اڈال دیا۔ کوئی کہتا تھا کہ اسکا دادا یہودی ہے کوئی کہتا مجوسی ہے۔ اسپر بعض بعض عالموں نے بھی موافقت کر لی۔ مگر کیا ہو سکتا تھا اُدھر سیکڑوں عالموں نے اُنکی سیادت کے اثبات میں دلیلیں پیش کر دیں۔ اس فرقہ میں ہی بہت عرصے تک سلطنت قائم رہی۔ انہی میں سے حاکم بامر اللہ بھی گذرے ہیں۔ دین درود کو مصر و شام میں پھیلا رکھا تھا۔ انجام کار ایوبیہ کر دیہ سلطنت کے مصر میں قائم ہونے سے اُنکی سلطنت تباہ ہو گئی۔

سلطنت کر دیہ ایوبیہ مصر میں نوے برس بنیتر عباسی سلطنت کے تباہ ہونے سے سلطان صلاح الدین بن یوسف بن ایوب ملقب ناصر کی ذات سے قائم ہوئی تھی۔

مہدیہ۔ یہ پہلا شہر ہے جسے اپنی سلطنت کے زمانے میں مہدی مذکور نے قیروان میں بنایا تھا اور اپنے نام پر اسکا بھی نام رکھا تھا۔ اور عبداللہ شعی اور اُسکے بھائی کو قتل کر دیا جنہوں نے اُنکی حمایت کی تھی جس طرح سفاح عباسی نے ابو مسلم خراسانی کو قتل کر دیا تھا حالانکہ وہ اسکا بڑا معاون تھا اس شہر کے متصل ایک جزیرہ اس طور پر واقع تھا جیسے ہینلی سے ملی ہوئی

کلائی ہوتی ہے۔ اسی کو اُنھوں نے اپنا پایہ تخت بنالیا۔ اور گردا گرد اُسکے ایک شہر بنایا کچھ چالی تھی۔ اور انہیں لوہے کے دروازے بنوائے تھے۔ جسکے ہر چھانگ کا دروازہ ایک سو فٹ طویل تھا۔ اسی شہر سے قریب ایک پہاڑ پر کشتیاں بنوائے گئے وسطے ایک مکان تیار کر دیا تھا۔ جس میں نو سو کشتیاں تیار ہوئی تھیں۔ اس شہر میں زراعت کے واسطے کھیت بھی بنوائے۔ اور نہرں بھی جاری کرائی تھیں۔ بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور مکانات

بنوئے تھے۔ بہت سی کچھریاں بنوائی تھیں۔ اپنے عمال شہروں شہروں بھیج دیئے تھے۔ اور مال بہت کچھ جمع کیا تھا۔

مسبلہ یا محمدیہ۔ اسی خلیفہ کا آباد کیا ہوا ارض بنی کملان میں یہ شہر ہے۔ پہلے اس کا نام مسبلہ تھا۔ مگر اُنھوں نے اُس کا نام محمدیہ رکھا اور وہاں قلعہ بنا کر رہ رہیں جمع کی تھی۔

قاہرہ۔ جس وقت اُنکے پوتے معز الدین مصر کے شہروں پر کاغور اختیار کیے مرنیکے بعد قابض ہوئے تو اُنکے وزیر دوسرا نے جو کہ اُنکے لشکر کا سپہ سالار تھا قاہرہ مصر کی بنیاد ڈالی۔ اور ایک مدرسہ بھی بنوایا جسے جامع اور کہتے ہیں۔ اسکے بعد معز الدین نے جو کچھ قصر مہدیہ میں مال و متاع وغیرہ تھا سب حجری مطابق شدہ میں چار برس کے بعد اُس شہر کی آبادی شروع ہونے کے لئے آیا۔ اور اپنا پائے تخت بنایا۔ اُس وقت سے انتہائی سلطنت علویہ تک یہیں پائے تخت رہا۔

جس وقت فخر بنصرہ عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اُسکے وزیر صلاح بن رزیک نے ایک مشہد مسینی بنوایا۔ جب اسکے بعد بادشاہ ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب عباسیہ سلطنت کے باجگزاری میں منبری سلطنت ہوا۔ تو مصر میں ایک قلعہ الجبل اور بیرہ یوسف بنوایا۔ اس کنوئیں کی گہرائی تین سو قدم کی ہے اور باغیچہ بھی باسانی اُس میں اُتر جانا ممکن ہے۔ اگرچہ کسی سواری پر سوار ہونے اُترنا چاہیے۔ اس سبب کہ اس میں چکر دار زینے بنے ہوئے ہیں جن سے باسانی نہ تک آدمی چوہنچ سکتا ہے۔

سلطنت مراکش

فاطمیین کی سلطنت کا آفتاب جس وقت لب بام ہوا اور ایک دم کے دم میں دیکھتے ہی دیکھتے غروب بھی ہو گیا تو ہر طرف صوبہ داروں نے

اپنے اپنے صوبے میں قبضہ جمالیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی مصر کو اپنے پنجے میں لے لیا۔

سلطان صلاح الدین سنّی المذہب تھا۔ اُس کا قبضہ مصر پر عباسی سلطنت کی ماتحتی میں تھا۔ اسی طرح افریقیہ کے صوبوں میں جو جو حاکم بن بیٹھے تھے وہ بھی عباسیہ سلطنت کے ماتحت تھے۔ اور اب وہ مقامات دولت عثمانیہ کے قبضے میں ہیں۔ (اُن مقامات کو دجانات کہتے ہیں) سوائے اُن چند جزیروں کے جن پر سلطنت فرانس نے قبضہ کر لیا ہے (مثلاً لونس وغیرہ)

بلا و مراکش۔ بمجملہ چند حصہ افریقیہ کے ایک حصہ یہ ہی ہے۔ انگریز اسکو (ایمپراطریہ) کہتے ہیں۔ یعنی جو شخص اس حصہ پر قابض ہوا تمام بادشاہوں کا بادشاہ تھا۔ لیکن عرب اسکو سلطنت مغرب ہی کہتے ہیں۔ اس حصہ ملک کے رہنے والوں کا نسب دیسا ہے جیسا کہ باقی افریقیہ کے حصوں میں رہنے والوں کا ہے۔ یہ لوگ اصل میں بربری ہیں۔ صحرائے رمال کی پشت پر چپیل میدانوں میں رہا کرتے تھے۔ جب عرب نے اندلس پر قبضہ کر لیا تو ان بربریوں نے بھی دین اسلام قبول کیا۔ اور عربوں میں اس طرح خلط ملط ہو گئے کہ باہم شناخت و شوار تھی۔

پیشتر ان میں سے ایک قبیلہ لمتونہ کو ریاست حاصل تھی۔ اس قبیلہ والے جس وقت سے عبدالرحمن داخل اموی نے اندلس پر قبضہ کیا تھا۔ سوڈان کے شہروں میں لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سوڈان کے اکثر شہروں پر قابض بھی ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ان بربریوں کی سلطنت عبدالرحمن ناصر اور عبیدامد مہدی کے ہی زمانے میں بہت بلند بڑے پیمانہ پر قائم ہو گئی تھی۔

اسی لوٹ مار کے زمانے میں قبیلہ لمتونہ نے اپنے ایک دشمن پر جزئی

کیا تھا۔ مگر چونکہ حریف بہت قومی تھا اسوجہ سے انکو بہکا کے ان کے گہروں تک کو لے گیا۔ اب دیکھئے۔ چونکہ گہروں میں تو سوائے بوڑھوں اور بچوں اور عورتوں کے کوئی تھا ہی نہیں۔ انہوں نے جبٹ اپنی عورتوں سے کہا کہ تم لوگ مردوں کے لباس پہن لو۔ اور منہ پر نقاب ڈال کے حریف کے مقابلے کو نکلو۔ فوراً عورتوں نے تعمیل کی۔ بدن پر ہتھیار سچے اور لرزے کو نکلیں۔ محفوضی ہی دیر میں دشمنوں کو مار بھگایا۔ اسوقت سے ان میں یہ رسم ہو گئی کہ مرد منہ پر نقاب ڈال کے نکلتے ہیں۔ اسی وجہ سے کوئی شخص یہ نہیں پہچان سکتا کہ جو ان کون ہے اور بچ کون ہے۔ بوڑھا کون ہے۔

غرض جب انکے ملک کی بنیاد پختہ ہو گئی تو اسے امیروں اور سرداروں میں سے ایک شخص یوسف بن تاشفین لمنونی نامی بادشاہ بنا۔ اور اپنے آپ کو امیر المسلمین کے لقب سے نامزد کیا۔

مراکش۔ یوسف نے جب پورے طور پر اپنے مفتوحہ شہروں میں قبضہ ٹھہلا دیا تو افریقیہ کے شہروں میں سے ایک مقام پر سیاحت ہجری میں شہر ہو ایک کی بنیاد ڈالی۔ پہلے سے اس مقام پر چھوٹا سا ایک گاؤں تھا۔ اور وہیں ایک مسجد تھی۔ اسی کے گرد اگر وہ شہر بنانا تمام کر کے اپنے آلات جنگ اور مال و متاع کا خزانہ بنالیا۔

پہلے تو یہ گاؤں جہاڑیوں اور درختوں کے بیچ میں تھا۔ اکثر قزاق اور چور اسیں چھپے رہتے تھے۔ جب لوگ اس طرف سے گذرتے تھے تو لوٹے جانیکے خوف سے کہتے تھے مراکش مراکش۔ جبکہ معنی انکی لغت میں یہ تھے کہ بلد سی چلو بلد سی چلو۔ اُس وقت سے اس مقام کا نام مراکش ہو گیا تھا۔ جب یہاں شہر آباد ہوا تب ہی اسی نام سے نامزد ہوا۔ یوسف کے بعد اسکا بیٹا علی بادشاہ ہوا۔ اُس نے سترہ ہجری میں اس شہر پناہ کی بڑی

مضبوطی کر لی۔ اور عمارتوں کو مستحکم بنوایا۔ اس وقت سے انتہائے سلطنت تک یہیں بلٹین لکھ پائے تخت رہا۔ اُنکے بعد اور اور لوگ حاکم ہوتے رہے آخر میں بڑے بڑے بادشاہوں کے قبضہ میں رہا۔ اور اب بھی سلطان کے قبضے میں ہے۔

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ یہ بلاد پہلے عباسیوں کے قبضے میں تھو عینر فاطمین کے تصرف میں آئے۔ بعد چندے یہیں کے لوگ خود مختار بن گئے۔ اب تقریباً تین سو برس سے وہیں کے ایک سردار کے قبضے میں ہے۔ اور یکے بعد دیگرے اُسی کی اولاد بادشاہ ہوتی آتی ہے۔ اور شہر اکثر اُسی ہی اُنکا پائے تخت ہے۔ آبادی وہاں کی دو لاکھ ستر سزاسا و میوں کی ہے۔ اور دین اُنکا دین اسلام ہے۔ مگر اکثر یہودی بھی اُنہیں ہیں۔

معا وور۔ سوائے ہجری میں ان لوگوں نے ایک شہر آباد کیا تھا اور اسکا نام معا وور رکھا۔ یہ شہر بہت بڑا رو دکا ہے۔

کنا سہ۔ یہی مراکش کے قریب ایک شہر ہے۔ اسکو مکناستہ الزیتون بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر ہنر فاضل کے کنارے پر آباد ہے۔ اکثر اوقات مراکش کے سلاطین یہیں قیام کرتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

انظر المكناسة الزيتون
بين الاباطح والجبال الجون
وكان فلفل بينهن مهند
يجلن زين اعطفا وسكون
” ذرا مکناستہ الزیتون تو دیکھو جو کہ کنکریلی
زمین اور کالے کالے پہاڑوں کے
بیچ میں واقع ہے۔ فلفل کے درخت
اُن کے درمیان میں گویا کہ نہری تلوا ہیں
ہیں جو بار بار لکھتی اور ٹھہرتی ہیں۔“

کہتے ہیں شہر سبتہ کے پاس جبل طارق کے محاذی اچھے اچھے
سیرگاہیں تھیں۔ اون سب میں مشہور مقام ملیولس تھا۔
اور سبتہ میں ایک پہاڑ ہے مگر بہت ہی دشوار گزار اسکی راہیں ہیں

جسکی بابت ایک شاعر کہتا ہے۔

بیلونس جنتہ و لکن | بیلونس جنت تو ضرور ہے مگر اُسکے
طریقہا تقطع الینا ط | راہ میں بڑے بڑے تنگل اور خوفناک
کجۃ الخلد لا یراھا | مقامات میں کہ اُن تک پہنچنا دشوار ہے
الا الذی جاوز الصراط | جیسے بہشت کہ اُس تک وہی شخص پہنچ
سکتا ہے جو صراط سے گزر جائے۔

تیروان اور بیونس میں جبکہ فلکائے فاطمیین کا دورہ تھا۔ اُسوقت
کے اکثر ان بلاد کے علماء و کلماء مشہور ہیں مگر اُنکے ابوالحسن علی و ذرائی
شاعر ہے اور اُسکی کایہ شعر ہے۔

من لیشتری منی النصار بلیلة | کون شخص مجھ سے دن کو ایسی رات
لا فرق بین جو مہاو صحابی | کے عوض میں خریدے گا جسکے ستاروں
میں اور میرے اس مضمون میں کوئی فرق نہیں ہے۔

شیخ صفا قسی بھی اسی ملک کے شہر صفا قس کے رہنے والا تھا۔ اسکی
بہت سی کتابیں علم عروض میں مشہور ہیں۔

شیخ عقیف الدین تلمسانی شہر تلمسان کا رہنے والا تھا۔ اس کا ایک
مشہور دیوان نظم میں ہے۔
(ان شہروں کی آمدنی کا ذکر آئندہ آئیگا)

بادیہ نشینوں کے مکانات

صحرائین عرب جو ہمیشہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا بستے تھے
آج کسی جنگل میں کل کسی جنگل میں۔ یہ لوگ ہمیشہ سبز زار زمینوں میں اپنے
خیمے ڈیرے ڈالا کرتے تھے۔ تاکہ اُنکے مویشیوں کو کھانے پینے کی تکلیف
نہ ہو۔ اسی وجہ سے جب کہی ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتا تھا۔

تو کوئی نہ کوئی شخص اپنی روانگی سے پہلے سبزہ نارا اور نہرو وغیرہ کی تلاش کے واسطے بھیج دیتے تھے۔ جب وہ پتہ دیتا۔ کہ فلاں مقام پر قیام کرنا مناسب ہے، وہیں جاؤ ترستے۔ اور کہیں اُس شخص کے کہنے کو غلط نہیں سمجھتے تھے۔ اور حقیقت میں بھی وہ شخص بالکل جھوٹ نہیں بولتا تھا کیونکہ اُنکے نفع میں اُسکا نفع ہی شریک تھا۔ اسی وجہ سے مثال میں کہا کرتے تھے۔ لایکذاب الدانک اھلہ۔

یہ صحرائیں عرب جس خیمے میں رہتے تھے اُنکے تین حصے کر لیتے تھے اور تینوں پر پردے ڈال دیتے تھے۔ اگلا حصہ نومردوں کے واسطے تھا۔ اور اُس میں ایک حصہ مسافروں کے ٹھہرنے کے واسطے بنایا جاتا تھا۔ اور سچلا حصہ عورتوں کے واسطے۔ یہ عادت اُنکی بہت پرانی ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے لکھا ہے کہ عرب کی غیرت اس بات کو نہیں چاہتی تھی کہ عورتوں کے خیمے مردوں کے خیموں کے ساتھ ہوں۔ اس واسطے اپنے خیمہ کی پشت پر عورتوں کے رہنے کے واسطے ایک درجہ قریب دیتے تھے۔ جس حصے میں مسافروں کے ٹھہرتے تھے اُسکا نام بھوتھا۔ اور جس میں عورتیں رہتی تھیں اُسکا نام حذر تھا۔

معر بن منشی بصری نے لکھا ہے کہ حذر کو حذر اُسی وقت کہہ سکتے ہیں جبکہ اُس میں عورتیں رہتی ہوں۔ اور اگر عورتیں نہ ہوں تو اُسے ستر کہیں گے۔ حذر نہیں کہیں گے۔ ان خانہ بدوشوں کے گھروں کے نام مختلف ہیں۔ ایک سترادق ہے۔ یعنی کپڑے کا خیمہ۔ فسطاط۔ کپلوں کا خیمہ۔

جگہ صوف کے کپڑوں کا خیمہ۔ اصہانی نے لکھا ہے کہ جگہ کہیں دوستوں کا ہوتا ہے کہیں تین عمودوں کا۔ جگہ بار یک بالوں کے کپڑے کا ہوتا ہے۔

قتش کھال کا خیمہ سندن خشک مٹی کا (نظامہ اس سے کچے مکانات مراد ہیں) خیمہ۔ سرچوبہ یا چارچوبہ گول مکان جسکے ارپر گہاس وغیرہ ڈال کے اُس کے سائے میں رہتے ہیں۔ قبۃ اینٹوں کا بنا ہوا مکان حظیرہ۔ چند درختوں کے بیچ میں کپڑے وغیرہ گھیر کے بنایا جاتا ہے۔ طراف صاف کی ہوئی کھال کا بنایا ہوا خیمہ۔

ابن خلدون مغربی لکھتا ہے کہ بنی امیہ کے ابتدائی خلفاء کے زمانے تک عرب اپنے انہی گھروں میں رہتے تھے جنہیں پیشتر ہاکرتے تھے۔ یعنی اون اور صوف کے کپڑوں کے خیموں میں۔ اور جب کسی مہم یا جنگ پر بھیج جاتے تو مع اپنے گہراہل و عیال مال و اسباب زلیور و ظروف قبیلہ و محلہ کے جاتے تھے۔ مگر جب انہیں شہروں میں رہنے کا اتفاق ہوا اور جسے چوڑے کے عمارتوں میں رہنے لگے۔ اور اونٹوں کی سواری چھوڑ کے گھوڑ و پیہر سواری ہونے لگے تو اب جب کہ یہی سفر کی نوبت آتی تو خبار اور منطاط اور فاقہ کفان اور صوف اور سوت کے کپڑوں سے بنے ہوئے جنکی ڈوریاں کتان کی چھال یا سوت کی بنی ہوئی ہوتیں بیکے چلتے۔ اور جب کا خیمہ اچھا ہوتا اور ذرا قیمتی کپڑے اور ڈوریاں لگی ہوتیں وہ دوسروں پر فخر کرتا۔

ان خیموں کی چھوٹی بڑائی دولت اور مال کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے ہوتی تھی۔ مثلاً قناتیں جو خیمے کے گرد گھیری جاتی تھیں۔ اور اہل بربر اسکو افراک کہتے تھے۔ وہ خاص اُس طرف کے بادلوں کی ہے۔ پاس ہوتے تھے اور کسی غیر کے پاس نہ ہوتے تھے۔ اور نہایت اجتماع اور زینت کے ساتھ اُسیں اراکین جمع ہوتے تھے۔ اور یہاں سروزمین کئے جاتے تھے ایک چھت کے مکان کو جس میں ایک دلیر جو اسکو بیت کہتے تھے اصل اسکی بیت الشعر یا بیت الصوف سے ہے کیونکہ پیشتر انکے رہنے کے مکانات بالوں کے کپڑوں کے بنے ہوتے تھے جنہیں پیش کو سوتا تھا

مگر انبہائی نے لکھا ہے کہ بیت اُسکو کہتے ہیں کہ جس میں کم از کم چھ ستون اور زیادہ سے زیادہ نو ستون ہوں۔

ایک شخص نے یوں تقسیم کی ہے کہ اگر مٹی کا بنا ہوا مکان ہو تو بیت ہے اور سوتی کپڑے کا ہو تو سرداق ہے۔ صوف یا اون کا ہو تو ضار لکڑیوں کا ہو تو خیمہ ہے۔ چمڑے کا ہو تو طراف ہے۔ پتھروں سے جوڑ کے بنایا ہو تو اقبیہ ہے۔

جو موز۔ چھوٹے بیت اور چھوٹے حوض کو کہتے ہیں۔

خیز۔ کچے مٹی کے بنے ہوئے چھوٹے مکان کو کہتے ہیں۔

حجرہ۔ غرنہ۔ کوٹھڑی۔

حجلۃ۔ قبہ کے وزن پر۔ اُس مقام کو کہتے ہیں جسے دولہن کے کے واسطے رنگین کپڑوں اور نفیس پردوں سے سج کے تیار کریں۔ یا مکان کے اندر پردہ ڈال کے جو دولہن کے واسطے ایک حصہ علیحدہ کر دیا جائے۔ وہ حجلہ ہے۔

منزل۔ تمام اُس مجموعے کا نام جس میں کئی تو بیت ہوں اور حجت ہو چکا ہو اسبابان بھی ہو۔ باور چھانہ بھی ہو۔ کوئی شخص اپنی جو رویتے سمیت اُسیں رہ بھی سکے۔

دار۔ اُس مجموعے (اماٹے) کا نام ہے جس میں کوٹھڑیاں ہوں۔ اور بے چھت کا سبابان ہو۔ منزلیں بھی اُسیں ہوں۔

بیت کی جمع ابیات اور بیوت آئی ہے اور جمع الجمع ابابیت اور بیوتات مگر بیوتات کا لفظ شریعوں کے مکانات کے واسطے خاص ہے جسکو اہل البیوتات کہتے ہیں اُس سے مراد شریف آدمی اور صاحب حسب و نسب ہوا کرتے ہیں۔ مجد لاطرہ۔ قصر اور عالیشان عمارت کو کہتے ہیں۔

احمد قلم۔

ہر بلند اور عالیشان مکان کو مراح کہتے ہیں۔
 کعبۃ - ہر مربع مکان کو کہتے ہیں۔
 اجملہ مربع اور مسطح مکان کو کہتے ہیں۔
 اُکھد - اُطمد - جو قلعہ کہ پتھروں کا بنایا گیا ہو۔ اور جو مکان کہ مربع
 مسطح ہو۔

اصبیصہ - لمبے لمبے بیڑیاں۔
 اُقن - جمع اُقن - پتھر کا مکان۔
 ازج - جو مکان لمبا بنایا گیا ہو۔
 حُش بالکل چھوٹا سا مکان۔
 خزانہ مخدع - چھوٹی سی کوٹھڑی جس میں مال اسباب چھپا رکھتے ہیں۔
 رُناج بہت بلند اور عظیم الشان دروازے۔
 رحبۃ المکان - صحن مکان۔

دارخاویۃ - جس میں کوئی نہ رہتا ہو بالکل خالی پڑا ہو۔
 بدرنذح - جس کنوئیں میں بالکل پانی نہ ہو۔
 وطن محض آدمیوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔
 مالف - مراح - اونٹ کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔
 اصطل - گھوڑے فخر و فیرہ کے واسطے۔
 زمریدہ - بھیڑ بکریوں کے واسطے۔
 عرین شیر کے واسطے۔

وچار بھیڑ کے واسطے - ضعیف خنٹ خرگوش کی واسطے۔

محیط المحيط میں لکھتے ہیں کہ خرگوش کے واسطے محض استعمال ہوتا ہے۔
 اسی سے لفظ خر (ایک قسم کا ادنیٰ کپڑا) نرم ہونے کے سبب کہا جاتا ہے۔
 جیسے خرگوش کے بال نرم ہوتے ہیں۔

سکو۔ خرگوش اور لومڑی دونوں کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔
جذ۔ کفار۔ لومڑی کے بھوں کو کہتے ہیں۔ کناس وحشیوں کے رہنے
کی جگہ کو کہتے ہیں۔ ادجی شتر مرغ کی بو و باش کی جگہ کو۔
انھوں۔ قطا کے رہنے کی جگہ کو۔ وکو۔ باقی پند و نیک گھونسلے کو
قریۃ چوٹی کے سوراخ کو۔ نافقا یوں لے کے مرنگ کو
خلیۃ شہد کی کہی کے چھتے کو۔ حجر۔ سوسمار اور سانپ کے سوراخ کو۔
ایک قول کے بموجب جو کافظ ہر قسم کے درندے اور حشرات الارض کے
سرنگوں اور سوراخوں کو کہتے ہیں جسے انھوں نے اپنے واسطے بنایا
ہو۔ اسکی جمع حجرہ۔ احجار۔ الحجۃ آتی ہے۔

بلدۃ۔ اس شہر کو کہتے ہیں جس میں شہر پناہ نہ بنی ہوئی ہو۔
مدینۃ۔ جس شہر کی شہر پناہ ہو۔ جس مدینہ میں کہ فسطاط بہت ہو۔
اور نیز بڑے بڑے مدینوں کو۔ قصبہ۔ قاعدہ۔ عاصمہ کہتے ہیں۔
لغز۔ اُن مدد کو کہتے ہیں جدھر سے دشمن کے شہر میں چلے آئے کا
خوف ہو۔ یا جو دار الحرب سے قریب ہو۔ جس سے خیال ہو کہ کفار
شہر میں چلے آئینگے۔

کفز۔ چھوٹا گاؤں۔ سور۔ شہر پناہ کی دیوار۔ عرصہ خالی زمین
جسیر کوئی مکان نہ ہو۔ رجب۔ چوڑا صحن یا چوڑا مکان۔ شائع شاہراہ۔
مشقب شاہراہ۔ خیل ب کھلی راہ۔ مرصا د کھلی راہ۔ منہج۔ حجۃ جاد
بڑی راہ اور وسط راہ مہکب۔ چوڑی سڑک۔ سبب سید ہی راہ۔ شعب
پہاڑ کے اندر سے ہو کے جو راہ جاتی ہو۔ مخرق نعر خقوں اور جہاڑیوں
میں سے جو راہ جاتی ہو۔ فج۔ دو پہاڑوں کے درمیان کی راہ۔ ددب۔
جس راہ میں آمد و رفت نہ ہو حج جس راہ میں بیچ اونچ بہت ہو۔ ججوج محجۃ
جو راہ کہ ٹیڑھی سید ہی ہو۔ یعنی کہیں تو کج ہو کہیں سید ہی۔

حادث۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کھدائی ہوئی راہ۔
 حارہ جس محلے کے مکانات نزدیک نزدیکی ہوں۔
 عدیلہ جس محلے میں مسلمان نہ رہتے ہوں۔ اور اسکو خراب
 بھی کہتے ہیں۔

مجر۔ مدینہ کے گرد اگر جو مقام ہو۔ باعد الدار۔ صحن دار۔ جبل
 صحن بیت۔

اطلال دار۔ خیمے کے ستون۔ اوشیمے کے گرد اگر جو نہری بنایا جائے
 کہ پانی خیمے میں نہ آنے پائے۔ اسکے پتروں اور چولھوں کے ڈھیلے۔ مٹی اور
 مینگنی کے انبار کو کہتے ہیں۔

سوم دار۔ دار کے نشانات۔ خواہ اُس چھوٹی سی خندق کے ہوں۔
 جو گردا گرد خیمے کے کھودی جاتی ہے۔ یا بیخ وغیرہ کے لڈ ہے ہوں۔ جسے
 بیخ ستون نکال لئے گئے ہوں۔ باراکھ اور مینگنیاں۔ اونٹ گھوڑوں کے
 پیشاب۔ بچوں کے کھیلنے کے نشانات۔

اگر اطلال دار تو باقی ہوں مگر سوم دار کہہ ہو گئے ہوں اُسے مائل
 کہتے ہیں۔ فجاج جو آثار کہ مٹ گئے ہوں۔ اور کچھ باقی نہ رہ گیا ہو
 عذرہ۔ فنا دار۔ مکان کے آگے کا صحن۔ اسکو عذرہ کہنے کی یہ
 وجہ تھی کہ مکان کے سامنے بول و براز چھنکدیتے تھے۔ تو اُس جگہ کو ہی
 عذرہ کہنے لگے۔

سوف دار۔ نور۔ وہ ظروف جنہیں پانی پیایا جاتا ہے۔

قصعہ۔ قدر۔ لکڑی کا بڑا پیالہ۔ اور دھچکی یا ماندھی۔ یہ مکان
 کی حقیر چیزیں ہیں سے ہیں۔ اسی طرح خاش مائش ایسے اثاثات البیت
 جنہیں معتد بہ فائدہ نہ ہو۔

جاء جواء۔ جناۃ۔ جواءۃ۔ ماندھی سکھنے کا ظرف یا ماندھی کے اوپر

ڈانکنے کا چہرہ یا زنبیل وغیرہ۔

جعال۔ صافی جس کپڑے سے پکڑ کے دیکھی چو لھے پر سے اُتاری جاتی ہے۔ خدش۔ بقاق۔ گہری کی ذلیل اور بیکار چیزیں۔ حُب جڑ۔ شکہ۔ یا بڑی سٹھور۔ یا گھڑو بجی جیسے دو ڈور یوں والا شکہ رکھا جاتا ہے۔ کرامد شکہ پر ڈانکنے کا چہرہ یا پیالہ وغیرہ۔ محش۔ محشدہ دست پناہ۔ محض۔ محضاً محضاً۔ وہ لکڑی جس سے آگ کر دیتے ہیں۔ جبھل۔ جبھلہ جس لکڑی سے چنگاری اور دکنی انگاری سہاتے ہیں تھال بدھنی۔ اور جس چپڑے پر چکی رکھ کے آٹا وغیرہ پیستے ہیں۔ تھال چکی کے نیچے کا پاٹ۔

مشغلہ۔ میرفرش۔ جل فرش اور چادریں۔ اربکہ جھلے میں جو پار پکا یا تخت بچھایا جاتا ہے اور فقط تخت اور مندا اور فرش اور تکیہ دار تخت جو کہ قبہ یا بیت میں رکھا جائے۔ الاہیہ۔ جس ڈوری سے خیمے کو میخوں میں باندھتے ہیں۔ یادہ چادر جس سے خیمے کے درز بند کئے جاتے ہیں۔ اراض۔ اونٹنی قالین۔ اھو۔ اثاث البیت۔ بقط فندک گہر کے کپڑے لٹے۔ فندک۔ بہت سے کپڑے گہر بھر کے۔ اور وہ چیزیں جو سفر میں لیجانے کے قابل نہ ہوں۔ وزنی ہونے یا زیادہ ہونے کی وجہ سے۔ ہسنی۔ مسافروں کی منزلوں کی جو کم قیمت اور بے قدر چیزیں گر گئی ہوں۔

احفاش بدیت۔ کپڑے وغیرہ اور کم قیمت چیزیں۔ ماعون۔ ایسی معمولی چیزیں جو عاریت کے طور پر دوسروں کو دی جاسکتی ہیں۔

مرفی دوسری فصل

عرب کے لباس اور زیور

کہتے ہیں کہ عرب کے لباس جو قدیم زمانے میں استعمال ہوتے تھے ان کے منہ نے اب تک باقی ہیں۔ جسے ترکوں کے لباس عجیبوں کے لباس وغیرہ۔ اکثر یہ لوگ بڑی چوڑی چوڑی شلواریں پہنتے ہیں۔ اور چڑ کے ڈورے سے باندھتے ہیں۔ اس میں خنجر وغیرہ بھی رکھ لیتے ہیں۔ اور اپنے سروں کو کوافی سے چھپاتے ہیں جسے عام لوگ کفانی کہتے ہیں۔ اس کی شکل منڈیل جیسی ہوتی ہے۔ صوف سے بنا ہوتا ہے۔ اس کے اوپر اون کے بنے ہوئے عصابے لپیٹ لیتے ہیں۔ اس کو عقالات کہتے ہیں۔ اس کا وہ عقال ہے (آجکل کے استعمال میں جفیہ اگال کہتے ہیں۔ م)

اکثر لوگ طاقیہ بھی سر پہ لپیٹتے تھے۔ اور اس کے اوپر سے طرابیش اس کے اوپر سے کوافی اور عقالات یا عمامہ باندھتے تھے۔ عقالات کو عصب بھی کہتے ہیں (یہ ایک قسم کی ریشم یا سوت کی ڈوری ہوتی ہے جس کو سر پہ منڈیل رکھ کے اوپر سے لپیٹ لیتے ہیں۔)

عمامہ جمع عمامہ۔ عرب کے تاج سمجھے جاتے تھے۔ جب کہتے تھے عجم فلا تو اس کے معنی یہ سمجھے جاتے تھے۔ فلاں شخص سردار بنا دیا گیا۔ (اور عمامہ جوان ہونے کی بھی علامت تھی یعنی لڑکا جوان ہو جانا تھا تو اس کے سر پر عمامہ باندھا جاتا تھا۔) بیا کہ ابیری کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے من مسبطا عنی القام ونبطت بی العاصد۔ م) عمامہ ویسا ہی سمجھا جاتا تھا جیسے عجم میں تاج

عمامہ باندھنے کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک قسم اُسکی حوتکیہ ہے۔ ایک شخص ختک نامی تھا اُسکے نام سے مشہور ہے۔ دوسری قسم لغت الملیل ہے۔ ایک طرف ذرا جھکا ہوا عمامہ باندھنے کو (جیسے پنجاب کے سکھ باندھتے ہیں) تیسری قسم فعداء ہے۔ یہ وہ عمامہ ہے جس میں شلہ نہ لٹکایا جائے۔

چوتھی قسم طالعید ہے یعنی تحت الحنک بغیر عمامہ۔ ایسے عمامہ باندھنے کو اقتعاط کہتے تھے۔ ابن قلدون نے لکھا ہے کہ عرب اپنے عماموں کے شلے لٹکا دیتے تھے۔ عرب مشرق تو فاضل مقدار سے ڈانٹا باندھ لیتے تھے۔ اور عرب مغربی پہلے اُس سے گردن کو لپیٹتے تھے۔ اُسکے بعد سر پر باندھتے تھے۔ اور جو بیچ رہتا اُس سے ڈاڑھی کے نیچے سے لے کر اس طور پر لپیٹ لیتے کہ تحت الحنک نہ معلوم ہوتا۔

اصبہانی نے لکھا ہے کہ صدر اسلام میں خلفاء کے سامنے عمامہ باندھ کر عزت کے واسطے کوئی نہیں آسکتا تھا۔ اور اگر کوئی شخص اُنکے پاس اس طرح سے عزت کو آتا تو اُسکا عمامہ اُسکے سر سے اُچھال دیا جاتا۔ اور یہ بھی لوگوں سے بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانے کے مسلمان۔ اور غیر مسلمان کی پہچان عمامے کے رنگ اور اُسکی طریق بندش سے ہوتی ہے شریف آدمی تو بنر عمامہ باندھتے ہیں اور رفاعی لوگ سیاہ۔

صوائتین عرب بکریوں اور اونٹوں کے بال کی بنی ہوئی عبا اور چادر اور ڈھپتے تھے۔ عبا ات عباۃ کی جمع ہے۔ عباۃ بے آستین کی چادر کو کہتے ہیں۔ یا مربع کپڑے کو جو بیچ سے شقی ہو۔ اور گردن کے پاس تقویر بنی ہو۔ اور دونوں طرف سے کھلا ہو جس میں سے ہاتھ نکال سکیں۔

لمطرون نے اس کے عمدہ اور خراب ہونے کی شناخت میں کہا ہے کہ جب کوئی شخص خذینا ہے تو اس پر ایک ڈول پانی گرا دیتا ہے۔ اگر نفیس اور عمدہ ہے تو پانی نیچے ٹپکے گا۔ اور اگر خراب ہے تو پانی چھن جائیگا۔

ایسی ایسی عباتیں بھی دیکھی ہیں کہ پون پون گھنٹے تک پانی اُس میں ٹھہرا رہا،
اور ایک قطرہ بھی سونچے نہیں گرا۔

عوب کے لباس میں سے ایک لباس اشتعال القمار بھی ہے۔ یہ فقط چادر کے اوڑھنے کا طریقہ ہے اسکا طریقہ یہ ہے کہ چادر کو پہلے گردن پر رکھکے اس کے ایک سرے کو دلہنے ہاتھ سے لیکر بائیں کندھے پر ڈالتے ہیں۔ اور اسی کو پشت کی طرف سے پھر کے دائیں کندھے اور دایبے ہاتھ پر ڈال لیتے ہیں۔ اس سے دونوں ہاتھ چھپ جاتے ہیں۔

اکثر عرب جو تے نہیں پہنتے تھے۔ اسوجہ سے اُنکے نلوں کی کھال بہت ہی سخت ہو جاتی تھی۔ اور ایسی مولیٰ ہو جاتی تھی کہ اگر چلتی ہوئی ریتی زمین پر چلتے تو کچھ محسوس نہ ہوتا تھا۔ مگر جب پیادوں پر چلتے تھے تو بھیڑ وغیرہ کی کھال پاؤں میں لمب لیتے تھے۔

عرب کی غریب عورتیں فقط ایک قمیص پہنتی تھیں۔ اور اوپر ہے ایک اوڑھنی اور لہیتی تھیں۔ اور کس لڑکیاں شودر۔ (چادر کا صوب) اور ہستی تھیں۔ شودر ایک قسم کی دولائی ہے۔ یا اس طرح کی چادر جس میں جیب اور آستینیں نہیں ہوتی تھیں۔

اب بتدریب حروفِ تہجی عرب کے چند کپڑے لٹکے نام لکھ جائیں

۱۔ انتہا پر موقوفی ہے، جسکو بیچ سے پہلے کے عورتیں اپنی گردن میں ڈال لیتی تھیں۔ اس میں جیب اور آستینیں نہیں ہوتی تھیں۔

احتی۔ اتحادیہ متحد۔ ایک فاس قم کی یاد رہے جو عربی کے
شہروں میں بنی جاتی ہے۔ اخصاب غوب کا ایک شہور لباس ہے۔
احتی۔ تار و دار و خط و اکر۔ استبرق و بیا کا موٹا کپڑا یا سنہری تار
سے جو دبیا بنا جاتا ہے۔ یار نشیم کے پکنے کپڑے۔ اصد۔ چھوٹا سا گڑنا ہے

جو آدر کپڑوں کے نیچے پہنا جاتا ہے۔ ابو قلمون۔ رومی کہہ رہے ہیں کہ شیم کا بنا ہوا ہے۔ دوپ چھاؤں کے بطور آنکھوں کے سامنے مختلف رنگ میں جھلکتا ہے۔ اندر دود۔ ایک قسم کا پاجامہ ہے تنیان کے اوپر سے چنا ہوا ہوتا ہے۔ یانیاں کو اندر دیکھتے ہیں۔ انماط (منط کی جمع ہے) جط کا کپڑا فرش کی جگہ پر بچھایا جاتا ہے۔ اسندی۔ ایک قسم کا کپڑا ہے۔

ب۔ بانوید۔ خزا یا حیر کی طرح کا کوئی کپڑا ہے۔ بت ادن یا مدف کی موٹی چادر ہوتی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خزا کی طلیسان ہے۔ بچاد۔ خط دار کپڑا ہے۔ جنتق۔ جنتق۔ جنتق لڑکیاں جسکا مضغ بناتی ہیں۔ اسکے دونوں کونوں کو ٹھوڑی کے نیچے باندھ لیتی ہیں جس سے خمار (چادر ہے) سر کا تیل محفوظ رہتا ہے۔ بدرجد۔ ایک قسم کی خط دار چادر ہے۔ بدرد۔ مدف کی موٹی اور کالی چادر اور خط دار کپڑا۔ جمع برو۔ برو و سدیر یہ۔ مین کے ایک قصبہ سدیر کی بنی ہوئی چادر برو و سدیر مین کی چادر سعید بن عاص کی ایجاد کی ہوئی ہے۔ بدود مسہم یہ بھی خط دار چادر ہے مین میں بنتی ہے۔ بدلنر لمبی لوٹی ہوئی ہے۔ جسے صدر اسلام میں عباد پہنا کرتے تھے۔ اسکے علاوہ اور جو کوئی کپڑا ایسا ہو کہ اسکا سر اسی میں سے بنا ہوا ہو خواہ راعہ ہو یا حیرہ ہو یا بارانی ہو۔ بد قح۔ پچھلا سا جالی دار کپڑا ہے جو آنکھوں پر لگایا جاتا ہے۔ اعرابی عورتیں اسکو چہرہ پر ڈال لیتی تھیں جس سے منہ چھپا رہتا ہے۔ مگر آنکھوں کا چلنے اور کسی چیز کے دیکھنے میں دقت نہیں ہوتی۔ بدیم دو مختلف رنگ کے عینے سرخ و سفید دوسری ہوتے ہیں جنہیں لڑکیاں اپنی کمر میں اور بازو پر باندھتی ہیں۔ عورتیں بھی اس قسم کے ڈورے بناتی ہیں جنہیں موتی وغیرہ لٹکاتی ہیں۔ بدز کنان اور سوت کا کپڑا ہے۔ بدکان بزرگان کالی چادر ہے۔ بطاح ایک کپڑا ہے جسکا ایک رخ تو مخمل کا ہوتا ہے

اور وسط بھی نخل ہے اور دونوں طرف اُسکے جوار ہوتی ہے بقدرہ
مثل انتب کے ہے۔ یعنی ایک قسم کا کرزہ ہے جسے عورتیں پہنتی ہیں
مگر آستینیں نہیں ہوتیں۔ بنادھ قمیص کا کلو۔

ث۔ حجتہ زر و دھاری دار چادریں۔ ثیاب خمد وہ کپڑے ہیں جو
طلاق دی ہوئی عورتوں کو پہنائے جاتے ہیں۔ جبکہ طلاق دینے والا پھر
اُسکو اپنے محل میں لائے۔ تہان۔ پاجامے کا بند یا خاص کمر بند یا وہ جالی
جس میں پیسے روپے رکھ کے کمر میں باندھ لیتے ہیں۔

ث۔ تہات۔ برقع کا بند اور چڑے کی ڈوری جس سے اسباب باندھتو
ہیں۔ ثوب (جمع اسکی اثواب ہے) ثوب معن ج۔ داریدار کپڑا۔ ثوباش
سرخ رنگ کا کپڑا۔ ثیاب موثو جہ۔ جسکی بناوٹ بہت ہی نرم ہو۔ ثوب
بدود۔ میں کھر کھر اٹھ نہ ہو۔

ج۔ جبہ بے آستین کا لمبا لباس ہے جو تمام کپڑوں یا زہ کے
اوپر پہنا جاتا ہے۔ جدیلہ۔ حائض عورتیں زمانہ حیض میں اُسکو اپنی
کمر میں باندھتی ہیں۔ لنگوٹ کی طرح کا ہوتا ہے۔ بچوں کو بھی بند ہوتے ہیں
جڈز اور زار دیکھنے کی کھال کا کپڑا ہے اُسکو عورتیں پہنتی ہیں۔ جھڑ
ایک قسم کی چادر ہے۔ جو فوق موزے کے اوپر کپڑے سے بچنے کے
واسطے پہن لیتے ہیں۔ جلباب۔ قمیص عورتوں کے پہننے کا ایک لباس
ہے دولانی سے کم۔ یا جس سے وہ اپنے کپڑوں کو چھپا لیتی ہیں اور اوپر
سے اور چھپا لیتی ہیں۔ یا خود غماز کو جلباب کہتے ہیں۔ جماد۔ ایک قسم کا کپڑا
ہے۔ جنتہ ایک قسم کا چوٹا سا رومال ہے جس سے عورتیں اپنے
سر کے اگلے اور پچھلے حصے کو چھپاتی ہیں۔ مگر بیچ کا حصہ اُس سے نہیں
چھپایا جاتا۔ مگر منہ تک اُس سے چھپ جاتا ہے اور پستان بھی ڈھک
جاتے ہیں۔ اور آنکھوں کے پاس جالی بنا دی جاتی ہے۔ جرمیہ فرش کا

کام کا ایک کپڑا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کتان بنا ہوتا ہے۔ جہرم فارس میں ایک شہر ہے اسی کے نام سے یہ شہور ہے۔ جو ذی چادر کا نام ہے جو بڑا ملاحوں کے استعمال کا صوف کا بنا ہوا ایک لباس ہے۔ جین چھوٹا مادہ ہے۔ جمانہ صوف کا بنا ہوا درعا ایک کپڑے کا نام ہے جسکی آستینیں چھوٹی ہوتی ہیں۔

ح۔ حُجْرہ۔ نقش و نگار کی ہوی چادر۔ نیا اور نرم کپڑا۔ حُجْرہ کپڑے پر نقش و نگار کرنا۔ حُجْرہ نیا اور نرم کپڑا۔ اور رنگین چادر۔ جمع اسکی حُجْرے حُجْرہ کہ معنی ایک چادر ہے۔ حُجْرے مہوچ پر کا پردہ اور فرش پر جو کپڑا بچھائے سوتے ہیں۔ حُجْرہ اندر بند باندھنے کی جگہ یعنی پاجامے کے جس سرخ سے کر بند نکال کے باندھتے ہیں۔ حُجْرہ پاؤں میں جو جوتے وغیرہ کی قسم سے پہنتے ہیں۔ حُجْرہ۔ ٹنابوں پر سوکھنے کے لئے جو کپڑے ڈالے جاتے ہیں جمع حُجْرے۔ حُجْرہ کپڑے کے حاشیے اور حُجْرے اور جھالیں۔ حُجْرہ گارڈ کپڑا حُجْرہ۔ چادر اور اس کے باندھنے کی جگہ۔ حُجْرہ۔ حُجْرہ۔ پہلو۔ چادر۔ چادر باندھنے کی جگہ۔ حُجْرہ۔ کرتے کے پچھلے واس میں جس کپڑے کا پوند لگایا جاتا ہے۔ حُجْرہ تمام بدن کا چھپا لینے والا ایک پاٹ کپڑا۔ حُجْرہ۔ ایک قسم کی کھال ہے جسکو بیچ سے شق کر کے حُجْرہ عورتیں اور بچے پہنتے ہیں۔ سرخ چمڑا جسکی ڈوریاں تراش کے لڑکیاں اپنے کپڑوں کے اوپر سے باندھ لیتی ہیں۔ حُجْرہ۔ کامدار کر بند حبیب عورتیں اپنے زپور لٹکا کے کمر میں باندھ لیتی ہیں۔

خ۔ خبیہ خنکی چادر۔ خذاں چھٹے پرانے کپڑے۔ خذافل
چھٹے پرانے کپڑے۔ خذا عل چڑے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جسے عورتیں
اپنے مقام مخصوص کی حفاظت کے واسطے حیض کے زمانے میں کمر سے
باندھتی ہیں۔ خذا فدا کسی کپڑے کا ایک ٹکڑا۔ خذا رانی ایک یا کئی

سفید کپڑے۔ خسروانی خسرو ابن نوشیروان بادشاہ عجم کے نام سے مشہور ایک قسم کا کپڑا ہے۔ خصا ص چھوٹا کپڑا خضار۔ پادر۔ خضعت پیوند دار ہوتا۔ اور ہر پیوند کو خضعت کہتے ہیں۔ خلیع بے آستین کا کرتہ۔ خمس ایک قسم کی لمبی چادر ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ پہلے پہل جس بادشاہ نے اس چادر کو بنایا ہے اس کا نام بھی جس تھا۔ مگر ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے برد اخماس وہ چادریں ہیں جو پانچ پشت کی ہوتی ہیں اسی لفظ کی ایک مثل بھی مشہور ہے۔ دروہستوں کی بابت کہتے ہیں ہما فی بد ذہ اخماس یعنی دونوں نے بڑی محبت پیدا کر لی ہے۔ اور دونوں ایک ہی سے کام کرتے ہیں اور لباس میں بھی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ خعیل بے آستین کے قمیص۔ پوتین۔ بن سلا ہو کپڑا۔ یا وہ درع جسے عورتیں قمیص کی جگہ پر پہنتی ہیں۔ ایک طرف اس کا سی لیتی ہیں اور دوسرے طرف بن سلا ہوتا ہے۔ خز دی۔ خز کا عام۔

و۔ د خذار۔ لفظ فارسی معرب ہے۔ اصل اسکی تخت واس ہے۔ رکھے ہوئے کپڑوں کو کہتے ہیں۔ ددع عورتوں کے پہننے کا کرتہ۔ دفتی واری وار کپڑا۔ دمقس ریشم۔ خز۔ دیا۔ کتان۔ حریر مفید۔

ر۔ ردا اوٹھنے کا بڑا کپڑا۔ ردن آستین کی جڑ حمیں خوب و نیم دوینار رکھ لیتے تھے۔ رازقہ کتان کے سفید کپڑے۔ رذوف دیبا کپڑا۔ بابیک کپڑے۔ چوڑا کپڑا۔ فرش۔ پردوں کے نیچے کی گونٹ ریطہ۔ رانوں پر باندھنے کا کپڑا۔

ر۔ زینی۔ لمبی پردوں کی ایک قسم یہ بھی ہے۔

س۔ سا بریدہ۔ ایک قسم کا بیش قیمت کپڑا ہے۔ سا بور کے نام کی طرف منسوب ہے۔ سا بور فارس کا کوئی گاؤں ہے۔ سیحل یا یک کپڑا ہے جسکی بناوٹ مضبوط نہیں ہوتی۔ سفید کپڑا یا محض سوئی کپڑا

سجل سجد کپڑا۔ سداوس سبز طلیسان سندس باریک ویسا۔
یا ایک قسم کا کٹانی کپڑا ہے۔

سٹن۔ سٹنلہ۔ ایک قسم کا کپڑا ہے۔

ط۔ طہر۔ پرانی پٹی ہوئی چادر بشرطیکہ صوف کی نہ ہو۔ جمع اسکی
اطار ہے۔ طلیسان۔ ایک کپڑا ہے جسکا الٹا سیدھا نہیں ہوتا۔ یا سونی
کپڑا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ طلیسان عمامہ کے گوشہ کو کہتے ہیں جو کہ
کند ہے پر لٹکا یا جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ طلیسان گول اور سبز رنگ
کی چادر ہے جسکے اوپر اور نیچے کبیرف کچھ فرق نہیں ہوتا۔ اورتاتا
یا بانا اسکا صوف کا ہوتا ہے۔ خاص علما اور مشائخ اسکو پہنتے ہیں۔

ع۔ عصب۔ ایک بینی چادر ہے۔ عقب عورتوں کے اوڑھنے
کی چادر ہے عقل ایک قسم کی بینی چادر ہے یا سرخ کپڑا جس سے
ہودج پر پردہ ڈالتے ہیں عمقہ سرخ کپڑا۔ عیاب گٹھری

غ۔ غلطان ایک قسم کا کپڑا ہے جو سب کپڑوں کے اوپر سے پہنا جاتا ہے
ف۔ فند ایک قسم کا لباس ہے۔ فضلہ اکبر کپڑا کام میراج سانی
کے واسطے پہن لیا جاتا ہے۔ فوط سندی کپڑا ہے۔ یا زماریدار چادریں۔
فوف بینی چادروں کی ایک قسم ہے۔

ق۔ قبا۔ قبناز۔ قباطی کتان کے سفید اور باریک کپڑے ہیں
مصر میں بنے جاتے ہیں۔ قدم سرخ کپڑا ہے۔ قزط ایک قسم کی چادر
ہے۔ یا سرخ کپڑا جس سے ہودج کا پردہ بنا جاتا ہے۔ گلکاری کی ایک
قسم ہے جسے ہمیں لبے لبے پھول بنے ہوں۔ اور اگر گول پھول ہوں تو
اسکو رقم کہتے ہیں۔ قسطلانید قسطلانڈس میں ایک شہر ہے۔ وائ
کا کپڑا مشہور ہے۔ قظر مجاد کی طرح کا داریدار کپڑا ہے۔ قظار۔ دستانہ
ہوتا ہے۔ جس میں گھنڈیاں لگائی جاتی ہیں اور بازو پر باندھی جاتی ہیں۔

یہ دو قفاز ہوتے ہیں جنہیں عورتیں سروی کے زمانے میں پہنتی ہیں۔
قفاز ایک قسم کا زیور بھی ہوتا ہے جو ناتھ پاؤں میں پہنا جاتا ہے۔
قن۔ قنان قمیص کی آستین۔ قنعدہ۔ برنس (کلاہ) کی طرح کا ہوتا ہے
بجوں کو پہنایا جاتا ہے۔

ک۔ کوہاس۔ معیذ سوت کا کپڑا بنایا جاتا ہے۔ بعضوں نے لکھا،
نہیں بلکہ گہر گہری کپڑے کو کرہاس کہتے ہیں۔ کساء۔ پہلے معلوم ہو چکا
(چادر) اسکو جومی بھی کہتے ہیں۔ کیقدہ۔ پیوندہ جو کرتے کے اگلے
دامن میں لگایا جائے۔ اور اگر پچھلے دامن میں لگایا جائے تو وہ حقہ ہے۔
ل۔ لاریہ۔ چین کا سرخ ریشمی کپڑا ہے۔ لحاف۔ جس کپڑے کو
سب کپڑوں کے اوپر سے اوڑھ لیں۔

م۔ مازنی۔ چھوٹی ٹسی چادر ہے جس میں داریاں اور گھنڈیاں ہوتی
ہیں۔ اور دنا ریدار صوف کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ ملتحہ۔ ایک قسم کی چادر
جو خاص عرب ہی میں بنی جاتی ہے۔ مشافید کپڑوں کی تہ مفرد اسکا
مشافہ ہے۔ محشا۔ محشاء ہوئی چادر۔ یا سفید مگر چھوٹی جبکو اوپر سے
لیٹ لیتے ہیں۔ جمع اسکی محاشی ہے۔ مجشد جس چادر میں کئی رنگ
کی داریاں ہوں۔ مجشد زعفرانی رنگ کا کپڑا۔ محق حاصل۔ مار۔
مثل میں ہے قلب فلان مجتہ فلان شخص نے اپنا مارا لٹ دیا۔ یعنی
بے حیا ہو گیا۔ اب جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ مجولی ایک کپڑا جسے چھوٹی
لڑکیاں پہنتی ہیں مرحل۔ جس کپڑے پر ایسے نقش رنگارنگ بنے ہوں جیسے
اونٹ کے بالان پر بنے ہوتے ہیں۔ موط خز کی چادر یا صوف کی۔
ملا کو بھی مرط کہتے ہیں۔ (یعنی چادر) مطایر۔ ایک قسم کی چادر ہے۔
مفرمة بچھونے کے اور پر بچھایا جاتا ہے۔ ملاو ریط کی طرح راتوں
میں پہنا جاتا ہے بظاہر اس سے باطن کیا مراد ہے۔ مقدیہ

مقطوعہ - مقطعات - چادریں جن پر معمول پتیاں بنی ہوں - یا ایک قسم کا جہ نہا کپڑا ہے - جو خزا کا بنا ہوا ہوتا ہے - اور چھوٹے کپڑے - مکھٹ - چادر خواہ اور کوئی کپڑا - جس میں پھول پتیاں بنی ہوں اور خوب مضبوط تہ کیا اور لپیٹا ہوا کپڑا - معوذہ - معوذہ پرانا ستریل کپڑا عمامہ ہی بیسی چادر -

۴ - نزدیکی - سرخ واریدار چادریں - نرید عرب کا ایک قبیلہ تھا - یہ چادریں اسی قبیلے کے نام سے مشہور ہیں - نفاض - بچوں کی چادریں - خمرہ - شملہ جس میں سیاہ و سفید واریاں ہوں - یا ادنی چادر - فوطیہ - صوف کے ٹکڑے جن پر سے عورتیں خمار اوڑھ لیتی ہیں - نذر کبرے پر کے نشانات اور خطو -

۵ - ہلدم جس چادر پر ہمدے ہمدے پیوند لگے ہوں - ہدم صوف کی چھٹی سپانی پیوند دار چادر - ہدم مل - موٹا اور پھٹا ہوا کپڑا - ہیماں جالی دار ازار بند - کمر بند اور نیز جبکہ اندر روپیہ پیسہ رکھ لیتے ہیں (سند وستان میں امسکو ہسانی کہتے ہیں - اکثر پُرانی و متع کے لوگوں کے پاس ایک جالی سی ہوتی ہے جس میں پیسے وغیرہ رکھ لیتے ہیں) -

۶ - وند - کھال کی لنگی - یا اوڑھنی جس میں چار چار انگلی یا ایک ایک بانٹ کی پتیاں کٹی ہوتی ہیں - لڑکیاں اسے استعمال کرتی ہیں یا بچا جامہ کی قطع کا ہوتا ہے - مگر ساقین نہیں ہوتیں - وند سب کپڑوں کے اوپر اوڑھا جاتا ہے - و صائل کتان کی چادریں - و لیخ - کتان کا کپڑا -

مخلہ خلاق عرکے یہ بات بھی غنی - کہ ہمیشہ ہی چاہتے تھے کہ جو چیزیں استعمال کرتا ہوں دوسرا کوئی استعمال نہ کرے - اسی وجہ سے سید جو کہ میں رہتا تھا اور لوگ اسکو ذوالعالمہ کہتے تھے - جس طرح کا عمامہ باندھنا کسی

مجال نہ ہوتی کہ دیا عامہ بارہ سکے جنک اس قسم کا عامہ وہ باندھتا رہے۔
 ناں مجب وہ اپنے عامہ کی قطع بدل دے تو دوسروں کو اختیار ہے کہ دیا باندھ
 سکیں۔ اسی طرح حجاج بن یوسف کی بابت بھی مورخین نے لکھا ہے کہ جب وہ
 کسی دہیچ کا عامہ باندھتا تو کسی کی بھی مجال نہ تھی کہ اس طرح کا عامہ باندھ سکے اور
 سامنے جاسکتا۔

عبد الملک جنک زرد موزے پہننا یا کسی کو بھی جرات نہ ہوتی کہ دیا
 موزہ پہن سکے۔ عباسیوں کے زمانے میں سیاہ رنگ انہی خصوصیات
 میں سے ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے عباسیوں کو سود کہتے تھے۔ اور سفید رنگ
 ثقیوں کے خصوصیات میں سے تھا۔ ان سب کے لئے ایک سبب بھی ہے
 جسے ہم آئندہ لکھیں گے۔ اب اس زمانے میں سبز رنگ سیدوں کی علامت ہے
 جیسا کہ نسب الہدیت رسالت تک پہنچتا ہے۔ اور سیاہ رنگ صوفیوں کا
 پہناوا ہے۔ اور سفید عام لوگوں کا ہے۔

ایک عرب سے کپڑے کے رنگوں کی بابت دریافت کیا گیا تھا اس نے
 جواب دیا الصفر اشکل والحمر اجل والحضر اقبل والسود اھول والبیض
 افضل یعنی زرد رنگ تو شکل میں اچھا ہوتا ہے اور سرخ میں جہال ہے۔
 اور سبز میں کھتا ہے۔ اور سیاہ ہتھک ہے اور سفید افضل ہے۔

ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ عرب سبز اور سیاہ میں چننا فرق نہیں کرتے
 تھے۔ سبز کو سیاہ اور سیاہ کو سبز کہہ دیتے تھے۔ چنانچہ ذوالرقمہ کا قول شہادہ ہے۔
 قد اطلع النازح الجھود معصفہ اس شعر میں اخضر سے مراد شب کی تابلی
 فی ظل اخضرید عودا مۃ الیوم اور انتہائی خلست ہے۔
 ایک اور شعر نے کہا ہے۔

ما بصوت عینای احسن منظرًا | شام تل کہتے ہیں جو چھڑی پر چڑھاؤ
 عماری من سامد الا شہیاد | اور سیاہ ہوتا ہے مگر اسکو خضر کہتے

سبز کہا ہے۔

كالشامة الخضراء فوق الوجنة
الحمر - غنت المقللة السوداء

اسی طرح سفید کو سرخ کہہ دیتے ہیں۔ سیود سے ایرانی اور رومی لوگوں کو حمر کہتے ہیں کیونکہ ان کے رنگوں میں سفیدی غالب ہوتی ہے۔ عائشہ ام المؤمنین کو حمر کہتے تھے۔ اس سبب کہ وہ بہت گورے چہرے تھیں عرب کی مشلوں میں سے ہے الحسن بن حمر یعنی خوبصورتی گورے ہی رنگ میں ہے۔

جس کسی رنگ کی شوخی اور تیزی بیان کرنا چاہتے تو ہر ایک رنگ کے واسطے ایک صفت بنالی ہے اسی کو بیان کرتے ہیں۔ مثلاً خضر (سبز) کو ناضر (زرد) کو بھی ناضر۔ ناضر کا لفظ فالص کے سننے میں ہے۔ چاہے فالص سرخ ہو یا فالص زرد ہو۔ مگر ایک قول ہے کہ فقط فالص سفید کو ہی ناضر کہہ سکتے ہیں۔ بیسہ فالص سفید کو یقین کہتے ہیں۔ یعنی امیض یقین۔ اور سرخ کے واسطے قانی۔ اسفر (زرد) کیواسطے قانع اسود (سیاہ) کیواسطے۔ حاکک۔

محیط المیض میں لکھتے ہیں کہ احمر یا اصفر کو جو قانع کہتے ہیں تو معنی اس کے یہ ہوتے ہیں کہ نہایت گہرا سرخ یا زرد۔ اور ہر ناضر (فالص) رنگ کو قانع کہتے ہیں خواہ سفید ہو یا کوئی ہو۔ مگر مشہور یہ ہے کہ قانع فقط اصفر کی صفت پڑ سکتا ہے۔ یعنی اصفر قانع کہتے ہیں ہر طرح احمر قرص۔ اور اخضر حان۔ اور امیض یقین۔ اور اسود حاکک کہتے ہیں۔

دشمن سخت کو بھی از رقی کہتے تھے۔ (یعنی رنگ کا استعمال دشمن کے ساتھ کرتے تھے) کہتے تھے ہو عدوا از رقی اور موت کو احمر کہتے تھے۔ یعنی موت احمر۔ مگر مخصوص لڑائی کی موت کو موت احمر کہتے ہیں خوش عیشی اور آرام کی زندگی بسر مونس کو عیش اخضر کہتے تھے۔ اور اخضر کو از رانی کے

زمانے اور وسیع و ربار کی بھی صفت ڈالتے تھے۔ اسکے برعکس اگر کالفظ کہ یہ قوط کے زمانے اور تنگ و ربار کی صفت میں استعمال ہوتا تھا۔
احمر قانی۔ اصغر فاقع۔ اصغر ناصر۔ اسود حالک۔ بیض
لیقن۔ احمر ناصر۔ ابیض ناصر بھی کہہ سکتے ہیں۔ دینار (شرنی) کو صفر
نفس دن کو اسود۔ مبارک دن کو ابیض۔ جس شخص کو ازرق العین کہتے تھے
اُس سے مراد یہ ہوتی تھی کہ یہ شخص بغض اور کینہ رکھتا ہے۔
بغض رکھنے والے کو اسود الکبد۔ سودا الکباد۔ امہب السبال
بھی کہتے تھے۔

عرب کے زیور

قدیم الایام سے مردان عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے واسنے ماتھ کی انگلیوں
میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ مگر کتابوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان انگوٹھیوں
پر مہر نہیں کندہ ہوتی تھی۔ پہلے پہل صاحب شریعت اسلامیہ نے اپنی انگوٹھی
پر اُس موقت پر مہر بنوائی تھی کہ جب شاہ فارس کے پاس پیغام بھیجے گا ارادہ
کیا۔ تو لوگوں نے کہا محمد کے لوگ کوئی خط بھیج نہیں سجتے جب تک اُس پر
مہر نہ لگی ہو۔ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور
اُسکے تنہیوے پر اپنا نام کندہ کرایا۔ بعد اسکے رسم ہو گئی کہ ہر کی انگوٹھی بادشاہ
کی پہچان ہو گئی۔ اور مغرب کی دول عربیہ کی علامات میں سے تھی۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ بادشاہان اندلس سونے کی انگوٹھیاں
بنواتے اور یاقوت و فیروزے کے نگینے جڑواتے اور یہ خاص انکی علامات
میں سے تھی جس طرح چھڑی اور بردیانی مشرقی بادشاہان عباسیہ میں اور
چھتر مغربی بادشاہان عبیدیہ میں علامت سلطنت سے سمجھے جاتے تھے۔
پہلے خلفا کے زمانے میں انگوٹھی واسنے ماتھ میں پہنی جاتی تھی۔ مگر معاویہ

بن ابی سفیان نے بائیں ہاتھ میں پہننا شروع کی۔ اُسکے بعد تمام بادشاہان بنی امیہ میں بھی رسم رہی۔ مگر جب دورہ عباسیہ کا ہوا تو سفاح نے دامن سے ہاتھیں ہٹا دیں۔ پھر یہ رسم ماروں رشید کے زمانے تک رہی۔ مگر رشید نے بنی امیہ کے طریقہ پر بائیں ہاتھ میں پہن لی۔ اور عوام الناس نے بھی یہی طریقہ اختیار کر لیا۔ اسلامی عرب کی یہ رائے ہے کہ انگوٹھیاں چار ہی ہیں۔ یا قنوت تو پیاس کے واسطے (یعنی پہننے والے کو پیاس سے تکلیف نہیں پہنچے گی) فیروزہ مال و دولت کی غرض سے۔ عقیق سنت ہے۔ حدیث چینی حفاظت کی واسطے۔ متاخرین میں سے کسی کا کلام ہے کہ جو شخص عقیق کی انگوٹھی پہنے۔ اور ابی عمر بن علا کے جیسی قرأت کرے۔ اور شامی کا حبیباً فقہ حاصل کرے اور تفسیر ابن زریق کا یاد کرے تو گویا اُس نے اپنی طرف کو مال کر لیا۔ (ابن زریق سے مراد ابو الحسن علی بن زریق بن رومی ہے اور اسکے تفسیر کا مطلع یہ ہے۔

لا تعذلیہ فان العدل یولعہ۔

قد قلت حقاً و لکن لیس ببعہ

بعض اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں بادشاہان عرب تاج پہنتے تھے۔ جس نے پہلے پہل تاج سہا سر پر رکھا ہے حمیر بن سبا تھا۔ اور بعد میں کے جتنے بادشاہ ہوئے انھوں نے یہ طریقہ رکھا کہ اپنے تاج میں کوڑی لگاتے تھے۔ اور ہر سال ایک ایک کوڑی بڑاتے جاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اتنے سال انکی تخت نشینی کو پہنچے۔ اُن خرمہروں کو خزائن الملک کہتے تھے۔ خلفائے بنی امیہ (اور بنی عباس) تو خاص دربار کے موقوف پر تاج کے قبة میں بیٹھتے تھے۔ اور کندہ پر صاحب شریعت اسلامیہ کی ردا اور سر پر عامہ ہاتھ میں چھڑی ہوتی تھی۔ اور عامہ بچے تاج کے سبھا جاتا تھا۔ جو شخص پہلے پہل تخت ملک پر بیٹھا سادہ بن ابی سفیان تھا۔ اُسکے بعد بادشاہ بنے بھی تخت پر بیٹھنا اختیار کر لیا۔

پشتر تو خوجے بادشاہوں میں سواری کے وقت بہت ہی ہلکے ساز و سامان چاندی کے ہوتے تھے۔ مگر مبادا و تلوار کا قبضہ اور لگام اور زین چاندی کے ہوتے تھے۔ مگر معتز عباسی نے سونے کے ساز رکھے۔ آخر یہاں تک فبت پہنچی کہ گھوڑوں کے نعل تک چاندی سونے کے ہونے لگے۔ اور اس سے قبل اپنے کپڑوں پر اپنے نام اور اپنے اپنے مارک اور علامات لکھواتے تھے۔ بلکہ اسی طور پر کپڑا بنایا جاتا تھا جس میں یہ سب چیزیں آسکیں اور وہ الفاظ سونے کے تار سے بنے جاتے تھے۔ یا کسی اور رنگ کے ریشم یا سوت سے جو کپڑے کے اصلی رنگ کے علاوہ ہوتا کہ اچھی طرح پڑا جاسکے۔ اور جب بادشاہ کسی کو خلعت و تینا تب بھی اس کے کپڑوں پر ریشم یا سونے کے تار سے اس کا نام اور علامت متغیر وغیرہ لکھا جاتا تھا۔ عرب کے بادشاہوں نے یہ طریقہ عجم کے بادشاہوں سے لیا تھا۔ اُن میں بھی یہ دستور تھا کہ اپنی نقویریں اپنے لباس پر بنواتے تھے۔ اور اُس کے گرد اگر دہیل بولے ہوتے تھے۔ جسے دور طراز کہتے تھے۔

عرب کے بادشاہوں کا ایک یہ بھی رسم تھا۔ کہ جب کسی کو خلعت دینا چاہتے تھے تو سات پارچوں کا خلعت دیتے تھے۔ اور سونے کا طوق اور سر پہ تلخ اور مانتوں میں نگین اور ایک نعل اور دو تلواریں بھی اُس کے ساتھ ہوتی تھیں۔ اور اُن کا نام بھی خطبے میں لیا جاتا تھا۔

(حقیق لفظی) خلعت واحد ہے اُسکی جمع فلع ہے۔ خلعت اُس کپڑے کو کہتے ہیں جسے بادشاہ اپنے جہم سے فلع کر کے (اُتار کے) کسی ایسے شخص کو عنایت کرے جسکی عزت بڑا ثانی مقصود ہو۔ مگر اب تو اس لفظ میں اس قدر وسعت ہو گئی ہے کہ عام لوگ بھی جب کسی کو کپڑے بطور ہدیے کے دیتے ہیں تو اُس کا نام بھی خلعت رکھا جاتا ہے۔

امبشرای بقداوم من احبته | اے میرے معشوق کی تشریف آوری

ولك البشارة بالمسرة والهناء
ما كان اسمعنى عليك بخلة
لو كان عندى حلة غير الضنا
کے کوئی کپڑا نہیں ہے ورنہ میں ضرور تمکو خلعت دیتا۔
کی خوشخبری دینے والو تمکو بھی خوشی اور
مبارکبادی کی بشارت ہو۔ کیا کروں
میرے پاس سوائے لاغری اور دبلا پن

عرب کی عورتیں بھی مردوں کی طرح انگوٹھی پہنتی تھیں۔ اور ایسا بھی
ہوتا تھا کہ دسوں انگوٹھوں میں برابر انگوٹھیاں اور کلائیوں میں گنگن پہنتی
تھیں۔ ایک جملہ مثل کے طور سے مشہور ہے۔ جبکہ حاتم طائی غزوہ میں قید تھا
تو کسی لونڈی نے اسکو ایک طمانچہ مارا تھا تو اس موقع پر حاتم نے کہا لو ذات
سوار لطعتی (کاش مجھے کوئی گنگن والی مارتی)

میدانی نے لکھا ہے کہ ذات سوار سے مراد حرہ اور شریف عورت ہے
یعنی کاش! مجھے کوئی شریف عورت مارتی۔ حاتم نے اپنے اس جملے میں حرہ
ہونے کی علامت گنگن والی ہونا بتایا ہے۔ کیونکہ عرب میں بہت کم ایسا
اتفاق ہوتا تھا کہ لونڈیوں کو گنگن پہننے کی اجازت دیا جاتی تھی۔ تو گویا
حاتم کا مقصود یہ تھا کہ اگر کوئی شریف عورت مجھے مارتی تو ضرور اپنی شرافت
کی وجہ سے ایسا سخت طمانچہ نہ لگاتی۔ جیسا اس گیسنی عورت نے مارا ہے۔
مگر ایک شخص نے لکھا ہے کہ ذات سوار سے غیر ذات سوار مراد ہے۔

یعنی کاش اس وقت مجھے کوئی مرد مارے ہوتا تو میں اسے مڑا چکھاتا۔ عورت
نے مارا ہے میں اس سے کیا بدلہ لوں کیونکہ عورت کو مارنا سنگ کی بات ہے۔
عرب کی عورتیں محول بھی پہنتی تھیں محول کو اجمال بھی کہتے ہیں اسکا
واحد حمل ہے۔ اسکے معنی فلحال (پازیب) کے ہیں۔ یہ زیور چاندی کا بنایا
جاتا ہے۔ حلقہ اسکا بڑا ہوتا ہے۔ عورتیں اسکو پاؤں میں پہنتی ہیں۔ کہ چلنے
میں چم چم کی آواز آئے۔

دملج (بازو بند) یہ بھی گنگن کا ساز پور ہوتا ہے مگر بازو پر باندھا

جاتا ہے۔ اور بعض عورتیں کلامی پر بھی باندھتی ہیں۔

عربوں کے زیوروں میں عقد (مالا) گلے میں پہنا جاتا ہے۔ اور قرط (مُندے) کانوں میں خزام (نخاع) ناک میں۔ برقعہ (داماسکا برقعہ) پاؤں میں پہنا جاتا ہے۔ حان گردن بند یا کنکن کو کہتے ہیں۔ جبکہ ایک قسم کا زیور ہے جو گردن بند میں لٹکایا جاتا ہے۔ محبس چھٹا جو انگلیوں میں پہنا جاتا ہے۔ خوق۔ بالا کان میں پہننے کا جس میں بندے لٹکتی ہیں۔ شفت دلچسپی کی طرح کا ہوتا ہے۔ کلامی میں پہنا جاتا ہے۔ خقب (کرہنی) کڑیوں دار زنجیر ہوتی ہے جس میں کچھ بچنے والے گھونگر وغیرہ ڈال کے کمر پر باندھتی ہیں۔ عورتوں کے گراں قیمت پتھروں کے زیور کو جیاذق کہتے ہیں۔ جو بعضی قصہ تھوڑا سا زیور ہے۔

ما علیہم خضاض یعنی ان لوگوں کے پاس کچھ زیور نہیں ہے۔ شام کہتا ہے۔

ولوا شرفت من کفۃ السنۃ عا طلا | یعنی میری معشوقہ اگر پردہ اٹھا کے لقلت غزال ما علیہ خضاض | میری طرف دیکھے اور اس کے جسم پر زیور نہ ہو تو میں کہوں گا کہ یہ آہوئے بیابان ہے اس کے جسم پر زیور نہیں ہے۔ حوط سیاه اور سرخ بے ٹھوٹے تاکے ہوتے ہیں اس میں عورتیں کوڑیاں اور چاندی کے چاند لٹکا کے کمر پر باندھتی ہیں اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ نظر بد کا اب اثر نہ ہوگا۔ اور اسی غرض سے بچوں کی کمر میں باندھ دیتی ہیں اور شادی کو عود (تھوڑا) بھی کہتے ہیں۔

تعاوین عودہ کی یا تعوین کی معنی ہے چاندی کا چاند کی شکل کا بنایا جاتا ہے۔ اور اس پر کسی قسم کی کتابت یا نقش کندہ کر کے بچوں کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں۔ عکاشہ بن عبد اللہ کہتا ہے۔

وجاۃ الیہ بالتعاوین والرفی | بچارے عاشق کے پاس جیکہ وہ

وصیوا علیہ انا لہ من شدۃ النکس
وقالوا بے من اعیین الحن نظرة
ولو صدقوا قالوا من اعیین الانس
حالانکہ اگر وہ سچ کہتے تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ آدمی (معشوق) کی نظر
لگی ہے۔

نویز بنانے میں مشہور و معروف ابو محمد مبارک بن مبارک بن سراج
الغادزی بغدادی زاہد مشہور تھا۔ انتقال اس کا ۳۵۳ھ ہجری مطابق ۱۱۵۸ء
میں ہوا۔

بچوں کے گلے میں پھی زینت کے واسطے طوق پہناتے تھے۔ اور
اکثر نر کے طور پر بھی طوق پہناتے تھے۔ کہ جب میرا بچہ جوان ہو جائے گا تو فلاں
کام کروں گا۔

مور ضین کا قول ہے کہ پہلے پہل جس بچے کے گلے میں طوق ڈالا گیا
عمرو بن عدی بن نصر تھا۔ اسکے ماموں جذیمہ ابرش نے اسکو پیار سے طوق
پہنایا تھا۔ جبکہ جذیمہ کی بہن رفاش عمرو کی ماں اپنے بیٹے کو لیکے جذیمہ کے
پاس آئی تھی مگر اتفاق سے اس لڑکے کو جن اٹھا لیا گیا تھا۔ ایک مدت کے
بعد جب جوان ہو گیا اور جن سے چھوٹ کے اپنے ماموں جذیمہ کے پاس
آیا تو وہ اُسے دیکھ کے بہت ہی خوش ہوا اور کہا مثبت عمرو عن الطوق
اسی وقت یہ شل مشہور ہو گئی۔

لڑکوں کے پہنانے کے زیوروں سے ایک زیور سخاب بھی ہے
یہ ایک قسم کا گردن بند ہوتا ہے جس سے ایک قسم کا قرص ہوتا ہے جب
اسکو خشک کر کے سوراخ کر لیتے ہیں اس میں سے مشک کی سی خوشبو آتی ہے
اور لونگ اور ملب لٹکا سے جاتے ہیں۔ مگر موقی یا اور کوئی جو اس پر نہیں
ہوتے۔ متنبی کہتا ہے۔

عفا عنهم واطلقهم صفاراً | اُن کو معاف کر دیا اور ذلیل کر کے انہیں
وفی اعتناق اکثرهم سخاب | چھوڑ دیا حالانکہ اُن میں سے اکثروں
کے گلے میں سخاب تھا۔

عرب کی عورتوں کا یہ بھی دستور تھا کہ اپنے ماں بھائیوں کے ناخنوں کو منہ دی
سے رنگین کرتی تھیں۔ ماں بھائیوں کی ہتھیلی اور پاؤں کے تلووں کو گندم گون اور
زردی مال کسی رنگ سے رنگتی تھیں۔ اور اسے (سنگ سرمہ) کا سرمہ
لگاتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ عرب کی عورتوں میں سے پہلے پہل جس نے سرمہ لگایا رتقا
یا سرمہ لگی۔ یہ عورت جدید کے قبیلے سے تھی۔ اکثر لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس
عورت کی ٹوٹ نظر اس قدر توی تھی کہ تین دن کی راہ سے جس چیز کو چاہتی دیکھ
لیتی۔ نام اس عورت کا غتر تھا۔ متنی نے اس کا پتہ اس شعر میں دیا ہے۔

والبحر من زرقاء جولاہی | میں زرقاء سے بھی زیادہ تیز نظر میں
متی نظرت عینای ساواہلی | کیونکہ میری آنکھیں جس چیز کو دیکھتی ہیں۔
وہ میرے علم کے مطابق ہوتی ہے۔

عرب میں تین عورتوں کا نام زرقاء تھا۔ ایک تو یہی عورت جس کا ذکر ابھی کیا
گیا کہ اسکی نظر کی تیزی آفت کی تھی یہاں تک کہ شل میں اس کا نام لیا جاتا ہو
جہاں تیزی نظر میں عقاب (وغراب) (کو)، اور طوطا لیل (چمکا ٹورا) اور کلب
رکتا کی مثال دی جاتی ہے۔ مثلاً کہتے ہیں البحر من عقاب ملع۔ البحر من
غراب۔ البحر من وطوط باللیل۔ البحر من کلب وایں اس عورت کا بھی نام
لیا جاتا ہے۔ البحر من زرقاء۔

دوسری عورت زرقاء نامی ذبا، جزیرۃ العرب کی شاہزادی تھی۔ نام اس کا
منہ تھا۔

تیسری بسوس منقذہ شبی کی لڑکی تھی اسی کی وجہ سے حرب بسوس ہوئی تھی
جہاں بسوس برس تک ایک طرح سے باقی رہی۔ اور لاکھوں جانیں حرب کی تلخ ہوئی

اسی وجہ سے عرب اسکے نام کو مخوس سمجھتے ہیں اور شل میں کہتے ہیں اشام
من ناقۃ البسوس

عرب کی عورتوں کی ایک یہ بھی عادت تھی کہ سرمہ کو اپنے ہونٹوں اور
مسوڑوں پر بھی جاتی تھیں (جیسے ہندوستانی عورتیں دانتوں میں سسی ملتی
ہیں) اسلئے کہ دانت کی چمک زیادہ معلوم ہو۔

اور اسی اثمد (سرمہ) کو وشم (گودنا) میں صرف کرتی تھیں۔ عرب کی
عورتوں کا وشم ویسا ہی ہوتا تھا جیسے ہندوستان کی راجپوتوں کا ہوتا ہے
پہلے سوئی سے ماتھوں اور چہرے کے جلد کو زخمی کر کے اُس پر سرمہ چھڑک دیتی
پس بعد زخم اچھے ہونے کے ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا جب نقش سوئی سو
جلد پر ہوا ہے تھے کوئی درخت کی صورت کوئی جانوروں کی صورت بنو البتہ
عرب کی عورتوں کی رسوم میں سے یہ بھی تھا کہ بالوں میں کنگھی کرتیں
اور چوٹی پٹیا بناتیں اور جوڑا باندھتی تھیں۔

تدجیل - اجار - بالوں میں کنگھی کرنا۔ اور جوڑا پیچھے باندھ دینا۔ مرحل۔
مسرح۔ مشط۔ کنگھی۔ بال سنوارنے کا آلہ۔

عذار (عذیرہ کی جمع ہے) بالوں کا جٹہ۔ عقیصہ۔ بالوں کو لپیٹ
کے پیچھے باندھ دیا جاتا ہے۔

ذواب۔ لٹکتے ہوئے بال۔ تقضیب الشعر۔ بالوں کو گولہ لکھ والے
بنانا۔ سعفات شعر۔ بچ سر میں بالوں کو لپیٹ کے باندھ دینا۔ غصن نامیہ
کے بال۔ مسریہ سینے کے بال۔ عانۃ شرمگاہ کے بال عفریۃ گدنی پر کے
بال۔ لمانہ کندھوں پر لٹکے ہوئے بال۔ مسالح الشعر کان سے ابرو تک
کی جگہ و فرو پٹے کے بال جو کان سے لوں تک رہتے ہیں۔ طرہ جو بال پیشانی
کو چھپالیں۔ جہل اتنے اتنے بڑے بال جو سر کو اور ابرو تک چھپالیں۔ دھذب
پلکوں کے بال۔ عنقۃ ہونٹ کے نیچے کے بال۔ مشارب مونچھوں کے بال۔

حاذنک کے بال۔ عقیقہ نہیہ بچوں کے بال جو ولادت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ قولوا نیکۃ ولا تقولوا عقیقۃ۔ کیونکہ عرب لفظ عقیقہ کو بد فالی سمجھتے تھے۔

شعر آدمی کے بالوں کو کہتے ہیں۔ حذر عاء بکری کے بالوں کو و بدو اونٹ کے بالوں کو۔ صوف بھیر کے بالوں کو۔ عفاہ گدھے کے بالوں کو۔ ریش پرندوں کے پر کو۔ زغب پرندوں کے بچوں کی روکڑی کو۔ زف شتر مرغ کے پر کو۔ ہلب سور کے بالوں کو۔ حرا شنف مچھلی کے پر کو کہتے ہیں۔

بال کے اوصاف

سر پر بال اگر کثرت سے ہوں تو اُن کو جفال کہتے ہیں اور اگر کالے پیلے ہوئے بال ہوں تو وصف۔ اور کالے بال اگر کثرت سے ہوں تو کث۔ تمام بدن میں اگر کثرت سے ہوں تو زبب۔ رجل اذب جس مرد کے تمام بدن میں بال ہوں۔ اسیاقہ زیادہ جس عورت کے تمام بدن میں بال ہوں۔ اور اگر پھیلے اور چھترے ہوں تو سبط اور اگر گھنے اور گتھے ہوں تو جعد۔ اور اگر بین بین ہوں تو رجل اور اگر نرم نرم اور لمبے ہوں تو مغل و دن۔

سر میں اگر بال ہی نہ ہوں تو اس سر کو اصلع کہتے ہیں۔ اگر ابرو میں بال نہ ہوں تو اسکو امرط کہتے ہیں۔ اگر پلکوں کے بال نہ ہوں تو امعط۔ اگر ریش پر بال نہ ہوں تو امرد۔ اگر بدن پر بال نہ ہوں تو املط

چہرے کی زینت

عرب کی شہری عورتیں اپنے چہرے کی زینت کینھا بڑے بڑے لہقن صرف کرتی تھیں۔ بخلہ اُن زینتوں کے حفا اور حفاف ہے۔ یعنی چہرے کا ایک ایک رونگٹا چن لینا۔ کالوں کے چکنا کرنے کے واسطے تمام رونگٹے ٹیک

چن لیتی تھیں۔ تزیجج اب دسکے بالوں کو باریک کسنا اور آنکھوں کے گوشوں تک جھکا کے لانا۔ یہ بھی ایک زینت تھی۔

صنہ پوڈر ملنا۔ سفید اور سرخ پوڈر اپنے چہروں پر لیتی تھیں۔ علاوہ انکے اور بھی طریقہ تزیین شہری عورتوں میں تھا جو بدوی بیچار یوں کو نصیب نہیں تھا۔ تنہی کہتا ہے۔

حسن الحضارة مجلوب بنظرية | شہر کلون تو رانوں کے سنوارنے سے
وفی البدانة حسن غیر مجلوب | پیدا کیا جاتا ہے مگر باویہ نشین عورتوں
کا حسن قدرتی اور بخرل ہوتا ہے کسی تزیین سے نہیں مائل ہوتا بلکہ آپ
آپ آنکھوں میں کھنٹا ہے۔

عرب میں عطریات اور خوشبو کا استعمال

عرب کی بدوی عورتیں مختلف طرح کی خوشبو میں استعمال کرتی تھیں جو حضرات کو کیاب نہیں۔ ہر ایک عورت کے پاس ایک ڈبیہ ہوتی تھی جس میں عطریات رکھتی تھیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ڈبیہ نہیں بلکہ سپیاں ہوتی تھیں اور ہر وقت اپنے پاس رکھتی تھیں۔ جب کہیں سفر کرتیں تو اپنے اسباب میں اسکو بھی اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتیں۔

عرب کی شلوں میں ہے کہ عطر بعد عروس یہ مثل کسی چیز کو قبل از وقت تیار کر رکھنے کے موقع پر استعمال کیجاتی ہے۔ اس مثل کو بنی عذرہ کی ایک عورت نے کہا تھا۔ اسکا نام اسماء بنت عبدالمطلب تھا۔ اسکا شوہر جو اسکا حقیقی چچا زاد بھائی تھا اور نام اسکا عروس تھا مر گیا۔ اسکے بعد ایک اور شخص نے اس سے شادی کر لی مگر نہایت گندہ دہن اور بخیل اور خس طبیعت تھا۔ اتفاق سے کہیں سفر کو جانے لگا تو اپنی بیوی سے کہا کہ تو یہی حل اور اپنا عطر بھی ساتھ لے لے۔ اس عورت نے جواب میں کہا کہ عطر بعد عروس

اسی وقت سے یہ شہر مشہور ہو گئی۔

شہری عورت اور مرد بھی اسکا استعمال کرتے تھے۔ خصوصاً اسلام کے بعد اسکا رواج زیادہ ہو گیا۔ اکثر تو مشک خالص استعمال کرتے تھے اور بعض مشک و عنبر کے مجموعہ سے ایک خوشبو بناتے تھے۔ اور اُس سے اپنے کپڑوں اور بدنوں کو معطر کرتے تھے۔

ابن عباسؓ کی حکایت ایک شخص نے لکھی ہے کہ وہ خالیدہ اسفندیارؓ کے صدخ (کن پٹی) پر لگاتے تھے کہ لوگ سمجھتے تھے گوند چمکا یا ہوا ہے۔ عام لوگ اپنی ڈاڑھیوں اور بدنوں کو مختلف قسم کی عطریات سے معطر کرتے تھے یہ حالت ہو جاتی تھی کہ مدینہ کے بازار اور گلیاں دن رات خوشبو سے بسی ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے مدینہ کو طیبہ کہتے تھے۔

خالیدہ۔ کئی قسم کی خوشبو و ارجیزوں سے ملا کر بنایا جاتا تھا۔ سلیمان بن عبد الملک نے اس مرکب کا نام خالیدہ رکھا تھا۔

نذ۔ عود اور عنبر اور لبان کی ترکیب سے بنایا جاتا ہے۔ اس کو شلث بھی کہتے ہیں۔ ورنہ الخواص میں لکھا ہے کہ بجائے شلث کے شلوث کہنا صحیح ہے۔

سکافور ایک مشہور چیز ہے جس سے مردوں کے جسم اور لباس کو بساتے ہیں۔

افادیہ۔ جن مصالحوں سے خراب شدہ عطریات کو پھر درست کر لیتے ہیں ناردین۔ ایک درخت کا عرق ہے اُس درخت کو بھی ناردین ہی کہتے ہیں۔ محیط المیٹھ میں لکھا ہے کہ نروین اور ناردین سے سبل رومی مراد ہے۔ یونانی میں اُسے نردس کہتے ہیں۔ اُسی سے عرب کرلیلہ ہے۔

فیض میسری

عرب کے کھانے کی قسمیں طعام خوری کے ادب

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ بلاد عرب میں عادت جاری ہو گئی تھی کہ خراب اور بے مزہ کھانوں پر قناعت کر لیا کرتے تھے۔ محتاج اور چھوٹی حیثیت کے لوگ تو شب و روز میں ایک ہی مرتبہ چنے کی روٹی و دودھ میں تر کر کے کھا لیا کرتے اور گوشت کم کھاتے تھے۔

ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ کوئی گروہ کھانے کے حق میں تباہ حال مضر سے زیادہ ذرا ہو گا۔ کیونکہ یہ بے چارے بھجوا اور گہر بلا اکثر کھاتے تھے۔ اور اگر اونٹ کی لیشم خون میں جوش دیکے کھاتے تو بڑا فخر کرتے تھے۔ یہی حالت قریش کی بھی تھی۔ بالجملة عام عرب باکی غذا کی جرّہ تین چیزیں تھیں۔ دودھ۔ گوشت۔ چنڈ قسم کے آٹے مثلاً چینا وغیرہ۔ دودھ کی بہت سی قسمیں کی تھیں۔ صرف اُس دودھ کو کہتے تھے جو ابھی دوایا گیا ہو۔ زبد (کھن) گائے اور بھیڑ کے دودھ سے نکالتے تھے۔ جباب اونٹ کے دودھ سے نکالتے تھے۔ اور چونکہ عام غذا میں دودھ پر زیادہ مدار زندگی تھا اسلئے اُسکو احد اللہمیین کہتے تھے۔ یعنی دودھ بھی بجائے گوشت ہی کے ہے۔ اور اسی لحاظ سے دودھ کے ہر موقع اور ہر حیثیت سے ایک ایک نام علیحدہ رکھے ہیں (کیونکہ جو چیز زیادہ مستثنیٰ نہ ہوتی ہے اُسکی عزت بھی زیادہ کیجاتی اور سیکڑے ناموں سے اُسے پکارا جاتا ہے)

دو دو کے نام

قیل وہ دودھ جو دوپہر کے وقت پیا جائے۔ فیکہ دودھ کے دہنے
 کے درمیان میں جو دودھ اونٹنی کے پستان میں جمع ہو جاتا ہے۔ مظلوم
 ظلیہ دہنے کے بعد جو دودھ مشک میں بھر کے رکھا جائے اور تازہ اور
 باسی دودھ ملا کے قبل ترشی پیدا ہو نیکی پیا جائے۔ جر عکوک۔ جر عکیک
 جلعطیط۔ جلعطوط وہی۔ ہدید کھٹا نہی جا ہوا۔ ضیع۔ ضیا ح۔
 لسی بنا یا ہوا وہی۔ جسکے پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ احارابہ جس دودھ
 کو مرد چراگاہ سے وہ کے اپنے گھر بھیجے (کیونکہ عورینیں چراگاہ میں بیٹھ کے
 دودھ دوہنا عار سمجھتی تھیں) خدیط۔ جا ہوا دودھ (وہی) مخیف جس وہی
 میں تازہ دودھ ملا دیا گیا ہو۔ دخیس بھیر کا دودھ جسپر کبھی کا دودھ بھی دودھ
 لیا گیا ہو۔ لفتش مخوط اور دودھ۔ مذقہ جس دودھ میں پانی ملا دیا گیا ہو۔
 اُسے سمار بھی کہتے ہیں۔ دیشہ کھٹا دودھ جس میں میٹھا دودھ ملا دیا گیا ہو۔ صلام
 ایک دفعہ دہنے کے بعد جو دودھ دودھا جائے۔ مشعجب دودھ دہنے کی لمبی با
 ارتجان کھن اور دودھ کا لمبانا۔ والج اونٹنی کے تھن میں جو دودھ چڑھایا
 جائے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ تھن پر پانی چھڑکتے ہیں جس سے دودھ اوپر
 کو چڑھ جاتا ہے اور اونٹنی موٹی ہوتی ہے۔ غیز تھن میں جو دودھ پنج ہے
 دھت مخوط اس دودھ جو تھن میں رہ جائے تھجیلہ دودھ کا مکھن جو ماتھ اور
 مشک میں چپک جاتا ہے۔ قارص نہایت کھٹا دودھ جس سے زبان اینٹھ
 جائے پھر اسپر اسقدر تازہ دودھ دودھا گیا ہو کہ اسکی کھٹاس زائل ہو گئی
 ہو۔ جاذر۔ عجید کھٹا دودھ۔ سوا ید الرضف۔ کھویا جو دودھ جلا کے
 بناتے ہیں۔

گوشت کے اقسام

بجئے ہوئے گوشت کو حنیز کہتے ہیں جیسا کہ متنبی نے اپنے تقاریر میں بیان کیا ہے۔ فوجدتہ محاذیا للتلیذ علی خبز ممید وحبی حنیز۔ لوٹ کا اونٹ جو قبل حصہ بانٹ کر نیکے سحر کر دیا جائے اُس کو نفقہ کہتے ہیں۔ سب میں خراب گوشت قدید سمجھا جاتا ہے قدید سوکھا کے رکھے ہوئے گوشت کو کہتے تھے۔ یہ گوشت اس قدر بے قدر ہے کہ اگر اونٹ کیواسطے چارہ نہ ملتا تو اسی گوشت کو ریزہ ریزہ کر کے اُسکو کھلا دیتے۔

نربن تولبے صاحب شریعت اسلامیہ کو مخاطب کر کے کہا تھا
انا ایتناک وقد طال السفر ۱؎ فودخیلاً رجاً فیہا ضمیر

اطعمہا اللحم اذا غر الشجر

عمدہ سے عمدہ گوشت پہلو کا سمجھتے تھے اور اُسکے استعمال کے طریقہ میں
اُنکو بڑا ناز تھا۔ جو کوئی اُسکا پکانا اور کھانا اچھا بھانا تھا وہ دوسروں پر فخر کرتا تھا
یہاں تک کہ شل میں استعمال کرنے لگے تھے۔ جو ہوشیار آدمی کہ کام کو خوب
سلجھا کے کرتے اُسکی بات کہا کرتے اندہ لیلعلد من این توکل الکنف
یہ شخص جانتا ہے کہ پہلو کا گوشت کیونکہ کھایا جاتا ہے، کیونکہ اُن کا
خیال تھا کہ اس گوشت کا پکانا اور کھانا بہ نسبت اور گوشتوں کے زیادہ
دشوار ہے۔ اُنکی رائے یہ بھی تھی کہ اُسکے نیچے کا حصہ پہلے کھانا چاہیئے
کہ وہ جلد ہضم ہوتا ہے اُسکے بعد اوپر کا حصہ۔ کوئی کوئی یہ بھی کہتا تھا کہ
شوربا کنف کے گوشت اور ہڈی میں سما جاتا ہے۔ جب نیچے کا حصہ اُسکا لیا جائیگا
تو شوربا اپنی جگہ پر پانی رہتا ہے۔ اور کم عقل آدمی کی مثل لاخین اکل
الکنف ہے۔ جیسا کہ اصمعی نے کہا ہے۔

انی علی ماترین من کبریٰ اعلم من حیث توکل الکنف

”میں ایسی عزت اور بزرگی کی حالت میں ہوں جسے تو دیکھتی ہے
میں جانتا ہوں کہ کیونکر کنف کو کھانا پکا جیتے۔“

تفادم کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ جسے بلی اہلہا کہتے ہیں
وہ دینہ کا ایک راجہ تھے انہیں کھاتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ یہ جس چیز ہے۔
اور مقام مخصوص کا ذکر کیا ہے۔

عرب کی مشلوں میں سے ہے لا یظلم العبد الکراع فیطیع فی الذل
ہم غلام کو پاؤں کا گوشت تو کھلاتے ہی نہیں کہ انا۔ کہ گوشت کی طرح کرے
اس مثل سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب اپنے غلاموں کو نفیس گوشت سے
کھانے میں شریک نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ کنف کے کھانیکے طریقہ پر فرغ
کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے کاٹ کاٹ کے کھاتے تھے۔

انضاج طعام (کھانا پکانا) لفظ گوشت کے پکانے اور اس کے جھونے
دونوں میں استعمال ہوتا تھا۔ گوشت کے نفع کرنے۔ کہ کہیں طریقے ہیں۔
صیغہ۔ اسکی ترکیب یہ تھی کہ گوشت کو پتھر پر بچھا کے نیچے آگ روشن کر دو
تھے تاکہ جھن جائے۔

قد یدویجی اور دہلی میں گوشت ڈال کے تین پائے کے چھپے۔
پر رکھ کے پکاتے تھے۔ ایسے چولہے کو انانی کہتے تھے۔ اور لوہے کے
چولہے کو منصب اور اگر انڈی یا دیگی گوشت پکانیکے واسطے دینیاب
نہ ہوتی تو چڑے کا ایک ظرف انڈی کی صورت کا بنا کے پانی اور دودھ
اور چربی دار گوشت وغیرہ ڈال کے گرم گرم پتھر کے ٹکڑے اُس میں جھوڑ دیتے
تھے جس سے گوشت پک جاتا تھا۔

تو اہل۔ مصالح جن سے کھانا خوش مزہ ہو جاتا ہے۔ ہر بھی مصالح
کو کہتے ہیں۔ اسکی جمع ابزار اور ابزیر ہے۔ مگر بعض لوگوں نے یہ فرق
کیا ہے کہ ابزار گیلے مصالح کو کہتے ہیں اور تو اہل خشک مصالح کو۔

گوشت اور دودھ اور روئی کو ایک جالما کے چوکھانا پکاتے تھے۔ اسکو شید کہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے پہل ماشم (صاحب شریعت اسلامید) نے شید تیار کیا۔ اور حاجیوں کو کھلایا۔ انکو ماشم اسی وجہ سے کہنے لگے کہ انہی نے پہلے شید کو ماشم کیا۔ (تور کے کھلایا)

بھلہ کھانے کی قسموں کے رعینہ بھی ہے۔ یہ تازے دودھ کا پکایا جاتا ہے۔ پہلے دودھ کو آگ پر چڑھا دیتے ہیں۔ جب جوش کھانے اور کم ہونے لگتا ہے تو اوپر سے آٹا چھڑکتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ لیٹی کمپٹ ہو جاتا ہے۔ رھیدہ گھیوں کا آمادہ دودھ میں پکایا جاتا ہے۔

لھیدہ - نرم - عصبیہ۔
لفیدہ - منقل کے بیج کو آٹے کے ساتھ پکاتے ہیں۔
بیکہ - پنیر کو گھی میں گندھ کے یا پانی میں گھول کے بنایا جاتا ہے۔
بکالہ - آٹے یا ستور کو رب یا گھی یا کچی کھجور کے ساتھ خوب گھول کے کھاتے تھے۔ اور کبھی آٹا اور ستور ایک میں ملا کے یا رب یا گھی یا زیتون کے تیل یا خشک پنیر سے گیلے پنیر کو ملا کے بناتے۔ یا آٹا اور کچی کھجور کو زیتون میں لاکے تیار کرتے تھے۔

ربیکہ - حسیا پنیر کو کہتے ہیں (حس پانی یا گھی میں آٹے کو پک کے بناتے ہیں) وضیعہ - ستور اور شد ملا کے بناتے ہیں۔

حریقہ - حرقہ حسا کی بنسبت ذرا گاڑا بنایا جاتا ہے۔
سمیکہ - خراب سا ایک کھانا ہے جو بہت ہی بھوک میں کھاتے ہیں۔
ودیکہ - آٹا اور ربی ملا کے بناتے ہیں۔
وزید - سوسار کا گوشت پکا ہوا۔

حریدہ - دودھ میں آٹا پک کے بناتے ہیں۔
خزیدہ - خنزرفہ - گوشت میں آٹا ڈال کے پکاتے ہیں۔

مضیدو۔ ترش دودھ سے پکایا جاتا ہے۔

عجینہ۔ ٹڈیوں کا سالن۔

تمیغہ۔ رقیق سالن جس میں چربی دار گوشت پڑا ہو۔

قویاء۔ خمیر کئے ہوئے آٹے کے نیچے سوکھا آٹا بچا کے روٹی پکائی جاتی ہے۔
جبیز۔ اسی اور خشک روٹی۔

جوداہ۔ ایک قسم کی روٹی جسے حیر کی پرند فوج کئے ہوئے یا اور کسی چیز کا گوشت رکھ کے پکاتے ہیں اور اس کی چربی روٹی میں نفوذ کر جاتی ہے جس سے سالن کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

وجینہ۔ کچی کھجوریں یا ٹھیاں خوب باریک کر کے گھی یا زیتون کے تیل میں ملا کے پکاتے ہیں۔

وہیرہ۔ ٹڈیاں پکا کر خشک کرتے ہیں اس کے بعد باریک کر کے چربی میں ملا کے کھاتے ہیں۔

بدایتہ۔ دودھ میں چربی یا گھی ڈال کے پیتے ہیں۔

بدیک۔ کچے پیوارے کو کہن سے ملا کے کھاتے ہیں۔

بدوک۔ خضیر کہتے ہیں جسے چھوڑے اور گھی سے پکاتے ہیں۔

بسیستہ۔ آٹا یا سنو یا پنیر کو گھی یا زیتون کے تیل میں ملا کے کھاتے ہیں۔

جیمیمہ۔ اونٹ کا بڑا نا جس میں آٹا وغیرہ پھر کے پکاتے ہیں۔

جشنیش۔ سنو یا گھیوں کا آٹا۔ دیک میں رکھ کے اوپر سے گوشت یا چھوڑا ڈال کے پکاتے ہیں۔

خبیص۔ ایک قسم کا حلوا ہے جسے عرب گھی اور چھوڑا سے ملا کے بنا رہے ہیں۔

ججر۔ آٹا گوشت کے کسی قسم کا پتلا بناتے ہیں۔ اور پکاتے وقت اسکو

سب میں ڈال دیتے ہیں۔

جلیجہ۔ تازہ دودھ اور گھی کو مخلوط کر کے پکاتے ہیں۔

جس چھوڑے کو گھی یا پیس میں ملا کے خوب گوندھتے ہیں۔ جب اچھی طرح آمیز ہو جاتا ہے تو چھوڑے کے بیج نکال لیتے ہیں۔ اور کبھی اس میں ستو بھی ملا دیتے ہیں۔

دوا بد۔ بالائی جوہر سیاہ اور دودھ پر ہوا لگنے سے جم جاتی ہے۔ ہر سیاہ گھیوں کو مہر میں تیس بار یک کوٹ کر پکاتے ہیں۔

ذریقہ۔ دودھ اور زیتون کا تیل شری میں ملا کے بنایا جاتا ہے۔

تاجہ۔ زباد یا لہیت کا کھانا ہے۔ دودھ میں اونٹ کے بال ملا کے خوب کھاتے تھے۔

رصبہ گھیوں کو پتھر سے کچل کے اور پانی میں نر کر کے گھی کے ساتھ پکایا جاتا ہے۔

فیحاء۔ حاسبین مصالح ڈال کے پکایا جاتا ہے۔

مجمع۔ دودھ میں چھوڑے ڈال کے پکایا جاتا ہے۔

نجیرۃ آٹے کا حاسبین کے گھی ڈال کے کھاتے ہیں۔

ولیفۃ آٹا اور دودھ۔ اور کئی ملا کے بنایا جاتا ہے۔

سخنہ عسیدہ سے درخت یا وہ رفیق ہوتا ہے۔ قریش کو اسی کے کھانے

پر اور لوگ عیب لگایا کرتے تھے۔ کیونکہ قریش میں اس کا بڑا رواج تھا۔

بسطرہ کہ تیس کو کھانچکے لالچی کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ تیس اس قدر لالچی

کھانے کے تھے کہ دودھ کی مشک کو بچاؤ میں جو عجب اعلیٰ درجے کے

کپڑوں میں شمار کیا جاتا ہے لپیٹ کے رکھتے تھے۔ (ٹاٹ پر نخل کا بیج)

معاویہ ابن ابی سفیان (یہ بھی قریش تھا) کی حکایت لکھی ہوئی ہے

کہ اس نے ایک دن احف بن قیس سے مزاج کیا اور وہ بھی تھا۔ اور مزاج

میں یہ کہا ما الشیء الملقف فی النجاد (بہائی بجاؤں میں لپیٹ ہوئی کیا چیز ہے)

گویا اس کا اشارہ اس شعر کی طرف تھا۔

اذا امامات میت فی تمیذہ | جب کہ کوئی شخص بنی تیم میں سے مر جائے
وسترک ان یعلیش فحی بزداد | اور تجھے منظور ہو کہ وہ زندہ رہے۔ تو
بلجما و بجز او بتمہرا | اُسکے واسطے کچھ توشہ مہیا کر۔ گوشت
او الشئ لللفف فی الججاد | ہو یا روٹی ہو یا چھوارے ہوں۔ یا

وہ چیز جو بجاو میں لپیٹی ہوئی ہوتی ہے۔

موراً احنف نے اُسکے جواب میں کہا ہوا السخینۃ یعنی سخینہ ہے
بس نوراً ہی معاویہ چپ ہو رہا۔ مالانکہ اُنھوں نے نقد کیا تھا۔ کہ میں اس
تیمی پر طعن کروں گا۔ اُس نے موراً ہی ایسی بات کہہ دی۔ جس میں قریش
پر طعن ہوتا تھا۔

گر اگر تم شوباکو عرب بنت نارین۔ اور روٹی کو ابن جہ کہتے تھے۔
مبیا کہ شاعر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔

فی حبۃ القلب منی | میں نے اپنے دل میں ابن جہ کی محبت
زرعت حب ابن جہ | کی کاشت کی ہے۔

چربی کو سفیدی کی وجہ سے ملح کہتے تھے۔ مالانکہ ملح نمک کو کہتے ہیں۔
المحت القدما کے معنی یہ ہیں کہ ماڈی میں چربی ڈال دے۔ اور یہی معنی
ابن فارس نے مسکین کے شعر کے بیان کئے ہیں۔ وہ اپنی بی بی کی
بابت کہتا ہے۔

لا تلکھا النعام من سقۃ | اپنے آپ سے مخاطب ہو کے کہتا ہے
ملحھا موضوعۃ فوق الکرکب | کہ تو اپنی بیوی کو ملاست نہ کر کیونکہ

وہ عورت ہے اُسکی سب چربی گھٹنوں پر رکھی ہوئی ہے۔ یعنی زور ہے۔
یعنی فقط اُسکی بہت چربی اور گھی ہی پس صرف ہوتی ہے۔

ملحھا موضوعۃ فوق الکرکب مثل ہے اُس شخص کے واسطے استعمال
کیجاتی ہے جو ہر بات میں حلدی سے غصہ کر بیٹھے۔ اور بدخلق ہو۔ نہ انداز

چیز اسکو نفرت پیدا کرادے۔ جس طرح سے کہ گھٹنے پر اگر نمک رکھا جائے تو فوراً تتر بتر اور متفرق ہو جائے گا۔

یہ جملہ ہی مثل میں کہا جاتا ہے ہذا اللبن والملح والرضاع یعنی فلان شخص نہ تو کسی حرمت کا لحاظ کرتا ہے نہ حق کا۔

کھانے کے ناموں کی کنیت حریری نے اپنے مقابلہ نصیبہ میں ذکر کی ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔

ابو مالک۔ ابو حمرا بھوک کی کنیت ہے۔ ابو جامع و سترخوان کی کنیت۔ ابو غیدہ جواری روٹی۔ ابو حبیب بکری کا بچہ جہنا ہوا۔ ابو ثقیف سرکہ ابو عون نمک ابو جمیل ساگ ام القریٰ سکباہ ام بنی ہریرہ۔ ام الفرج جو دارہ ابو زین نصیبہ ابو العلاء فالودہ ابو ایاس مدینہ مہرجان لوٹا اور طشت۔ ابو السہر ورجورات۔ ابو الخضیب گوشت ابو الفہم ابو الحیان و سترخوان۔ ابو السافرنیر۔ ابو نافع سرکہ۔ ابو جابر روٹی۔ ابو عاصم کباب۔

مگر یہ بہت ضرور معلوم ہے کہ یہ ساری کنیتیں مولدین کی بنائی ہوئی ہیں کیونکہ جاملی عرب ان چیزوں میں سے اکثروں کو جانتے بھی نہ تھے۔ فقط انکے کھانے تو گوشت میں نمک پانی ملا کے پکائے جاتے تھے۔ یا چند چیزیں جنکا ذکر آگے ہو چکا ہے۔

ابن خالدون نے لکھا ہے کہ صحابہ کے زمانے تک آٹا چھانسنے کی چھلنی نہ تھی۔ آٹے کو بھوسی سینٹ کھایا کرتے تھے۔ جب فارس اور روم کے ملک پر فتجا ب ہوئے تو انکے سامنے ہار یک چھلنیاں جو لائی گئیں تو انکو لکھنے کا پرچہ سمجھتے تھے۔ اور کسریٰ کے خزانے میں جو کافور ماتہ لگا۔ تو اسکو نمک سمجھے اور آٹے میں گوندہ روٹی پکائی۔ اسقدر جہالت اسوقت تک تھی۔ مگر کھانے کی تکلفات معاویہ کے

زمانے سے شروع ہوئے۔ کیونکہ یہ حضرت ہڑے اکول تھے۔ چنانچہ
 مثل میں کہتے ہیں فلان اکل من معاویۃ۔ اور ایک شاعر نے بھی کہا ہے
 وصاحب لی بطنہ کالھاویۃ ”میرے دوست کا پیٹ کیسا ہے
 کان فی امعائہ معاویۃ“ خاصہ جہنم ہے۔ گویا اسکی آنتوں
 میں معاویہ گھس گیا ہے۔ کہ کسی طرح سیر ہی نہیں ہوتا۔
 ایک اور شاعر نے کہا ہے۔

ومعدۃ ہاضمۃ للضمحہ | اسکا بدہوا یا سخت ہے کہ تپہر کو بھی
 سکا نما فی جوفہ ابن صخر | ہضم کر دیتا ہے۔ گویا اسکے پیٹ کے
 اندر معاویہ بیٹھا ہوا ہے۔

صخر ابو سفیان کو کہتے تھے جو معاویہ کا باپ تھا۔
 زیادہ کھانے والے کی شبلیں اور بھی ہیں۔ مثلاً اکل من حوت۔ اکل
 من السوس۔ اکل من ضرہس۔ اکل من البعل۔ اکل من النار وغیرہ۔
 زمانہ جاہلیت میں پر خور کی مثل لقمان عادی کے دیا کرتے تھے کہتر
 ہیں کہ لقمان کئی اونٹ کا گوشت صبح کے کھانے میں اور کئی اونٹ کا گوشت
 شام کے کھانے کا لیتا تھا۔ مگر ایک شخص نے لکھا ہے کہ یہ حکایت بالکل
 جھوٹ ہے۔ اس طرح کی خرافات باتیں بہت سی مشہور کر دی تھیں۔ جنکا
 نہ سر تخانہ پیر۔

اسلام کے بعض کھانوں کے اکثر نام عربی لغت فارس اور ترک
 سے لئے ہیں۔ مثلاً سبکداج ہے۔ یہ فارس کا کھانا تھا۔ شوربے میں سرکہ ملا کے
 کھاتے تھے۔ مگر عرب اسکی بڑی ترفیع کرتے تھے۔ کیا کرتے بیچارے اس سے
 بہتر کھانا کبھی کھایا ہی نہ تھا۔ تو کیا ہو۔ اصل میں یہ لفظ سکبا ہے جسکے معنی
 سرکہ کا کھانا ہے۔ عرب لوگ میں کہی زعفران بھی ملا دیا کرتے تھے۔ تو
 اسکا نام سید المرق۔ شیخ الإطعمہ۔ زین الموائد رکھا تھا۔ اس قدر اسکی

غوث کرتے تھے۔ عبدالمدین طائر کہتا تھا کہ اگر مجھ کو کوئی شخص کہے کہ جو کھانا
تکلو پسند ہوا اپنے واسطے منتخب کر لو تو میں کبک کو پسند کر دوں۔ اس میں سبھی
مرے موجود ہیں۔ اگر اس میں سرکہ ملا دوں تو سب کھا دیں گے۔ اور پانی زیادہ
ڈال دوں تو اسے پسند نہ کرے گا۔ اور اگر وینک آگ پر بھونتا رہوں تو
مطلوبہ تیار ہو جائے گا۔

فالوذہ - ایک قسم کا حلوا ہے۔ عام لوگ اس کو بانوٹ کہتے ہیں۔
(مہندوستان میں تو فالوذہ چار اقسام ہیں ہوتا بلکہ میدے کو دو دوہ میں بچکا
باریک باریک چھان لیتے ہرچ۔ اور خربت میں ملا کے پیتے ہیں۔ شربت پر
تیار ہوتا ہے) کہتے ہیں کہ پہلے پہل عرب میں سے جس نے اسے استعمال
کیا عبدالمدین جدعان تھا جس نے حرمہ بن غزہ کی بیٹی نانکہ کو جو عمر بن عامر
کی ماں تھی بازو کاظمی حذیفہ کے عاص بن وائل کو جو کہ عمر کا باپ ہے
مے ڈالا تھا۔ اصہبانی نے لکھا ہے کہ عبدالمدین کو الصدایک روز
کسری کا ہمان ہوا۔ دعوت میں اُس نے فالوذہ کھایا۔ تو پوچھا یہ کیا چیز ہے
اُس نے کہا اس کو فالوذ کہتے ہیں۔ پھر پوچھا فالوذ کیا چیز ہے۔ اُس نے
کہا گھیوں کے میدے کو شہد میں ملا کے بناتے ہیں۔ عبدالمدین نے کہا تو چھا
میرے ساتھ کوئی لڑکا روانہ کر دو جو اسے بناتا ہو۔ لوگ ایک غلام کو لائے
اس نے اُسے خرید اور مکہ میں لایا۔ وہ لڑکا اُس کے واسطے فالوذہ بنایا کرتا تھا
لوذ بنج۔ لوزینہ کا معرب ہے یہ بھی ایک قسم کا حلوا ہے۔ اسکے اندر
فوز اور شکر ڈالی جاتی ہے۔

جوزاب - گوزاب کا معرب ہے۔ شکر اور چانول کے آٹے اور چور
اور گوشت سے ترکیب دیا جاتا ہے۔

اسکے علاوہ اور بھی بہت سے کھانے مشہور ہیں۔ جیسے کیاب کو فنتہ
ششبرک۔ رشتہ۔ لحنہ۔ قبلہ۔ جاوہر شیرین۔ قیما۔ اسیر اور بھی کھانے

ہیں جنکے نام درپتہ بتاتے ہیں کہ ورمل یہ کھانے عجمی ہیں۔ عربی نہیں ہیں۔
”البتہ مہلبیہ کی بابت تو کہا جاتا ہے کہ مہلبی وزیر کا ایجاد کردہ ہے۔

دشید یہ بھی ایک قسم کا کھانا ہے۔ جسے رشید عباسی نے ایجاد کیا تھا۔
ماہونیدہ انکے صاحبزادے مامون عباسی کی ایجادات سے ہے۔

متوکلیہ متوکل عباسی کی نراش خراش کا نتیجہ ہے۔

قدور ابراہیمیہ ابراہیم بن عباس صولی نے اختراع کیا تھا۔

اصابع زینب اہل بغداد کی ترکیب ہے۔

یہاں تک تو خیر معمولی باتیں تھیں مگر جب خلفائے عباسیہ کے زمانے
میں کالمین کا اجتماع ہوا تو کچھ لوگوں نے نئی نئی طرح کے کھانے ایجاد کئے

اور اسکے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں۔ بجز انکے ایک ابوالحسن بن یحییٰ بن ابی
منصور مخم غلیفہ متوکل کے مصاحب خاص تھے۔ جو یہاں آنے سے قبل فتح بن

خاقان کے مصاحب تھے۔ ابوالحسن علاوہ فن باورچی گری کے علم موسیقی میں
بھی کامل تھا۔ اسکی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں۔ بجز انکے ایک کتاب الشعراء

القدما والاسلامیین ہے۔ دوسری کتاب فی اجزاء اسحاق بن ابراہیم
دفن موسیقی کو اسواق ہی سے سیکھا تھا۔ تیسری کتاب کھانا پکانے کے متعلق

ہے۔ انکا انتقال سرمن رائے میں ۳۷۰ ہجری مطابق ۹۸۰ء میں ہوا۔
دوسرے امیر مختار غرالملک جنکی تالیف سے تاریخ بھی ہے۔ مصر کی بات

ایک مشہور کتاب ہے۔ انہوں نے ایک کتاب مختلف قسم کے کھانے اور سالن
پکانے کی ترکیبوں میں بھی لکھی ہے۔ انکا انتقال ۳۷۰ ہجری مطابق

۹۸۰ء میں ہوا۔

عربیں ویسے کارم ہی بہت تھا۔ اور ویسے کا نام علحدہ علحدہ رکھا گیا تھا۔
زچہ کے واسطے جو ویسے کیا جاتا تھا اسے خرس کہتے تھے۔ اسی لفظ سے ایک

مثل بھی نکلی ہے تخرسی یا نفس لا حذر سے لائے نفسا، دزچہ، تو سپنے

جسنے کا ولیہ آپ کر لے کوئی تیزا ولیہ کہنے والا نہیں ہے) اس مثل کو ایک عورت نے کہا تھا۔ جسکے کوئی سرپرست نہ تھا۔ اور اُسکے گھر میں بچہ پیدا ہوا تھا۔ اب یہ مثل اُس شخص کے واسطے استعمال ہوتی ہے جو اپنا کام آپ کرے اور کوئی اُسکا ماتحت بنائے والا نہ ہو۔

حقیقہہ سچے کے ولیہ کو کہتے تھے۔ اعدار۔ فتنے کے ولیہ کو ملاک بنادی کی درخواست کے ولیہ کو۔ ولیہ شادی کی دعوت کو۔ وضیہ مولا کے کھانے کو۔ وکیہ مکان بنانے کی دعوت کو عقیرہ ماہِ رحب کے چاند دیکھنے کے ساتھ جو دعوت کرتے تھے۔ تحفہ ملاقات کے لئے آئیوالے کو۔ شندخ گم گشتہ کے واپس آنے پر جو دعوت کرتے تھے۔ نفیعدہ سفر سے آنے پر جو دعوت ہوتی تھی۔ فزی مہمان کی دعوت کو۔ مادیہ بلا سبب کی دعوت کو۔ جفلی جفلی عام لوگوں کی دعوت۔ نفزی خاص لوگوں کی دعوت۔ حذاق مانظان قرآن کی دعوت۔

کہتے ہیں کہ پہلے پہل مہمانی کی رسم حضرت خلیل نبی نے قائم کی۔ اور اسلام میں اپنے مہمانوں کو پہلے پہل عبدالمعین بن عباس نے کھانا کھلایا اور اسی نے سب سے اول گذرگاہوں پر لنگر جاری کئے۔

ایک دفعہ کے کھانے کو جو وزن میں تیس درہم مہمان ہے بزمہ کہتے ہیں۔ تھوڑے کھانے کو بسیس۔ دسترخوان پر جو کچھ بچ رہے خٹار۔ دسترخوان پر جو ایسی چیزیں باقی بچیں کہ استعمال کے قابل نہوں۔ خشار۔ برتن کے اندر سالن وغیرہ جو بچ رہے شاعر کہتا ہے۔

لاحتسین طعام قیس بالقنا و خراصد بالمیض حشر الانرم

سلفہ۔ لہندہ۔ ناشتا۔ عجالہ جلدی کا کھانا جو قبل از وقت غذا ہو۔

سمود منہ اندر پرے صبح کا کھانا۔ قطور صبح روشن کا کھانا۔ خذاردو پہر کا کھانا۔ عشاء شام کا کھانا۔ زاد سفر کا کھانا۔ جائزہ مہمان کو تین دن تک کی دعوت کا

کھانا کھلانے کے بعد جو کھانا دیا جائے۔ جس سے ایک دن رات تک بسر کر سکے۔ حدیث میں ہے الضیافۃ ثلاثۃ وجائزۃ یوم ولیلۃ (مہمانی تو تین دن تک ہے اور اسکا جائزہ ایک شب و روز کا کھانا ہے)۔ جاہلیت میں کھانے کے برتنوں کے نام دسیعہ۔ جفندہ۔ قصعہ۔ صحفہ۔ مہککۃ۔ فیخۃ۔ سب میں چوڑا برتن فیخہ ہے جو فقط ایک آدمی کو کافی ہو سکے۔ اور دسیعہ سب میں بڑا برتن جس میں دس آدمی کھا سکتے ہیں۔ اور ان دو کے علاوہ درمیانی برتن ہیں۔

محیط المیط میں لکھتے ہیں جفندہ قصعہ (بڑا کاسہ) کو کہتے ہیں مگر سب میں بڑا جفندہ ہے جس میں دس آدمی کھا سکتے ہیں۔ اور قصعہ اُس سے چوڑا ہوتا ہے اُس سے چوڑا صحفہ جس میں پانچ آدمی سیر ہو سکتے ہیں۔ اسکے بعد مہککۃ جس میں دو یا تین آدمی کھا سکتے ہیں۔ اُس سے چوڑا صحفہ (پلیٹ) جس میں ایک ہی آدمی سیر ہو سکتا ہے۔

پانی پینے کے ظروف۔ تین بہت بڑا پیالہ ہوتا ہے جس میں تقریباً میں آدمی سیر ہو سکتے ہیں۔ صحن قریب قریب تین کے ہوتا ہے۔ عس تین آدمی کو سیراب کر سکتا ہے۔ قدح دو آدمیوں کو سیراب کر سکتا ہے۔ قعب ایک آدمی کے پانی پینے بہرہ ہوتا ہے۔ اُس سے ہی چوڑا غمر ہے۔ عرب دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ دسترخوان کو ماندہ کہتے ہیں۔ مگر اسوقت تک کہ جب تک اُس پر کھانا نہ رکھا جائے۔ بعد میں مطلق دسترخوان کو ماندہ کہنے لگے۔

دسترخوان کے ملازمین کو ندل کہتے تھے۔ جو کھانا کھلاتے تھے۔ باوچی کو طابخ۔ طاحی۔ طاہی کا لفظ ٹھو سے مشتق ہے اسکے معنی پکانے کے ہیں۔

جو شخص ہر روز ایک نئی قسم کے کھانے پکانے کو اُس کو نام کہتے ہیں

اور جو شخص کھانے کی بے ادبی کرے اُسکو ناعط کہتے ہیں۔ جو شخص خوب سیر ہو کے کھانا کھالے اُسکو سنی کہتے ہیں۔

کھانے وقت جو کوئی اپنا بایاں ماتہ کسی کھانے کی چیز پر رکھ دے کہ دوسرا کوئی نہ کھاسے پائے۔ اُسے جربان کہتے ہیں۔ یہ لفظ فارسی معرب بنایا ہوا ہے۔ اسکی اصل گردہ بان یعنی روئی کا گھبہ بان۔ جروب اور جروم بھی اسی معنی میں ہے۔ فراء نخوی کا شعر ہے۔

اذا بما كنت في قوم شهاوى فلا تجعل شمالك جردبانا
جٹی۔ دعوت میں بلانا۔ شاعر کہتا ہے۔

وما كان على الجحی ولا الحفی امتدا حیکا

ابو عمر نے بیان کیا ہے کہ جحی کے معنی کھانا۔ اور جحی کے معنی پانی اگلے دانوں سے کھانا کھانے کو قضم کہتے ہیں۔

کھانے کے طفیلی کو وارش کہتے ہیں۔ شراب یا نثر کے طفیلی کو وغل۔ جو شخص اس بات کا منتظر رہے کہ جہاں کوئی کھانے پر بیٹھا جھٹ آپ بھی آ بیٹھے اُسکو حفّز کہتے ہیں۔ حفّز واعل وہ ہے جو کھانے اور پیئے دونوں میں طفیلی بنکے شریک ہو۔ جواف پیٹو۔ بڑا کھانے والا۔ هلح سے جلد بلد پیاس لگے۔

مگر مولدین نے جو طفیلی اور متطفل کا لفظ استعمال کرنا شروع کیا ہے وہ طفیل بن زلال واری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شخص کوئی تھا۔ لوگوں کے ہاں ولیموں میں بن بلائے شریک ہوتا تھا آخر میں اُسکو طفیل الاعواس کہنے لگے تھے۔ اور اُسکو مثل میں کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

نحن قوم اذا دعينا اجبنا وصق نسينا يد عنا الطفيل

ونقل علنا دعينا فغبنا واتانا فلم يجدنا الرسول

کھانیکے متعلق عیوب

مشتاوف وہ شخص ہے جو قبل کھانے سے فانیغ مہونے کی دل میں ٹھان لے کہ فوراً چلا جاؤں گا۔ اور ہر وقت دروازے ہی پر نظر جمائے رکھے کہ اب کھانا آتا ہے اب آتا ہے اور جو چیز دروازے سے آتی دیکھ سمجھے کہ کھانا ہی آیا۔

عدا۔ وہ شخص ہے جو بالائی کے پیالے ہی گنتا رہے اور اپنے آپ کو بھول جائے۔

جزارف وہ ہے جو کہن یا بالائی میں ایک طرف سے لقمہ ڈالے اور دوسری طرف سے نکالے۔

مرشاف۔ وہ ہے جو لقمہ کو منہ میں لیکے چومے اور چوسنے کی آواز ساتھ کھانے والے سننے ہوں۔ بعض آدمیوں کو اس میں شراف آتا ہے۔

نفاض وہ ہے جو لقمہ تو منہ میں رکھے اور انگلی کہن کے برتن میں۔

فراہن۔ وہ ہے جو لقمہ کو دانت سے کاٹے۔ اور اُسکو چاروں طرف سے برابر کر کے سالن وغیرہ میں ڈالے۔

بھات وہ ہے جو کھانے والوں کا منہ دیکھ دیکھ کے اپنی پریشانی ظاہر کرتا ہو اور جہاں وہ لوگ اُسکو دیکھ کے پریشان ہوئے جھٹ اُنکے سامنے سے گوشت اٹھا کے کھالیا۔

لغات وہ ہے جو لقمہ کو سالن میں ڈالنے سے قبل اپنی انگلیوں ہی سے لے کر عوام وہ ہے جو اپنے اُتھوں کو ادھر ادھر کرتا ہے کہ کسی طرح بالائی یا کہن کا برتن اسکے ماتھ لگے۔

قسام۔ وہ ہے جو نصف لقمہ دانت سے کاٹ کے کھاجائے اور نصف باقی کو سالن میں ڈالے۔

مخلل۔ جو اپنے دانوں کو ناخوں سے کریدے۔

مزید جو یہاں کھانیکے علاوہ اپنے ساتھ بھی مختل اٹھا لیا ہے۔

منہج۔ وہ ہے جو ایک نغمہ تو بالائی یا کہن وغیرہ میں لگا گئے منہ میں رکھے اور قبل اُسکے کھا چکنے کے دوسرا نغمہ پھر اُس میں ڈالے۔

مفتش۔ وہ ہے کہ گوشت انگلیوں سے ٹوٹتا ہو۔

مرشش۔ وہ ہے جو مسلم کے ہوتے مرغ کو بے احتیاطی سے توڑے کہ اُسکا شوربا وغیرہ حاضرین پر پڑے۔

منشف۔ وہ ہے جو اپنے انھوں کی چکنائی وغیرہ پہلے روٹی کے تھپے میں پونچھ لے پھر اُس ٹکڑے کو سالن میں ڈالے۔

ملب۔ وہ ہے جو سالن کو لباس کے بھر دے۔

صباغ۔ وہ ہے جو نغمہ کو ایک سالن میں تر کرے پھر دوسرے سالن میں تر کرے۔

نفاخ۔ وہ ہے جو سالن کو پھونک پھونک کے کھائے۔

حاشی۔ وہ شخص ہے کہ گوشت اپنے سامنے رکھ لے۔ اور دوسروں کو اُنہیں ہاتھ نہ لگانے دے۔

مجنح۔ وہ ہے جو اپنے دونوں انھوں سے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوں کو ہٹا دے کہ اُسکو کھلی جگہ دی جائے تاکہ کھانے میں اُسکو تنگی نہ ہو۔

منظر بنی۔ کہ بالائی یا کہن کا ایک پیالہ اٹھالے اور دوسرا اُسکی جگہ پر رکھ دے۔

مہندس۔ وہ ہے کہ پیالے رکھنے والے کو کہے کہ اسے یہاں رکھو اُسے وہاں رکھو اور اسی کہنے سننے میں اپنے آگے عمدہ سے عمدہ رکھو لے۔

منہمی۔ وہ ہے جو صاحب مکان سے کہے کہ یہاں اگر کچھ دیگ میں بچا ہو تو پھر

لا کے لوگوں کے سامنے رکھ دے کہ بعض آدمیوں نے ابھی نہیں کھایا ہے

(یعنی میں ابھی اور کھاؤں گا)

قبل کھانا کھانے کے ماتھے دھو لینا اگرچہ اسلام میں سنت قرار پایا ہے مگر جاہل عربوں اور نیز صدر اسلام کے مسلمانوں کے حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں یہ رسم نہ تھی۔ بلکہ بعد کھانے کے بھی چکنائی وغیرہ کو کپڑے میں یا کسی اور چیز سے پونچھ لیتے تھے۔ یا خاک پر مل دیتے تھے۔ مگر اصلی طہارت تو پانی ہی سے ہوتی تھی۔ اور مابون وغیرہ جبکہ چکنائی کے چوڑاٹے میں پورا دخل ہے اُسے کم استعمال کرتے تھے۔

اور جب گرما گرم کوئی چیز کھاتے تھے مثلاً گرم گوشت یا گرم مہنی ہوئی مرغی تو اسکو توڑنے کے واسطے رومال وغیرہ سے پکڑ لیتے تھے تاکہ ماتھے نہ چلیں (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہیں اتنا ہی صبر نہ تھا کہ ذرا ٹھنڈا تو ہونے دیں)

اممعی نے بیان کیا۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اموی اسقدر گوشت کا حویں اور شائق اور بے صبر تھا کہ جب کباب کی سیخ اُسکے آگے آتی تو اتنا انتظار نہ کر سکتا کہ منڈیل وغیرہ لائے اور اس سے پکڑ کے گوشت کھائے ملازمین دوڑتے تھے کہ منڈیل لائیں مگر جب وہ یہاں پہنچیں تب تک وہ گرما گرم ہی ایک ہی مرتبہ میں اپنی آستین سے پکڑ کے کھا لیتا تھا۔ مارن رشید نے ایک مرتبہ جو آستین پر چکنائی کا نشان دیکھا تو سمجھا کہ شاید اس نے کسی قسم کا عطر لگایا ہے۔

مگر جب اسلام کے زمانے کو ایک مدت ہو گئی اور قبل کھانا کھانے اور بعد اسکے ماتھے دھونے کا رسم بڑھ گیا۔ تو یہاں تک حد ہو گئی تھی کہ اگر ماتھے دھونے میں کوئی مہمان دیر کرتا اور درمیان میں باتیں کرنے لگتا۔ اور غلام طشت اور لوٹا لائے کھڑا رہتا تو اسکو سخت مایوس سمجھتے تھے۔

شریعت اسلامیہ نے بازار میں پیٹھ کے کھانا کھانے کو منع کیا ہے۔ کیونکہ اس طرح کھانے میں ایک قسم کا کمینہ چن پایا جاتا ہے۔

اور کھڑے ہو کے کھانے اور سالن یا پانی کو چھونک پھونک کے پینے اور گرم گرم کھانا کھانے سے بھی منع کیا ہے۔ اور اس بات میں ثواب رکھا ہے کہ دسترخواں پر جو ریزے گرین انکے چرن کے کھالیا جائے۔

شریعت نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ کوئی شخص کھانیکے وقت دو ہرے کے نغمے کو دیکھا کرے۔ اور کھانا زیادہ کھائے کیونکہ پرخوری دل آدمی کا تاریک ہو جاتا ہے۔ اور لازم کیا ہے کہ کھانا داہنے اٹھ سے ہی کھایا جائے اور کھانے کے وقت دائیں بائیں نہ دیکھا جائے۔ اور چہرے سے لقمہ منہ میں نہ رکھے۔ اور اپنے کسی عالی مرتبہ سے اونچا نہ بیٹھے۔ اور

پاک مقامات میں آب و ہن نہ ڈالے اور دن کا کھانا صبح سویرے کھائے اسلامیوں کے مشہور جملوں میں سے ہے خیر الغذاء و بوالکد و خیر العشاء سواغزہ۔ بعض کتابوں میں سواغزہ کی جگہ بواصرہ لکھا ہے۔ یعنی شام کا کھانا اس وقت کھائے کہ کھانا دکھلائی دیتا ہو۔ اور تاریکی شب نہ آگئی ہو۔

حرف بن کلاہ عرب کا طبیب تھا۔ اسکا قول تھا کہ جب دن کا کھانا کھاؤ تو تھوڑی دیر لیٹ رہو۔ اور جب شام کا کھانا کھاؤ تو کم از کم چالیس قدم ٹہلو۔ اسلام نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ کھانا کو کسی قسم کا عیب لگایا جائے۔ اگر جی چاہے کھاؤ نہ جی چاہو نہ کھاؤ۔ کھانے کی مذمت نہ کرو۔

عرب میں مہانوں کے لئے زیادہ کھانا سخت عیب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اگر بدوی ہو تو اسکو برا نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ بدویوں میں نو پر خوری کی عادت ہی تھی۔ اور یہ بھی عیب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کپڑا کھانیکے وقت رکھا جائے۔ جس سے کپڑے شور یا وغیرہ اذلیلین یا کھانیکے وقت کوئی چھوٹا بچہ ساتھ لے آویں جو کھانے سے فراغت کے بعد رونے لگے تاکہ اسکے نام کا بھی کچھ کھانا دیجائے۔

عرب کی ایک عورت نے اپنے مرد کی مذمت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ

ان اکل لفت وان شرب انتفت یعنی یہ شخص جب کھانا کھائے بیٹھتا ہے تو کئی کئی چیزوں کو ایک ساتھ ملا دیتا ہے۔ اور اگر کچھ پیتا ہے تو بے حد پے جاتا ہے (اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عرب میں پانچ چار چیزوں کو غلط ملکا کر کے کھانا عجیب سمجھا جاتا تھا۔ اور اسی طرح کیبا رنگی بہت سے پانی پینا بھی عجیب کی بات ہے) اب یہ جملہ مثل کی جگہ پر استعمال ہوتا ہے۔

عرب بادوہ نشین خانہ بدوشوں میں ایک عجیب و غریب یہ بھی عادت تھی کہ مہمان کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ جب کوئی شخص اُنکے خیمے میں پہنچ جاتا تھا اُسکو تیس دیتے تھے اور ضرور کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے۔ اور جہاں اُس نے کچھ کھالیا اُنکی حمایت میں آگیا۔ پھر کسی کی مجال نہ تھی کہ اُسکو چھڑ سکے اور اگر اتفاقاً اُسکے واسطے جان وینی پڑے تو جان وینے پر بھی آمادہ ہو جاتے۔ گویا ایک کھانا کھلا کے اُسکی تمام ذمہ داریاں اپنے سر پر لے لیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب کوئی مسافر کسی بزرگ قوم عرب کے گھر مہمان ہو جاتا تو پھر وہ بزرگ قوم ہر حال میں اور ہر ضرورت میں اُس کا حامی اور مددگار رہتا۔

بعض مقامات پر عربوں نے مہمان سراہیں بنوادی نہیں وہاں مسافر اُترتے اور کھاتے پیتے اور اسکا معاوضہ کچھ اُن سے نہ لیا جاتا تھا۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ بدوی عربوں کے ہاں جب کوئی مہمان آتا تھا تو اُسکے واسطے کوئی نہ کوئی جانور ضرور ذبح کرتے تھے۔ اور اُسکے پاؤں دھوتے اور اُسکے ساتھ پیٹھ کے روٹی کھاتے۔ اور اسوقت سے جب تک اُنکی مہمانی میں رہتا نہایت امن و امان سے اُسکو رکھتے۔ اور کسی کی مجال نہ ہوتی کہ اُسکو تاسکتا۔ مگر عجیب بات تو یہ رہے کہ اپنے گھر میں تو مہمان کی یہ خاطر داریاں کرتے اور اگر کہیں کسی مسافر کو آتے جاتے پالیتے تو ضرور ہی اُسکے کپڑے اور تمام مال و اسباب چھین لیتے تھے۔ چاہے وہ کتنی

رہنا پھرتا رہتا کہ بالکل نہ سماعت کرتے تھے۔

جاہلیت کے زمانے میں بنی عساک مہمان نوازی میں مہرور تھے اور
شہر میں کھا جاتا تھا اذ قد للضعیف من بنی عساک۔

اور جب کوئی مسافر ان کے گھر میں مہمان ٹھہرتا تو اس کا سارا مال و اسباب
بڑی حفاظت سے مکان میں رکھ دیتے مگر جنگی اسلحہ اُسی کے پاس رہنے
دیتے کیونکہ خون کا ان کے ہاں بہت ہی خوف رہتا تھا۔ آئے دن ایک قبیلہ
دوسرے قبیلہ کو لوٹ لیتا تھا۔ اسی وجہ سے قرہ بن محکان نے اپنی بیوی
سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔

یا ربة الدار قومی غیر صاغرة | اے گھر کی مالک ذرا اٹھ اور مہمان کے
ضمی الیک رحال القوم والقربا | مال اسباب اور اسلحہ جنگ کو اٹھا کے
اندر رکھ دے۔ (قریب مراد اسلحہ جنگ ہے)

مگر اس شعر میں جو شاعر نے اسلحہ جنگ وغیرہ سب رکھو (دینے کو کہا ہے
اُسکی غرض یہ ہے کہ مسافر سب اُسکی پناہ اور حمایت میں تھے۔ تو اس نے
اپنی قوت اور شوکت کے ظاہر کرنے کے واسطے کہہ دیا تھا۔ کہ اُنکی تلواریں
بھی رکھ دے کیونکہ میرے ہاں کسی کی جرات نہیں ہے کہ اُنکو تاسکے۔

اسلامی شہروں میں جب کوئی کسی کو مہمان کرتا تو اُنکے آداب میں
یہ بات نہی کہ اُسکی بڑی خدمت کرتے۔ اور اُسکے آنے کی خوشی ظاہر کرتے
اور کہتے تھے کہ مہمان کی تکمیل کشادہ پیشانی کے ساتھ ملنے میں ہے۔
اور کھائے رست بات میں طول دینا کہ مہمان اچھی طرح سیر ہو جائے۔ عام
بن داؤل کہتا ہے۔

انما تقدر الضیف قبل نزولہ | ہم مہمان کو قبل اُسکے اترنے کے مہمان
ونشیعہ بالبشر من وجہ حلقہ | کر لیتے تھے۔ یہ مہمانی کا سامان قبل
مہمان آنے کے تیار کر رکھتے ہیں اور اُسکو سیر ہو کر بڑی کشادہ پیشانی کے

ساتھ کھلاتے ہیں۔

مہمان نوازی کے لوازم میں سے یہ بات بھی تھی کہ جسطرح مہمان کی خاطر کرتے تھے اسی طرح اُسکے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کو دانا گھاس وغیرہ دیتے تھے۔ اور مہمان سے ایسی ایسی باتیں کرتے۔ تجھے جن سے وہ خوش ہو۔ اور جو اُسکے مذاق کے موافق ہوں۔ اور کبھی مہمان سے پہلے نہیں سو رہتے تھے۔ اور اُسکے سامنے کبھی نہ اسنے کی شکایت نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ایسی باتیں جیسے اُسکے دل پر کوئی بُرا اثر پڑے۔ اور اپنے نوکر دل کو حکم دیتے تھے کہ مہمان کی جو چیزوں کی حفاظت کریں۔ اور جس چیز کی جس وقت مہمان کو ضرورت ہو فوراً حاضر کریں۔ اور دربان کو منع کر دیتے تھے کہ کھانا اُسکے وقت دروازے پر نہ بیٹھا رہے اور مہمان جب تک جاگتا رہے خود بھی جاگتا رہے۔ اور اُس سے اچھی اچھی دلچسپ باتیں کرتا رہے۔ جب اُسکو بیت الخلا میں جائے کیفر درت ہو تو دروازے تک پہنچا دے۔ ایسا نہ ہو کہ مہمان ڈھونڈتا پھرے۔ اور جب مہمان رخصت ہوتا تھا تو دروازے تک اُسکے پہنچائے کو جاتے تھے۔

دربان

اسلامی عربوں میں دربان کا رسم بہت تھا۔ کوئی شخص بغیر معرفت مکان میں نہیں آ سکتا تھا۔ اگر کوئی نیا شخص آ گیا تو اُسکو ضروری مہنتا تھا کہ پہلے اپنا نام و نشان مالک خانہ کے پاس اُسی دربان کی زبان سے کہلا ہیجے۔ اگر مالک خانہ کا دل اُس سے ملنے کو نہ چاہتا تھا تو دربان اُس سے اگر کچھ عذر کر دیتا تھا اور اگر مالک مکان نے اجازت دی تو دربان آتا اور اس مسافر سے کہتا داخل علی الرحب والسعة یا اھلاً رسم لا تفضل جس سے مطلب یہ ہوتا تھا کہ گویا تو اپنے اہل میں آگیا۔ اب مسافر نہیں رہا۔ اور بہت ہی آسان کی جگہ پہنچا

جہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔

مہان کے لئے بھی ضروری بات تھی کہ چند مردوں میں میزبان کی بھی موافقت کرے۔

اول یہ کہ جو کچھ میزبان سامنے لاکے رکھ دے اسکو بخوشی کھالیوے۔ اور سیری کا حذر نہ کرے۔ بلکہ حسب طرح ممکن ہو کچھ نہ کچھ ضرور کھائے۔ دوسرا میزبان کے گھر کی حالت بالکل نہ دریافت کرے۔ البتہ اگر نماز کے واسطے قبلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہو تو پوچھ لے اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ تیسرا میزبان کو ماتھے دو ہاتھ سے نہ کرے۔ چوتھا میزبان کو کسی کام کے لئے جانے سے نہ روکے۔ پانچواں میزبان کے ناموس کو اچک اچک کے نہ دیکھے۔ چھٹا میزبان کے سامنے اپنے ہاتھ کی فضول باتیں اور خواہ مخواہ کی اپنی تعریفیں نہ کرے کہ میرے ہاں ایسی ایسی عمدہ چیزیں ہیں ایسی دلچسپی ہے۔ ایسی نعمتیں ہیں۔ اور نہ اسطرت بکے کہ گھر میں مستور تک آواز جائے۔

مسلمانوں میں یہ بات بھی شرفا جائز کر دیجی ہے کہ اگر ایک دوست کسی اپنے دوست کے گھر میں جائے اور مالک مکان موجود نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اگر کچھ کھانا وغیرہ اُس کے گھر میں رکھا ہو اور اسے بھوک ہو تو کھالے۔ اس فعل کو وہ دوست بھی پسند کرتا ہے۔ کیونکہ اکثر ایک اسی غرض سے راہوں میں کاروان سسرائیں وغیرہ بنادیتے ہیں اور مسافروں کے لئے کھانے پینے کا سامان کر دیتے ہیں۔ پھر اگر ان کے گھر میں مہان آئے اور کچھ کھاپی لے تو کیونکر ناگوار جائیگے

پوہی فصل

سلام کرنے کے آداب اور بات چیت کے عنوان

نداء۔ عربی لغت میں حروفِ نداء (پکارنے کے حروفِ پانچ ہیں۔
 ۱۔ نزویک کے آدمی کے واسطے مثلاً زید نزویک ہے کھڑا ہے اور
 اُسکو پکارنا مقصود ہے تو کہینگے اذین۔ یا۔ نزویک اور دور دونوں کے
 واسطے استعمال ہوتا ہے۔ یا۔ یحیا۔ دور کے آدمی کو واسطے جیسے آیا عمرو۔
 صیّا خالد۔ ائی۔

عرب کی عادتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب کو پکارتے تھے اُسکی کسی
 وصف کو بھی اُسکے ساتھ کہتے تھے مثلاً یازید بن الفاضل۔

اور اگر کسی ایسے شخص کو پکارنا مقصود ہوتا تھا جسکو باطل نہیں پہچانتے
 تھے یا اُسکو ملاطفت سے بلانا چاہتے تھے تو کہتے یا وجہ العرب۔ یا اخا العرب
 یا اخا اہل (اگر قبیلہ طی کا ہوا) اور یا اخا عبس (اگر عصبی ہوا) مثلاً اور
 قبیلہ کا نام لے دینا تو بڑی عزت کی بات تھی اور اس سے اُس شخص کو پکارا
 گیا۔ ہن۔ فخر ہونا تھا کہ بہو بھی اس قابل سمجھا کہ ہمارے قبیلے کے نام سے
 پکارا۔ (جیسے ہندوستان کے سید کو یا مولوی کو پکارتے ہیں جناب سید صاحب
 جناب مولوی صاحب جس سے ایک قسم کی عزت اور قدر اُس شخص کی ہوتی ہے)
 اور اگر بیکار نے مثلاً اُس شخص کو یہ چاہتا ہے جسے پکارنا چاہتا ہے۔ نداء
 کثرت سے پکار لیا۔ اور اگر زیادہ تعظیم و تکریم مقصود ہے تو کہتے یا الفوارس
 یا حامیہ القبیلۃ العبسیۃ (مثلاً) اگر اس سے بھی زیادہ تشہیم ملحوظ

تو کہیگا یا سیدی یا مولائی۔ اب جواب دیجئے والیکافوض ہوگا کہ کہے
لَبْدِيكْ وَسَعْدِيكْ (میں تیری طاعت کے لئے حاضر ہوں کیا کہتا ہے
اور تجھے سعادت پر سعادت ہو) اسی وجہ سے جب عرب کسی کو پکارتے تھے
تو نام کے ساتھ القاب اور کنیت کا شمول بھی کرتے تھے۔ تاکہ جواب دینے
والا بھی تعظیم سے جواب دے۔

القاب کی تین قسمیں ہیں۔ لقب تشریف۔ لقب تعریف۔ لقب تحقیر
تیسری قسم کے لقب کو اسلام نے منع کر دیا۔ کیونکہ لقب تحقیر سے مراد
ذلیل صفت ہے۔ مثلاً کسی کو اَعْوَجُ (النگلا) یا اَعْوَزُ (کانا) کہنے کسی کو پکارنا۔
شریعت میں بہت ہی ممنوع ہے۔

اہل عربیہ کی اصطلاح میں لقب اُس نام کو کہتے ہیں جس کی قسم کی مَح
یا مذمت نکالتی ہو۔ اسی سبب سے تم بہت سے ایسے نام دیکھتے ہو جنہیں تعریف
نکلتی ہے۔ اور بہت سے ایسے جنہیں مذمت کی بولپائی جاتی ہے۔ مثلاً اَرَفُ
ہام۔ اور مذمت میں رُب۔ مَرَّةٌ وغیرہ۔

حکایت۔ ایک روز ابو صفراء (اسکوا ابو الہلب بھی کہتے تھے اور
نام اسکا ظالم تھا۔ اسکے باپ کا نام سراق یا سارقی تھا۔ اور قبیلہ ذوقین
تھا) عمر بن خطاب کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا مجھے کوئی خدمت ملنی چاہی
عمر نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ کہا ظالم۔ پوچھا تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔
کہا سراق۔ عمر نے کہا کیا خوب آپ تو ظالم ہیں اور آپ کے پدر بزرگوار چور
ہیں۔ پہلا آپ ہی انصاف کیجئے کہ کیونکر کوئی خدمت آپ کے حوالے کی جائے۔
بے چارہ شرمندہ ہو کے چلا گیا۔ اور کوئی خدمت نہ ملی۔ لقب کا یا اثر ہوتا ہے
یعنی سناؤں عرب کے نام میں ذو کالفا اکثر لگایا جاتا تھا۔ مثلاً۔

ذو سدر۔ ذو ریاش۔ ذو الاذعار۔ ذو القرنین۔ ذو جیشان۔ ذو
ذوالعواد۔ ذوالشنان۔ ذو جدن۔ ذومین۔ ذوفض۔ ذو ظلیف۔

ذو کلاع۔ ذوقائدش۔ ذواصح۔ ذوفواس۔ ذویزن۔ ذومروان۔
ذوقیعان۔ ذوعبل۔

بادشاہان بین میں سے پہلے پہل جو بادشاہ نصاری (بادشاہ روم) سے لڑا ہے یہی ذوعبل تھا اور اسی نے پہلے پہل دیا اور حریر کو بین میں رواج دیا۔

ذوالملک بھی ایک بینی بادشاہ تھا۔ اس نے پہلے پہل ملا زمین کی تختواہ کا طریقہ جاری کیا۔ اور نگہبان اور پاسی مقرر کئے۔ ذوالملک کے متعلق ہے والے فقط بادشاہ بین ہی تھے۔ اور کسی بادشاہ نے اس لقب کو اپنے واسطے نہیں اختیار کیا۔

بینی بادشاہوں میں جسکے قبضے میں حضرت اور جبر کا علاقہ ہوتا اسکو تاج۔ کہتے تھے۔ جس طرح سے جبر کے بادشاہوں کو نعامند یا نغان۔ کہتے ہیں۔ اور بادشاہ خزر کو بالیک اور چین کے بادشاہوں کو فقون۔ فرغانہ کے بادشاہوں کو اخشید (ابن فلکان نے لکھا ہے کہ اخشید کے معنی ملک الموت کے ہیں) فارس کے بادشاہوں کو کسری (خسر و کامر) ہے اسکے معنی دامع الملک کے ہیں) ترک کے بادشاہوں کو خاقان روم کے بادشاہوں کو قیصر۔ (ابن فلدون مغربی نے لکھا ہے کہ قیصر کے لغوی معنی یہ ہیں کہ پیٹ چیر کے نکالا ہوا۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک عورت مر گئی تھی اور اسکے پیٹ میں زندہ بچہ تھا۔ فوراً اسکا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا گیا۔ اسی وقت سے اسکا نام قیصر رکھا گیا۔ پھر وہ بادشاہ بھی ہو گیا۔ اسی لگاؤ سے اب جتنے بادشاہ و ماں ہوتے گئے سب کو قیصر ہی کہنے لگے۔)

پہلے پہل جس نے اپنا نام أغسطس رکھا رومیہ کا بادشاہ تھا۔ مگر اور سورین نے لکھا ہے کہ رومیوں کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے۔ اصل میں

قیصر بمصر کا معرب ہے۔ اور بمصر کے معنی شق کے ہیں چنانکہ اسکا پہلا شق کیا ہوا تھا اس وجہ سے اسکو قیصر کہتے تھے۔

بادشاہان شام کو ہر قتل کہتے ہیں۔ اور حبش کے بادشاہ کو نجاشی مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ کو عزیز۔ قبط کے بادشاہ کو فرعون۔ (فرعون کے معنی مسلح۔ گھڑیال)

شک کے سپہ سالار اور افسر کو امیر کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جاہلی عرب صاحب شریعت اسلامیہ کو امیر الحجاز۔ امیر مکہ کہتے تھے۔ اُنکے بعد ابو بکر نے اپنا لقب خلیفہ رکھا۔ بعد اُنکے عمر بن خطاب نے اپنا لقب امیر المؤمنین رکھا۔ پھر آنکسے بعد خلیفہ اور امیر المؤمنین پھر بادشاہ بنی امیہ اور بنی عباسیہ نے اپنے واسطے مقرر کر لیا۔ شیعہ اپنے پیشواؤں کو امام کہتے ہیں۔

بنی عباس نے اپنے ناموں کے ساتھ ایک خاص لقب مقرر کر لیا تھا۔ تاکہ بازاروں میں وہی نام لیا جائے۔ اور اصلی نام ہر زبان پر نہ جاری ہو۔ کیونکہ امیں ذلت ہے۔ اسی سبب عباسیوں کے القاب سلاج۔ مہدی۔ داؤدی۔ رشید۔ مامون وغیرہ ہوئے۔ اور یہی طریقہ عبیدی بادشاہان افریقیہ و مصر نے بھی اختیار کیا۔

بادشاہان بنی امیہ اگرچہ اپنے اُسی قدیم طریقہ جاہلیت پر مدت تک باقی رہے اور اپنے القاب میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ لیکن جب انکی سلطنت اندلس میں قائم ہوئی تو انہوں نے بھی وہی طریقہ برتنا شروع کیا۔ عبدالرحمن نے اپنا لقب امیر المؤمنین رکھا۔ اور ناصر الدین بھی اپنا لقب مقرر کیا۔ (دیکھو اسی مقالے کی پہلی فصل)

بنی عباس اور عبیدی وغیرہ بادشاہوں کے ماتحت جو ریاستیں اور حکومتیں تھیں اُنکے واسطے علیحدہ علیحدہ تشریفی خطاب اور القاب دیتے تھے۔ جس سے انکی ماتحتی اور انقیاد کا پتہ ملتا تھا۔ مثلاً شرف الدولہ۔ کن الدولہ۔

عہد الدولہ - نظام الملک - ذخیرۃ الملک - اور بڑے بادشاہوں کو خطاب دیتے تھے جیسے ناصر منصور - صلاح الدین - اسد الدین نور الدین وغیرہ -
خارج وغیرہ جب اپنے اعلیٰ بادشاہوں کے پاس بھیجتے تھے تو اس کے القاب یہ ہوتے تھے - الجناب الرفیع الخاقانی - الجناب العالی الشاہستانی وغیرہ
جب کوئی بادشاہ کسی خلیفہ کے پاس عرضی لکھتا تو اپنے نام کے ساتھ خادمک المطواع - عبد افغان - الی سیدنا و مولانا امیر المؤمنین امام المسلمین - خلیفۃ رب العالمین - قدوة المشارق والمغرب المینف علی الذرقۃ العلیا ابن لوی ابن غالب لکھنا تھا۔

اشرف عرب میں سے چند قومیں ایسی تھیں جنکو مطیب اور مطیبون کہتے تھے۔ بچلہ اس کے ایک تو قبیلہ عبد مناف کے لوگ تھے۔ (دیکھو مقالہ ثنائیہ کی تیسری فصل) اور بنی اسد - بنی عزی - زہرہ بن کلاب - نعیم بن مرہ - حارث بن فہر وغیرہ۔ انکو مطیب اسوجہ سے کہتے تھے کہ انہوں نے اپنے ماتھے خلون (ایک قسم کا عطر ہے) میں ڈبوئے تھے۔ اور کلید واری خانہ کعبہ کی بنیاد پر لڑنے کی قسم کھائی تھی (عرب میں طریقہ قسم کا بہت ہی سخت تھا۔ جب کوئی خلون میں ماتھے ڈبو کے قسم کھاتا تھا۔ تو اسکو اپنی قسم کا پورا کرنا لازم ہو جاتا تھا) مگر بعد میں اس بات پر صلح کر لی کہ بنی عبد مناف کو سستا یہ اور رفاہ (حاجیوں کو پانی پنانا اور انکی مہانداری) کا منصب دیا جائے۔ اور بنی عبد الدار کو درباری اور علم۔

چند قومیں اور بھی تھیں جنکو رباب کہتے تھے۔ اور وہ بنی عبد مناة۔ بن ابی بن طاحجہ ہیں۔ انہی سے تمیم اور غدی اور عوف اور ثور بھی تھے۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے ماتھے رب میں ڈبوئے۔ اور بنی ضبہ سے لڑنے پر قسم کھائی تھی۔

شبنہ الحمد - عبد المطلب کا لقب تھا۔ جب یہ پیدا ہوئے تھے اسی وقت

ان کے کچھ بال سفید تھے۔ اسی وجہ سے انکو شبیہ الحمد کہتے تھے۔ ہذا القیاس
عامر نے کہا ہے۔

بنو شبیۃ الحمد الذی کان وجہہ | یہ لوگ اُس شبیہ الحمد کی اولاد ہیں
یضیی ظلام اللیل کا القرا البدی | سے ہیں جسکا چہرہ تاریک شب میں
ماہ کامل کی طرح چمکتا تھا۔

امرا القیس کا لقب ذی القرمچ پڑ گیا تھا۔ اس وجہ سے کہ بادشاہ روم
اسکو زہر میں پور کر دیا ہوا ایک کپڑا پہنا دیا تھا۔ جس سے اس بچا ہے
کے تمام جسم میں زخم پڑ گیا۔ امرا القیس کے معنی بھی سختی چیلنے والے آدمی
کے ہیں۔ اور اسکا لقب بھی تھا۔ جب اسکے باپ کو علی بن حشام
نے مار ڈالا تھا۔ سوقت سے اسکا نام امرا القیس پڑ گیا۔ اس نے قسم کھالی
تھی کہ جب تک اپنے باپ کے خون کا بدلہ نہ لے لیگا تب تک نہ تو شراب
پیوٹگا اور نہ اپنی بیوی سے مقاربت کرے گا۔ نہ سرد ہوؤں گا۔ اس کا
اصلی نام جندبہ تھا۔

زوالف النعمان بن عبد اللہ کا لقب تھا۔ جو کہ خشم کے لشکر کا سپہ سالار
ظالم کی لڑائی کے دن تھا۔

جعفر بن عبد اللہ بن قریظ بھی کے قبیلے سے تھا۔ اسکا لقب الف الناقہ
تھا۔ یہ شخص سعد بن زیدناہ کے خاندان کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس کے
الف الناقہ کہتے جاسنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ایک دن ایک اونٹ ذبح
کیا تھا۔ اور اپنی بیویوں کے حصے بانٹ سکے ہوئے تھے۔ جب اسکی
ماں کو خبر معلوم ہوئی تو اس نے جعفر کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا حصہ گوشت
بھی دے۔ اور یہاں فقط اونٹ کا سر اور گردن باقی رہ گیا تھا۔ اس نے
آدمی سے کہہ دیا کہ یہ بھی موجود ہے۔ پھر اپنی انگلیاں اونٹ کی ناک میں
ڈال کے کہنے لگا اسی وقت سے اسکا نام الف الناقہ پڑ گیا۔ اسکی اولاد کو

یہ لقب بہت ناگوار ہوتا تھا۔ مگر حلیۃ نے جب انکی توجہ کر دی تو پھر وہ عیب جاتا رہا کیونکہ عرب کی تمام عزت اور بے عزتی ایک شعر پر موقوف تھی۔ کیسا ہی معزز سے معزز ہو اگر کسی شاعر نے اسکی جو کہدی تو وہ ذلیل سمجھا جاتا تھا اور کیسا ہی ذلیل سے ذلیل ہو اگر کسی شاعر نے اسکی مدح کر دی تو وہ بڑا معزز سمجھا جانے لگتا تھا۔ حلیۃ کہتا ہے۔

قوم ہم الانف والاذناب غیر ہمد | یہی قوم نوناک ہے اور باقی جتنے
ومن یسلوہا بانف الناقۃ الذنبا | آدمی ہیں سب دم ہیں۔ بہلا کون شخص
ہوگا جوناک کو دم کے برابر سمجھیں گے۔

جران العود۔ عامر بن حث نمری کا لقب تھا۔ اسکا یہ لقب اس شعر کے ایک لفظ سے پڑ گیا تھا جسے وہ اپنی دو بیویوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔
خذ لحدی رأیا جارقی فانی | پڑھ کر لو میری دونوں ہمسایوں !
رائت جران العود فذا کا صیغہ | کیونکہ میں نے لکڑی کی چھال کو دیکھا
ہے کہ مار کے سیدھی کر دی گئی ہے۔ لیکن اگر تم دونوں زیادہ شرارت کرو گی
تو مار لے تار لے سیدھا کر دوں گا۔

یہ شعر کہنے کا سبب یہ تھا کہ اس نے اپنی دو بیویوں کے واسطے ایک درخت کی چھال چھیل کے ایک کوٹا بنایا تھا۔ اور اسکو دوپ میں رکھ دیا اور کہہ دیا کہ جب تک یہ خشک ہو اگر تم دونوں اپنی شرارت سے باز نہ آؤ گی تو اسی سے ماروں گا۔

مصطلق خزمیہ بن سعد خزاعی کا لقب تھا۔ اسکی خوش آوازی اور بلند آوازی کی وجہ سے اسکا یہ لقب پڑ گیا تھا۔

اسی طرح اسلام میں ابو بکرؓ پہلے خلیفہ کا لقب صدیق تھا۔ کیونکہ وہ بڑے سچے تھے۔

فاروقؓ خلیفہ ثانی عمرؓ کا لقب ہوا اسوجہ سے کہ وہ حق و باطل میں فرق

کرتے تھے۔

ذوالنورین عثمان بن عفان خلیفہ ثالث کا لقب پڑا سو جو سے کہ انہوں نے رسول خدا کے دو بیٹوں سے عقد کیا تھا۔

حیدرہ۔ چوتھے خلیفہ ابن ابی طالب کا لقب تھا۔ حدیث میں ہے انا مدینۃ العلم وحیدۃ القباہل

خیط باطل۔ مروان بن الحکم (پانچواں خلیفہ امویہ) کا لقب تھا۔ اس سبب کہ یہ شخص بے قد کا آدمی تھا۔ اور ہاتھ پاؤں میں جھیل تھے۔ اور بدی و بلا تھا۔ خیط باطل ان ذریں کو کہتے ہیں جو آفتاب کی روشنی میں چکنے نظر آتے ہیں۔ اور شاید اس تار کو بھی کہتے ہیں جسے مکڑی اپنے منہ سے نکال کے اپنا جال بناتی ہے۔ اسی مروان کی بابت ایک شاعر نے کہا ہے
لحی اللہ قوما ملکوا خیط باطل | خدا لعنت کرے اُس قوم پر کہ جس نے
علی الناس لعیط من یشاء و یمنع | اس خیط باطل کو بادشاہ بنا دیا ہے
کہ جب کو یا ہتا ہے دیتا ہے اور جب کو چاہتا ہے نہیں دیتا۔ اور حق کا لحاظ بالکل نہیں کرتا۔

رشح الحجر۔ مروان کے بیٹے عبد الملک بن مروان (امویہ کا چھٹا خلیفہ) کا لقب تھا۔ اور البوریان بھی۔ سو جو سے کہ بہت بخیل تھا۔

عمار۔ مروان بن محمد بن مروان (آخری خلیفہ بنی امیہ) کا لقب تھا۔ اس سبب کہ جب بادشاہ ہوا تھا تو بنی امیہ کی سلطنت کو قریب ایک سو برس کے ہو گیا تھا۔ اور عرب میں دستور تھا کہ ہر سو برس کو عمار کہتے تھے۔ جیسا کہ وہر کو حجب کہتے ہیں۔ سو جو سے عمار مروان کو بھی عمار کہنے لگے۔

عکۃ السل۔ سعید بن عاص کا لقب تھا۔ چونکہ بہت حسین تھا
ذوالریاسین۔ فضل بن سهل کا لقب تھا۔ اس سبب کہ اس نے سیف و قلم دونوں کا خوب استعمال کیا تھا۔ یعنی لشکر کا بھی انتظام اعلیٰ رہا۔ جب کا تھا اور عدل

اور کچھ لوگوں کا انتظام بھی بہت معقول تھا۔

کامل سعید بن عبادہ کا لقب تھا۔ اس سبب کہ تیر اندازی اور فن خوشنویسی اور پیراکی میں اُسکو اعلیٰ درجہ کی دستگاہ تھی۔ اصہبانی نے لکھا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں جبکو شاعری خوشنویسی پیراکی و تیر اندازی میں دستگاہ ہوا اُسکو کامل کہتے تھے۔ مشہور جملہ ہے من خط و عام و صرہ البسمام فقد استكمل کل الفضل۔

طلحۃ النجر۔ طلحۃ العیض۔ طلحۃ الطلمات عبد المذہب طلحۃ کا لقب تھا۔ اس سبب کہ سخاوت اُسکی بے انتہا تھی۔

فیاض۔ حکمہ بن ربیع کا لقب تھا۔ یہ بھی اُسکی جو دستنی کیوجہ سے۔

حبر۔ عبد المذہب عباس کا لقب تھا۔ اسکا باعث انکا علمی کمال تھا۔ ذلیل القبول میں بھی بہت سے لقب ہیں۔ مثلاً اعمش۔ اعمی۔ اعرج۔ احوں۔ اقلس۔ اقرع وغیرہ۔ اور چونکہ لقب کا رواج عرب میں بہت تھا (جاہلیت کا زمانہ لیجئے یا اسلام کا) تو بہت ہی کم نام ایسے ملے جتنکے ساتھ لقب نہ تھے۔ بہت سے عام لوگوں کا لقب بھی شرف الدین۔ عز الدین۔ تابع الدین۔ سیف الدین وغیرہ ہوا ہے۔ حالانکہ اُن میں کسی طرح کی دینداری نہ تھی۔ بلکہ برعکس اُسکے بے دینی تھی۔

کنی۔ کنیت بھی القاب کی طرح عرب میں رائج تھی۔ مگر ایک گونہ لقب اور کنیت میں یہ فرق ہے کہ چھوٹے آدمی کو کسی بزرگ کے سامنے لقب سے تو پکار سکتے ہیں مگر کنیت سے نہیں پکار سکتے۔ خصوصاً خلفاء کے سامنے اور اگر کوئی کسی کو ابو فلان کہے پڑتا تو سخت بے ادب سمجھا جاتا تھا۔ البتہ مجلس بکھلوا دیا جاتا تھا۔ لیکن اگر بزرگوں اور عالی مرتبہ لوگوں کا جی چاہتا تو خود کسی کو اُسکی کنیت سے مخاطب کرتے۔ اس سے وہ شخص اپنا اعزاز اور اُس بزرگ کی بڑی عنایت اور مہربانی سمجھتا۔

کنیت کا طریقہ یہ ہے کہ رو کو نوا سکے بیٹے کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔ اور عورت کو بھی اُسکے بیٹے ہی کے نام سے۔ ابو زید۔ اور ام عمر۔ اور اگر کسی لاد لک کی کوئی کنیت رکھتے تھے۔ تو اُس سے مقصود تھا و آل ہونا تھا۔ یعنی یہ شخص اتنا زندہ رہے کہ اُسکے گھر میں لڑکا پیدا ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ خود اسی شخص کی کسی مناسبت سے کنیت مقرر کیجاتی تھی۔ مثلاً ابولہب (چونکہ اس شخص کے رخسارے دکھتے انگارے کی طرح سے سرخ تھے اسوجہ سے (سکو ابولہب کہا گیا) امام ابن ابیطالب کی کنیت ابونزاع ہوئی۔ اسوجہ کہ جنگ ذوالعشر میں آپ خاک ہی پر سو رہے تھے۔

ابو ہریرہ کی وجہ کنیت یہ تھی کہ اُنکو چھوٹے پنپنے میں بلی کے پنپے کا بڑا شوق تھا۔ اور اب اسقدر یہ کنیت مشہور ہو گئی کہ نام اُن کا کوئی جانتا ہی نہیں۔

بڑے سروالے کو ابوالرأس۔ اور بڑے عامے والے کو ابوالعمامہ کہتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی کے نام سے کنیت رکھی جائے۔ اور میں کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ اس سبب کہ حضرت عثمان کی کنیت ابولیلی تھی۔ اور نسیم داری کی کنیت ابوامامہ اور ابو رقیہ۔ مفزا دین معد کی کنیت ابی کویہ مسروق بن اذنیع کی کنیت ابو عایشہ تھی۔

کنیت کا اختصار کچھ آدمیوں ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ کھانے پینے کی چیزوں کی کنیت رکھی جاتی ہے۔ (دیکھو انچوں مقالہ کی تیسری فصل) اور آئندہ ہم حیوانات کی کنیت کا ذکر کریں گے۔

جو زمین لکھتے ہیں کہ کنیت کا رواج سولے عرب کے اور کہیں نہ تھا۔ عوب اپنی کنیت کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ شاہر کہتا ہے۔

آئندہ حین انادیہ لا کہی صلا [یہ اُسکے کنیت سے پکارتا ہوں تاکہ

ولا القبة والسودد اللقب | اسکا اکرام کروں اور اسکا لقب کہنے
نہیں پکارتا ہوں۔ حالانکہ لقب میں ایک قسم کی شرافت ہے۔“

تجیہ۔ عربی کتب آداب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے
میں جب کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس جاتا تو اس کے سامنے زمین کو بوسہ
دیتا۔ اور عموماً چھوٹا اپنے بڑے کی دست بوسی کرتا۔ اور اپنے چہرے کے کونڈے
سین میں چھوٹا ہویا رتبہ میں۔ دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیتا۔

تجیہ (سلام) میں بادشاہ کو ابیت اللعن کہتا۔ (یعنی تو بہت بری ہے۔
اس بات سے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے لعنت کا مستحق ٹھہرے) اور فقہ
اس کے ہاں ایسا معزز سمجھا جاتا تھا۔ کہ سوائے بادشاہ کے اور کو اسکا مستحق نہ تھا
یہاں تک اہتمام اس لفظ کا تھا کہ جب کوئی رئیس قوم یا امیر اور بادشاہ ہوتا
تو کہتے فلان نال التحیة یعنی فلاں شخص کو تجیہ کا استحقاق ہو گیا۔

عام تجیہ (سلاموں) کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی سے ملاقات ہوتی تھی
تو کہتے تھے۔ صبحتک الافاح وکل طیر دہلج۔ یا صبحتک الافاح
ودلیب الاطعمۃ یا الغد صبا حیا یا غد صبا حیا۔ یعنی میرا عیش صبح کے
وقت خوش رہا۔ اور لفظ صبح یا صبا (اکہ یہ چیز ہے) کی تخصیص کی یہ ہر قسم
کہ عرب میں اکثر لوٹ پائٹ کا وقت صبح ہی ہوتا تھا۔ اور ڈاکہ اسی وقت
پڑتا تھا۔

عرب اپنے اشار میں اطلال (اپنے مکانات کے ٹیلے) پر تجیہ (سلام)
کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ امر القیس کہتا ہے

الغد صبا حیا یا اطلال البالی

اور ایک طریقہ تجیہ اطلال کا یہ بھی تھا کہ اس کے واسطے دعائے باران
کہتے تھے۔ اس وجہ سے کہ بارش اس کے ہاں بہت بڑی رحمت تھی۔ کیونکہ
اس سے گھاس پیدا ہوتے تھے اور ان کے مویشیوں کی زندگی کا سہارا

بنی تھی۔ اور جب طرح آدمی سے ملاقات کے وقت تخیمہ کرتے تھے اسی طرح اطلال پر بھی سلام کرتے تھے۔ اور السلام علیک سے اُسکو مخاطب کرتے تھے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

الایا نخلة من ذات عراق | آگاہ ہوں ذات عراق کے تھے تجھ پر نخل
علیک ورحمة اللہ السلام | رحمت اور سلام ہو۔

جب کسی آدمی کو السلام علیکم سے خطاب کرتے تو وہ شخص بھی جواب میں اسی لفظ کو منکس کر کے وعلیک السلام جواب دیتا تھا۔ لفظ کم اگرچہ جمع کیونکہ استعمال ہوتا ہے مگر تعظیماً واحد کو بھی کم کے لفظ سے تغیر کرنا جائز ہے۔

عرب کی مثالوں میں یہ فقرہ بھی ہے کہ احمال من لتسلید علی طلل یعنی فلاں چیز ایسی ہے فائدہ سے جیسے اطلال کو سلام کرنا۔

لطیفہ۔ ایک شخص نے کسی اعرابی کو سلام کیا اور کہا السلام علیک اُس نے جواب میں کہا وعلیک الخجثات۔ پوچھا یہاں ہی یہ کیسا جواب ہے اس نے جواب دیا سلام اور خجثات دونوں نہایت کڑے درخت ہیں جیسے تو نے میرے اوپر سلام رکھا۔ میں نے بھی تیرے اوپر خجثات رکھا۔ دونوں برابر برابر ہو گئے۔

مسلمانوں نے ہی یہی طریقہ اپنے ہاں کار رکھا۔ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتا ہے تو السلام علیک کہتا ہے اور اُسکو اپنے نبی کی سنت سمجھتا ہے۔

اسی سلام سے فلاح کو مخاطب کرتے تھے اور کہتے تھے السلام علیک یا امیر المؤمنین درجۃ الصدور کا تہ۔ یعنی تیرے مال و دولت۔ دین و عقل۔ جان و اہل و عیال کی سلامتی رہے۔ اور سورہ حکم میں ہے کہ سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ یعنی جس نے اتباع حکم خدا کیا۔ وہ مذاہب سے محض اور سالم رہا۔ اور شاعری میں وجہ ہے کہ مسلمان لوگ ہی اسی طریقہ کو

مستحب سمجھتے ہیں اور اس میں کسی وقت کی تخصیص نہیں ہے۔ سات ہو خواہ دن ہو صبح ہو خواہ شام ہو۔ ہر وقت میں السلام علیکم کا استقبال سنت سمجھتے ہیں اور غیر مسلمان کو السلام علیکم نہیں کہتے۔ اور نہ اس کو موقع اور اجازت دیتے ہیں کہ وہ ان کو السلام علیکم کہے۔

اسی سلام سے ایک مثل بھی بنی ہے الف دق دق والسلام علیک دق دق دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز کو کہتے ہیں۔ یعنی ہزاروں شب کے مہمان دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں یہاں تک کہ دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور کوئی بھی شب کا مہمان ایسا نہیں ہوتا کہ آتا ہو اور دروازہ کھلا رہتا ہو اور وہ بے کھلف گھر میں آجائے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔
 اخلقوا بالیکم مخافة وائش | چنانچہ روں کے ڈر سے دروازہ بند کر کے
 الف دق دق والسلام علیکم | رہو گو نہ روق ووق ہو۔ اور سلام علیکم تک نہ کہو۔

عرب کے جلوں میں سے مشہور جملہ ہے حدیث تہذیب الفضا میں
 للادق دق الی السلام علیک یعنی اپنے اپنے مہمان سے اس وقت سے
 باتیں کرتا رہا جب سے اس نے دروازہ کھلوا یا اس وقت تک کہ اس نے
 السلام علیک کہا اور خست ہوا۔

علامہ اس سلام کے عام سلاموں کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ جب صبح کو ملاقات ہوتی ہے تو کہتے ہیں اسعد اللہ صبا حکم یا اللہ یصبحکم بالخیر اور دوپہر کے وقت نفاذ کہ سعید اور ظہر کے وقت اوقاتکم سعید اور عصر سے غروب تک اللہ یمسککم بالخیر اور غروب سے رات بھر تک لیلکم سعید۔

استقبال مسلمانوں میں ایک یہ بھی رواج ہے کہ جب کوئی ان کی ملاقات کو آتا ہے تو اس کی تعظیم کے واسطے اچھا کڑے موعظے ہیں

اور کبھی چند ذرم آگے بڑھ کے اُسکو لے آتے اور اپنے پہلو میں یا اپنے سر
 بالادست بٹھلاتے ہیں اور خود اُسکی تعظیم و تکریم کے لحاظ سے دست بستہ
 اُسکے سامنے بیٹھتے ہیں۔ مگر بشرطیکہ وہ شخص مسلمان ہی ہو۔ اور بالجلہ
 مسلمانوں میں یہ ایک نہایت عمدہ عادت سے کہ ملاقات کے واسطے
 آنے والے کے ساتھ بہت خوبی اور مہربانی سے پیش آکر کرتے ہیں۔
 پہلے سے پہچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں مسلمان ہو یا کافر۔ دوست
 ہو یا دشمن ہو۔ اور اُس سے اُسکی مفارقت کی شکایت اور اُسکی ملاقات
 کا اشتیاق اور اُسکے آئینکی خوشی کا اظہار اور اُسکی زیارت سے سرت
 کا حصول اور اسباب کا اظہار کہ جو کچھ آپ کا کام ہو میں سزاگوں سے
 اُسکے انجام دینے کو آمادہ ہوں۔ غرض جعفر رباتیں اُسکی خوش کرنیکی
 ممکن ہو تو میں کرتے ہیں۔ اگر دولائق وائق آدمی ہے تو غیر نہیں تو
 چوڑے موٹے اور صاف مثلاً آپ بڑے خوش خلق ہیں۔ آپ نہایت خوش
 ہیں۔ آپ بہت روشن ضمیر ہیں وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ اور اس میں کوئی فریب
 اور مسلمان کا نہیں کرتے۔ ان اگر کچھ فرق ہوتا ہے تو تقویٰ اور دینداری
 اور فضیلت علمی کا اظہار نہیں کرتے۔ اور اگر اُس شخص کے قبیلے والوں سے
 اور صاحب مکان سے کچھ عداوت ہے تو کہتے ہیں میں آپ کو انہیں سے
 نہیں سمجھتا کیونکہ اُنکے افلاک اور پاک ضمیر ظاہر کرتی ہے کہ انہیں اور آپ
 میں برفرق ہے غرض اس طرح کی بہت ہی مدارائیں کرتے ہیں۔

جلوس (عرب کی نشست کا طریقہ)

عرب کی نشست کا ایک خاص طریقہ ہے کہ جہاں جو ننگے اُسی طریق سے
 بیٹھیں گے۔ اور چونکہ اکثر بچے خیموں میں بیٹھتے تھے جس میں دیواریں
 نہ ہوتی تھیں۔ کہ اُس پر کپڑے کر سکیں۔ تو یوں بیٹھتے تھے کہ گھٹنے تو زمین پر
 لٹا دیتے تھے۔ اور غصنا سے اوپر تلوار رکھ لیتے۔ اور اُس پر سے ہاتھ رکھ لیتے

بیٹھے۔ اور کبھی گھٹنوں میں کوئی کپڑا لپیٹ لیتے۔ یا دونوں گھٹنوں کو دونوں بغل میں رکھتے۔ اور یہی انکے تکیہ کرنے کے لیے قائم مقام ہو جاتا۔

بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ اس نشست کا یہ طریقہ ہے کہ دونوں ہاتھ بغل میں رکھکے اور گھٹنوں کو پیٹ سے چپکا کے بیٹھتے ہیں۔ یہ طریقہ بدوی عربوں کا ہے۔ اور اسکو قرضار کہتے ہیں۔

اعراب کی ایک نشست اور بھی ہے جسے حید کہتے ہیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ گھٹنے کھڑے کر کے اور پیٹ سے چپکا کے بیٹھتے ہیں اور کبھی دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لگے دھیر کے ایک کو دوسرے سے پکڑ لیتے تھے۔ اور جب کسی شخص کے بیٹھنے یا اٹھنے کو بتانا چاہتے تو کہتے فلاں حل جوتہ یعنی کھڑا ہو گیا۔ و عقد جوتہ یعنی بیٹھ گیا۔

مگر شہری عربوں کی نشست کے طریقے مختلف ہیں اور اسکے آداب بہت سے مقرر کئے جنہیں مفلوں میں اور بزرگوں کی محبتوں کے وقت برتتے ہیں۔

مخلاً انکے ایک طریقہ فذبیح (چار زانو) بیٹھنے کا ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اپنے تمام کپڑوں کو سمیٹ لیتے ہیں اور دونوں گھٹنے دوسرے کے زمین پر لٹا دیتے ہیں۔ اور بائیں پاؤں داہنے زانو کے نیچے اور دایاں پاؤں بائیں زانو کے نیچے رہتا ہے اور پیٹھ کے سہارے پر بیٹھتے ہیں۔ اس طریقے میں یہ ہوتا ہے کہ تکلم حاضرین کا برابر سامنا رہتا ہے۔

دوسرا طریقہ ڈیڑھ زانو کا ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک زانو تو زمین پر رہتا ہے اور دوسرا کھڑا لیکن اس میں اسکا لحاظ رکھنا ضروری ہے جس طرف کا گھٹنا کھڑا ہو۔ اس طرف کوئی بزرگ نہ بیٹھا ہو۔

تیسرا طریقہ دوزانو کا ہے۔ یہ نشست بڑی تنظیمی سمجھی جاتی ہے۔ اس میں دونوں گھٹنے کے ہرے نہیں پر رکھے جاتے ہیں۔ اور دونوں پاؤں پیچھے ہوتے ہیں

بہر حال نشست کی انتہائی تعظیم ہے کہ پاؤں ہر طرح سے چھپا رہے۔ اور قدم کے نشانات کی کوئی چیز دکھلائی نہ دے۔

انکی عبادات میں سے یہ بھی تھا کہ کہی چھوٹا بڑے کے سامنے بغیر اجازت نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اور وہ بھی جتنک تین مرتبہ زبان یا اشارے سے نہ اجازت دے ممکن نہیں تھا۔

اور کسی شخص کا مجلس میں جوتا پہنے ہوئے چلا جانا۔ یا بیٹھنے کے بعد پاؤں پھیلا دینے یا ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھنا سخت بے ادبی اور چھچھو۔ ابن سہب جاتا تھا۔

زائر (ملاقات کے واسطے آئیوالے کی خاطر واری)

زائر جو وقت بیٹھ جاتا تھا تو بدویوں میں یہ دستور تھا کہ کچھ نہ کچھ کہانی کی قسم سے اُسکے سامنے ضرور پیش کرتے تھے۔ (ہم اسکے متعلق آئندہ مقام میں ذکر کریں گے) مگر شہریوں میں کھانا پیش کرنے کا سوائے ولیمہ اور خاص دعوتوں کے دستور نہیں تھا۔ البتہ جب وہ مہمان آیا ہو تو ضرور ہی کھانا حاضر کیا جاتا تھا۔

اور مکر آنے جانے والوں کا اکرام یہ تھا۔ کہ کسی قسم کے تلفکات خواہ حلوا وغیرہ یا میٹھی چائے یا تہوہ یا حقہ حاضر کیا جائے۔ اس رسم میں تمام شہری لوگوں کا بھی دستور تھا۔ فقط فرق یہ ہوتا تھا کہ جو زیادہ معزز اُسکے سامنے پہلے پیش کرتے تھے اور اُسکے کم درجہ والے کے سامنے پیچھے۔

زائر کی ترخیص۔ جب زائر جانے لگتا تھا تو حسب طرح اُس کے آنے میں اُٹھے تھے اُسی طرح اُسکے جانے میں اُٹھینگے۔ اور دو ایک منٹ کھڑے ہو کے ایک دوسرے کی دوبارہ ملاقات کے اشتیاق۔ اور اُسکو بالفعل جدائی کے صدمے کا اظہار کرتے تھے۔ اور اگر کوئی با حیثیت ہوتا

کچھ دوز تک اُسکے ساتھ ساتھ رخصت کرنے کے واسطے جاتے تھے۔ اور اُس سے دوبارہ آنے کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ برابر بسترِ یمن لایا کیجئے گا۔ اور اپنی زیارت کو بیغۃ الدیک (مرغ کا انڈا) نہ کرو بیٹے گا (کیونکہ عرب کا خیال تھا کہ مرغ ہی عمر بہر میں ایک انڈا کسی نہ کسی وقت ضرور دیتا ہے) ابو القنایہ کہتا ہے۔

یا طیب الناس رقیقا غیر مختبر
لولا شہادۃ اطراف المساویلک
نہایت لطیف اور طیب ہے جسکا
مختار ہرگز نہیں ہو سکتا تھا اگر مستحق
نئی ولا تجلیہا بمیضۃ الدیک
گو اسی نہ دیتیں تو نے بس ایک
ہی مرتبہ تو میری ملاقات کی پہر دوبارہ بھی اپنی ملاقات سے مشرف
اور زیارت کو بیغۃ دیک نہ بنا دے۔

حالانکہ حدیث میں ہے کہ ایک دن بیچ دیکے ملاقات کیا کرو۔
تو محبت زیادہ ہوگی۔ اور عشق و محبت کا جوش مفارقت ہی کے بعد پیدا
ہوتا ہے۔

یعنی جب عاشق اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہے چہی محبت زیادہ
زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جس کو دن رات دیکھا کرتے ہیں اُسکا اشتیاق کیا
ہو سکتا ہے۔ وہ تو ایسا ہے جیسے گہر کی مرغی دال برابر۔ اسی وجہ سے اسکی
وہ قدر نہیں باقی رہتی۔ جیسا کہ عارف بن حازم دیشکری کہتا ہے۔

اذ نلتنا بینہما السماء
رجل علی منہ النواء | شاق ہے کیونکہ جو ہر دم کا پاس بیٹھنے والا ہے

لعلہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ حدیث میں اور فارسیوں کے کثرت الزار ملاقات میں کوی تفاوت
نہیں ہے اُنکا اور اربابِ ریالات نہیں کرتا کہ دُرات آیا کرو اور ملاقات کیا کرو بلکہ بلکہ
ایک قسم کی ہمانواری۔ اور خوش طبعی کا اظہار۔ مگر مصنف صاحبِ خوب سمجھے۔ (۴۶)

اُسکی ہر وقت کی حاضری کسی وقت ناگوار بھی ہوتی ہے۔ اور یہ بیچاری تو کبھی کبھی ملتی ہے اسوجہ سے انکی جدائی ناگوار ہے۔

مسافروں کی ترخیص۔ جب کوئی شخص سفر کو جانے لگتا تو اُسکی خدمت کے وقت کہتے شائعکم للسلام یا شائعکم اللہ بالسلام یعنی ہذا تعالیٰ سلامتی کو تمہارے پیچھے پیچھے لے جائے اور تمہارے ساتھ ساتھ رکھے۔ یہ دونوں فقرے السلام علیکم کے مقابلے کے ہیں۔ آئیکے وقت تو السلام علیکم کہتا تھا اور جانیکے وقت شائعکم للسلام اور یوں بھی کہتے تھے سز علی المطائر للیمون ولوالک اللہ یعنی مبارک طائر ترے ساتھ ہے اور خدا تر ساتھ دے۔

اور اب کے شہری عرب یوں کہتے ہیں مع السلامة النستمر شرفتم وحلیتم البرکات وبلغکم اللہ السلامة وندجول ان نسلم علی الایھا وان نظننا بوصولک بالسلامة۔

جلسہ کے آداب۔ عرب کے جلسوں کی نشست کے آداب میں سے یہ ہے کہ جب کوئی چھینکے تو سننے والے تثبیت کہتے ہیں (یہ لفظ شن اور سین دونوں سے استعمال ہوا ہے تثبیت کے معنی اجتماع کے ہیں تثبیت الال کے معنی یہ ہیں کہ سب اونٹ چراگاہ میں جمع ہو گئے۔ اور تثبیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تمکو اچھی علامت دیوے) تثبیت کا طریقہ یہ ہے کہ حاضرین رحمہم کہتے ہیں اُسکے جواب چھینکنے والا کہتا ہے حن وانتم وعامۃ المسالین۔

اور جو شخص پانی پئے اُسکو کہتے ہیں ہینا مگہ جب وہ شخص پانی پی کے حمد خدا بھی کرے تب نو دو بھی دوبارہ ہینا کے جواب میں اپنا اہتہ سر پر رکھو۔ مگر کہنا ہے خدا کا اللہ۔

اور جب بچے کو بجائی آتی تھی تو کہتے تھے طال عمرک وحلق رأسک

حلقۃ بعد حلقۃ مگر شہریوں کے جلسہ میں جمائی لینا عیب میں داخل ہے۔ اگر کسی کو جمائی آجائے تو وہ منہ پھیرنا فخر رکھ لے اور منہ پھرالے یا رومال سے منہ چھپالے اور جب اسے فراغت ہو تو استغفار پڑھے۔ جب کوئی سر چھلوا چکنا ہے یا غسل کرتا ہے یا سو کے اٹھتا ہے تو کہتے دغیم! اور وہ جواب دیتا ہے اللہ ینعم علیہ۔

اور جب کوئی پھسل جاتا تو عجلدی سے کہتے لعاً میدانی کی مجمع الہ۔ مثال میں ہے لعاً لک عالیاً۔ یا لعاً لک یہ ایک دعا ہے۔ محل بن زن حارث کہتا ہے۔

لنا فحمة زور آحت بلادنا متی یرھا الشاوی یلج بدھلی
وار صاحبانہنر فمہ فمہ فمہ یقلن لمن ادرکن نقسا ولاھل
درة العواص میں حریری نے لکھا ہے کہ نفس کا لفظ دعا ہے۔
یعنی یہ شخص جو پھسل کے گر پڑا ہے اب نہ اٹھے۔ اور لعاً کا لفظ دعا ہے۔ جیسا کہ
عشتی نے کہا ہے۔

بذات لوت عفونا اذا عذرت | بہتنی جبکہ ذات لوت میں چسپاں
فالمقرا دنی لھامن ان اقول العا | ہے تو بجائے لعاً کہنے کے بہت بہتر
ہو گا کہ اُسکو نفس کہوں۔

مگر ہمارے زمانے میں تو جو کوئی پھسل کے گرے اُسکو اور کہتے ہیں
یا کسی بنی کا نام لیتے ہیں۔ یا کسی دل خدا کا۔

اور جو کوئی سنے کپڑے پہنے اُسکو کہتے ہیں ابلیت جدیدا
تملیت چپا یعنی زمانہ تیری چپ ہمیشہ بھری رکھے اور تو اُس سے
ہمیشہ نفع پائے۔

کسی کو خوشی کی خبر سنانا چاہتے ہیں تو پہلے کہتے ہیں بسم اللہ یا بسم اللہ
اور جب کوئی شخص کو مقصود پر کامیاب ہو تو کہتے ہیں نعم اللہ ملک

عیدنا و فوٹک یعنی تیری وجہ سے تیرے دوستوں کی آنکھیں خشک ہوں اور تیری آنکھیں تیرے دوستوں کی وجہ سے خشک ہوں۔

مسمیٰ نے لکھا ہے کہ اقدار اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے آنسوؤں کو ٹھنڈا رکھے۔ یعنی تجھے بہت خوش رکھے۔ کیونکہ عرب کا خیال ہے کہ خوشی کا آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے اور غم کا آنسو گرم ہوتا ہے۔ اور شیبانی نے اس کے معنی یوں لکھے ہیں کہ تجھے آرام کی نیند آئے۔ اور راتوں کی بیداری تجھے دفع ہو۔ یعنی کوئی غم و فکر تجھے لاحق نہ ہو۔ اسکے علاوہ اور بھی معنی کئے گئے ہیں۔ مگر یہ دو قریب بصواب ہیں۔

جب کسی کا کلام زیادہ پسند آتا ہے تو کہتے ہیں کاحض فوٹک یعنی تیرے وادنت جوں کے قوں ثابت رہیں اور ایک بھی نہ ٹوٹے۔ اور کہی لاسد فوٹک تیرا نسخہ کہی بند نہ ہو۔ اور کہی لاکان من لیشوٹک یعنی کوئی تجھے کہی بغض نہ رکھے۔

اور جب کسی کا کوئی فعل بہلا لگتا ہے تو اسکو کہتے ہیں لاشلت یدلا یا لاشلت یمینک یا لایبست یا حیالک للہ یا حیالک للہ و جھاک یا حیالک بیالک (خیال کے معنی مالک کرے جگہ خدا۔ یا مالک کے معنی محبت سے تجھ پر غما و کرے) یا بیض اللہ و جھاک۔ اور مولین کے استعمال میں اس موقع پر بورک فیک من طلاک بورک فی لا ولا۔ یہ کلام ابو القاسم جریری کا ہے اپنے مقام علیہ میں کہا ہے اسکے معنی یہ ہوئے کہ خدا تعالیٰ تجھ میں برکت دے جیسی برکت اس درخت مبارک زیتون میں دی کہ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ (ترجمہ آیت قرآنیہ)

شارعین نے لکھا ہے کہ اس دعا کی یوں ہے کہ ایک شخص ابو حنیفہ کے پاس آیا۔ اعرابی تھا اس نے پوچھا ابو داؤد ابو داؤد ابو حنیفہ نے جواب دیا ابو داؤد۔ اعرابی نے تشہد کو پوچھا تو کہ ایک راوی بیان کرتا ہے

یاد دو آؤ۔ جب جواب پا چکا تو یہی دعا دی جو پہلے مذکور ہوئی۔
 بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ بُورک فیک بد دعا کا کلمہ ہے۔
 دعائیں ہیں اور اکثر ان کے کلام میں بد دعا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
 جب کسی کو دعا دینی چاہتے ہیں تو کہتے ہیں لبطرت معبشتک
 یعنی تو خوش عیش رہے۔ یا رشدت امرک واللہ ذکر وغیرہ۔
 اور مسافر کو دعا دینے میں کہتے ہیں عیلم ما ہو علیہ ینے بس چیز
 غالب ہو فیواللہ غالب ہو جائے۔ دعائیں کلمات میں سے اسعدک
 ولا عدمتک۔ رحمہ اللہ محالک۔

اور اسلامی دعا یہ ہے۔ رحمک اللہ۔ رحمہ اللہ آباءک۔ دوسرا
 شخص جواب میں کہتا ہے غن وانعم و عامۃ المسلمین منجلاً۔ عاک
 یہ بھی ہے اکثر اللہ جردان بیتک یعنی تیرے گھر پہنچ بڑے ہیں مطلب
 یہ ہے کہ تیرے مکان میں غلہ زیادہ آوے جس سے چوستے ہی زیادہ
 ہوں۔ حوجالک یعنی تجھے سلامتی ہو۔ رفق اللہ تذااتک یعنی تیری
 آنکھ میں خاک نہ پڑے یا رضی اللہ عنک اور عام لوگ عنک کی جائے علیک
 کہتے ہیں۔ حالانکہ علیک سے بد دعا ہوتی ہے۔ بلغ اللہ بک کل العجز
 یعنی تیری عمر راز ہو۔ نساہ اللہ یعنی دیر تک تو زندہ رہے کیونکہ نسا کے
 معنی تاخیر کے ہیں اور متاخرین کے کلام میں ہے ضیع اللہ فی اجلک
 یا اطل اللہ بقاءک۔

اور جب کسی بزرگ سے اظہار محبت مقصود ہو اور تعظیم بھی ملحوظ ہو تو
 کہتے ہیں قد یتک۔ جعلت ذلک (میں تجھے فدا ہوں) اس کہنے سے
 گویا یہ مقصود ہے کہ تیری قدر میرے نزدیک اتنی ہے کہ میں اپنی جان تجھے
 فدا کرنے کو تیار ہوں چاہے کسی ہی بلا کیوں نہ ہو کبھی ایسا ہی ہوتا ہے
 کہ فقط بدوحی۔ یا بی وای انت پر اکتفا کرتے۔ مگر معنی اس کے یہی ہے

کہ اُس شخص کی روح یا ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔

انہما رحمت کے مقام پر علی الشہداء اقدس سوادیکہ بھی کہتے ہیں۔
یہ جملہ شجاعت کے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ کسی قدر خوف کے
آثار مخاطب سے ظاہر ہوں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ تو ثابت قدم رہ۔ اور
شرمیرے لئے ہونہ نیرے لئے۔

ابیت اللعن اُسکے واسطے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کسی کام پر کاہ
کرنا مقصود ہو۔ خلاۃ قم تعزیت کے مقام پر استعمال ہوتا ہے جاؤ
الذم یعنی کبھی نیرے پاس مذمت نہ آئے، شاعر کہتا ہے۔

فشا ناک ولا نغی فحلاک ذم | جو تیرا جی چاہے وہ کر اور مذمت
ولا رجع الی اہلی و مالی | نیرے پاس نہ پھٹکے اور میں جواب جاتا
ہوں۔ اور کبھی اپنے اہل و عیال و مال و منال میں نہ آؤں گا۔

خوشامد کے موقع پر قعدتک اللہ یا قعیدک اللہ (میں تجھ کو فدا کی
قسم دیتا ہوں) استعمال کرتے تھے۔ بعض اہل ادب نے لکھا ہے۔ اس جملے
کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تیرے پاس موجود رہے۔ اور تیری حفاظت
کے۔

اور عزمک اللہ (خدا سے میں سوال کرتا ہوں کہ تیری عمر و راز کے)
ناشدتک اللہ الا فعلت (تکو قسم دیتا ہوں کہ اس کام کو کرو) علی
رسالت (مجھ پر نبی اور ملائقت کرو۔) حنانیک (مجھ پر مہربانی کرتے ہو)
اتب الفرس لجامھا۔ والناقة زمامھا والد لورشاھا۔ (گھوڑے
کی لگام۔ اونٹ کی مہار۔ ڈول کی رسی کی موافقت کرو۔) جس سے
مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس نیک کام کو پورا کرو۔

استغاثہ کے مقام پر یا فلان (فلان کے مقام اُس شخص کا نام
لیتے تھے۔) کہتے تھے۔ اور جب اپنا نام ظاہر کرنا چاہتے تھے تو کہتے تھے کہ

اذا فلان ابن فلان ابن فلان یعنی اپنے باپ دادا کا نام بھی لیتے تھے۔ جس سے اپنا شرف ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ مگر اسلام نے اس طریق سے ممانعت کر دی ہے۔ حدیث میں ہے من تغزى بعز الجاهلیة فاعصوه بھن ابیہ ولا تکلوه۔ جو شخص مثل زمانہ جاہلیت کے اپنے باپ دادا کی طرف اپنی نسبت ظاہر کیا کرے تو اُسکے منہ اُسکے باپ کا غایہ وید و اور کتبا یہ نہ کرو۔ یعنی اُسکی مذمت کرو اور اُس نفل کو برا ظاہر کرنا جو کوئی مکان بناتا تھا۔ اُسکے واسطے بالہ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ اسکی اصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص شادی کرے کہ بیوی اپنی اپنے مکان میں لانا تو اُسکے ہینگ پر ایک تہہ نما کوئی چیز بنا دینا جسکے اندر دونوں آرام کرتے تھے۔ (دیجوتھیرے مقالہ کی چوتھی فصل)

نعم عوفك (خوش سے تیرا دل یا اچھی بنی رہے تیری شان) شادی کی مبارکبادی میں بالرفاء والبنین استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک شخص کسی کی شادی کی مبارکباد میں بالرفاء والبنات والبنین والبنات کھاتا تھا جسکا مطلب یہ ہے کہ جوڑا ملارہے اور طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اور کثرت سے اولاد ہو جس میں لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں۔ مگر متاخرین کی استعمال یہ ہے کہ شادی کی مبارکبادی میں مبارک ما عملت ربنا تعالیٰ یھتک وان شام الله قرین التوفیق وتنظر الخیر ویجعلہ الله عرسا مقروفا بالہنا والسرور۔ وغیرہ کہتے ہیں۔

اور ولادت کی مبارکبادی میں مبارک ما جادک ید فی بدلائک وجعلہ الله من طوبی الاعمار وان شاء الله تفرح منه وتزوج اولاد و درۃ الغواص میں کہتے ہیں کہ جب کسی عکے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو اُسکی مبارکبادی میں ہینا لك النافجة (مبارک ہو تجھے تیرے مال کی زیادہ کرنے والی) کہتے تھے۔ (دیجوتھیرے مقالے کی چوتھی فصل)

عید کے دنوں کی ملاقات میں جو ایک دوسرے کے مکان پر جاتا ہی
تو انتم بخیر احیاکم اللہ لکل عام کہتے ہیں۔ اگر وہ شخص جسکی ملاقات
کو گئے ہیں۔ بن بیا ہو۔ تو فی السنۃ القادۃ نشوفک عریضاً۔

کہتے ہیں۔ اور اگر بیا ہوا ہے اور کوئی بچہ نہیں ہے تو کلمہ ملاقاتیہ میں
کہتے ہیں فی السنۃ القادۃ یکون عندک غلام اور عید النسخی میں
خاص کر کہتے ہیں السنۃ القادۃ فی عرفات اور اگر دو مسافر مل جائے
تو السنۃ القادۃ فی الاوطان مع جبر الخاطیۃ انشاء اللہ کہتے تھے۔

جب کسی بر فیض کی عیادت کو جاتے تو الفاظ دلہی میں مصحح اللہ
ما بک (خدا تیرے تمام امراض لاحقہ کو دور کرے) اور متاخرین کے
استعمال میں زال البأس شفاک اللہ وعافاک یا یہ کہ اجرا وعافیۃ
یعنی خدا تعالیٰ اس مرض کی تکلیف کے معاوضہ میں ثواب اور عطا عت وک۔
جب کسی کی تعزیت اور ماتم پرسی کرتے ہیں تو عظیم اللہ اجرکم و
قاطع الاسواء حنکم و دبنا الالبقی یکدر لکم خاطر و یجعل العوض
بسلا متکم وغیرہ کلمات تسکین آمیز کہتے ہیں۔

اگر کوئی بیکہ مر گیا ہے اور اُسکے باپ کو تعزیت دینے گئے ہیں تو دبنا
اجعلہ لنا فرطاً کہتے ہیں۔ اور ماتم دارا شکے جواب میں ویسے ہی کلمات
کہنا ہے جو تعزیت دینے والے کے کلام کے موافق ہو۔

حکایت۔ ابو الولید احمد بن عبد اللہ بن غالب بن زید بن مخزومی
اندلسی (جسکی ولادت شہر تریبلہ میں ۳۹۴ھ ہجری مطابق ۱۰۰۳ء میں
ہوئی تھی) ایک دن اپنے کسی عزیز کی قبر پر غمگین کھڑا تھا۔ اور جو لوگ وہاں
موجود تھے اُسکو کلمات تعزیت سے تسکین دلاتے تھے وہ بھی ہر ایک
کو ایسا جواب دیتا تھا جو دوسرے کے جواب سے بالکل علیحدہ ہوتا تھا۔ یعنی
سب کو علیحدہ علیحدہ لفظوں اور علیحدہ علیحدہ معنوں میں جواب دیتا تھا۔ اسی طرح

ضرب الثل بثلثا۔ جب کسی کے وسعت بیان کی تشریف کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔

ادسع عبات من بن زید و۔

جب کسی جلسے میں کسی مسلمان کا ذکر آتا ہے تو اسکو رحمہ اللہ تعالیٰ بالرحمۃ کہتے ہیں اور اگر تحریر میں اُسکا ذکر آجائے تو طاب ثراہ یا قدس سرہ و نور فرجہ وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور مرے مسلمان کو متوفی اور غیر مسلمان کو مالک یا میت۔

مقام مرع میں حذافلان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے یعنی ہو حبیب یا هذا رجل حسبك من رجل فلاں شخص تیری حمایت کیلئے کافی ہے۔ اور جب کہنی حسبك اللہ کہتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا تجھے بدلے۔ اور وہ بدلہ لینے کے واسطے کافی ہے۔

جب کسی کے سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں تو پہلے کہتے ہیں حَبَّأ وکلامۃ یعنی میں تمکو بہت دوست جانتا ہوں اور تمہارا اعزاز کرتا ہوں۔ جب کوئی شخص کسی پر بہرہ ور نہ کر کے اپنے راز کو اُس سے کہتا ہے تو اُسکو یہی کہہ دیتا ہے القیت الیک عجری و عجری میں اپنا شعلہ تمہیں بنا

مختلف محاورات

بعج بطنہ للہ۔ اُس شخص نے پوری نصیحت کر دی۔

ابوء الیہ بمنعۃ۔ میں فلاں کے انعام اور احسان کا اقرار کرتا ہوں۔ مافی صدری حواء و لا لوجاء۔ میرے دل میں بالکل شک کے شبہ نہیں ہے۔

کلمۃ فارڈ حواء و لا لوجاء میں نے فلاں شخص سے بات کی مگر اُس نے نیک بد کچھ بھی جواب نہ دیا۔

حنان اللہ۔ خدا کی پناہ۔ اجلک اللہ خدا تیری قدر بڑا کرے حاشاک

حاشا۔ ہرگز ایسا نہیں ہوا۔ میں بالکل اس الزام سے بری ہوں۔
حاشا للہ عن النقص خداوند کریم نقصان اور عیب سے بالکل پاک ہے
حاشا للہ۔ پناہ بخدا۔

لبت شہری۔ کاش میں اس بات کو جانتا۔
منج۔ تعجب اور رمناسندی یا غزوہ کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔
اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ بات بہت بڑی ہے بدلہ کے معنی منج
منج کے ہیں۔

وہی کسی کی رائے میں وہی کالفظ تعجب کے موقع پر استعمال ہوتا ہے
اور کسی کی رائے میں جھڑکنے کے موقع پر۔ جیسے وی الزید۔
جب کسی خبر کو سننے خوش ہوتے تو کہتے واہاما ابدہا واہ
کیسی ٹھنڈی اور دل کو خنکی بخشنے والی خبر ہے۔ یا واہا لہا من لغیۃ
واہ کیسی خوش آئند آواز ہے۔ مثل ہے لہا من الرجال۔ نیک اخلاق
شریف۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں شخص اس کلمے کا مستحق ہے۔ اور
بد ذات و بد طبیعت واہ کا مستحق نہیں ہے۔ ابوالنجم کہتا ہے۔

واہا لریا شہر واہا واہا | واہ واریا واہ واہ | کاش اُسکی آنکھیں اور
یالین عینا ہا لنا وفاہا | منہ میرے ہی لئے پیدا کئے گئے ہوتے
آخ۔ کراہت اور نفرت کا کلمہ ہے اور درد و تکلیف کے موقع پر
بھی زبان سے نکل جاتا ہے۔ جیسے حسن۔ آخ۔ اوق۔ باق۔

ضلال بن بھل۔ تغلل۔ فعل لغوا اور بھل کے معنی میں ہیں۔
ہے۔ یہ تینوں لفظ لغوا اور بھل کے معنی میں ہیں۔

ہیان بن بیان۔ جکے باپ کا پتہ نہ معلوم ہو کہ کون ہے اُسکو کہتے ہیں۔
جاء بقزحی حمار۔ جھوٹ کہتا ہے۔
جاء بالضلال بن بھل۔ جھوٹی اور فضول خبر لایا۔

کسی چوٹے کو جب جھڑکتے ہیں تو کہتے ہیں صدہ چپ۔
جب کوئی شخص کہیں باہر سے آکے بیان کرے کہ ٹکڑا فلاں شخص کا
بیان دینا تھا تو اُس مخبر کو کہتے ہیں وجہ المحرّش اقیح۔ اس اُجھار نیوالو
اور غصہ دلانے والے کا سٹھ کالا۔ یہ ویسی ہی بات ہے جو عام لوگوں میں شہو
ہے کہ گالی دینے والے نے گالی نہیں دی بلکہ جس نے تم سے آکے
بیان کیا ہے اُس نے گالی دی ہے۔

جس کسی کے قول یا فعل سے تنگ آجاتے ہیں تو کہتے ہیں خسا
(دور ہو) یہ لفظ کتے کے دنگارنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کسی سے
کوئی ایسا فعل ہو جائے تو نہایت برا اور اُس کام کے کرنے والے کی مذمت
منظور ہو تو کہتے ہیں اخزاه اللہ۔ قبحہ اللہ۔ اف وقف (اف کا لفظ
اف سے بنایا گیا ہے۔ کان کی میل کو کہتے ہیں اور نیز جھڑکنے کے موقع
پر استعمال ہوتا ہے)۔ اور تف ناخول کا میل۔ یہ دونوں لفظ بجا بلکہ سچ کچے
افاللہ۔ اس پر نجاست پڑے۔ اچ وقف (تف تو معلوم ہو گیا لیخ
بھی نجاست اور چرک کے معنی میں ہے۔

حز اللہ کسی کام سے پناہ مانگنے کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ جب کسی کو اُسکو
منہ پر ذلیل کرنا مقصود ہو تو کہتے ہیں یا جقتہ۔ جقتہ کے معنی پست قدم کے
ہیں۔ اور جبکی صورت سے نفرت ہو اور اُسکو اپنے پاس سے نکالنا مقصود
ہو تو کہتے ہیں یا حداد حدیۃ لے نکال دینے والی اسکو نکال دے۔
بے غیر آدمی کو نکلد حظیرہ کہتے ہیں۔

کبھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ مدح کے موقع پر بددعا کرتے ہیں تاکہ مدح
تظرب سے محفوظ رہے۔

رم اللہ فی عینی بنیۃ بالقذی | بنیۃ کی آنکھ میں خدا تعالیٰ خاک ڈالے
وفی العزمین انیابا بالقوادح | اور اُسکی رقتار کی عزت میں عیب۔

اسی طرح یہ فقرہ بھی ہے قاتلہ اللہ ما افسدہ خدا اسے قتل کرے
کیسا فہیح و بلیغ ہے۔ ظاہری تویہ معنی ہوئے اور حقیقت میں یہ مطلب
ہوا کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی اسکا قاتل نہیں ہے۔ یعنی کوئی ہمسر
ہی نہیں ہے اسکا جو اسے قتل کر سکے۔ پس خدا ہی اس کے قتل پر قادر ہے۔
اسی طرح لا اعدا من لفرہ۔ نکلتا امہ۔ ہبنتہ امثہ۔ نکلتہ
الجنل۔ جنل کے معنی ماں۔ زوجہ کے ہیں۔ ہوت امثہ۔ اسکی ماں
گر پڑی۔ شاعر کہتا ہے۔

ہوت امہ ما یبعث الصبح غایا | ماں اسکی گر پڑی صبح جو آتی ہے تو
وماذا یؤدی اللیل حین یؤوب | کیا لیکے آتی ہے۔ اور جب رات آتی
ہے تو کیا فاک فائدہ پہنچاتی ہے۔

ویلک۔ ویل لک۔ نیز ابراہو۔ (پہلے برے دو نو میں مستعمل ہے۔)
بو حاک۔ بعض کی رائے میں کلمہ ترم ہے جیسے ویک۔ اور بعض کی
رائے میں ویل کے معنی میں ہے۔

لفی فلان ویسا (فلان شخص جو چاہتا تھا یا گیا)

غلیل نحوی نے لکھا ہے کہ اس طرح کے چند ہی لفظ ہیں۔ مثلاً ویس۔
ویح۔ وید۔ ویل۔ ویک۔ ویب۔ اور ہر ایک کے معنی ملتے جلتے ہیں
مگر ویج۔ اور ویس تعجب اور محبت کے مقام پر استعمال کئے جاتے ہیں۔

جسکے کلام سے تفاؤل کرتے ہیں کہتے ہیں بفیك الحج۔ اور جبکو
بد و عادیتے ہیں کہتے استأصل اللہ عرفاتہ (نفع کرے خدا اس کے
عرفات کو) عرفات عرقہ کی جمع ہے۔ عرق اس ڈوری کو کہتے ہیں جو گودا
خیسے کے باندھتے ہیں۔ اور وہ خیسے کی اصل سمجھی جاتی ہے۔ یہ ڈوری
بٹی ہوئی نہیں ہوتی۔ بلکہ بنی ہوئی ہوتی ہے)

بد لا یطی اعفر۔ فردوق کے کلام سے لیگیا ہے جبکہ اس کے بہائی کی

خبر موت اسکو سنائی گئی۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا تھا۔

اقول لله لما اتاني بغيه به لا بغيث بالصوبية اعفرا
به لا بكيب فاجع بالسبا سب سبكي پر ثنات اور مضحکہ کرنے کے موقع
پر استعمال ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو کسی برے کام سے منع کرتا چاہتے
ہیں تو کہتے ہیں لا تفعل ذالك امك حالق (یہ کام نہ کر تیری ماں کا سر
تیرے غم میں مونڈا جائے)
بسلا له برا ہو اسکا۔ بسلا واسلا بدو عا ہے۔

کلمات بدو عائیہ

بسلا بسلا۔ آمین۔ آمین۔

بعض جدك۔ بعض جدك۔ بعض بعد ولہ عینا۔ تیرا بخت
اور نصیب خراب ہو جائے۔

نتب فلان۔ نتب یدلہ خلا وخسرة۔ تبالہ۔ خدا تعالیٰ اسکو
ہلاک کرے اور نقصان پہنچائے۔

نتل اللہ عرشہ خدا اسے موت دے اور اسکا مالک لے لے۔

عثر جدك۔ بعض جدك نصیب اسکا خراب اور برباد ہو جائے۔

ذبل ذبلہ۔ ذبلا ذابلا ذبلا ذبلا۔ خدا اسکے مال کو تلف کرے۔

اری اللہ بہ۔ خدا تعالیٰ لوگوں کو دکھلا دے کہ فلاں شخص پر عذاب نازل ہو۔

لا حظی رفاعی یہ عورت کی بددعا ہے۔ یعنی خدا تجھ کو ہر نہ دے۔

لا مشب اللہ قرنا۔ لڑکے کی بددعا ہے۔ یعنی خدا کرے کہ تو جوان ہی

مر جائے۔ اور تیرے بال سفید ہونے کو نہ آئیں۔

اشعب اللہ عیش فلاں۔ فلاں شخص کی زندگی کو خدا تعالیٰ سخت کر دے۔

(بدو عا ہے)

افضحی اللہ ظلہ خدا نکو بلاک کرے۔
 آئۃ اللہ - خدا کرے اُسے گناہ نہ ہو جائے (کذا ایک مرض ہے جو پردے
 کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔

لاکان ولا تکون - و لحاہ اللہ - خدا اُس پر لعنت کرے۔

لا ہلاک اللہ - اُس کے رنج و غم کو خدا باقی رکھے۔

واہذ لہ وللیدین واللفم - خدا اُس کو منہ اور ہاتھ کے بل گرائے۔

رماء اللہ باضحی حادیۃ - خدا کرے اُس کو ماریہ سانپ کاٹے۔ (ماریہ
 اُس سانپ کو کہتے ہیں جو بوڑھا ہو کے دبلا ہو گیا ہو۔ اُس کا کاٹا ہوا آدمی
 زندہ نہیں رہ سکتا۔

رماء اللہ بالصدام والاولق والجذام - خدا کرے اُس کو صدام اور اولق اور
 جذام ہو جائے۔ (صدام ایک مرض ہے جو گھوڑوں کے سر میں ہو جاتا ہے
 اولق جتون - جذام شہور ہے)

رماء اللہ بلیلیۃ لاخۃ لہذا کرے اُس کو ایسی رات نصیب ہو جس کے لئے
 دوسری رات ہی نہ ہو۔ یعنی اُس کو ایسی رات نصیب ہو جس میں وہ مری جاوے۔
 رماء اللہ بلبینہ - خدا اُسے موت دے جوین سے مراد موت ہے اس
 سبب سے کہ موت ہی گویا انسان پر ایک قرض ہے کہ بغیر آئے اور جان
 لئے راضی ہی نہیں۔

رماء اللہ من کل اکمۃ بنجر - ہر کہیں سے خدا اُسے پتھر مارے۔

علی الشرف الاقصی فاعیدہ - خدا اُسے دور کرے اور ہلاک کرے۔

عقرہ وحلقہ - ہلاکت کی بد دعا ہے۔

عقری حلقی - وہ عورت جو اپنی خوشنیت سے اپنی قوم کو ہلاک کرے۔

علیہ العقار والدبار وسوء الدار - اُس پر زمین اور شہر اور گھر اُس کا روئے۔
 علیہ العفار الذنب العولہ وہ ہلاک ہو جائے اور ہونٹے والا بیٹھ یا اُس کو پیار نہ کھا۔

دیر یا یقطع العظام بدیا۔ خدا کرے کہ پیپ اُسکے جوف (پٹ) کو کھائے اور اُسکی ٹہنیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرے۔

جذبح اللہ مسامحہ۔ خدا اُسکے کان کو بہا کرے۔

اجن اللہ جبالہ۔ خدا کرے اُسکے پہاڑوں (سکانوں) میں جنوں کا بیل رماہ اللہ بل لا لذب۔ خدا کرے وہ شخص جو ک کے مرض میں مبتلا ہو۔

(دارالذب کے معنی بعض بے جھوک کے ٹکڑے ہیں اور بعض نے موت کے اور کہا ہے کہ جو پیرے کو سوائے مرض الموت کے کوئی مرض ہی نہیں تھا

رماہ اللہ بالاطلالة والاحتی الماطلة۔ خدا کرے اُسکو یا مرض سخت ہو کہ کسی طرح نہ چھوٹے۔ اور یہی تپ آئے جو دینک قائم رہے۔ اور دفع ہونا ہی نہ پائے۔

اصد اللہ صلاہ۔ مر جائے کہ آواز تک نہ بلند ہو۔
ولج الرجم۔ سنگسار کیا جائے۔

اصحن اللہ عینہ ولا عجبہ ولا وسعہ۔ خدا اُسے غم میں نہ لائے اور اُسکا ساتھ نہ دے۔ اور نہ کسی قسم کی کشائش اور راحت عنایت کرے۔

لاقیت اخیلا۔ سافر کو بددعا کرنے میں کہتے ہیں۔ یعنی تجھے اخیل کی ملاقات ہو۔ (اخیل ایک پندہ ہے جسے عرب مخوس سمجھتے ہیں)۔

صفرت یلاہ من کل خیر۔ خدا کرے اُسکے ہاتھ ہر قسم کی خیر و نیکی سے خالی ہو جائیں۔

تربت یلاہ۔ محتاج ہو جائے۔

لا تدرک اللہ لہ واصفحة۔ خدا کرے اُسکے پاس کوئی بھی چیز باقی نہ رہ جائے۔
یا فقط مال ظاہری اُنکا فنا ہو جائے۔

اباد اللہ خضرہ۔ جب کسی کو بددعا کرتے ہیں تو یہ جملہ استعمال کرتے ہیں
مسمیٰ نے بیا کیا ہے کہ اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن کی نعت

اور ذراعت کو تلف کر دے۔ اور اگر حضار کی جگہ "غضار" ہم "ہو تو اسکے
میں خیر اور نیکی کے ہونگے۔ یعنی خدا کرے کہ خیر و نیکی آنکی تلف و ضائع
ہو جائے۔ یا من و نازگی۔

شاعر نے غضار اور غضاۃ کے معنی تازگی اور آب و تاب بخ کے لئے ہیں
احوال التراب علی محاسنہ اسکے چہرے اور ماتہ پاؤں پر خاک
و علی غضاۃ وجهہ النضر ڈال دو۔ اور نیز اسکے چہرے کی
آب و تاب اور تازگی پر۔

ابدی اللہ متوارف خدا کرے اسکا پر وہ فاش ہو جائے۔ (شوار کے معنی
بچنے فلکن الوجہ۔ اسکو فانت الحجب کا مرض ہو جائے۔ یعنی مر جائے
بوسالہ۔ تو سالہ جو سالہ۔ اسپر سختی نازل ہو۔ یہ تین جملے ایک ہی
معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

بھرالہ۔ اسپر سی بلانازل ہو جس سے وہ مہیوت ہو کے رہ جائے۔
جد عالہ۔ اسکی ناک کاٹی جائے۔

ثبت لبدہ۔ اسے لوٹنے سے کوئی خیر نہ ہو بچے۔ (چونکہ عرب کی روٹی ٹوٹ
پاٹ پر چلتی تھی۔ اسلئے یہ بدو عادی گئی ہے)
لا حلبت ولا احلبت۔ تجھے دودھ دوہنا نصیب نہ ہو۔

ایک عرب نے دوسرے کو بدو عادی تھی کہ ان کنت کا ذبا محلبتفا
و شربت باردہ۔ تجھے اونٹ کا دودھ دوہنا نصیب نہ ہو سوائے بکر کی
اور ٹھنڈا پانی پینا لے۔

عرب کی گالیاں

جب کوئی عرب کسی دوسرے کو گالی دیتا تھا تو اسکی ماں کی شان
میں کوئی فحش لفظ استعمال کرتا تھا۔ مثلاً یا ابن الفاحشۃ۔ یا ابن الخنا

یا ابن المنتہ۔ یا ابن مشامتہ الوزر۔ (شام کے معنی بدبختی سے آئینہ الا اور وزری کے معنی گناہ) یا ابن ذات الزاریات (زندیاں عرب کی اپنے مکانوں کے سامنے کوئی ایسی چیز نصب کر دیتی تھیں جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ یہاں فاحشہ زندیاں رہتی ہیں) یا ابن الفاعلۃ۔ یا ابن التادطاء (اے لونڈی کے پیچھے) یا ابن نذق (اے زانیہ عورت کے پیچھے) یا ابن المراغۃ (مراغہ اس زمین کو کہتے ہیں جہیں چوپائے لوٹیں۔ یعنی تو اپنی ایسی عورت کا پیچھے ہے جو مثل اس زمین کے ہے جس پر چوپائے لوٹتے ہیں) لام لک (تیری ماں حرا نہیں ہے)

سیدانی نے لکھا ہے کہ یہ گالی گویا پوری گالی ہے کیونکہ لونڈیوں کی اولاد عرب میں بالکل غیر معزز سمجھے جاتی تھی اور حرا کی اولاد نہایت معزز تھی دیکھو متال ثالث کی چوتھی فصل)

لا بالک (یہ انتہا کی گالی ہے اس سے بڑھ کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ظاہر ہے کہ جسکے باپ کا پتہ نہ ہو کہ کس کے نطفے سے ہے تو وہ کیسا حرام زادہ سمجھا جائیگا) یا ابن القتران (اے دیوٹ کے پیچھے) یا خبات (اے غیبت عدا یا خبت۔ یا لکاع (اے لیبہ اور کینی عورت) حبیہ نے اپنی بیوی کو لکاع کہا تھا۔ اسکا شعر ہے۔

اطوف ما طوف ثمدای الی بیت قعید نہ لکاع

اکثر فقرات حرف ندا (لفظ یا وغیرہ) کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں۔

عورتیں ہی ایک دوسری کو گالیاں دیتی تھیں۔ انکی گالیاں حسب

ذیل ہیں۔ جینلوطلہ (جھوٹی یا کثرت سے گھنے والی) یا خراق

خزق کا ہم معنی ہے خزق کے معنی بیٹ۔ یعنی گھنے عورت۔ یا بنظر

بہت ہی نخس کالی ہے) بڑے آدمی جن الفاظ سے چونکو گالیاں دیتے مثلاً

یا ولد الزنار و تربیۃ الخنا۔ یا ابن اللکھا سیا ابن اللقینطہ وغیرہ اور یہی یہودہ الفاظ

خفگی کے الفاظ

لاکویتك كية الملقوم (میں تجھے ایسا دافوں گا جیسے جلع زعم
 باور کے مقام کو دافتا ہے) لارینك لمبا باصلاً (میں تجھے بہت ہی
 سخت خوفناک سر دکھلاؤں گا) لا لحنن حوا قنك بذوا قنك
 (میں تیرے نیچے اوپر کو ایک کر دوں گا۔ یا تیرے سر کو پیر سے ملا دوں گا) لا لحنن
 فی حوصك (میں تیرے ساتھ کوئی کماور تیرے مار ڈالنے کی فکر کر دوں گا)
 لا قیمنك علی الذر (میں تجھے تر پر قائم کر دوں گا۔ تر اس ڈور سے کو کہتے ہیں
 جس سے معمار لوگ دیوار وغیرہ کی پمائش کرتے ہیں) لا قیمن اخذ صیك
 (میں تیرا سا رخ ورنہ کال دوں گا) لا قیمن قذ لك (میں سب تیرا ٹیرا پان
 دور کر دوں گا) قذل کو حزل ہی پڑا گیا ہے۔ حزل کے معنی کھجے۔ یعنی
 تیری کجی دور کر دی جائے گی) لان النقی روعی وروعك لتند من
 علی مقارنتی (اگر میرا اور تیرا دل ایک جگہ ہو جائیگا تو تجھ کو سخت ندامت
 میرے ملاقات سے ہوگی۔ اسوجہ سے کہ میں تجھے زیادہ قوت رکھتا ہوں اور
 تیری شرارت کو ٹھاسکتا ہوں)۔

جلاج بن یوسف ثقفی نے انس بن مالک سے کہا تھا لا قلعنك
 قلع الصمغہ (میں تجھے ایسا اکھاڑ کے پھینک دوں گا جیسے درخت سے گوند
 پھینچ لیا جاتا ہے۔ اور اسکا پھرشہ بھی نہیں رہتا) ولا جزرنك جزر الخ
 ولا عصبنك عصب السلطہ۔ انس نے کہا کس کو کہتا ہے۔ جلاج نے
 کہا ایاك اعنی اصم اللہ صدك ابے میں تجھی کر کہتا ہوں۔ خدا
 تیری صدا کو بند کرے۔

انس نے یہ واقعہ کہہ کے عبد الملک بن مروان کے پاس بیویا عبد الملک
 نے جلاج کو لکھا یا ابن المستقر مہ بعجم الزییب لقد هممت ان اركك

رکلتہ تقویٰ منها الی نار جہنم۔ اضغفک ضغفۃ کبعض ضغفات
 اللیوث الثغالب واخطفک خبطۃ لوقد انک زاحمت فخر جلد
 من بطن امک۔ فالتک اللہ اخیض العینین۔ اصلک الاذنین
 اسود الجا عرتین۔ اجش الساقین۔

(اے انگوڑے بیج چبانے والی کے بچے میں نے ارادہ کیا ہے کہ
 تمہ کو اتنی لائیں ماروں کہ اُس سے توجہنم کے اندر جا کر رہے یعنی مر جا۔
 اور تجھے ایسا کاٹ کے کھالوں جیسے بھوکا شیر لومڑی کو کھا لیتا ہے۔
 اور ایسا تجھے حواس باختہ کر دوں کہ تجھے سوائے تیری ماں کے فلاں کے
 کہیں چھپنے کی جگہ بھی نہ ملے۔ خدا تجھے قتل کرے۔ اے چونڈھی آنکھوں والے
 جیسے بڑا گر۔ اور بہرے۔ اور کالی مقعد والے۔ (جامعہ مبزن کے سوراخ کے
 ملتے کو کہتے ہیں۔ اور بڑے بڑے سرین اور پتلی مانگوں والے۔)

تسخر اور مضحکہ کے موقع پر کہتے ہیں لا یفنی اللہ علیک ان البقین علی
 یعنی جہاں تک ہو سکے تو میری ایذا رسانی میں کوشش کر مگر تجھ سے کیا
 بدم کدہ ہو سکتی ہے۔ اور اگر ذرا بھی تو اس میں کمی کرے تو خدا تجھے باقی نہ کرے
 یعنی جی بھرا پناہ و مہربان کال لے دیجیں کیا کر سکتا ہے۔

لابقی الاعلیٰ فضلك ایسا مطالبہ ہے کہ تیرا جو جی چاہے وہ کر لے مجھ
 تو تیری کچھ بھی پروا نہیں ہے۔

لا تبرق علینا۔ ذرا ہمارے سامنے اپنی تیزی اور چمک تو نہ دکھائیے یہ جملہ
 اُس شخص سے کہا جاتا ہے جو این زبٹ بہن کرے اور کام اُس سے ایکسا
 بھی نہ ہو سکے۔ یہ لفظ عشق سے مشتق ہے۔ کیفیت کہتا ہے۔

ابرق دارعد یا بید | اے زید چاہے تو تپکے چاہے چمکے مگر مجھ کو
 فوا عید لعلی بضایت | اس سے کچھ بھی مزہ نہیں پہونچنے والا ہے۔
 براق لمن لا یعرفک اسکے سامنے اپنی چمک دکھانا جو تمہیں پہچانتا نہ ہو۔

جلاوا الجوزاء یہ محض جوزاء کی جگہ ہے۔ یعنی ہے وہی کچھ ہی نہیں فقط
 گیدڑ جیسی ہے۔ اصل اسکی یہ ہے کہ جونا، صبح کو طلوع کرتا ہے اسوقت
 بہت تیز ہوا چلتی ہے۔ پھر فوراً ہی ٹھیر بھی جاتی ہے۔
 دعدہ ینز مع فی طمئدہ اسے چوہ بھی دے کہ اپنی گراہی میں پڑا چلا جائے۔
 و یقلع فی سلحہ اور اپنے کو لٹہڑا رہے۔
 ما ادری ائی من و جن میں نہیں جانتا یہ شخص ہے کون۔
 ما ادری ائی اودک ہو۔ میں نہیں جانتا یہ کون رہند ہے۔

چھٹا باب

عرب کے اخلاق ان کے شجاعوں اور فصیحوں کا ذکر اس باب کی
 تین فصلیں ہیں

فصل اول

عرب کے اخلاق اور طبیعت

عرب کی عمدہ سے عمدہ طبعی صفتوں میں سے حریت و آزادی یعنی غلام نہ ہونا

ایک ایسی صفت ہے کہ تمام بادیاہ نشین عربوں کی طبیعت میں سما کی پھٹی ہے بلکہ تمام عربی امت میں اسکا بے انتہا مرتبہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر شخص اس پر فخر کرتا ہے اور اس صفت کے برابر کوئی صفت نہیں سمجھتا۔ اسی وجہ سے ہر ایک شخص اپنے آپ کو بجائے خود بادشاہ سمجھتا ہے۔ اور کسی کا دباؤ نہیں مانتا۔ نہ کسی کی ہستی باغلب ہے۔ اسی وجہ سے ہر پاک دل اور صاف باطن اور شریف گوشتہ کہتے تھے۔

حر کے لفظ کی تحقیق۔ حر ہر چیز کے خالص اور جیدہ کو کہتے ہیں۔ جیسے طین حر۔ خالص مٹی جہیں بالونہ ملی ہو۔ احرار البقول جو سبزیاں کہ کھائی جاتی اور رکھی جاتی ہیں۔ حر الملوک۔ غلامی سے غلام چھوٹ گیا۔ اور اب خالص اپنے نفس کا مالک بن گیا۔ ارض حرۃ۔ جس زمین پر محصول اور عراج نہ ہو۔ ثوب حر۔ جس کپڑے میں کوئی عیب نہ ہو۔ علی ہذا القیاس جس چیز میں صفائی اور پاکیزگی اور نفاست کسی قسم کی پائی جاتی تھی۔ اُس کو حر کہتے تھے۔ (زوزنی)

مگر عرب میں جعفر بن قائل تھے اُسے قذریہ جو دگیاں اور عیوب بھی موجود تھے۔

عرب کے عیوب

جس طرح بدی عربوں کو رہنی کنا۔ لوٹ لینا۔ کپڑے اُتار لینا۔ پہیر جنگ و جدال کرنا پیشہ ہو گیا تھا۔ اسی طرح شہری عربوں میں دھوکے بازی فریب دہی۔ تجارت وغیرہ معاملات میں کمسو و غما کی سخت عادت تھی۔ باہر ہم ہمیشہ انہیں بخشش اور امانت داری اور حق ہمسایہ کی رعایت اور خدا قمت کی بھی بڑی شہرت تھی۔ انکی برائیوں اور بھلائیوں کی مساوات کو غور کیجئے کہ مثلاً اگر کسی موقع پر کسی شخص نے ایک مسافر کو مار پیٹ کی اُسکا مال اُسکا چھین لیا ہے تو اگر وہی شخص اُس عرب کے خیمے میں آجائے جس نے اُسکے کپڑے

چھینے میں بشرطیکہ وہ پہچانتا نہ ہو کہ یہ وہی آدمی ہے جسکے کپڑے میں نے ظلم سے لے لئے تھے۔ تو ضرور اسکے حال پر مہربان ہوگا۔ اور اپنے پاس سے اٹھ کپڑے نکال کر انہیں پہننے کو دے گا۔ کھانے کا بندوبست کر دے گا۔ اور اگر بالفرض اسکو پہچان ہی پئے گا تب بھی اسکے ساتھ ویسی ہی مراعات اور رعایت کرے گا جتنی انکے اجنبی آدمی سے کرنی چاہئے۔ حالانکہ نہ جانتا ہے کہ میں نے ابھی اسکے کپڑے اور مال و اسباب چھینے ہیں مگر اپنے گہر میں آجائے کی شرم ضرور بنا ہے گا۔

ابن خلدون مغربی کہتا ہے کہ بدیہیوں میں دینداری کا محتاج اگرچہ کچھ کچھ ہوا مگر بخوبی نہ ہونے پایا۔ اس سبب کہ انکی نظرت میں چونکہ شرارت اور بد معاشری اور قزاقی کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی اسوجہ سے وہ مجبور تھے کہ پوری دینداری کر سکیں۔ اور اگر کبھی لوٹ مار سے توبہ بھی کر لیتے تو اسکے معنی یہ ہوتے تھے کہ اب اسیں کسی کم دینگے۔ نہ یہ کہ بالکل چھوڑ دیں گے۔ ان کے عیوب میں سحرہ بات بھی تھی کہ اگر کسی شخص کو دریا میں ڈوبتے دیکھتے کبھی نہ بچاتے۔ بلکہ اور اسکے ڈوبنے کی فکر کرتے۔ اور اگر کوئی مسافر انہیں سے ملجاتا تو اسکے کپڑے اور مال و اسباب چھین کے بازاروں میں لیچاکے غلام بنا کے بیچ لیتے۔ اور رامہوں میں جو کمزور بنے ہوئے میں انکو گھاس وغیرہ سے چھپا دیتے کہ مسافر کو پانی نہ مل سکے۔ اور پیاس سے مر جائے تو مسفت میں اسکا مال ہاتھ آئے۔

عرب کے چور۔ کچھ لوگ تو ایسے مشہور اور کمالی چور گذرے ہیں کہ بدلوں اُنکا ذکر زبانوں پر رہا۔ اور آخر کتابوں میں بھی مندرج ہوا۔ اور ضرب المثل بن گئے۔ مثلاً سلیک بن سلیک۔ شظاظ دین شخص بنی مندہ کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور عبد بن قیس بن قتان بن امشہ کا بیٹا ہے شریف محلہ برجان۔ تاجہ۔ ابو حروبہ۔ یہ سب جاہلیت میں اعلیٰ درجے کے چور سمجھے جاتے تھے۔

شمال میں کہتے ہیں اسرق من شظاظ۔ اسرق من تاجعہ وغیرہ۔ انکو
ذوبان العرب (عرب کے بھڑپے) کہتے ہیں۔

کچھ لوگ ظلم میں بھی مشہور ہو گئے تھے۔ ایکسید بن میں سے خیقان تھا۔
یہ شخص مدد درجے کا ظالم تھا اور ضرب النثل بھی تھا۔ حجاج بن یوسف ثقفی یہ بھی
ضرب النثل ہے۔ کہتے ہیں۔ اظلم من الحجاج واسفلک من الحجاج۔
عرب کے قتال۔ اور کچھ لوگ قتل میں بھی مشہور تھے۔ بنو امیہ کے حاتم
بن ظالم ہے۔ براقر بن قیس کنانی ہے۔ حجاج ابن حکیم سلمی۔ عرب بن کلثوم۔
انکے علاوہ جاہلیت اور اسلام میں جو لوگ قتال ہوئے۔ انکی مثل انہی مذکور
الصدر لوگوں سے دیکھائی ہے۔

چند اشخاص عذر اور بیوفائی میں مشہور آفاق تھے سب میں زیادہ مشہور
سعد بن تیمم کی اولاد تھی۔

ان لوگوں نے آپس میں ایک اصطلاح متقرر کر لی تھی۔ جب عذر کا نام
دینے تو کیسیان کہتے تھے۔ جیسا کہ نزار بن تولب نے کہا ہے۔

اذ اکت فی سعد و امدک منہم۔ تو اگر قبیلہ سعد سے ہو اور تیری ماں
عربیاً فلا یغزوک خالک منہم۔ اسی قبیلے کی ہو اور اتفاق سے تو
اذا مادعوا کیسیان کا نعت کھول دے۔ مسافر نہ صورت میں وہاں پہنچے
الی العذر اذنی منہم۔ شہداء بہ المرء۔ تو ہرگز سعد پر اطمینان نہ کرنا۔ اگرچہ
وہ تیرے ماموں ہوں گے۔ کیونکہ جب وہ لفظ کیسیان کہے پکار نیلے تو بوڑھے
بوڑھے آدمی جوانوں سے بھی زیادہ عذر نکلیں گے۔

اسی وجہ سے ان لوگوں کو کناۃ العذر کہتے تھے۔ اور مثل میں کہتے
تھے۔ عذر من کناۃ۔ العذر۔ اعذر من قیس ابن عاصم۔ اعذر
من عنبہ ابن الحوش۔ ان دونوں کی عجیب عجیب حکایتیں ہیں جنکی تفصیل
میں طول ہو گا۔

ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ قیس بن عاصم عرب کے تمام غادروں سے بڑھ کر تھا۔ (یہی اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتا تھا اور کچھ بچے باب کی چھٹی فصل) غدر کے ساتھ کچھ اور بھی اصناف۔ کچھ لوگ ایسے بھی گذرے ہیں جنہوں نے فقط غدر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُسکے ساتھ ایک اور بھی ذلیل حرکت شامل کر دی تھی۔ مسیودنیخ فرنبوی نے اپنی کتاب دیوان تلامذہ المعانی میں لکھا ہے کہ بدوی عربوں میں اکثر ایسے تھے کہ جب کوئی مسافر اُنکے چوڑے پر پہنچ جاتا تھا تو بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے۔ کھانا کھلاتے پانی پلاتے۔ اُسکے واسطے فرش بچھا دیتے وغیرہ وغیرہ خاطر داریاں کرتے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی دشمن بھی اُنکا مہمان ہوتا تو اُسکی ایسی ہی خاطریں کرتے۔ اور جنگ اُن کے گھر میں رہتا کیا ممکن کوئی اُسکو ستا سکتا۔ اور جہاں وہ یہاں سے رخصت ہو سکے چلا اور مکان سے باہر قدم رکھا۔ جب تلوار مار کے اُسکو قتل کر دیا۔ اور مال اسباب اپنے گھر میں رکھا۔ لاش اٹھا کے پھینک دی۔

اب یہ مقام قابل غور ہے کہ کس طرح کے اُنکے خصال تھے۔ اور ان دو خصلتوں میں سے (ایک تو اتنی خاطر کرنی جسکے مار ڈالنے کا پہلے ہی سے ارادہ کیا گیا ہے۔ دوسرے بعد رخصت کے اُسکو مار ڈالنا) کونسی بہتر ہے اور کونسی بد۔ یا دونوں بد ہیں۔ ایسے مقام پر عقل جبران رہتی ہے کہ کس طرح یہ وہ پن تھا۔ (دیکھو بیا پنجویں باب کی تیسری فصل)

عربوں کا حیلہ اور مکر

کچھ لوگ حیلہ گری اور فریب دہی اور چالاکی میں ہی فرو تھے۔ جیسے لقمان ابن عاد (عرب کا حبیب تھا) قصیر بن سعد بھی (جزیرہ ابرش کا مصائب) جس نے اپنی ناک اپنے ماتھے سے کاٹی تھی اور زبیر شہزادی جزیرہ عرب کو اسی حیلہ سے مار ڈالا تھا (سیوہ سے قصیر کی مثل ہو گئی ہے۔ کہتے ہیں۔ لا یراجع

قصیدہ افندہ۔ عاشقی نے لکھا ہے کہ عرب میں چار ہی آدمی چالاک
 زیادہ تھے۔ معاویہ بن ابوسعینان۔ عمرو بن عاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد
 بن ابیہ۔ گمبہ چاروں (سلامی) تھے۔

جس زبا کا ابھی ذکر آیا ہے اسکو قلعہ اودہ ہند بھی کہتے تھے۔ (دیپجو
 پانچویں باب کی دوسری فصل) زبا اسوجہ سے کہتے تھے کہ اسکے بال بڑے
 بڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ اسقدر اسکے سر کے بال بڑے تھے کہ جب چلتی
 تھی زمین پر اسکے بال لٹکتے جاتے تھے۔ اور جب بالوں کو کھول دیتی تھی
 تو تمام بدن کو چھپا لیتے تھے۔ اسکے زمانے میں کوئی اس سے زیادہ
 حسین نہ تھا۔ اور عذرا میں اسکی مثل دیکھتی ہے۔ کہتے ہیں فلان اعتر
 من الزبا یعنی اس شخص پر دسترس ایسا ہی مشکل ہے جیسے زبا پر
 قابو پانا مشکل تھا۔

عرب کے متکبر

جذیمہ برش بڑا ہی متکبر آدمی تھا۔ عرب اسکے تکبر کو مان گئے تھے۔
 انتہا اسکے تکبر کی یہ تھی کہ کسی کو اپنا مشیر اور وزیر نہیں بنایا۔ اور نہ کسی کو
 اپنا ہم نشین بنایا۔ کہتا تھا۔ یناد منی الفرقان۔ فرقہ ان ستارے بس
 میرے کہنشین ہیں۔ عرب کی مثلوں میں اسی وجہ سے فرقہ بن کو ندانی جذیمہ
 کہتے بعض اہل ادب نے یہ بھی لکھا ہے کہ زمانہ جذیمہ دو اور شخص تھے۔
 جو اسکے گم شدہ بہانے کو ڈھونڈ لائے تھے۔ نام ان دونوں کا مالک اور
 عقیل تھا۔ جذیمہ نے ان دونوں سے اسکے صلے میں کہا کہ جو چاہو مانگو
 ان دونوں نے اس سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں تیرے ندیم بنیں اس نے
 جب وعدہ قبول کیا۔ اور تھے وہ تک یہ دونوں اسکے ندیم رہے۔
 منجہ متکبروں کے بنی مخزوم کا گروہ قریش کے بنی امیہ کا گروہ جعفر بن

کلاب کی اولاد۔ زرارہ بن عدی کی اولاد۔ یہ لوگ بڑے ہی متکبر تھے۔

عرب کے احمق

عرب کے احمقوں میں مزب النثل ایک تو محاسن زرارہ تھا جبکہ ابو لہن بھی کہتے تھے۔ اس نے اپنا مال ایک اسب کے سایہ میں زمین کے نیچے دفن کر دیا تھا۔ جب اسب ہٹ گیا۔ تو پھر اسکو بالکل اپنے روپوں کا پتہ نہ لگا۔ دوسرا ہنقہ تھا۔ اس نے کوڑیاں تاگے میں پروکے گلے میں ڈال لی تھیں۔ کہ کہیں گم نہ ہو جاؤں۔ جب تک اسکو اپنے گلے میں دیکھا کرتا تھا کہ میں میں ہوں اور ابھی موجود ہوں۔ گم نہیں ہوا ہوں۔ اسی وجہ سے اسکا نام ذوالودعات پڑ گیا۔ بنی قیس بن ثعلبہ میں سے تھا۔ اور اصلی نام اس کا یزید بن ثروان تھا۔ تیسرا احمق ابو غبشان تھا۔ جس نے خانہ کعبہ کی کبھی ایک مشک شراب پر پیڑالی (دیکھو چوتھی باب کی دوسری فصل)۔ چوتھا غزنہ۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص عرب کے تمام احمقوں سے کئی نمبر بڑا ہوتا تھا بلکہ گائے سے بھی زیادہ بیوقوف سمجھا جاتا تھا۔ اسکے پاس ایک گھوڑا تھا لوگوں نے اس سے کہا کہ ہر شخص اپنے اپنے گھوڑے کا ایک نہ ایک نام رکھتا ہے۔ تو نے اپنے گھوڑے کا نام کیا رکھا ہے۔ اسوقت اسکی سمجھ میں یہ بات آئی۔ کہ اس گھوڑے کی ایک آنکھ اندھی کر دو اور اسکا نام غور رکھو اور ایسا ہی کیا بھی۔

پانچواں چوڑا تھا۔ چھاؤنہ۔ یہ ایک عورت تھی۔ عجب عالم ہوئی اور بچہ پیدا ہونے کا دن آیا تب تک اسکو معلوم نہ تھا کہ بچہ کیا ہوتا ہے اور کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ اتفاق سے بغدورت بیت الخلا میں گئی۔ وہیں اسکے بچہ پیدا ہو گیا۔ جب وہاں سے اٹھ کے آئی تو اپنی مہاسی سے پوچھا یہ کیا ہوا۔ اس نے بتایا تیرے بچہ پیدا ہوا۔ ہے۔ جب یہ بات مشہور ہوئی تو اسکی

بڑی مہنسی اڑی۔ اسکی وجہ سے بنی تمیم کی بڑی ذلت ہوئی۔ کچھ تک یہ عورت
 اسی قبیلے کی تھی۔ شرنیت یہ شخص بنی سدوس میں سے تھا۔ جیسے ملقب
 بہ غامہ۔ ربیعہ بکاء بن علم بن معصود۔ واقع علی القلی۔ راعی فنان ثانیہ (اسی
 پھروں کا چرواہا) لاظم الاشی نجدہ۔ اشعی ایک سوا ہوتا ہے جس سے چھٹی ہوئی
 مشک دیوہ سی جاتی ہے۔ مستحطہ کوفہ۔ ریح۔ انیس سے ہر ایک کے عجیب
 غریب قصے ہیں۔ مگر بنظر اختصار نظر انداز کئے گئے۔ ام۔ بط بنت کعب بن
 بن تمیم بن مرہ قریش کی ایک عورت تھی۔ اسکی حماقت بھی ضرب الشل تھی۔
 اسی کی شل میں ایک آیت قرآن میں آئی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ تھوڑے
 اُس عورت کی شل نہ ہو جاو جس نے اپنے کاتے ہوئے کو توڑ ڈالا اسکی
 نقل یوں ہے کہ یہ عورت چرفہ کانتی اور اپنی لڑکیوں سے بھی چرفہ کنواتی
 اور جب کات کے تیار کر لیتی تو خود بھی توڑ ڈالتی اور لڑکیوں سے بھی کہتی کہ جو کچھ
 تم نے کاتا ہے توڑ ڈالو۔ شل میں کہتے ہیں اخرج من ناقضہ (مکھنے والا)
 نقض اس عورت سے ہی زیادہ بیوقوف ہے۔ جو اپنے کاتے ہوئے کو
 کو آپ توڑ دیا کرتی تھی)

غلطی کر نیوالے

ایک شخص واقع نامی عرب تھا جسکی غلطی شہور تھی۔ بے انتہا غلطی
 کرتا تھا۔ اسی وجہ سے شل میں کہا جاتا ہے اغلط من جالط

بلیڈ اور کم عقل

باقول ربیعہ بہت کم گوا اور بے وقوف تھا۔ حباب کی جگہ سر ہلا دیتا۔
 یا ناتہ سے (شارہ کہتا اور منہ سے کچھ نہ کہتا۔ پانی پھر کر لیتا تھا تاکہ پیسے
 برابر کی زبان نہ لیتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اس نے گیارہ ورہم قیمت پر

ایک ہرن مہل لٹیا۔ اور گردن پر لاد کے لئے آتا تھا کسی نے راہ میں پوچھا ہائی کتنے کو خریدا۔ تو منہ سے کچھ نہ کہا بلکہ دونوں ہاتھوں سے ہرن کے پاؤں چھوڑ کے اپنے دونوں ہاتھوں کی دوسوں انگلیاں اور منہ سے باہر نکال کے زبان دکھلانے لگا کہ میں نے گیارہ سو روپے کو خریدا ہے۔ بچے میں ہرن کو دے کر محل بھاگا اور یہ دیکھتا رہ گیا۔

عرب کے محنت (زنانہ)

محنت زنانہ کو کہتے ہیں جس میں عورتوں کی سی حرکتیں اور ادائیں۔ عورتوں کی سی نرمی اور ملائمت ہو۔ جس سے خواہ مخواہ مرد کو ہیجان نفس ہوتا ہو اس صفت کا ایک آدمی عرب میں تھا نام اسکا ابو جہل عمر بن شام مخزومی تھا اسی کی بابت ایک آیت نازل ہوئی ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ ہلاک بھگنے ابو لہب کے ماتھے اسکی بیوی ام حبیل ابوسفیان بن حرب کی ماں تھی۔ دوسرا شخص ہیت مامی تھا۔ تیسرا دلالان نام۔ اسکا نافع اور کنیت ابو یزید تھی۔ چوتھا طیس یہ سب کے سب اہل مدینہ سے تھے۔ دلال اور طوئیں صدر اسلام میں بڑے مشہور گوتے تھے۔

ابو جہل کی بیوی ام حبیل کو قرآن میں حالۃ الخطب بتا ہے۔ اسوقت سے نزل ہو گئی ہے احسن حالۃ الخطب۔ اور ایک شخص ابو غنشان نامی ہی خسران میں ضرب الشل تھا۔ اور محنور، میں بھی اپنے خسران اور نقصان اٹھانے سے ضرب الشل تھا۔

محرومی میں ضرب الشل

ایک شخص مسی حنین محرومی میں ضرب الشل تھا۔ وہ خود اپنی حکایت اس طرح بیان کرتا ہے کہ وہ شخص ہاشم بن ہذیل کا بیٹا تھا۔ میں نے کسی قبیلے میں اسکی

ولادت ہوئی تھی۔ اسکے نانائے اسکا نام حنین رکھا تھا۔ جب جوان ہوا تو قریش میں اسکو بھیج دیا۔ مگر ہاشم کے قبیلے نے اسکو قبول نہ کیا۔ کیونکہ اسکے پاس کوئی ایسی علامت نہ تھی جس سے معلوم ہوتا کہ یہ ہاشم کا بیٹا ہے۔ جب یہ دماں سے محروم واپس آیا تو لوگوں نے جادہ بختی حنین یعنی محروم پھر آیا اور ضعیف ہوا۔ کیونکہ اگر ہاشم کے قبیلے والے اسکو ان کا فرزند سمجھتے تو ضرور اسکے باپ کے موزے اسکو پہناتے۔

اسکے علاوہ اور بھی اس مثل کیوجہ بیان کی گئی ہے۔ مثل میں کہتے ہیں اخیب من حنین جیسے کہتے ہیں اخیب من القابض علی الماء کیونکہ ظاہر ہے کہ جو کوئی مٹی میں پانی کو پکڑنا چاہے گا سارا پانی نگر جائیگا۔

عرب کے لالچی

مسمیٰ اشب زمانہ اسلام میں مشہور لالچی تھا۔ عائشہ بنت عثمان کی کفالت میں رہتا تھا۔ ابوالزنا و صاحب حدیث کی اور اسکی پرورش سوئے نے کی تھی۔ لیکن ابوالزنا و بنیت اشب سے زیادہ لالچی تھا۔ خود اشب نے بیان کیا ہے کہ میں اور ابوالزنا و دونوں اعلیٰ درجہ کے لالچی تھے۔ مگر ابوالزنا و کا درجہ کسی قدر مجھ سے بھی بڑا ہوا۔

ایک دن اس سے کسی نے پوچھا تھا کہ تو نے اپنے سے زیادہ بھی کسی کو لالچی پایا ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ میری ایک بکری تھی وہ مجھ سے بھی بڑھ کے لالچی تھی۔ ایک دن پہاڑ پر چر رہی تھی آسمان پر قوس قزح نکلی ہوئی دیکھ کے سمجھی کہ گھوڑے کی گھاس نکلی ہے۔ اُس نے اپنی گردن اسکی طرف بلند کی کہ قوس قزح کو پکڑ لے۔ اتنے میں پاؤں چوٹ گیا۔ اور پہاڑ سے نیچے گر پڑی۔ گردن اسکی ٹوٹ گئی۔ جہی سے یہ مثل مشہور ہے اطمح من شاة اشعب و اطمح من اشعب۔

عرب کے بخل

بخل میں بہت آدمی عرب میں مشہور و معروف تھے۔ مگر صراحتہً سوا ایک کے اور کسی کے نام سے مثل نہیں کہی گئی ہے۔ نام اُسکا مخارق بن ہلال بن عامر بن صعصعہ تھا۔ اُس نے اپنی حکایت خود بیان کی ہے کہ اُس شخص نے اپنے اونٹوں کے پانی پینے کا حوض ہگ ہگ کے بھر دیا تھا۔ کہ کسی اور آدمی کے اونٹ اُس میں پانی نہ پئیں۔ اور بدبو سے بھر جائیں۔ اسی وجہ سے ابخل من مادو کہتے ہیں۔

دو مثالیں اور بھی مشہور ہیں جنکے اصلی نام ظاہر نہیں کئے گئے۔ کہتے ہیں۔ فلان ابخل من ذی معذرق اور ابخل من الصنین۔

حکایت۔ ابو عبیدہ کے سامنے کسی نے ایک دن مادہ مذکور الصد کے قصے کو نقل کیا۔ ابو عبیدہ سن کے ہنسنے لگا۔ لوگوں نے ہنسی کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگا مجھے سخت تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح کا نام بدنام کرتے ہیں۔ اور مثل مشہور ہو جاتی ہے۔ اور جو زیادہ معتد بہ ہوتا ہے اُسکو چھوڑ ہی جاتے ہیں۔ دیکھو چار سے مخارق کا فعل کچھ ایسا بُرا نہ تھا۔ بلکہ قابل تاویل تھا۔ اس پر بھی مثل میں اُسکو بدنام کر دیا۔ اور ابن زبیر ایسے خلیفہ زمانہ اور ابخل نام کو چھوڑ گئے حالانکہ اُسکے ہر ہر فعل اور ہر ہر قول سے بخل ٹکنتا تھا۔ جس زمانے میں وہ خلیفہ تھا۔ اور حجاج بن یوسف سے جنگ چھڑی ہوئی تھی تو اسکے لشکر کے ایک شخص نے لڑتے لڑتے تین نیزے اہل شام کے سینوں میں توڑ دیئے زبیر نے جو دیکھا کہ تین آدمیوں کے مارنے میں تین نیزے لڑے تو گہرا گیا اور کہنے لگا بہائی اسی لڑائی سے باز آؤ۔ میرے بیت المال میں اتنا خزانہ نہیں ہے جو اس قدر نیزوں کے بنانے میں صرف ہوگا۔

بعض مولفین نے لکھا ہے کہ عرب کے بخل چار ہی شخص قابلِ شہرت تھے۔

خطیۃ - حمید ارقط - ابوالاسود الدلی - خالد بن صفوان -
خطیۃ - ایک روز اپنے مکان کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اور اُس کے
ہاتھ میں چٹری تھی۔ اتفاقاً اس طرف سے ہو کے ایک آدمی گذرا۔ کہنے لگا ہاں
میں مہمان ہوں جطیہ نے کہا کیا دیکھتا نہیں ہے کہ میرے ہاتھ میں چٹری
ہے۔ میں نے فقط مہمانوں ہی کی ٹانگوں پر پارٹیکے واسطے لے رکھی ہے۔
حمید ارقط - مہمانوں کی محنت چھوکیا کرتا تھا۔ اس غرض سے کہ
اجو کے خوف سے میرے ہاں کوئی مہمان نہ آئے۔ ایک دفعہ کچھ لوگ اسکے
گھر مہمان ہوئے۔ اس نے انکی دعوت میں خرے کھلائے۔ اُسکے بعد انکی
ہجو کہی۔ اُس میں یہ نظم کیا کہ ان لوگوں نے گٹھلی سمیت خرے کھائے۔

ابوالاسود دلی نے ایک دن ایک سائل کو ایک چھوڑا ہوا قد میں دیا۔
اور کہنے لگا کہ خدا تجھے اسقدر رحمت میں بھی نصیب کرے (گویا انہوں نے
ایک خرا کیا یا بڑی جمع دیدی۔ اسپر طہ یہ کہ اپنے مال میں تو بخل کیا ہے خدا کے
مال میں بھی بخل۔ کہ جنت میں بھی تمکو ایک خرا ملے) اور کہتا تھا کہ یوں ہی
اگر میں فقیروں پر تصدق کیا کروں۔ تو آخر میں اُن سے بھی بدتر حالت میں
ہو کے رہ جاؤں گا۔ لہذا کسی کو خیرات دینا مناسب نہیں۔

خالد بن صفوان کہہ پاس جب کہیں سے کوئی درہم آجاتا تو اُسکو
ہاتھ میں لیکے کہتا تا وہ بچہ کب تک لوگوں کو عیب لگاؤ گے اور کب تک
مارے مارے پھر و گے اور کب تک ادھر ادھر اوڑو گے اب میں تمہیں
بہت دن تک بلکہ قید و دام میں رکھوں گا۔ یہ کہنے صندوق میں بند کر دیتا
اور اسپر قفل لگا دیتا تھا۔

منجلہ بخیلوں کے عمرو بن یزید اسدی بھی تھا۔ جو جحجح بن یوسف کا
صاحب شرط تھا۔ اُس نے اپنے غلام کو حکم دیا تھا کہ حقنہ کے بعد بسقد رقیل گرے
اُسکو جمع کر لیا کہ اُس سے چراغ جلایا جائیگا۔

غلیفہ منصور عباسی کا حدی خوان سلام حاوی تھا۔ حج میں آنے جانے میں وہ حدی خوانی کرتا تھا۔ اور کبھی نصف درہم بھی اسکو بیچ نہ دیا۔ ابو العتّاب شاعر مشہور اور مروان بن ابی حفصہ ثبّتی شاعر مشہور محمد بن جهم۔ سہل بن ہرون۔ اہل مرو وغیرہ بھی بخل میں فرو تھے۔ ان سب کی علحدہ علحدہ حکایتیں بڑی دلچسپ ہیں مگر اختصار کے لحاظ سے نہیں لکھی گئیں۔ بنی تغلب کی عجب میں جریر نے نظم کیا ہے۔

قوم اذا اكلوا اخفوا كلامهم
يا اي قوم ہے کہ جب کھانا کھانے
واستوتقوا من راج الباب والدار
بیٹھتی ہے تو چپکے چپکے بات کرتے
قوم اذا استبج الضيفان قلبهم
کہ کوئی سن نہ لے اور دروازے مقبوض
قالوا لا همم بولي على النار
بند کر دیتی ہے۔ یہ ایسی قوم ہے کہ جب
فتمنع البول شعثا ان بخود به
انکا کٹنا مہمان کو دیکھ کے ہونکتا ہے
وما تبول لهم الا بمقدار
تو فوراً اپنی ماؤں سے کہتے ہیں کہ
آگ پر موت دے کہ کچھ جائے کہیں مہمان آگ کی روشنی دیکھ کے چلا نہ آئے۔
مگر وہ بھی اعلیٰ درجہ کی بخل ہے کہ پیشاب کرنے میں بخل کر لیتی ہے اور ذرا ہی موتی ہے انہیں فقط آگ بچھ جائے۔ کہیں زیادہ نہ نکل جائے۔ شاید کسی دوسرے موقع پر کام لینا پڑے۔

بیان تک تو عجب کے عیوب بیان ہوئے مگر اب ہم اس آگ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو عربوں کو بڑا فخر ہے۔ اور اسکو اپنی شرافت اور بخشش جو د کی دلیل بتاتے ہیں۔

عرب کے لوگ آگ کے زیادہ ہونے پر بہت ہی فخر کرتے تھے۔ جسکے گھر میں آگ زیادہ ہو وہی زیادہ شریف اور مہمان نواز سمجھا جاتا تھا۔ اس سبب کہ آگ کا زیادہ ہونا اس بات کو بتاتا ہے کہ کھانا بہت پکتا ہے۔ اور کھانا زیادہ پکنا مہمانوں کے زیادہ آمد و رفت ظاہر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اس

آگ کو "نار الفری" (مہمان کی آگ) کہتے ہیں۔ ایک فریج نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ولیمہ اور دعوت پر عربوں کے فخر کر نیکا اصلی سبب یہی تھا کہ وہ اپنا سیر موہنا اور بے پرواہی کا مظاہرہ کریں۔ کیونکہ مغلس تو عام عرب ہیں اب اگر کسی کے پاس تھوڑا بہت مال ہے تو وہ اوروں پر اتنے مال سے فخر کرتا تھا۔ کیونکہ دیکھتا تھا کہ اوروں کے پاس تو اتنا بھی نہیں ہے عرب کا ایک شخص ماتم طائی کے نام سے مشہور تھا۔ اصلی نام اسکا عبد المدین سعد بن حشر بن امراء القیس بن عدی بن اخزم بن ربیعہ بن نفل بن غوث بن طے تھا۔ طے کا اصلی نام جلیہ تھا مگر اسکو طے اسوجہ سے کہنے لگے کہ یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے نہروں پر گھاٹ بند ہوائے ہیں۔ (ماتم کے معنی قاضی کے ہیں اور کوٹے کو یہی حاتم کہتے ہیں)

حاتم عرب کے شعراء میں سے اور مشہور خطبہ خوانوں میں سے تھا۔ اسکی کنیت ابو سفانہ تھی۔ (سفانہ اسکی بیٹی کا نام تھا) کرم اور بخشش میں ضرب المثل تھا۔ کہتے ہیں اکرم من حادثہ طے کیونکہ اسکے پاس حبشہ بھی مال آتا اسکو دے لے کے طے کر دیتا۔ شاعری لکھا ہے۔

ان السماحة والمرقة والندی | جو انروزی اور مروت و بخشش اس قبہ
فی قبۃ ضربت علی ابن الحنیج | میں ہے جو ابن حشر کے سر پرنا ہوا
جب رات ہوتی تھی تو اپنے لڑکوں اور نوکروں سے کہہ دیتا تھا کہ
آگ روشن کر لو کہ ماگیر مسافر اسکی روشنی کے سہارے ہمارے
مکان تک آسکیں۔ اور اپنے مطلب کو یوں ادا کرتا تھا۔

او قد فان الليل لیل قد | آگ روشن کر۔ کیونکہ رات سخت
عسوی ناری نار لعل من میز | جاڑے کی ہے شاید کوئی بے چارہ
ان جلبت ضیغاً فانت حر | راہ گیر روشنی دیکھ کے آجائے۔

اگر تیرے اس کام سے کوئی مہمان آگیا تو پھر تو آزاد کر دیا جائیگا۔

عرب کا یہ بھی دستور تھا کہ جس زمانے میں سردی شدت سے ہوتی اور ہوائیں سخت چلتیں اور آگ نہ روشن ہو سکتی۔ تو اپنے مکان کے گرد گڑھ کتے ستون خمیہ میں باندھ دیتے تاکہ مسافر کی صورت دیکھ کر ہونکے اور پتہ معلوم ہو جائے کہ کوئی مہمان آگیا۔ اسی وجہ سے کتوں کو داعی الضمیر کہتے تھے۔ یعنی مسافروں کا بلانے والا۔ کیونکہ کتے کی آواز سن کے مسافر سمجھ جاتے تھے کہ یہاں کوئی بستی قریب ہے۔ اور اُس آواز پر چلے آتے تھے۔ متمم النعید۔ مشید الذکر بھی اس کتے کا لقب تھا۔

کھانم کے علاوہ بھی جن لوگوں نے انتہا کی سخاوت کی ہے۔ اور عرب میں ضرب النثل بنے ہوئے ہیں۔

ایک نوکب بن مامہ ایادی ہے اور دوسرا ہرم بن سنان ہے۔ خالد بن عبدالمہدی ہے۔ مگر ان تینوں میں مشہور کوب بن مامہ اور حاتم تھے۔ ابونمام طائی کہتا ہے۔

کعب وحاتم اللذان تقاسما	کعب اور حاتم ہی فقط تھے جنہوں نے
خطط العلی من طارف وتلید	ہر قدیم اور جدید بزرگی اور بلندی کو
هذا الذی خلف السجاء ومادنا	آپس میں بانٹ لیا۔ حاتم تو ابرار ان
فی المجد میتلہ تخضرم صندیل	کا فلیفہ بنا اور کعب بزرگی کے ساتھ

ایسی موت مرا جیسے کوئی بڑا سخی اور سردار رقم مرنے ہے۔

لکھا ہے کہ کعب ایسا سخی تھا کہ اس نے اپنے دو دن پینے کا پانی ایک شخص کو دیدیا اور اتفاق سے سفر میں دوبارہ پانی دستیاب نہوا بے چارہ پیاس سے مر گیا۔ اسی وجہ سے نثل میں ہے۔ اجدو من کعب ابن مامہ۔ ہرم بن سنان ابو حارث مری کا بیٹا تھا۔ اسکی جود بخشش کی نثل دیجاتی ہے۔ چنانچہ زہیر بن ابی سلمیٰ نے لکھا ہے

ان المخیل لوم حیث کان | لکن الجواد علی علائہم

هو الجواد الذی يعطيك نائله عفوًا و بظلم احبانا فينظم
 عمر بن خطاب نے ہرم کی بیٹی سے پوچھا تھا کہ تیرے باپ نے
 زہیر کو ان شعروں کے بدلے میں کیا دیا کیونکہ اس نے ایسے شہر اسکی تزیین
 میں لکھے ہیں جس سے اسکا نام شل کے طور سے مشہور ہو گیا۔ اس نے
 جواب دیا اعطاء خيلا تنضي وابلا تنفوي وتيا بابا تلي وملا يفيو
 عمر نے کہا لکن ما اعطاكم زهير لا يبليده الدهر ولا يفيده
 العصر۔ (زمیر بے باپ نے زہیر کو کچھ نوگہوڑیاں دی تھیں جو آخر لاغر
 ہو جانے والی تھیں اور کچھ اونٹ دیے تھے جو آخر عمر میں متغیر الحال
 ہو جانے والے تھے۔ اور کچھ کپڑے دیے تھے جو کبھی نہ کبھی پرانے ہو جانا
 والے تھے۔ اور کچھ مال دیا تھا جو ایک وقت خچے ہو کے تمام ہو جانے والا تھا
 حضرت عمر نے فرمایا) لیکن زمیر نے تمکو ایسی چیز دی ہے کہ نہ تو زمانہ کبھی اسکو
 کہنے کر سکتا ہے۔ نہ عمر اسکو فنا کر سکتا ہے)

خالد بن عبد الله نے خود اپنی نقل بیان کی ہے کہ ایک شاعر میرے
 پاس آیا اور میرا پاؤں رکاب میں تھا کسی لڑائی پر جانا چاہتا تھا۔ اس شاعر
 نے یہ دو شعر پڑھے۔

يا واحد العرب الذی	اے یکتاے عرب جسکا کوئی بھی نظیر
ما فی الانام له نظیر	خلق میں نہیں ہے۔ اگر ایک شخص اور
لو كان مثلك احر	بھی تیری مثل سخی ہوتا تو رنج و نایس
ما كان فی الدنيا فقیر	کہیں کوئی محتاج نہ دکھائی دیتا۔

یہ نیکے فوراً میں نے بیس ہزار اشرفیاں اسکو دلوادیں۔ وہ انہیں
 لیکے خوش خوش مکان کو چلا گیا۔

اب ذرا جاہلیت کے زمانے کی سخاوت اور اسلام کے زمانے کی
 بخشش میں تفرقہ کرو اور دیکھو کہ اگرچہ اس جاہلی نے ایک ہی گہو نہٹ دیا

پیاسے مسافر کو دیا تھا۔ مگر ایسے وقت میں جبکہ اُسکو نہایت ہی اُسکی ضرورت تھی۔ اور آخر خود بے چارہ پیاس سے مر گیا۔ اور خالد نے دو شعر پڑھیں ہزار روپے دیدیئے۔ اور اُسکو کچھ معلوم بھی نہ ہوا۔ کہ میں نے کیا دیا۔ ظاہر ہے کہ بدوی عرب کی سخاوت اس موقع پر زیادہ ہے بد نسبت شہری عرب کے اسکا سبب یہ ہے کہ بیچارے بدوی عرب خشک زمینوں میں راکرتے تھے۔ جہاں نہ پانی کا نام تھا نہ گھاس کا۔ مشکل سے اُنکی زندگی بسر ہوتی تھی۔ لوٹ مار پر اوقات گزارتے تھے۔ تو اُنکے جوادوں کو اس سے زیادہ سخاوت کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ کہ یا تو کچھ اپنے پینے کے پانی سے کسی پیاسے کو پلا دیں۔ یا اپنے بچوں کے کھانے سے کسی مہجور کے کو کھلا دیں یا اپنے پھٹے پرانے کپڑے کسی کو پہنا دیں۔ اسی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتا۔ اور اسی کو اپنا مایہ فخر سمجھتا تھا۔ جیسا کہ کعب بن زکریا الصدوق نے لکھا اور اپنی جان دی۔

لیکن شہریوں اور اسلاہیوں میں چونکہ ملک و دولت کی ترقی ہوئی اور بڑی بڑی آمدنیاں ہونے لگیں۔ افراط سے مال و اسباب ہر شخص کے پاس رہنے لگا۔ تو اُنکو سخاوت کرنے میں چنداں وقت نہ تھی۔

ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ عثمان بن عفان کے زمانے میں صحابہ نے مال و دولت کی طرف بہت رجوع کی اور دنیا دار بن گئے۔ جس دن عثمان قتل ہوئے ہیں اُنکے خزانے میں ڈیڑھ کروڑ اثرفیاں اور دس لاکھ درہم اور مال اسباب کی قیمت جو دادمی قرنی اور حنین وغیرہ میں تھے قریب ایک لاکھ اثرفنی کے تھے۔ اور کثیر تعداد گھوڑوں اور اونٹوں کے موجود تھے۔

اور ایک آدمی کا ترکہ زبیر کلجو اسکے مرنے کے بعد لگیا تھا۔ پچاس ہزار اثرفیاں تھیں۔ اور ہزار گھوڑے ہزار اونٹیاں۔ دم نقد موجود تھیں۔ اور طلحہ کے پچاس جو عراق سے غلہ آتا تھا اُسکی آمدنی ایک ہزار اثرفنی روزانہ کی تھی۔ اور

ناجیہ سراقہ سے اس سے زیادہ آمدنی تھی۔ عروبن عامس کا طائف میں ایک باغ تھا۔ درج سے تین میل کے فاصلہ پر۔ اور یہاں سے وہاں تک دس لاکھ تختے بچھواتا تھا۔ جنہیں سے ہر تختے کی قیمت ایک درہم ہوتی تھی۔

اسلام میں جبکہ زیادہ مالدار زبیدہ بنت جعفر بن منصور عباسی کو سمجھتے تھے۔ اور جب کسی کی دولت مندی کی مثال دیتے تھے تو زبیدہ سے لیتے تھے۔ اس کا نام امۃ العزیز تھا۔ مارون رشید عباسی کے نکاح میں تھی۔ اسکی سخاوت اور بخشش بھی اپنے زمانے میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس نے سترہ لاکھ اشرفیاں مسجدوں کے تعمیر اور صدقات میں صرف کیں۔ اور وجہ سے وفات تک عرفات سے مکہ تک ہزار جاری کرائی۔ اور کوہ لبنان سے بیروت تک چٹنہ عمار جاری کرایا۔ اسکی انتہا وادی مکاس تک ہے۔ اسپر کئی کئی درجے کے پل بند ہوائے تھے۔ آخر اسپر سے بھی پانی چڑھ کے دوسرے پل کو نکل گیا ماس پل سے زبیدہ حج کو گئی تھی۔ اب ان بلوں کو قناطر زبیدہ کہتے ہیں۔

یہ تو ایک مختصر حالت ان لوگوں کی دولت مندی کی ہے۔ اگر تفصیل لکھنا چاہیں تو بہت طول ہو جائے گا۔ لیکن اس قدر تحریر کو دیکھ کے آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس دولت مندی کے مقابلے میں انکی سخاوت کا مقابلہ اگر بیچارے بدوی عربوں کی سخاوت سے کیا جائے جو محض اپنی طبعی رغبت اور فطری خواہش سے کرتے تھے تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر اسکے طریقے اور موقع دیکھے جائیں تب بھی بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کچھ زیادہ عجب نہیں معلوم ہوتا ہے جو کہ خالد نے ایک شاعر کے ساتھ سلوک کیا۔ اور بنی امیہ اور عباسیہ بادشاہوں نے کیا۔ بلکہ انکے وزیروں اور عاملوں نے داد و دہش دی۔ جاگیریں تک ویدیں۔ اور پھر بھی اپنی حیثیت سے کم ہی سمجھتے تھے۔ اور بدرے کے بدرے اشرفیاں اور درہم دیتے تھے۔ اور کچھ بھی

حقیقت نہیں جانتے تھے۔ یقینی کہتا ہے۔

لینتصغرا الخطر البکیر لوفد | لینے سیاحتی ہے کہ کتنا ہی مال بہان
و یظن دجلۃ لیس تکفی شایا | کو دیدیا جائے جب ہی میرا مدد
اُسکو کم جانتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ دجلہ ہی پینے والے کو کافی نہ ہوگا۔

بلکہ بہت سی خبروں اور حالات سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بادشاہان
اسلام جو مقدار میں کسی کو بخشتے وہ پوری مقدار اُن لوگوں تک نہیں پہنچنے
پاتی تھی۔ بلکہ خزانچی لوگ بہت کچھ خود لے لیتے اور تھوڑا بہت اُسکو دیتے

تھے۔ جسے وہ مقدار دلوائی گئی ہے۔ جیسا کہ فاضل بن ربیع خزانچی ماموں
عباسی کہتا ہے کہ ایک دفعہ مجکو بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ ایک شخص کو دو لاکھ
درہم دے۔ در میں نے نصف پر معاملہ کر لیا۔ اور ایک اور شخص کو چار ہزار درہم
دلوائے۔ میں نے اُسکو ڈبل پیسہ بھی نہیں دیا۔ لہذا اُس شخص نے ایک حلیہ کیا
کہ ماموں جب عاتکہ کے مکان پر جانے لگا تو خود بھی ساتھ لیا۔ وہاں پہنچے
اُس نے ماموں کو مخاطب کیا اور کہا کیوں امیر المؤمنین یہی وہ مکان
ہے جسکی بابت اخوس نے کہا تھا۔

یا بیت عاتکہ الذی التغزل | حذر العدی و بوالفواد مکل
مامون نے یہ شعر سنتے ہی اُسکا مطلب سمجھ لیا کیونکہ جس قصیدے
کا یہ مطلع ہے اُسی قصیدے میں یہ شعر بھی ہے۔ جسکی طرف اُس شخص
نے اشارہ کیا ہے۔

واراک تفعل ما تقول و بعضہم | تو جو کہتا ہے وہی کرتا ہے۔ اور
مذاق الحدیث یقول ما لا یفعل | بہت سے ایسے غیر فاعل آدمی
ہیں کہ کہتے تو ہیں مگر کرتے ایک ہی نہیں۔

خوڑا مامون نے اُسکو ایک ہزار اشرفی دینے کا حکم دیا۔ اُس نے کہا
جناب چار ہزار تھی آپ ایک ہی ہزار پر ٹھہراتے ہیں۔ مامون نے کہا کہ

ایک ہزار اگر ملجائیں تو اُس چار ہزار سے بہت بہتر ہیں جو نہ ملیں۔
 ابتدائے سلطنت کے زمانے میں بنی امیہ کی بخشش میں بخشش
 اونٹ تھی۔ کیونکہ اُن میں اُس وقت تک بادیہ نشینی اور ہوس پنا باقی تھا۔ اور
 جس کسی کو اونٹ عنایت کرتے تھے تو اُسکے کو اُن میں شتر مرغ کے پر
 لگا دیتے تھے۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ اونٹ بادشاہ کا عطیہ ہے۔ اور اس بات
 پر دلیل ہو کہ ہماری حکومت شتر مرغ کی بلند پروازی سے زیادہ بلند ہے
 جب عباسیوں اور عبیدیوں کا زمانہ آیا تو جائزے اور بخشش اونٹوں
 مال اسباب اور کشتیوں میں خلعت کے جوڑے اور کثرت سے گھوڑے مع
 زمین دیئے جانے لگے۔

یہی حال کتامہ کا افریقہ میں بادشاہان اعلیہ کے ساتھ رہا۔ اور بنی طنج
 کا مصر میں۔ اور یہی رنگ لنونہ اندلس کے بادشاہوں کے ساتھ اور زمانہ
 کا موحدین کے ساتھ رہا ہے۔ کیونکہ بود و باش عرب کے موحدین کی عموماً ایک
 سلطنت سے دوسری سلطنت کی طرف منتقل ہوتی رہے۔ مثلاً بنی امیہ
 اور بنی عباس کی بود و باش عجم میں منتقل ہو گئی۔ اور پھر بنی امیہ کی بود و باش
 اندلس میں مغربی بادشاہوں اور زمانہ کی طرف۔ پھر ترک سے سلجوقیہ سلطنت
 کی طرف پھر ترک غلاموں کی طرف جو مصر اور تاتاریں سلطنت کرتے تھے۔
 جیسا کہ ابن خلدون کے کلام سے واضح ہوتا ہے۔ جس نے وزیر ابنی مہلب
 (بنی مہلب) کے قصے یا بامکہ کے قصے (جو بنی عباس کے وزیر تھے) پر
 ہیں اُسکو معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر انکی سخاوت تھی۔ اور کس حد پر اوں کو
 کا پیمانہ قائم تھا۔

ابو الحسن دہلوی نے ایک حکایت یزید بن مہلب بن ابی صفرة اللادی
 کی لکھی ہے۔ کہ کسی علاقہ کے خزانے بطور خراج کے آئے تھے۔ یزید کے وکیل
 نے اُسکو چالیس ہزار درہم پر فروخت کر دیا۔ جب یہ خبر یزید کو پہنچی تو اُس نے

اپنے وکیل سے کہا کہ کیا تو نے ہلکو بنیا بقال بنایا ہے کہ خر پنہے بیچ کے سو پیسہ جمع کریں۔ کیا از دہیں بیچاری بیوائیں۔ بڑھیاں نہیں تھیں۔ کہ ان خر پنہوں کو اُن پر تقسیم کر دیتا۔

عمر بن لجانے آل مہلب کی تعریف میں یہ شعر کہے ہیں۔

آل المہلب قوم ان نسبتہم
کافوا للکارم آباء واجدادا
کمد حاسد لہم یعیافضلہم
ومادنا من مساعیمہم وماکادا
ان العرابین تلقاہم مجسدا
ولاتدی للناس احسادا
لوقبل للمجد حل عنہم وخلام
بما احتکمت من اللانیا لما جادا
ان المکارم اروح یکون لها
آل المہلب دون الناس اجسادا
اُنکی بزرگی سے کہو کہ اُنکو چھوڑ کے چلی جا تو کبھی قبول نہ کرے گی۔
مکارم قوم میں ہیں اور آل مہلب اُسکے لئے بدن جنہیں وہ رہتی ہیں۔

کسی نے ایک مرتبہ یزید سے کہا تھا کہ تم اپنے واسطے کوئی مکان نہیں بنواتے ہو؟ جواب دیا کہ آخ میں اُس مکان کو کیا کر دنگا حالانکہ میرے واسطے ایک مکان بنا بنایا تیار شدہ مع سامان کے موجود ہے۔ سائل نے کہا پھر وہ کہاں ہے۔ کہیں معلوم ہی تو ہو۔ یزید نے جواب دیا جب تک میں حاکم ہوں دار الامارۃ ہی میرا مکان ہے۔ اور جب میں معزول کر دیا جاؤں گا تو قید خانہ میرے رہنے کے واسطے کافی ہے۔

یزید نے یہ جملہ اسوجہ سے کہا کہ اُسوقت کے بادشاہوں کا قاعدہ تھا کہ

جہاں معمولی ہی ہی کوئی خطا عامل سے ہو گئی تو فوراً قیدی میں بھیج دیا جاتا تھا اور یزید ہی بنی امیہ کا عامل ہی تھا۔ اسکو مسئلہ نے قتل کر دیا۔ اور اسکا سر اُسکے بہائی یزید بن عبدالملک کے پاس سترہ مہجری مطابق سترہ ۶۰ میں بھیج دیا۔

احمد بن حرب یزید کو والد صدر کا بیٹا تھا۔ اس نے اسماعیل بن ابرہہ بن حمدویہ بصری حمدوی شاعر کو قلعہ میں ایک کہنہ طیلسان دی تھی۔ سترہ عوض میں اسماعیل نے تقریباً دوسو سے زائد قطعات احمد بن حرب کی بابت نظم کئے۔

یا بن حرب کسوتنی طیلسانا	لے ابن حرب تو نے مجھے طیلسان دی
اختلفت الزمان وهو سقیم	ہے جسے زمانوں نے بوسیدہ کر دیا ہے
فاذا مار فوته قال سبحا	اور وہ بصورت بیمار ہے۔ میں نے
نک محی العظام وهي دمیج	جس وقت اُسکو زخم کیا تو اُس نے
کہا واہ کیا قابل شخص ہے کہ بوسیدہ اور شری ہوئی ہڈیاں کو بھی تو نے	
زندہ کر دیا۔	

اُس زمانے کے ادیبوں اور شاعروں میں اس چادر کا بڑا چرچا پھیل گیا تھا۔ جب کوئی بوسیدہ اور کہنہ چیز نظر آتی تو اسی چادر سے تشبیہ دیتے۔ جس طرح سے ضرب زید عمر کی مثال میں کہتے ہیں جلد عمر الممزق بالضرب عمر کے بدن کی کھال مار کھائے کھاتے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اس سبب سے کہ نخیوں کو ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ جہاں فاعل یا مفعول کی ضرورت ہوتی ہے جھٹ ضرب زید عمر کی مثال پیش کرتے ہیں۔ (یعنی زید نے عمر کو مارا۔) گویا اسکا مطلب یہ ہے کہ عمر کو اسقدر مارا اسقدر مارا کہ غریب کے بدن کی کھال بھٹ گئی۔

لیکن یہاں غور طلب یہ بات ہے کہ باجوہ یک شاعر نے احمد بن حرب کی

ہجو کہی اور اس قدر کہی کہ کوئی برید باقی رہی۔ پھر بھی احمد نے کوئی انتقام اس شاعر سے نہیں لیا۔ یہی حالت اُس زمانے کے امر اور وسوسہ میں تھی۔ اس قدر خوش اخلاقی اور سخاوت و عطا کا بانا گر کم نہا کہ شاعر کو لاکھوں ہی روپے دیتے تھے۔ اور انکی ہجو و ملامت کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔

دیکھیے معن بن زائدہ بن عبد اللہ بن مطرب بن شریک بن عمر شیبانی کو جو کہ بنی امیہ کی طرف سے اکثر مقامات پر دالی رہ چکا تھا۔ اور آخر ۵۷۱ھ ہجری مطابق ۱۱۷۶ء میں مارا گیا تھا۔ اور اسکی سخاوت اور حشم پوشی اور علم پر غور کیجئے۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان آدمی نے چند شعروں میں اسکی ہجو کہی۔ اور لیجاکے اُسی کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔ معن برابر ان شعروں کو سنتا رہا اور یہی کہتا تھا سلامہ۔ وماذا۔ (۱) ایک کلمہ تعجب ہے اور واذاسے مراد یہ کہ اچھا اور کیا ہوا، آخر میں جوان نے ایک شعر پڑھا۔ جس میں اس بات کی درخواست تھی کہ میں نے جو تیری ہجو کی ہے اس پر محکوم انعام دلوا۔ معن نے فوراً اسکو انعام دلوایا۔ پھر اُس نے ایک شعر پڑھا جس میں اس بات کو ظاہر کیا کہ ابھی اور انعام ملنا چاہئے۔ معن نے اور بھی دلوایا۔ اخیر میں جوان نے اس شعر پر اپنے قصیدے کو تمام کیا۔

سألت الله ان يبقيل ذخرًا من عذسے سوال کرتا ہوں کہ تمکو ذخیرہ فالاک فی البریة من نظیر کے طور سے ہمیشہ باقی رکھے۔ کیونکہ اے معن دنیا میں تمہارا کوئی نظیر نہیں ہے۔

ایک اور شاعر معن کے دروازے پر آیا اور زندہ جانے کی اجازت چاہی مگر کسی نے اجازت نہ دی۔ آخر اُس نے ایک لکڑی کی تختی پر یہ شعر لکھا۔
ایا جود معن ناج معنا بجا جتی | اے امیر معن کی بخشش معن کے سامنے
فلیس الی معن سواک سبیل | تو ہی میری سفارش کرے۔ اور میری
ماعت کو اُس سے بیان کر کیونکہ تیرے سوا | وایں جانے کی راہ کسی کو نہیں

مل سکتی۔

اور جس باغ میں معن میٹھا ہوا تھا اُسکی نہر میں ڈال دیا۔ جس میں پانی بہ کے
 باغ میں جاتا تھا۔ معن نے جو نہی وہ لکڑی پانی پر بہتی ہوئی دیکھی اٹھالیا۔
 اور پڑا۔ اُسی وقت اُس شاعر کو بلایا اور ایک لاکھ درہم دیئے۔ اور لکڑی کو
 اپنے بچھونے کے نیچے رکھ لیا۔ دوسرے دن صبح کو بچھونے کے نیچے سے لکڑی
 نکالی اور پڑا۔ پھر بلا کے اُسکو ایک لاکھ درہم دیئے۔ پھر فرش کے نیچے رکھ لیا
 تیسرے دن پھر اُسکو پڑا اور پھر شاعر کو رالصدر کو بلا کے ایک لاکھ درہم
 دلوائے۔ شاعر نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ مباحا اب کی بار بلا کے
 کل درہم چھنوائے اور شاید کچھ رائے پلٹ جائے۔ اس سے بہتر ہے کہ یہاں
 سے غائب ہی ہو جاؤ۔ یہ سوچ کے فوراً شہر سے باہر علیہ یا۔ چوتھے دن پھر معن
 نے اُسکو بلا کر نہ ملا۔ معن نے بہت افسوس کیا اور کہا کہ شاعر نے بدگمانی کی
 میں نے تو قسم کیا تھا کہ برابر اُسکو اسی طرح دیتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میرا خزانہ
 بالکل خالی ہو جائے اور ایک درہم ہی نہ رہ جائے۔ ایک شاعر نے کہا کہ۔
 یقولون معن لا زکوۃ لمالہ
 وكيف یزکی المال من هو باذله
 اذ احوال حول لم یجد فی دیانہ
 من المال الا ذکرہ و جمائلہ
 تذاہ اذا ما جئتہ متمہلاً
 کما فاک نعطیہ الذی انت سائلہ
 لقد لبسط الکف حتی لو اذ نہ
 اراد انقباضاً لم تطعه انا ملہ
 فلوان مافی کفہ عین نفسه
 لجا د بها فلیتن الله سائلہ

لوگ کہتے ہیں کہ معن اپنے مال
 کی زکوۃ نہیں دیتا۔ حالانکہ وہ تقص
 کیونکہ زکوۃ دے سکتا ہے۔ جو دوزات
 اپنا مال لٹاتا ہو جبکہ زمانہ متغیر ہو جائیگا
 تو سوائے اُسکے نیک نام کے اور
 کچھ نہ رہ جائیگا۔ جب تو اُسکے پاس کوئی
 حاجت لیکن آتا ہے تو وہ ایسا خوش
 ہوتا ہے کہ گویا جو کچھ تو اُس سے
 مانگنے آیا ہے وہ اُسی کو دیدیا ہے۔
 اُس نے ایسی سخاوت کی عادت کر لی

کہ اگر کسی وقت بالفرض وہ یہ بھی چاہے کہ میں ہاتھ روک لوں تو ہرگز
اُسکی انگلیاں راضی نہ ہوں گی۔ اگر اُسکے ہاتھ میں اُسکی جان ہو تو عجب نہیں
کہ جان کے طالب کو اپنی جان ہی دیدے۔ اس واسطے ضرور ہے کہ اُس سے
سوال کر نیو الا خدا سے ڈرتا رہے کہ کہیں اُسکی جان نہ مانگ لے۔

آل برک کی بھی سخاوت دنیا کے صفات پر یادگار ہے۔ جن
لوگوں نے انکی تاپیخ و بھی شاید وہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جو بخشش میں
ان سے بڑھ کے دنیا کی کسی قوم اور کسی شخص نے حصہ نہیں لیا۔ محمد بن مبارک
آل برک کی تعریف میں کہتا ہے۔

اَنَا ابْنُ اَلْمَلِكِ مِنْ اَلْبُرُكِ "ہمارے پاس آل برک کے شہزادوں
کی خبر ہو چکی۔ پس کس قدر ریخبر کاروں کو
ہماری لگتی ہے۔ اور کیسا اچھا منظر ہے
آل برک ایک سال تو دشمن پر خروج
کرتے ہیں اور دوسرے سال بیت عتیق
خانہ کعبہ کا سفر کرتے ہیں۔ جب مکہ کے
بطحا میں اُنکا ورود ہوتا ہے تو یحییٰ
اور فضل بن یحییٰ اور جعفر کے نور سے
تمام مکہ روشن ہو جاتا ہے۔ انکے ہاتھ
نقطہ بخشش کے لئے پیدا کئے گئے ہیں
اور انکے قدم کو بخشش مظفر و منصور کے واسطے جب یحییٰ کسی سخت امر کو
شروع کرنا چاہتا ہے تو کیسا ہی سخت کیوں نہ ہو تو اُسکے لئے آسان ہو جاتا ہے
اور ہر جو خبر دیتا ہے کہ وہ کیسا اُسکا محافظ اور مدبر ہے۔"

ابو نواس نے انہی براکہ کی شان میں نظم کیا ہے۔

اِنَّ الْبِرَامِكَةَ الْكِرَامَ تَعْلَمُوا | براکہ نے خود نیکی کرنا سیکھا اور بد ہے

فعل الجمیل وعلوم الناس
کانوا اذا غرسوا سقوا واذابوا
لا یهدمون لما بنوا اساسا
واذا هم صنعوا الصانع والود
جعلوا لها طیب البقاء لبا سا
لوگوں کو سکھا گئے۔ اُنکا قاعدہ یہ تھا
کہ جب درخت لگاتے تھے تو اُسکو
سینچتے تھے۔ اور جب کوئی عمارت
بناتے تھے تو کبھی اُسکی بنیاد نہیں
ڈالتے تھے۔ جب وہ خلق مذاہیں

نیکی کرتے تھے تو اُسکو اچھی ناموری اور بقائے شہرت کا لباس پہنا دیتے
براکہ میں سے جسکو پہلے پہل وزارت ملی ہے خالد بن برمک بن
جاماس بن ہشاسف برکمی تھا۔ سفاح اول خلیفہ عباسی نے اُسکو اپنا وزیر
بنایا تھا۔ اسکا باپ بلخ کا مشہور مجوسی تھا۔ برمک اور اُسکی اولاد نو بہار (ایک مندر تھا
مجوسیوں کا) کی درباری کرتے تھے۔ اور سندھ نو بہار کہتے جاتے تھے۔

جب مارون رشید کو خلافت ملی تو اس نے جعفر بن یحییٰ کو اپنا وزیر بنایا۔ اور
اپنی بہن عباسہ سے اُسکا عقد کر دیا۔ غرض کہ جعفر کا وقار اور مرتبہ اسقدر بڑھ گیا تھا
کہ شاید اُس سے بڑھکے جنک کسی بادشاہ کے وزیر کو خواب میں بھی نصیب نہوا ہوگا
اُسکی ایک حکایت لکھی ہوئی ہے کہ ایک دن جعفر نے مجلس شراب آراستہ
کی اور دربان کو حکم دیا کہ اسوقت کسی شخص کو اندر نہ آنے دینا کہ وہ محل صحبتِ عشق
سو۔ فقط عبد الملک بن بجران (جو اُسکی ارول کا سپاہی تھا) کو اجازت ہے

دربان نے ابن بجران لفظ نو سہی نہیں فقط عبد الملک کا لفظ نہا۔

سبہا کہ جو کوئی عبد الملک کے لفظ سے پکارا جاتا ہو اُسکو اجازت ہے۔ چاہے
خیال سے اُس نے عبد الملک بن صلح ہاشمی کو اجازت اندر جانے کی دیدی
جب یہ جعفر کے پاس پہونچے (اور اُنکے بدن میں اُس زمانے کے دستور کے
موافق کالے کپڑے تھے) اور نگاہ اُسکی انہر پڑی۔ بہت ہی متغیر ہوا۔ کیونکہ وہ
سمجھا تھا کہ عبد الملک بن بجران آئیگکا جو اُسکا راز دار ہے۔ یہاں دوسرے
صاحب نازل ہوئے۔ عبد الملک نے جعفر کا چہرہ دیکھ کے تاڑ لیا کہ میرے آگے

اسکو کچھ لال ہوا ہے۔ فوراً اپنے کالے کپڑے اتار کے نوکر کو دیئے اور
ارباب محفل میں آ بیٹھے۔ اور سب پر سلام کر کے کہنے لگے کہ ہم بھی تمہارے
ساتھ اس محفل عیش میں شریک ہیں۔ (مالانکہ اس سے قبل مارون رشید نے
ان سے بہت اصرار کیا تھا اور اپنی مجلس میں انکو شراب پلائی جا ہی تھی۔ مگر
انہوں نے گوارا نہیں کیا تھا۔) فوراً خدمتکار نے ریشمی کپڑے حاضر کئے۔

بن صالح نے وہ کپڑے پہن لئے اور اہل محفل کے ساتھ شرابخوری میں مصروف
ہوئے۔ پہلے ایک رطل شراب لای گئی کہنے لگے۔ ”جعفر میں نے آج سے
پہلے کبھی شراب نہیں پی تھی۔ لہذا جب قدر ممکن ہو پلائے جا۔ جعفر نے ایک
باویہ اُنکے سامنے رکھوادیا۔ جہاں تک اُن سے ممکن ہوا مزے سے شراب
اڑاتے رہے۔ جب وہاں سے چلنے لگے تو جعفر نے دیا منت کیا کہ کوئی
مذرت ہو تو کہئے۔ کیونکہ آپ نے جو آج میری قدر افزائی کی ہے اُسکا
شکریہ میں نہیں ادا کر سکتا۔ عبد الملک نے کہا فقط میرا یہ کام ہے کہ خلیفہ
مجھ سے کس قدر کشیدہ رہتے ہیں۔ اُنکا دل میری طرف سے آپ صاف کر دیں۔
جعفر نے کہا۔ ”آپ مطمئن رہیں خلیفہ آپ سے راضی ہو گیا۔
عبد الملک۔ میں چار لاکھ درہم کا قرض درہوں اُسکی ادائیگی کا آپ
فکر کریں۔

جعفر۔ آپ کا قرض ادا کر دیا۔ لیجئے یہ چار لاکھ درہم حاضر ہیں۔ مگر خلیفہ اگر
آپ کا قرض ادا کرے تو شاید اس سے بہتر ہو گا کہ میں ادا کروں۔ کیونکہ اُس
صورت میں لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی قدر خلیفہ کی نگاہ میں کتنی ہے۔
عبد الملک۔ اور میرا بیٹا ابراہیم ابھی کنوارا ہے میں اُسکا عقد کرنا چاہتا
ہوں۔ مگر خلیفہ کی لڑکی سے۔

جعفر۔ خلیفہ نے اپنی لڑکی سماء عالیہ سے آپ کے صاحبزادے کا عقد کر لیا
عبد الملک۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ابراہیم کے سر پر علم کا چھبر پڑا لیا جائے۔

جعفر۔ یہ کیا مشکل ہے خلیفہ نے ابراہیم کو مصر کا حاکم بنا دیا۔
ان گفتگوؤں کے بعد عبدالملک واپس گئے۔ مگر چونکہ جعفر بائیں
جعفر نے کی تھیں وہ سب خود سری کی تھیں۔ اسوجہ سے خلیفہ کے پاس
جا کر انکو عذر کہنا بھی ضرور ہے۔ غرض سوار ہو کے حاضر دربار ہوئے۔ اور
آج کا کل واقعہ من و عن رشید سے کہہ سنایا۔ ہر بات پر رشید احسن۔ احسن
کہتا رہا۔ پھر پوچھا اب کیا رائے ہے جعفر نے کہا پھر ان سب باتوں کو بھولی
جانا چاہیے۔ رشید نے فوراً جعفر کے سب وعدوں کے ایفا کا حکم دیدیا۔ لیکن
آخری انجام یہ ہوا کہ یہی جعفر جبکو امور خانگی اور ملکی میں رشید کے اس قدر
مداخلت تھی۔ ایک دن بے قصور مارا گیا۔ اور جن برا مکہ کو یہ عزت و حشمت
حاصل تھی کہ دنیا جنکی حالت پر رشک کرتی تھی ایسے تیار و برباد ہوئے
کہ نشان تک نہ باقی رہا۔ (ہاں نام تو اب تک روشن ہے) مورخین نے برا مکہ
کے زوال کے اسباب بہت سے لکھے ہیں مگر کوئی انہیں سے قابل اعتبار نہیں
ابن خلکان لکھتا ہے کہ ایک دن علیہ بنت مہدی نے رشید سے
پوچھا۔ ”بھیا جس دن سے تم نے جعفر کو قتل کیا ہے میں دیکھتی ہوں کہ کسی
وقت تمہارا چہرہ بحال نہیں رہتا۔ جب یہی تھا کہ آخر کیوں اُسکو قتل کر دیا۔“
رشید۔ بہن میں اسکا سبب بالکل نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ اگر میں جان لوں
کہ میرے لباس تک اس راز کو جانتے ہیں کہ انکو بھی بھاڑ کے پھینک دوں۔“
عجیب حکایت۔ حسن بن ہبل نے جس وقت اپنی بیٹی مسماہ بوراں کا
عقد دامون رشید عباسی سے کیا تھا۔ تو بوراں کی رائے سے دعوت ولیمہ کا
ایک جلسہ کیا اور ایسے کھانے کھلائے کہ اُس وقت تک کسی نے ہی اس طرح
کی دعوت نہ کی ہوگی۔ علاوہ دعوت ولیمہ کے عجیب بات یہ تھی کہ کھانے
سے فارغ ہو لینے کے بعد حسن نے مشک کی گولیاں جنکے اندر ایک ایک
پرچہ کاغذ کا (کسی پگھوڑا کسی پر جاگیر کسی پر نقد روپے لکھے ہوئے تھے)

بند تھا۔ اہل مجلس پر شتار کے طور سے پھینکا۔ جسکے ماتھے جو گولی آئی اُس نے
 توڑ کے دیکھا۔ جو کچھ اُس پر پے پر لکھا تھا اُسے لئے ہوئے داروغہ کے
 پاس چلا گیا۔ فوراً داروغہ نے اُسکی تعیل کی کسی کو جاگیر ملی کسی کو گھوڑے
 ملے کسی کو غلام ملے۔ کسی کو نقد روپے ملے۔ غرض کہ سبھی مالا مال ہو گئے
 اسکے بعد درہم و دینار کی اس طرح بوجھاڑ کرائی جیسے ساون میں کہی و نوگرٹے
 کا پانی پڑتا ہے۔ اور غنبر و مشک علاوہ لٹائے گئے۔ اور مع لشکر و حشم و خدم
 اُنیس دن تک مامون کی دعوت کی غرض (۵۰۰۰۰۰۰۰) درہم حسن
 بن سہل نے شادی میں صرف کئے۔ جب مامون واپس آنے لگا تو.....
 درہم دیتا چلا۔ فوراً حسن نے وہ درہم اُسی کے لشکر و حشم و خدم پر لٹا دیئے۔
 یہ واقعہ ۲۵۰ ہجری مطابق ۸۶۵ء کا ہے۔ بوران کی مثل قرش سے
 ویجاتی ہے۔ اٹمن من خراش بوران کی مثل اسی بوران کے قرش کی نسبت
 اسکا نام ضیجہ اور بوران لقب تھا۔ اسی کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

بارک اللہ للحسن	حسن بن سہل اور بوران کو اس عہد میں اور
ولبوران فی الختن	اس داماد میں برکت دے۔ اے پیشوا
یا امام الہدیٰ ظفر	تو ظفر یاب تو ضرور ہوا مگر کس کی لڑکی
ولکن بنت من	پر۔“

ایک بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے سخیوں کا ذکر کر رہے تھے۔ آخر
 بعد بحث کے سلطنت مروانیہ کے زمانے میں ال مہلب کی سخاوت پر
 سب نے اتفاق کیا۔ اور سلطنت عباسیہ کے زمانے میں براکک کی سخاوت پر
 مگر بعد اس بحث کے یہ بھی ملے پالیا کہ احمد بن ابی داؤد سے بڑھکر امین کوئی
 بھی سخی نہیں ہوا ہے۔

احمد کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اسکے باپ کا نام فرج بن جریر بن مالک
 بن عبد اللہ بن عباد تھا۔ اسکا نسب نزار بن معد بن عدنان یا دی ننگ پہونچتا

یہ شخص مروت اور نقشب میں مشہور تھا۔ اسکی بہت سی حکایتیں معتصم عباسی کے متعلق تواریخ میں مندرج ہیں۔ تمام عمر اسکی علم ہی میں گزری۔ گویا کہ علم ہی میں پالا گیا تھا۔ خصوصاً علم فقہ اور علم کلام میں اسکو اعلیٰ دستگاہ تھی۔ کوئی رئیس آدمی ایسا فصیح و بلیغ اور عالم اسوقت تک نہیں ہوا۔ یحییٰ بن اکثم کی معزولی کے بعد معتصم نے احمد کو قاضی القضاۃ بنا دیا تھا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اس نے ایک روز احمد بن حنبل کا امتحان لیا تھا اور مسئلہ خلق قرآن میں بند کر دیا۔ یہ شخص معتزلی المذہب اور شناعی بے بدل اور نہایت فصیح و بلیغ تھا۔ مسئلہ ہجری مطابق ۲۳۳ء میں انتقال کیا۔ اُنکے انتقال کے دن اہل علم اور اہل ادب کا ایک عظیم الشان گروہ اُنکے مکان پر مجتمع تھا۔ جب اُنکا تابوت اُٹھایا گیا ہے تو اسوقت مجمع میں سے تین آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک نے یہ شعر پڑھے

اليوم مات نظام الملك واللسن	ومات من كان يستعدي محي الزمان
واظلمت سبل الآداب اذ حجبت	شمس المكارم في غيم من الكفن
بهرود سرے شخص نے یہ شعر پڑھے۔	
تلك المنابر والسرار تواضعا	وله منابر لو يشاء وسرير
ولغيره يحجب الحاج وانما	يجب اليه محامدا واجور
پھر تمیرے نے یہ اشعار پڑھے۔	
وليس فتيق المسك يبع حوطه	ولكنه ذاك التناثر المخلف
وليس صهرير النعش ما سمعونه	ولكنه اصلا ب قوم تقصف

عرب کی امانت داری اور وفا

امان داری میں بھی عرب یکساں روڈ کار سمجھے جاتے تھے۔ وعدہ خلافی کے سخت دشمن تھے۔

مگر وہ شخص ایسے گزرے ہیں جنکے نام کی مثل دیجاتی ہے۔
ایک تو سمواں بن عادیہ ہے جو اپنی وفاداری میں مزب الشل تھا (یہ شخص
ہیودی تھا۔ اسکا باپ عوف بن عادیہ تھا۔ اسکے نام کی تحقیق میں کسی
تو سمواں لکھا ہے اور کسی نے سمول بغیر ہمزہ کے۔ معنی اسکے سائے
کے ہیں)

امرا القیس نے اسکے پاس اپنی چند زرہیں بطور امانت کے رکھوا
تھیں۔ جبکہ اسکا ارادہ قبضہ روم کے پاس جانے کا تھا۔ جب امرا القیس
کا انتقال ہو گیا تو حارث بن ابی شمر غسانی نے سمواں سے وہ زرہیں مانگیں
مگر وہ کب دینے والا تھا۔ حارث نے پھر فوجبشی کی۔ غرض تب ہی اس نے
نہ دیں۔ آخر حارث نے سمواں کے بیٹے کو فوج کر دیا۔ پھر بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔
جب موسم حج آیا اور امرا القیس کے ورثا اسے ملاقات ہوئی تو سمواں نے
وہ زرہیں وغیرہ اسکے وارثوں کو دیدیں۔ یہ معنی وفاداری کے ہیں۔
حارث نے جس وقت اسکے بیٹے کو فوج کیا تھا اس وقت اس نے
یہ اشعار پڑھے تھے۔

و فیت بادرع الکندی انی	اذا ما ذم ا قوام و فیت
وا وصى عادیا یو ملان لا	لقد م یا سموال ما بنیت

اور یوں بھی نقل ہوا ہے۔

و فیت بادرع الکندی انی	اذا ما خان ا قوام و فیت
بنی لی عادیا حصنا حصینا	اذا ما سامنی ضیما بیت

اسی سمواں کے ایک قصیدے کا یہ شعر بھی ہے۔

تعبیرنا انا قلیل عدیدنا | فقلت لها ان الکرام قلیل
دوسرا عتوب جو وعدہ خلافی میں طاق تھا۔ یہ شخص خیبری تھا۔ بعضو
نے لکھا ہے کہ شریب کا رہنے والا تھا۔ بعضوں نے عمالقہ میں اسکو شمار کیا

اعلیٰ درجے کا جھوٹا اور وعدہ خلاف تھا۔ کبھی کوئی وعدہ نہیں کیا جسکو پورا کیا ہو۔ اخلف من عرقوب کی مثل انہی کی ذات شریفہ سے مشہور ہوئی ہے۔

ایک شخص ابوجاہل تھا۔ اسکی بابت ہی اخلف من ابی جاجب کی مثل مشہور ہے یہ شخص نہایت ہی بخیل تھا۔ رات کو اپنے گھر میں آگ تک نہیں جلاتا تھا۔ اس خوف سے کہ لوگ آگ مانگنے آئیں گے۔

عوف بن محلم۔ اسکی بیٹی جامعہ۔ حرث بن ظالم۔ ام جمیل۔ (ابوہریرہ کے قبیلے سے) ابو صبل طائی۔ حرث بن عباد۔ فکیہہ (بنی یثیب بن ثعلبہ میں سے ایک عورت تھی) یہی وفاداری میں مضروب المثل ہیں۔ اور سب کی علیحدہ علیحدہ حکایتیں ہیں۔ جنکی تفصیل کا اسوقت موقع نہیں ہے۔

ہمسایہ کی رعایت اور معاہدہ کی حمایت

چونکہ ریاست اور شرافت کے لوازم ہیں ہمسایہ کی رعایت کرنا اور انکے ساتھ حسن خلق سے پیش آنا وقت پر مدد دینا۔ اس سبب سے عرب حق ہمسایہ کو اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے۔ عرب کی رائے میں درویدہ لوگوں کی مدد کرنے اور ڈرے ہوؤں کو امن دینے سے زیادہ قابل قدر کوئی چیز نہ تھی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے کپڑے کا ایک کونہ کسی عرب کے خیمے کی طناب سے باندھ دے تو بھی اُس عرب پر فرض ہو جاتا تھا کہ جہاں اسکی قوت و فاکرے اُس شخص کی حمایت کرے۔ اور کوئی دقیقہ اُسکو پناہ دینے کا فرو گذاشت نہ کرے۔

ہمسائے کے حق ادا کرنے میں تعقل ابن شوجع عمر بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ کے بیٹوں اور قبیلہ بنی بکر بن دہیل میں سے اور ابو داؤد ابادی کندی (سابق الذکر) تھا۔ بہت ہی مشہور و معروف تھا۔ ابن عبد بکر لکھی ہے

انی کفانی من امر ھمت بدہ | جار کجار الحداتی للذی انقضا

جار الحداتی سے مراد کعب ابن یاسر ابو داؤد کا ہمسایہ تھا۔ ہمسائگی کی یہاں تک رعایت کیجاتی تھی کہ خانہ کعبہ کے کبوتروں کو بالکل نہ چھڑتے۔ شکار کرنا کیسا اُنکو اڑاتے یا ہکاتے بھی نہ تھے۔ محض اس خیال سے کہ خانہ کعبہ کا مجاور اور اسکی ہمسائگی میں ہے۔ اسی وجہ سے امن من حمام مکہ کی مثل مشہور ہے۔ نابغہ کا شعر ہے۔

والمؤمن العابد انت الطیر مسجداً | رکیان مکة بدین العیل والسند

دوسری مثل امن من ظبی الحرم ہے۔ اس مثل کی شہرت کی یہ وجہ ہے

کہ جس طرح خانہ کعبہ کے کبوتروں کو شکار کرنا جائز نہیں سمجھتے اسی طرح حرم خانہ کعبہ کے ہر لون کا شکار بھی محض حرمت کعبہ کی وجہ سے حرام سمجھتے ہیں۔

سلج بن سوبد طای بھی ضرب المثل تھا۔ اسکا قصہ یوں ہے کہ ایک دن ٹڈیاں بہت سی اسکے صحن مکان میں آگئی تھیں۔ یہ سمجھا کہ مجھ سے مدد لینے

آئی ہیں۔ فوراً نیزہ اٹھائیں اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ جب تک آفتاب

میں گرمی پیدا نہیں ہوئی۔ اور ٹڈیاں اڑاڑکے چلی نہیں گئیں اُس وقت

تک برابر یہ شخص گھوڑے پر سوار اُنکی حمایت کرتا رہا۔ اور کسی کو پکڑنے نہیں

دیا۔ (ہمسائگی کا اسقدر خیال تھا) اُسی وقت سے ضرب المثل ہو گیا۔ احی

من عجیر الجراد۔

ربیع بن کدوم کنانی بھی ضرب المثل ہے۔ کہتے ہیں احی من عجیر النطن

یثخص نبشہ بن حبیب سلمیٰ کو عورتوں کے لوٹنے سے (جو کہ ہودج میں نہیں

فقط ترکش سے روکتا رہا۔ یہاں تک کہ نبشہ نے اسکو نیزہ مارا۔ مگر یہ شخص

اُن عورتوں کو بچائے رہا۔ اور ڈاکوؤں کو لوٹنے سے روکتا رہا۔ آخر اپنے

نیزہ کو ٹیک کر گھوڑے پر چڑھ گیا اور دم نکل گیا۔

اس حق ہمسایہ کی رعایت پر بکرو تغلب میں چالیس برس تک لڑائی رہی

ایک شخص سعد بن شمس نامی تھا۔ اسکی اونٹنی (مسی سراب) کو کسی نے مار ڈالا تھا۔ یہ شخص بکر کے قبیلے کی ایک عورت سماتہ لبوس کا ہمسایہ تھا۔ اس عورت نے اپنے ہمسایہ کی اسقدر پاسداری کی کہ آخر اس ایک اونٹنی کی بابت اپنے قبیلے اور قلعہ کے قبیلے میں لڑائی ڈلوا دی۔ یہی لڑائی چالیس برس تک گرم رہی۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو حزب لبوس کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس عورت کو اور اس ناتقے کو عرب میں مخوس سمجھنے لگے۔ اور شمل ہو گئی تھی اشام من سراب۔ اشام من اللبوس۔

لبوس عمرو بن مرہ بن ذہل ثیبانی یا بکری کی بہن تھی۔ عمر کا لقب جاس تھا۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ لبوس عمرو کی لونڈی تھی۔ کلیب بن وائل نہایت ہینٹاک اور قوی اور صاحب عزت شخص تھا۔ اسکی آگ کے مقابلے میں کوئی شخص آگ نہیں جلا سکتا تھا۔ اور نہ کسی کا اونٹ اسکے اونٹوں کے قبل تالاب کے کنارے پر پانی پینے کو آ سکتا تھا۔ چراگاہوں کو اس نے روک دیا تھا۔ کیا ممکن کہ کوئی شخص اپنے اونٹ وائیں چراتو لے۔ ہرن وغیرہ کی بھی حمایت کرتا تھا۔ اور کسی کو شکار کھیلنے نہ دیتا تھا۔ اسی وجہ سے شمل مشہور ہے حمی کلیب (دیکھو باب اول کی فصل پہلی) اسکی بڑھ کی یہ بات تھی کہ کوئی شخص اسکے جلسہ میں کلام نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ بیٹھ سکتا تھا۔ جہتک وہ اجازت نہ دے۔ اسکی چراگاہ میں کسی کے اونٹ ابتداءے جہار میں نہیں چر سکتے تھے۔ مگر حساس کے اونٹ کو اجازت تھی کیونکہ یہ کلیب کا سالہ تھا۔ ایک دن اس نے سعد کی اونٹنی کو دیکھا کہ جاس کی اونٹیوں کے ساتھ چر رہی ہے۔ اس نے پہچان کے ایک تیر مارا۔ اتفاق سے سعد کی اونٹنی نے پستان میں جا کے لگا اور توڑ کے نکل گیا۔ اونٹنی وائیں سے بہاگی ہوئی آئی اور اپنے مبرک (اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ) میں بیٹھ گئی۔ دو وہ اور خون اسکے پستان سے بہ رہا تھا۔ سعد نے جب اپنی اونٹنی کی حالت دیکھی۔ چلائے لگا

اور کہنے لگا واذلاہ۔ یہ آواز سن کے لبوس جو اسکی ہمسایہ تھی نکل آئی اور اونٹنی کا یہ حال دیکھ کے سر پیٹنے لگی اور شور کرے لگی۔ واذلاہ۔ واذلاہ۔ اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔ جنہیں عرب موثبات کہتے ہیں۔ کیونکہ ان شعروں کے اثر سے چالیس برس تک لڑائی رہی۔

لعمرك لو اصبحت في دار منقذ
لما ضيم سعد و هو جار لا بيا قى
و لكننى اصبحت في دار عريضة
متى بعد فيها الذئب بعد على تناء
”اگر میں منقذ (لبوس کے باپ کا نام) کے گھر میں ہوتی تو ہرگز کوئی سعد پر ظلم نہ کر سکتا اور حالیکہ وہ ہمسایہ ہوتا۔ لیکن کیا کروں میں مسافت میں ہوں اب جب کہی بھیڑ یا چوٹ کرتا ہے تو میری ہی بکری پر چوٹ کرتا ہے۔“
جس نے جو اس کے پیشتر سنے تو اس کے پاس آیا اور نسکین و تسلی کیجے کہنے لگا کچھ پروا نہ کر۔ کل ضرور اسکا بدلہ لیا جائے گا۔ اور ایک اونٹنی کے عوض میں ایک زبردست اونٹ قتل کیا جائے گا۔ بیاں سے یہ کہنے چلا گیا۔ اور وہاں کلیب کی تاک میں لگا۔ جو نہی اپنے قبیلے سے نکل کے مقور کی دور گیا ہے جہٹ کینگاہ سے نکل کلیب کے سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ کلیب وہیں ڈھیر ہو کے رہ گیا۔ مشہور ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۹۸ھ میں ہجرت سے ۱۳۲ سال پہلے ہوا۔

لیکن چونکہ عرب میں خون کا عوض لینا نہایت ضروری خیال کیا جاتا تھا اس وجہ سے مہمل بن ربیعہ تغلبی نے یہ لڑائی چھیڑ دی تاکہ اپنے بہائی کلیب کے خون کا عوض لے۔ اسی وجہ سے شل میں ہے۔ اخذ بالنار من المہمل اور جتنا کہ اپنے بہائی کے خون کا عوض لیتا رہا نہ تو شرب پی نہ سر میں تل ڈالا۔ نہ کسی عورت سے ہم بستہ ہوا۔ حالانکہ عورتوں سے اسکو بہت ہی عشق تھا اور بغیر انکے اسے چین نہ آتا تھا۔ اسی سبب سے اسکو بزیر النساء بھی کہتے۔ (عورتوں سے ہکلامی پر عاشق و فریفتہ) یہ لقب اسکو اسکے

بھائی کلب ہی سے ملا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ پہلے پہل جس نے عرب میں قصیدہ یا غزل نظم کی یہی مہملہل تھا۔ اصلی نام تو اسکا امرا القیس تھا۔ مگر مہملہل اسکو اسوجہ سے کہتے تھے کہ اسکی نظم میں ایک ملائت اور رقت ہوتی تھی۔ ہاریک اور نرم کپڑے کو اسی وجہ سے ثوب مہملہل کہتے ہیں۔ یہ مہملہل امرا القیس کنڑی کاموں تھا۔ اسکے دو غلاموں نے اس سے تنگ ایک میدان میں جبکہ یہ ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا۔ قتل کر دیا۔ لکھتے ہیں کہ جب ان دونوں نے اُسکے ہاتھ باندھ دیئے تو اُس نے آنکھ کھول کے دیکھا اور پوچھا کیا کرتے ہو۔ کہا کہ تو نے جو کچھ عرب کے ساتھ بڑا کر کیا ہے وہ اسکا عوض لیٹے اُس نے کہا اچھا اگر تم مجھکو ضرور قتل کرنا چاہتے ہو تو جب میری لڑکیوں کے پاس جانا تو میرا سلام کہہ دینا تو یہ شعر اُنکے سامنے پڑھ دینا۔

من مبلغ الاقوام ان مہملہلا للہ دراجما ودرایکما
جب یہ دونوں مہملہل کو قتل کر کے دفن کر چکے اور لڑکیوں کے پاس روتے ہوئے آئے۔ اور وہ مہملہلاہ۔ واسیداہ۔ وافارس العرب کہنے شروع کرنے لگے۔ جب اسکی لڑکی سلمیٰ نے سنا پوچھا کہ آخر کیا ہوا۔ کہنے لگا تیرا باپ تو مر گیا۔ اُس نے پوچھا آخر کوئی وصیت بھی کر گیا تھا۔ اُن دونوں نے کہا ہاں ہم سے کہا تھا کہ جب میری لڑکیوں کے پاس جانا تو یہ شعر پڑھ دینا سلمیٰ تو سن کے کہتی کہتی رہ گئی۔ اور جلوگ و ماں موجود تھے وہ بھی کچھ نہ سمجھ سکی ایک اسکی چھوٹی بیٹی آگئی اور رو رو کے کہنے لگی وانشکلاہ قتیل ودر الکعبۃ (اُس لڑکی کا باپ ضرور قتل ہو گیا) جلد ان دونوں غلاموں کو باندھ لو۔ خیر ثقب کے قبیلے کے دو جوان آدمیوں نے اُن دونوں کو باندھ لیا۔ پھر اُس نے لوگوں سے پوچھا۔ کچھ سمجھے بھی کہ میرے باپ نے اس شعر میں کیا مطلب رکھا ہے۔ لوگوں نے کہا جہلا ہمیں کیا معلوم ہے

تم ہی کچھ بتاؤ۔ کہنے لگی میرے باپ کا یہ مطلب تھا۔

من مبلغ الاقوام ان مہللا
اضحی قتیلا فی الفلانیۃ مجذلا
للہ درکما و درابیکما
لا یدرح العبدان حتی یقتلا
نگون میری قوموں کو خبر دینے والا ہے
مہلہ قتل کر دیا گیا۔ اور زمین پر مارا ہوا
پڑا ہے۔ خدا کے واسطے تم دونوں کی
اور تمہارے باپ کی نیکی ہے۔ یہ دونوں
غلام اس وقت تک جدا نہیں ہوئے جب تک مجھے قتل نہیں کر لیا۔
پس فوراً غلاموں کو پکڑ کے قتل کر دیا گیا۔

عرب کا ایک یہ بھی دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا تو
مقتول اور قاتل کے قبیلے والے دیت نہ ادا کر لیتے تھے۔ جان بخشی مشکل
ہوتی تھی حالانکہ قبیلے والوں سے کوئی بحث نہیں۔ اگر عوض یا دیت
لینے کا استحقاق ہے تو قاتل سے نہ اُسکے تمام محلے والوں سے۔

اور کبھی بیٹے کا بدلہ اُسکے باپ سے لیا جاتا تھا اور باپ کا بیٹے سے
اسی سلسلے میں بدلتوں عداوت چلی جاتی ہے۔ اگرچہ تھوڑے دن گزرے
بعد سب عداوت بھول جائے مگر عداوت رہتی تھی۔

منجملہ رسوم عرب کے یہ بھی ہے کہ جب کسی کے خون کا بدلہ لینا چاہتے
کہ پہلے ایک تیر آسمان کی طرف پھینکتے۔ اگر خون بہا ہو تاہیں واپس آتا
تو بے لڑے اور بدلہ لئے جان ہی نہ چھوڑتے تھے۔ اور اگر صاف اور
خون سے خالی گرتا تھا تو اپنی اپنی ڈاڑھیوں پر اتہ پھیرتے تھے۔ اور دیت
لے لینے پر راضی ہو جاتے تھے۔ ڈاڑھی پر اتہ پھیرنا صلح کی پہچان تھی۔
ابن اعرابی نے لکھا ہے کہ ہمیشہ یہ تیر خون سے خالی ہی آیا۔ (ظاہر ہے کہ
آسمان کی طرف بغیر کسی شکار کے خون کہاں اس گل کا نام عقیقہ تھا۔ شاعر
کہتا ہے۔

عقوا بسمہم ثم قالوا اھما لھوا | انھوں نے تیرے عقیقہ کیا تم نے کہا کہ

یا لیتنی فی القوم اذ مسحوا اللہی | صلح کر لو۔ کاش میں اس وقت موجود
ہوتا جبکہ انہوں نے اپنی اپنی ڈاڑھیوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔ مگر شریعت اسلام
نے قتل میں دیت لینے کی فقط اجازت دی ہے۔ اور لڑائی جب گڑبے
سے منع کیا ہے۔ کیونکہ قرآن میں آگیا ہے کہ ”کسی مومن کو جائز نہیں
ہے کہ کسی دوسرے مومن کو قتل کرے۔“ ہاں اگر بے قصور ہو تو مضائقہ
نہیں مگر قتل خطا میں یا تو ایک مومن لونڈی آزاد کرنا چاہیے۔ اور مقتول
کے وارثوں کو دیت دینی لازم ہے۔ مگر وہ معاف کر دیں تو خیر ہو سکتا ہے
پس اگر وہ ایسی قوم میں سے جس سے تم سے عداوت ہے۔ اور وہ مومن
ہے تو ایک ہی غلام آزاد کرنا۔ اور اگر قوم میں ہے جس سے تم سے عہد
و میثاق ہے تو ایک دیت اُسکے وارثوں کو دینی چاہیے۔ اور ایک غلام
آزاد کرنا۔ اور اگر غلام نہ ملے دو لون بھینے متواتر روزہ رکھے۔“

اس دیت کا اندازہ اور مقدار مسلمانوں کی فقہی کتابوں میں تفصیل
سے لکھا ہے۔ مسلمان لوگ دیت میں اور قصاص اُسی قدر قائل نے
کیا ہے اُس زیادہ کی اولاد دار عیال یا قبیلے والوں سے کوئی بحث
نہیں ہے۔

مسئلہ دیت میں مسلمانوں کی شریعت میں کوئی فرق ردیل اور شریف
کا نہیں ہے۔ اسلامی شریعت میں یہ بھی جائز رکھا گیا ہے کہ اگر کوئی مالدار
چاہے تو قاتل کے بیٹے سے دیت دیدے۔ اُسکے عوض میں قاتل اُس
شخص کی تعریف اور ثناء کر دیتا ہے۔

رسوم عرب میں سے یہ بھی کہ اگر کسی کا عزیز قتل کر دیا گیا ہو۔ اور قاتل
و مقتول کے قبیلوں میں مقرر طریقے سے صلح ہو۔ تو مقتول کے گھوڑے
کی پیشانی اور دم کے بال کاٹ ڈالتے ہیں۔ پہلے پہل اس رسم کو حرث
بن عباد نے حرب لبوس میں کیا تھا۔ جبکہ مہملہل نے اُسکے بیٹے بکیر کو مار ڈالا

تھا۔ اسکا مطلب یہ رکھا گیا ہے کہ اس گہوڑے کے سوار کا عوض لینا ہے۔

اور اگر کوئی شخص قتل کر دیا گیا ہو مگر قاتل کا نام نہ ہو سکے اور کسی شخص پر اشتباہ کیا جائے تو جب تک مدعا علیہ آگ میں گرم کیا ہوا لوہا زبان سے نہ چائے۔ اسکا طریقہ یہ مقرر تھا کہ مدعا علیہ قاضی کے سامنے پیش ہوتا تھا۔ قاضی صاحب ایک لوہے کو گرم کر کے مدعا علیہ سے کہتے تھے۔ اسکو زبان سے چاٹو۔ اگر زبان اسکی جل جاتی تو اسی کو قاتل جانتے۔

اور اسی سے قصاص لیتے۔ ہاں اگر دیت دینے پر راضی ہوتا تو خیر معاف کر دیا جاتا۔ اور اگر اسکی زبان نہ جلتی تو مدعی اپنی طرف سے اس الزام بیجا کے عوض میں اسکو ایک اونٹ دیتا تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ اپنی زبان نہ جلنے میں عوب مختلف چیلے کرتے تھے خصوصاً اگر مدعا علیہ قاضی صاحب کا دوست یا عزیز ہوتا۔ تو ضرور قاضی صاحب بھی کوئی ترکیب کرتے تھے۔ غرض اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ خاص طریقہ ثبوت قتل میں بتا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ اور دعووں میں اور اور طریقے مقرر کئے ہیں جیسا کہ زہیر بن ابی سلمیٰ مزنی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔

فان الحق مقطوع ثلاث | حق کی انتہا تین ہی ہے یا تو مدعا علیہ
یعین او نفار او جلاء | سے قسم لہجے اور اسکو بری کیا جائے
یا اس سے جنگ کجائے وہ کوئی دلیل واضح پیش کرے۔

ایک کتاب میں یحییٰ او شہود او جلاء آیا ہے۔ بہر حال یحییٰ سے مراد قسم ہے اور نفار سے مراد لڑائی۔ اور جلاء سے کوئی دلیل ظاہر ہے اپنی برائت کی۔

اپنے بعض جہگڑوں میں مباہلہ بھی کرتے تھے۔ مباہلہ کے معنی یہ ہیں کہ

ایک دوسرے کو لعنت کرے۔ یعنی اگر توجھو ٹٹا ہے تو تجھ پر لعنت خدا۔
اور وہ کہے کہ اگر توجھو ٹٹا ہے تو تجھ پر لعنت خدا۔

ہلال بن اسیم نے جب اپنی بیوی سے لعان کی تھی اور اس پر تہمت زنا کی
لگائی تھی تو اُس سے کہا گیا کہ جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ اگر اسکی پیٹھ چوڑی ہے
اور اگر پاؤں کی ساتین تپلی ہیں تو اُسکے شوہر کا ہے اور اگر چنچل نیز رقتا
گھونگر دوالے بالوں والا۔ موٹا تازہ بھری بھری ساتوں اور بڑے بڑے
سرین والا ہے تو اسکا نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے کے نطفے سے ہے۔

عرب کی ذکاوت اور دماغی قوت

عموماً عرب اپنی بچنگی عقل اور جودت رائے پر فخر کیا کرتے تھے۔
اور اس امر میں قیس بن زبیر عیسیٰ کو ضرب الشل بنالیا تھا۔ (جو بہت ہی
عاقل اور ذکی سمجھا جاتا تھا)۔ جب کسی کی زیادہ تعریف کرتے تو کہتے
فلان قسی الرائی یا ادھی من قیس۔ آخر میں یہ شخص بہت مغرور ہو گیا
اور اپنی قوم میں رہنے کے قابل اپنے آپ کو نہ سمجھا۔ تو بنی مزین قاسط
میں جا کے اقامت اختیار کی۔ اور اُسی قبیلے کی ایک عورت سے شادی
کر لی۔ چھوٹاں سے چلا گیا۔ اور عمان میں جا کے نصرانی بن گیا۔ اور
آخر عمر تک وہیں رہا۔

اسلامی زمانے میں ابن عباس کی ذکاوت اور ذمانت کا بڑا شہرہ
ہوا۔ شل میں کہتے ہیں فلان اذکی من ابن عباس۔ فرست اور شفیعی
میں ایاس کی شل دیتے ہیں اور کہتے ہیں افرس من ایاس۔ یا اذکن
من ایاس۔

ایاس کی کنیت ابو الدکھنی۔ اسکے باپ کا نام معاویہ بن قرظہ مزینی تھا
یہ شخص اعلیٰ درجے کا فصیح بلیغ۔ روشنفکر صاحب رائے تھا۔ عمر بن عبد العزیز

اموی نے اسکو قاضی کر دیا تھا۔ اسکی حاضر جوابیاں بہت سی مشہور ہیں اسکی نواد اور ذکاوت کی باتوں کو مدائنی نے ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔ اور اسکا نام کتاب زکن ایاس رکھا ہے۔

حکایت۔ ایک مرتبہ دو شخص کسی مالی معاملے میں فیصلہ کر نیکو آسکے پاس آئے۔ مدعا علیہ نے مال سے بالکل انکار کر دیا۔ ایاس نے مدعی سے دریافت کیا کہ تم نے کس موقع پر اسکو مال دیا تھا۔ مدعی نے ایک درخت کے نیچے جو فلان مقام پر ہے۔

ایاس (مدعی سے مخاطب ہو کر) اُسی درخت کے نیچے جہاں شاید وہاں جانے سے تجھے یاد آجائے۔ اور شاید خدا تعالیٰ اسکا سبب واضح کر دے۔

مدعی اُس طرف روانہ ہوا اور مدعا علیہ کو وہیں پہلے رکھا۔ جب اتنی دیر گزر گئی جس سے خیال ہو سکتا تھا کہ مدعی اُس درخت تک پہنچ گیا ہوگا۔ تو مدعا علیہ سے پوچھا کیوں۔ مدعی اُس درخت تک پہنچ گیا ہوگا۔ مدعا علیہ۔ جی ہاں اب پہنچا ہوگا۔

ایاس۔ جالے دشمن خدا تو بڑا چانت کار ہے اور ضرور تو نے اُسکا مال لیا ہے۔ فوراً ادا کر۔ آخر اُس نے اقرار دیا اور مدعی کو مال دیدیا۔
نوٹ۔ ایاس نے فقط اس حیلے سے سمجھ لیا کہ مدعا علیہ ضرور غافل ہے جبکہ اُس نے کہا کہ ہاں اب وہ پہنچ گیا ہوگا۔ کیونکہ اُس درخت کا حال سو امدعی اور مدعا علیہ کے اور کسی کو معلوم نہ تھا۔ اُس درخت کا بتلا دینا گویا اس بات کا اقرار کر لینا تھا کہ میں نے وہ مال لیا ہے۔ ایاس نے مسئلہ مطابق حکم میں فرمایا۔

عرب کا فضل و کرم

بنی فزات فضل و کرم اور براعت میں ضرب المثل تھے۔ کہتے ہیں فلان

ابدرع من بنی الفزات۔ بنی قزات چار بہائی تھے۔ بڑے کا نام ابو جابر
دوسرے کا نام ابو الحسن علی۔ تیسرے کا نام ابو عبد اللہ جعفر۔ چوتھے کا نام ابو یونس
ابراہیم۔ انکے باپ کا نام محمد بن موسیٰ بن حسن بن قزات تھا۔ اپنی بیٹی سے ایک
شخص معتذر عباسی کا وزیر بھی تھا۔

عرب کی چند نامی خوبیاں

والدین کے ساتھ احسان کرنا بھی عرب ہی کے ساتھ خاص تھا۔ اس امر
میں انکا بڑا سبک دہاری ہے۔ مگر ضرب المثل وہی شخص تھے۔ ایک عکس
دوسرا فلحس۔ اپنی دونوں کی تاسی بعد کے بچوں نے اپنے والدین کی خدمت
اور فرمانبرداری میں کی۔

عکس کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بوڑھی ماں کو کا ندھے پر
سوار کر کے لئے پھرتا تھا۔ اور فلحس اپنے باپ کو۔ کیونکہ اسکا باپ نہایت
بڑھا خورن ہو گیا تھا۔ اسی سعادت سے دونوں نے حج خانہ خنداں کا دیکھا۔
علم میں شعبی ضرب المثل تھا۔ (شعبی۔ عربی)۔ عربی شرا جیل کا بیٹا تھا
شعب مہدان کا ایک قبیلہ ہے۔ مثل میں کہتے ہیں فلان اعلم من الشعبی
فلان احفظ من الشعبی۔ اسکا انتقال ۷۷۵ ہجری مطابق ۱۳۷۵ء میں ہوا۔
علم میں ایک تو معاویہ بن ابی سفیان ضرب المثل تھا۔ دوسرا احف بن قیس
اصلی نام اسکا ضحاک۔ کنیت ابو بکر قبیلہ بنی تمیم تھا۔ بعضوں نے اسکا نام
سخر کہا ہے۔ یہ شخص اپنے عقل اور علم کی وجہ سے سب کا سردار بنا ہوا تھا۔
سب اسکی اطاعت کرتے تھے۔

حکایت۔ ایک شخص تنہائی میں احف سے ملا اور خواہ مخواہ اسکو
گالیاں دینی شروع کیں۔ اور ایسی ہی سخت اور فحش گالیاں نکالیں کہ شاید
کسی نے نہ سنی ہوں۔ جب چپ ہوا تو احف نے کہا بہائی اگر کچھ اور یاد ہوں

تو جلدی سے کھلے۔ کیونکہ اگر میرے قبیلے کا کوئی شخص آجائیکا تو تجھ کو
ایذا پہونچلی۔

لوگوں نے اس سے پوچھا تھا کہ کس وجہ سے تو اپنی قوم کا رئیس
اور سردار بن گیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر میری قوم پانی پینے تک کو مکروہ
سمجھتی تو میں ہرگز نہ پیتا (اس قدر قوم کی پاسداری تھی) اس کا انتقال شد
مطابق ۱۹۶۷ء میں ہوا۔

دوسری فصل

شجاعان عرب

عرب بطرح اور صفات میں فرد تھے شجاعت میں بھی کیتاے عالم
تھے۔ زمانہ اسلام میں بہت سے آدمی تھے جو اس صفت میں اپنا نظیر
صفو ہستی پر نہیں رکھتے تھے۔ جن کا ذکر نیک اتناک چلا جاتا ہے۔ اور
ان کی بہادری کے قصے اس وقت تک زبانِ فلائن پر موجود ہیں۔ منجملہ ان کے
زمانہ جاہلیت میں :-

عمر بن معدی کرب تھا زبیری۔ بنی زبیر میں اعلیٰ درجہ کا شہسوار تھا
کنیت اس کی ابو ثور تھی۔ اس سبب سے کہ بچپن سے اکثر ذبح کر کے کھایا کرتا
تھا۔ اور اوپر سے شراب کی مشک بہری کی بہری پی جاتا تھا۔ عمرو کے
معدوین بہادروں میں تھا۔ مسلمان نہ تھا۔ پھر مرتد ہو گیا۔ پھر مسلمان ہوا۔
شاعر بھی تھا۔ اسکے اشعار سندیں پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی نے رستم زار کو

قاویہ کی لڑائی میں جبکہ یزید جو دئے اُسکو اسلامیوں کے مقابلے میں پہچا
 تھا قتل کیا۔ مگر جس طرح اسکی شجاعت کا تمام عرب و عجم میں شہرہ تھا اُسی
 طرح اسکا جھوٹ بھی شہرہ آفاق تھا۔ کسی نے خلفِ امیر سے دریافت
 کیا کہ عمر بن معدی کرب جھوٹا تھا؟ خلف نے کہا ضرور جھوٹا تھا۔ مگر بات
 میں اندکام میں انتہا کا سچا تھا۔ عرب کی ایک عورت نے کہا تھا۔
 ایالیت جاری کجاری الحیین وعلیٰ عمرو بن معدی کرب
 سلسلہ ہجری مطابق ۶۲۲ء انتقال کیا۔

ربیعہ بن مکدم بن عامر بن خیلید بن جذیمہ بن علقمہ بن جندل الطائی
 بن فارس ربیعہ المکدم الفراسی ایہ شخص بنی کنانہ میں سے ہے۔ مضر کے
 شہسواروں میں کہلاتے۔ دزگار سمجھا جاتا اُسکو نیشہ بن حبیب سلمیٰ نے کدید
 کی لڑائی میں قتل کیا۔

درید بن صمد۔ اسکی کنیت ابو فاقہ و البوقرة ہے۔ اسکا نسب بکر
 بن ہوازن تک پہنچتا ہے۔ یہ شخص بہت بڑا شہسوار۔ شجاع۔ شاعر تھا۔
 بعض مورخین نے شہسواروں میں پہلا شاعر اسی کو خیال کیا ہے۔ تقریباً
 سولہ یاں لڑا ہے۔ مگر مسلمانوں نے اُسکو حنین کی لڑائی میں قتل
 کر ڈالا۔ اسکا نام معدی کرب زبیری تھا۔ اس بنا پر عمرو اسکا ماموں تھا۔
 اسکی ایک لڑکی بڑی شاعرہ تھی جسکا نام سلمیٰ تھا۔ اور دوسری عمرو تھی اسکی
 طبیعت کے اندازے کے واسطے بہت سے مرثیے موجود ہیں۔ درید بن صمد
 بنی جثم کا سردار بھی تھا۔

ذوالخمار مالک بن زید بن نزار تک پہنچتا ہے۔
 کنیت اسکی ابو العنوار ہے۔ اسکے بہائی کا نام متهم۔ اور کنیت ابو نسل۔
 مالک کو فارس ذی الخمار بھی کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے کہ اسکے پاس
 ایک گھوڑا اسی ذوالخمار تھا۔ یہ شخص بڑا شریف۔ بڑا شہسوار۔ بڑا شاعر تھا۔

اسکو جنوں بھی کہتے تھے۔ خالد بن ولید نے ابوبکر کی خلافت کے زمانے میں اس جرم پر کہ اس نے سجاج کو غیبی مانا ہے اور اسپر بیان لایا ہے۔ (دیکھو چوتھے باب کی تیسری فصل) مار ڈالا۔

عروہ بن زرد بن زید بن عبدالعزیز بن نزار کی اولاد سے ہے جاہلیت کے زمانے میں بہت بڑا شاعر کامل شہسوار۔ اور اعلیٰ درجے کا دست نگر تھا۔ اسکو عروۃ الصدا لیک کہتے تھے۔ اس نے تمام فقیر و نکو جمع کیا تھا۔ اور سب کو سوال کے طریقے بتاتا اور انکے کام کی ترقی کے عنوان سکھاتا۔ جب کبھی وہ لوگ لڑائی میں دست پاچہ ہوتے تو انکی مدد کرتا۔

عندلہ بن عمرو بن شداد حبشی۔ اسکا قلعہ مشہور ہے۔ بنی عبس کے شہسوار میں مزد تھا۔ اسکی شجاعت کی مثل دیکھائی ہے۔ شداد کی ایک حبش لونڈی تھی (سماۃ زبیریہ) یہ اسی سے پیدا ہوا تھا۔ اسکو غفرۃ الفلح بھی کہتے تھے اسکا نیچے کا ہونٹ پٹھا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے اسکو فلح کہا گیا (جس طرح اہل اس شخص کو کہتے ہیں جسکا اوپر کا ہونٹ پٹھا ہوا ہو)

بنی عبس نے کسی لڑائی میں بنی جذیمہ کی ایک لونڈی اُچک لی تھی اور وہ شداد کے حصے میں پڑی تھی۔

عنترہ جب جوان ہوا تو جبکہ بنت مالک (شداد کا بھائی تھا) کے عشق میں پڑ گیا۔ مگر پھر شہسوار سی اور شجاعت کے منہر ظاہر کرنے لگا۔ جس زمانے میں عبس اور نزار کی لڑائی ہوئی تھی اسوقت یہ بھی شریک ہوا تھا۔ اس لڑائی میں اسکا بڑا شہرہ ہو گیا۔ اور عرب کے تمام شہسوار اور نیزہ باز اس سے ڈرنے لگے۔ بہت بڑا بہادر اور فصیح زبان تھا۔ یہاں تک اسکی فصاحت تسلیم کی گئی تھی کہ ایک قصیدہ اسنے غمانہ کعبہ پر بھی لکھایا گیا تھا جو آج معاملات سبعہ میں مطالبہ علموں کے، تہہ میں رہتا ہے۔

کسی نے اسکو ایک مرتبہ کہا تھا کہ تو تمام عرب میں بڑا شجاع ہے۔ اور اسکی

بھی تیری سب کے دلوں میں چھائی ہوئی ہے۔ کہنے لگا ایسا نہیں ہے
 پھر اُس نے پوچھا آخر کیونکر یہ صفت تیری عالم میں مشہور ہو گئی۔ اُس نے
 کہا میں جب میدان میں آگے بڑھنے کا موقع دیکھتا ہوں تو آگے بڑھتا ہوں
 مگر بڑے بڑے ارادے کے ساتھ۔ اور جب پیچھے ہٹنے کا موقع ہوتا ہے
 تو بہت ہی چٹنگی رائے کے ساتھ پیچھے ہٹتا ہوں۔ اور کبھی ایسی جگہ نہیں
 گھومتا جس سے بھٹنے کی راہ مجھے نہ معلوم ہو۔ اور کبھی کمزور سے کمزور
 آدمی کو بھی قتل کر دیتا ہوں اور ایسی تلوار لگاتا ہوں کہ جس سے بڑے
 بہادر کا بھی دل ہل جاتا ہے۔ پس جہٹ اسکو پکڑ لیتا ہوں۔ اور الحرب خدو
 تو مشہور ہی ہے اس میں کہنا کیا ہے۔ اس درمیان کے آٹھ سے ۱۵ سال
 میں اسلام سے سات برس قبل مارا گیا۔

عتیبہ بن حث بن شہاب۔ تسم کا شہسوار تھا۔ اسکو سم الفرسان
 بھی کہتے تھے۔

عامر بن مالک بن جفر بن کلاب قیس کے قبیلے کا فارس تھا۔ یہی
 کنیت ابو براق تھی۔ اور ملاعب الاسد بھی کہتے تھے۔
 عامر بن طفیل۔ عامر مذکور الصد کا بہتیجا تھا۔

سطام بن قیس شیبانی۔ بکر کے قبیلے کا شہسوار تھا۔ یہ سب لوگ
 اپنی سخاوت میں ضرب الثل تھے۔ جب کسی کی شجاعت کا ذکر کرتے ہیں
 تو کہتے ہیں فلان افرس من سم الفرسان۔ افرس من ملاعب
 الاسد وغیرہ۔

اغریب العرب

عرب کے غریب (جس کا باپ عربی ہے اور ماں حبش ہے یا اور کوئی
 قوم میں سے ہے) آٹھ آدمی تھے۔ ہمیں اپنی ماؤں کے نام سے پکارا جاتا تھا

عنترہ بن عمرو بن شداد مذکور الصدر اپنی ماں زبیدہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

خفاف بن عمرو شریذی اپنی ماں ندبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔
سلیک بن عمیر سعدی۔ اپنی ماں سلکہ کے نام سے (یعنی سلیک بن سلکہ۔ عنترہ بن زبیدہ۔ خفاف بن ندبہ)
باقی پانچ میں سے شنفری ازدی تھا۔ تابط مشرا۔ ہشام بن معیط۔ ہمام بن مطرف۔ حمیر بن ابی حمیر۔ اور ہر ایک کے کثافات جنگی تفصیل میں طول ہوگا۔

محیط المحيط میں لکھتے ہیں کہ جاہلی اغربہ العرب اشخاص ذیل تھے۔
عنترہ۔ خفاف بن ندبہ۔ ابو حمیر بن حباب۔ سلیک بن سلکہ۔
ہشام بن عقبہ بن ابی معیط (مگر ہشام مخضرمی تھا۔ یعنی جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں رہا اور اسلام ہی لایا)

اور اسلامی اغربہ عبد اللہ بن حازم۔ حمیر بن ابی حمیر۔ ہمام بن مطرف۔ منتشر بن وہب۔ مطرب بن اوفی۔ تابط مشرا۔ زید بن ثابت شنفری ازدی۔ حاجر تھے۔ مگر عنترہ آخر میں شہسوار سی اور شجاعت کا وہی سمجھا جاتا تھا۔ اور سلیک بن سلکہ چوری میں فروغ تھا۔ مگر محاضیر عرب میں بھی شمار کیا جاتا ہے اور علی ہذا القیاس تابط مشرا بھی۔

محاضیر عرب

محاضیر عرب وہ لوگ کہے جاتے تھے جو دوڑنے میں فروغ تھے۔ بہ لفظ حضار سے مشتق ہے۔ گھوڑے کے دوڑنے کو حضار کہتے ہیں۔

منجملہ ان کے سلیک مذکور الصدر ہے اسکا نام حث بن عمرو بن زید بن سناہ شیبی تھا۔ (سلیک۔ سلک کی تصغیر ہے۔ کہا کہ بچے کو سلک بن سناہ شیبی تھا۔)

کہتے ہیں۔ چونکہ اسکی ماں کا نام سلکہ تھا۔ اسی وجہ سے اسکو سلیک کہنے لگو۔
یہ شخص پہلا دوڑنے والا تھا۔ اس سے پہلے کوئی شخص ایسا تیز
دوڑنے والا نہیں ہوا ہے۔ اسکی نیز رقتاری کو گھوڑے ہی نہیں پاسکتی
تھے۔ اور جب طرح چوری میں کیٹا اور ضرب المثل تھا اسی طرح دوڑنے میں
بھی ضرب المثل تھا۔ کہتے ہیں فلان اعدی من سلیک شعر گوئی اور
وضاحت میں ہی آپ شہرہء عالم تھے۔ اسکو سلیک المقاب بھی کہتے تھے
(مقاب بھڑیلوں کو کہتے ہیں) انس بن مدرک خثمی نے سفتہ میں
ہجرت سے بیس برس قبل مار لیا۔

شنفزی از دی (اسکو شنفزی اسکے ہونٹوں کے بڑے ہونیکے
باعث کہتے تھے) یہ شخص ایڑ مارنے میں اور دوڑنے میں فرو تھا۔
جیسے سلیک دوڑنے میں۔ جاہلی زمانے کا نامی گرامی شاعر تھا۔ فقیہہ
لامیۃ العرب اسی کی طبیعت کا نتیجہ ہے۔

عمر بن براق۔ اسیر بن جابر۔ تابط شرا۔ اسکا نام ثابت ابن
جابر بن سفیان بھی ہے۔

ایک شخص اور بھی نسبی دعبیص الرمل عرب کے حبشیوں میں سے
راہ بتانے میں ایک سمجھا جاتا تھا۔ جب کسی کی راہبری کی تفریق کرتے ہیں
تو کہتے ہیں فلان ادل من دعبیص الرمل اور جب طرح ادل من حنیف
الحنانم کہتے ہیں۔ حنیف تیم الاب ابن ثعلبہ کے قبیلے سے تھا۔
ایک اور شخص ربیعہ بن الخبط نامی رات کے سفر میں کیٹا سمجھا جاتا تھا۔

اسلامی بہادر

پہلے طبقے میں علی ابن ابیطالب۔ خالد بن ولید۔ مقلد ابن ابی
الاسود۔ سعد بن ابی وقاص زبیری۔ طلحہ اسدی۔ ابو دجانہ

انصاری۔ عمار بن یاسر۔ مالک بن حزنہ نخعی۔ قعقاع بن عمرو طاعن النیل۔

دوسرے طبقے میں عبد اللہ بن زبیر بن عوام۔ ابوہاشم عبد اللہ بن محمد بن علی ابن ابیطالب۔ عبد اللہ بن حازم سلمیٰ فارس الاسلام۔ مسلمہ بن عبد الملائک بن مروان۔ معنم عباسی۔ ابراہیم بن مالک اشتر نخعی۔ عبد اللہ بن حرجفی۔ محمد بن ربیعہ صلی۔ مہلب بن ابی صفراء اور اسکے بیٹے معنہ۔ یزید۔ مدرہ۔ حبیب۔ مفضل۔ قتیصہ۔ عبد الملائک۔ محمد (ان کو ال ابی صفراء کہتے تھے)۔

مہلب حجاج بن یوسف کے امراء میں سے تھا۔ اور اعلیٰ درجے کا جھوٹا۔ جب کسی کے چوٹ کی مثل دینا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں۔ فلان اکذب من المہلب۔ جب کہی یہ باتیں کرنے بیٹھتا تھا تو لوگ کہتے تھے ساح یکذب۔ اور جو کوئی جھوٹ نہ بولتا اسکی سخت مذمت کرتا تھا۔ اسی نے لوہے کے رکاب گھوڑے کے واسطے ایجاد کئے۔ اور اس سے پہلے لکڑی کے رکاب ہوتے تھے۔ جب کہی پاؤں کی ٹھوکر لگتی تو ٹوٹ جایا کرتے تھے۔ اور نیزہ بازی یا تلوار لگانے کے وقت کوئی سہارا نہ رہتا تھا۔ مہلب نے ستم جوڑی مطابق ستمہ میں انتقال کیا۔

خو مہلب کا قول تھا کہ دنیا میں تین ہی شخص شجاع ہیں ابن کلبیہ۔ احمہ قریش۔ راکب البغلہ۔ (ابن کلبیہ سے مراد بن زبیر تھے۔ احمہ قریش سے مراد عبداللہ بن عمر۔ راکب بغلہ سے مراد عباد بن حصین)۔

خوارج کے بھادر

ابو بلال مرداس۔ شیبہ الحارثی۔ حجاج۔ قتلی بن العجاء۔ تیسرے طبقہ میں معن بن زائدہ شیبانی۔ عمر بن حبیبہ۔ ابو دلف قاسم بن عبدی بن شعیلی۔

تیسری فصل

عرب کے فصحاء اور شاعر

عرب کے نزدیک کوئی چیز فصاحت سے بڑھ کر نہ سمجھی جاتی تھی کیونکہ ان لوگوں میں سینکڑوں برس سے ایسی بدولت شہرت حاصل کی تھی۔ اور فی الحقیقت انکی فکر سلیم اور حضور ذہن کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ (کیونکہ شعر کہہ دینا تو ایک آسان بات ہے ہر ملک میں شاعر اسے پڑے پھرتے ہیں مگر جو کمال عرب کو حاصل تھا۔ بلکہ کہنا چاہئے ماعری انکی فطری صفات میں سے ہو گئی تھی) وہ کسی قوم اور کسی ملک کے باشندوں کو نفیب نہیں ہوئی۔ غور کا مقام سے کہ میدان جنگ میں لانے کے واسطے آنا اور ہزاروں تیر اندازوں نیزہ بازوں اور تلوار یوں کا مقابلہ ایک ایسا امر ہے کہ انسان کے ہوش و حواس باقی نہیں رہتے۔ لیکن یہی بہادر عرب کی قوم تھی کہ عین معرکہ آرائی کے وقت رجز میں ایک ایک شخص بچا سوں شعر فی البدیہہ پڑھتا تھا۔ اور جب ایک آدمی دوسرے پر غالب آجاتا اور اسکو مار چکتا تو پھر فوراً اپنے مخزن میں بیسیوں شعر اور اگر اسی طرح کئی دن تک نوبت آتی تو برابر یونہی زجر کے اشعار بہار کر دیتا۔ ہر موقع پر شعر۔ ہر ایک جگہ سے میں شعر سوتے جاگتے اٹھتے بہتر شاید کوئی کم موقع ہوگا جہیں وہ شعر نہ کہتے ہوں۔

بعضوں نے خواب میں شعر نظم کئے ہیں اور ایسے دھپکے کہ شاید وہ باید۔ چنانچہ ایک عرب کی نقل ہے کہ اُس نے خواب میں شیطان کو دیکھا شیطان نے اُس سے پوچھا تو نثر اب کی تعریف میں شعر کہے ہیں۔ اُس نے اپنے اپنے شعر

بڑے سلسلے۔ شیطان نے کہا بانی یہ ٹھیک نہیں۔ دیکھو میں تمکو اشعار سناتا ہوں جسے بڑے کے شراب کی تعریف میں کوئی شعر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ شعر ہے۔

وحمراء قبل المرح صفراء بعدہ انت بین لوشب کے مذہب شقائق

حوت وجۃ المعشوق مرافسطو علیہا مزاجا فاکنت لون علق

یہ اشعار گو شیطان کی زبانی ہیں مگر ایک فلسفی آدمی جو ماہیت خواب سے واقف ہے وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ اشعار کیونکہ نظم ہو گئے یقینی بات ہے کہ خواب کی حالت میں خیالات مختلف قسم کے آتے ہیں اور انسان اس حالت میں اپنے خیالات ظاہر کرتا ہے اس طرح اس وقت شراب ہی کا خیال آگیا اور اُس کے نفس نامطقہ کی قوت نے اسی دہن میں یہ اشعار نظم کئے جسکو یہ سمجھا کہ شیطان نے نظم کئے ہیں۔ غرض اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو حیرت فیز ہیں۔ اور ان میں پوری کامیابی تقاریر سے ان بہادر مصفا عرب ہی کو ہوئی (مترجم)

عرب ہر قسم کے کلام میں فصاحت و بلاغت کا پورا حصہ لیا کرتے تھے خواہ نظم ہو یا شعر۔ خطبہ ہو یا مناظرہ و مقابلہ ہو۔ چنانچہ ہم سب کی تفصیل ذیل میں لکھتے ہیں۔

خطابہ (خطبہ خوانی) عرب ہر ضروری اور اہم امر میں خطبہ ضرور پڑھتے تھے۔ مگر خطبہ خوان اس گروہ کے سرور ہوا کرتے تھے۔ خطبہ تدریسی و بیانی علوم منطقیہ میں داخل ہے۔ اسکا موضوع وہ کلمات اور وہ اقوال ہیں جس سے سننے والے کو اطمینان ہو جائے۔ اور نفع پہنچے۔ علاوہ اسکے قوم کو اپنی طرف اچھی طرح مائل بھی کر سکیں۔ ایسے حجت فقرات ہوں لیکن عرب کی قوم باوجودیکہ علم منطق میں بالکل داخل نہ رہتے تھے پھر بھی اُن کے ایسے ایسے خطبے مشہور ہیں کہ شاید کسی بڑے منطقی سے بھی دشواری سے ادا ہو سکیں کہتے ہیں کہ پہلے پہل جس نے جاہلیت کے زمانے میں خطبہ پڑا ہے۔

عبد الشمس لقب بہ سابقین شجب بن یزید بن قحطان (تمام عرب کا مورث
اعلیٰ تھا۔

عرب کا خطیب اور حکیم اور قاضی وقت جاہلیت کے زمانے میں
قس بن ساعدہ بن عمر بن عدی بن مالک بن عزی بن داکہ بن عبد مناة
بن قصی بن دغی بن اباد بن خزیمہ کے عیسائیوں کا لارڈ پادری تھا۔
یہی پہلا وہ شخص ہے جو منبر پر چڑھا اور خطبہ پڑھا۔ اور پہلا وہ شخص ہے
جس نے اپنے کلام میں امانی کا لفظ استعمال کیا۔ اور پہلا وہ شخص ہے
کہ جس نے خطبہ کے وقت تلوار یا عصا پر تکیہ کیا۔ اور پہلا وہ شخص ہے
جس نے خطبہ کے عنوان میں بن فلان الی فلان لکھنے کا طریقہ نکالا۔ اور
پہلا وہ شخص ہے جس نے بعثت رسول خدا کا اثر رب کے بتلائے ہوئے
کیا۔ اور پہلا وہ شخص ہے جس نے کہا البیۃ علی المدعی والیمین علی
من انکر کہتے ہیں کہ صاعب شریعت اسلام نے اسکو اپنی بعثت کے
قبل دیکھا تھا اور اس کے خطبے سے تھے۔

بلاغت میں اسکی مثل دیکھائی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ سات سو
بیس تک زندہ رہا۔

سبحان وائل بالہی۔ بالہی کے شاعروں اور خطیبوں میں تھا اسکا شعر
لقد علم الحی الی الی الخ اذ اقلت اما بعد انی خطیبہا
مورخین لکھتے ہیں کہ اس نے ایک دن دو قبیلوں میں صلح کرانے
واسطے نئی لکھے خطبہ پڑھا۔ مگر ایک لفظ بھی اتنے بڑے وسیع کلام میں
مکر نہیں لایا۔ مثل میں کہتے ہیں اخطب من سبحان۔

ابن خاتمہ ایوب بن قیس بن زرارہ ہلالی۔ اسکی ماں کا نام خاتمہ تھا۔
مگر مشہور فرقہ کے نام سے تھی۔ ابن خاتمہ اپنی ماں کے نام سے فقط اس
سبب پکارا جاتا تھا۔ کہ فی الحقیقت وہ بہت مشہور و معروف عورت تھی۔

ابن خاتمہ عرب کے مشہور خطیبوں میں سے تھا اور فصاحت و بلاغت کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اس پر لطف یہ ہے کہ پڑھا ہوا نہ تھا۔ سترہ ہجری مطابق سترہ ۶ میں دنیا کو خیر باد کہہ گیا۔

ابو نعیم قسری بن خاتمہ (جس کا ذکر آگے آچکا ہے) خاتمہ اسکی ماں کا نام ہے۔ عرب کے خطیبوں اور ذہین لوگوں میں اسکا ہی شمار ہے۔ اور مکر و دیا لاکے میں بھی اپنا آپ ہی نظیر تھا۔

ابو قتادہ ایک اسلامی شخص گذرا ہے۔ بلاغت میں ضرب الثقل تھا۔ اسکی تصنیفیں بھی بہت ساری ہیں۔ اسکی کنیت ابو العرج اور باپ کا نام جعفر بن قتادہ بن زیاد کا تلبغدادی تھا۔ اسی کی بابت حریری نے اپنے مقامات کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

وان المتصدی بعد (ای بدیع الزمان) لانشاء مقامہ ولو ادقی بلاغہ قدامة لا یغترف الا من فضالته ولا یبهری ذالک المسمری الابد لالتہ۔

ابو الحسین محمد بن احمد بن اسماعیل بن عیسیٰ بن اسماعیل معروف ابن سمعون۔ اسلامی زمانے میں وعظ و خطابے مثل تھا۔ مثل میں کہتے ہیں فلا وعظ من ابن سمعون۔ سترہ ہجری مطابق سترہ ۶ میں دنیا سے عالم بقا کو تشریف لگئے۔

عرب کی مثل گوئی

ضرب الثقل کہنے میں عرب کو بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ بات بات پر مثل کہا کرتے تھے یا انکی مثل کسی نہ کسی قصہ پر موقوف ہوتی تھی۔ اور کوئی نہ کوئی عجیب واقعہ اسکے متعلق ہوتا تھا۔

ضرب الثقل عرب کی فصاحت کا جزو اعظم تھی۔ اسوجہ سے اس کثرت سی

مثلیں ہیں کہ شاید کل کا احصا ایک آدمی سے نہایت دشوار ہو۔ اسی کتاب کے قبل کے اجزاء سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر مثلیں اُنکے کلام میں ہیں حالانکہ جو کچھ آچکی ہیں وہ باقی ماندہ کے مقابلے وہ نسبت ہی نہیں رکھتیں۔ جو ایک قطرے کے مبیوں حصہ کو دریا سے ہوا کرتی تناخرین نے انہی شلوں سے اپنے اشعار اور خطب اور مواظ میں موقع اور محل سے استعمال کر کے اپنے کلام کو زینت دی ہے۔

اکثر اشخاص نے اِشمال میں کتابیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً سبے جامع اور بسیط کتاب جہیں اکثر مثلیں اسلام و جاہلیت کے زمانے کی مل سکتی ہیں علامہ میدانی کی صحیح الاِشمال ہے (علامہ سیدانی ابو الفضل احمد بن محمد بن احمد بن ابراہیم نیشاپوری تھے)

میدانی اپنی اِشمال میں لکھتے ہیں کہ پہلی مثل جو عرب میں کہی گئی تھی یہ ہے۔ المرأة من المرأة وكل ادماء من ادم۔ انکا انتقال اِسم مطابق ۲۲۷ میں ہوا۔

عرب کی شاعری

ابوداؤد نے لکھا ہے کہ عرب میں کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جسکو نظم کا سلیقہ نہ رہا ہو۔ کیا بچہ یا بوڑھا۔ کیا جوان کیا عورت۔ کیا مرد نہ بوڑھے بہت سب شاعر تھے۔ اور عموماً بالطبع شاعری کرتے تھے۔

ابوداؤد کے علامہ اور موزخوں نے بھی لکھا ہے کہ عرب کی شاعری فی البدیہہ ہوا کرتی تھی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عرب کداس زمانے میں بالکل عروص وانی کی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ علم بیان کی حاجت تھی۔ بلکہ تناخرین نے ان دونوں علموں کو انہی جاہل ان پڑھ عربوں کے فصیح و بلیغ کلام سے انتخاب کیا ہے اور اُسکے اصول قائم کئے ہیں۔

اسکا سبب یہ تھا کہ اسلام کے قرآن نے عربوں کی فضاحت و عیلت کی ایسی مکر توڑ دی تھی کہ رفتہ رفتہ انکی شاعرانہ مہمت بالکل ٹوٹ گئی اور انکی وہ قدرتی قوت اور بچپل دکاوت سلب ہو گئی۔ تو مجبوری سے اسلامپوں نے اُسکے دوا و علاج کی فکر کی اور قذما اہل و بر کے کلام اور اشعار سے منتخب کر کے کچھ اصول مرتب کئے۔ اُن میں سے جو اصول وزن و قافیہ کے متعلق تھے اُنکا نام نظم عروض رکھا۔ اور جو ترکیب کلام اور صنایع و بدائع کے متعلق تھے اُنکا نظم معانی و بیان و بدیع رکھا۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ جاہلیت کے شعراء قبیس کے قبیلے کے تھے اور اسلام کے شعراء میں بنی تمیم والے اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ مثلاً جریر۔ فرزدق۔ اخطل کہ ان سے بہتر اسلام میں کسی نے شعر نہیں کہے۔ شاعری کے متعلق بحث ہم نے اپنی کتاب اصول معارف میں لکھی ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ۔

مگر اس موقع پر تا کہ یہ ناظروری ہے کہ جاہلیت اور اسلام کے شعراء اپنے اپنے زمانے کی حیثیت سے چار طبقے کے ہیں۔ تین طبقے تو ایسے ہیں جنکی نظرت میں شاعری داخل تھی اور قدت نے سبملہ تمام اجزا بدن و روح کے ایک جز و شاعری کا ہی اُنہیں رکھ دیا تھا۔ اس سبب سے وہ زمانے ایسے گذرے ہیں جنہیں متاخرین کہیہ اختراعی قواعد نہ تھے۔ پہلے طبقے کے شعراء تو جاہلی تھے۔ یعنی جو لوگ اسلام سے قبل گذر چکے ہیں یا اسلام کے زمانے میں تھے مگر اسلام کے مخالف تھے اور مسلمان نہ ہوئے۔ مثلاً امرؤ القیس۔ امیہ بن صلت وغیرہ۔

دوسرے طبقے کے شعراء محض میون تھے۔ یعنی تھے تو جاہلیت کے زمانے مگر ظہور اسلام کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ جیسے حسان بن ثابت اور کعبہ بن زہیر وغیرہ۔

تیسرے طبقے کے شعراء مولدین تھے۔ جیسے مرزوق۔ جریر وغیرہ۔
چوتھے طبقے کے شعراء محدثون کہے جاتے تھے۔ جیسے معری۔ ابن
رومی۔ (یہ لوگ قرن ثالث میں بہت ہی اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔
مگر ان کی نظم اُن اختراعی قواعد کے مطابق ہونے لگی جنکو متاخرین نے
مرتب کئے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے شعروں میں بناوٹ پائی جاتی ہے
اور وہ بے ساختگی آدجوان سے پہلے شعراء کے کلام میں ہی ان کے کلام
میں نہیں ہے۔

اور چونکہ شعرا لفظ شعور سے مشتق ہے : سلع شاعر کو شاعریت
ہیں کیونکہ اسکا شعور اور ادراک اوروں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ
سے ہر زمانے کی فطرت اور شعور و ادراک کے تفرقہ سے شاعری کا تفرقہ ہی
ہوتا رہا۔ اور اسی حیثیت سے نام بھی بدلتے رہے۔ مثلاً اعلیٰ درجے کے
شاعر کو خنذیذ کہتے تھے۔ اور اُس سے کم درجے کے شاعر کو شاعر۔
اُس سے کم درجے والے کو شویبر۔ اُس سے کم کو شعورہ اُس سے کم درجے
والے کو متشاعر۔ ایک شاعر نے ان طبقات میں سے بعض کو اپنے
ان خمسہ میں بیان کیا ہے۔

الشعراء فی الزمان اربعہ فواحد یحیری ولا یحیر
وواحد یجول وسط المرحۃ وواحد لا نشقہ فی ان الذمۃ
وواحد لا یستقی ان تصفعہ

اور اسی سبب متاخرین شعراء نے اگلے تین طبقے کے شعراء کی نظمیں
اور قصیدے جمع کر لئے ہیں تاکہ انکو دیکھ کے سبق لیا جاسکے۔ اور عنوان
شاعری سمجھ میں آسکے۔ ایسا نہ ہو کہ شاعری کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔
اور اُس مجموعہ کا نام سببہ اسامیج رکھا ہے۔ اور ایک مجموعہ کا عنوان
علمیہ علیہ رکھا ہے۔ ہر حصے کے نام حسب ذیل ہیں۔

ملاقات - مجہڑت - منتقیات - مذہبات - مراٹھی مشوہات - بلحات -
اب ہم مختصر مختصر انہی شعراء کے حالات و راج کرنا چاہتے ہیں جنکے قصائد
ان سب سے اساتذہ میں داخل ہیں۔ کیونکہ اگر تمام شعراء کے حالات کو لکھا جائے
تو ایک دفتر بن جائے۔

ملاقات - پھلا قصیدہ - بہ امر افسانہ بن حجر کنہی کا ہے۔ اسکی کنیت
ابو وہب تھی۔ ملاک ضلیل اور ذوالقرنین بھی اسکو کہتے تھے۔ اسکی
بیوی کاہن اور مہلہل (جو ربیعہ ثعلبی کی بیٹی تھی) کی بہن تھی۔ شرگوئی
اور غزل سرائی میں پچھنے سے ہی دوبار ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اسکے
باپ نے اسکو گھر سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ اُس زمانہ کا رسم تھا کہ شاعر
شعر کہیں۔ پینٹن پہلا شاعر اس بارے میں ہے کہ غزل کے رنگ میں
شعر کہے ہیں اور عورتوں کی تعریف کی ہے۔

دوسرا قصیدہ زبیر بن ابی سلمیٰ مزیٰ کا ہے۔ اسی کے وہ بھی
قصائد ہیں جنکو حلیات کہتے ہیں۔ اس سبب سے کہ چار مہینے میں
ایک قصیدہ نظم کرتا تھا۔ اور چار مہینے تک اسکی اصلاح کرتا تھا۔ اور
چار مہینے میں اپنے اور شاعر ہائیوں کو پڑھ کے نہاتا تھا۔ اور شہرت
اُسی وقت دیتا تھا جب پورا سال ختم ہولیتا تھا۔

اسکے باپ کا نام ربیعہ۔ اور ماموں کا بشامہ۔ اور اُسکے بیٹوں کے نام
کعب و بجیر اور اسکی بہنوں کے نام سلمیٰ۔ غنارہ۔ اور اُسکے پوتے کا نام
مضر ب تھا۔ (یہ سب سب شاعر تھے)۔ زبیر سنہ ہجری مطابق ۶۳۱ء
میں دنیا سے عالم آخرت کو روانہ ہوا۔

تیسرا قصیدہ اعرش بن ہلذہ لیشکری کا ہے۔ یہ شخص جاہلی شاعر تھا۔
چوتھا قصیدہ لبید بن ربیعہ عامری کا ہے۔ یہ شاعر محض می ہے
اور نہایت شریف خاندان اور عابد اور زاہد شہسوار اور فن شاعری میں ہی

بے بدل ہے۔ اسکی عمر بھی ایک سو پینتالیس برس کی تھی۔ اسی بار میں کہتا ہے۔

ولقد سمعت من الحياة وطولها وسوال هذا الناس كيف لميلد
كفيت اسكى ابو قیل تہی۔ اسکا انتقال اسے بحری مطابق سنہ ۱۱۰۰ میں ہوا۔
یا پانچواں قصیدہ عمر بن کثوم ثعلبی کا ہے۔ اسکے باپ کا نام مالک ہے
اسکی ماں لیلہ بنت مہملہل ہے۔ اسکی نسل سے کثوم بن عمرو غسانی مشاعر
جید اور صاحب رسائی ہوا ہے۔ عمرو بن کثوم نعمان بن منذر کی بہت سوجو
کرتا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اسکی عمر ڈیڑھ سو برس کی ہوئی ہے۔ لقب
چھٹا قصیدہ طرفہ بن عبد کبریٰ کا ہے۔ نام اسکا عمرو ہے اور طرفہ لقب
لفظ طرفہ طفا کا واحد ہے۔ مختلف قسم کے درختوں کو طفا کہتے ہیں۔ اسی
لفظ کے اعتبار سے شاعر مذکور کا نام طرفہ ہو گیا ہے۔ یہ اس آئینہ شعر کے
ایک لفظ کی وجہ سے۔

لا تعجل بالاباء اليوم مطرفا ولا صبركيا بالاداء را۔ وقف
ساقواں قصیدہ عنترہ عبسی کا ہے (اسکا ذکر اسی مقام کے دوسرے
فصل میں چکا ہے)۔ مگر کچھ لوگوں نے اسکے قصیدہ میمہ میں اختلاف کیا ہے
جسکا مطلع یہ ہے۔

اهل غادر الشعراء من مرقوم ام هل عرفت الدار بعد توهم
بعضوں نے اس قصیدہ کو مذہبیات میں داخل کیا ہے۔ اور اسکی جگہ پر
نايفہ دنیابی کا قصیدہ جسکا مطلع یہ ہے

يا دارمية في العليا فالسنة الموت وطال عيلها سالف الهم
مگر اکثر مورخین کی رائے یہی ہے کہ عنترہ کا یہی قصیدہ معلقات
میں داخل نہیں۔ قاضی زدنئی اور شیخ محمد بن ذکریا انصاری کی بھی یہی رائے ہے۔
مجہرات۔ اس مجموعے کے قصائد دوسرے طبقے کے شعرا کے

کلام سے ہے۔

پہلا قصیدہ نابغہ ذبیانی فطحانی کا ہے۔ نام اسکا زناد بن معاویہ بن جناب اور کنیت ابو امامہ ہے۔ یہ شخص شعراء جالبین کے طبقہ اولیٰ سے ہے۔ بازار عکا میں سالی سالی بعد شعراء جمع ہوتے اور ایک خیمہ نصب ہوتا نہیں تمام لوگ بیٹھ کے اپنے اپنے قیدے نابغہ کو سناتے۔ اور اصلاح لیتے۔ ملک نعمان بن منذر اسکی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا۔ بلکہ نابغہ اسکے خاص مصاحبوں میں تھا۔

اسکے علاوہ ہی نابغہ گذرے ہیں بچھا اسکے ایک نابغہ عجدی ہے نام اسکا حسان بن نہیں تھا۔ نسب اسکا غیلان بن مضر تک پہنچتا ہے کینت اسکی ابو لیلیٰ تھی۔ وجہ تسمیہ اسکی یہ تھی کہ اس نے ایک مدت تک شوشاوی کا ذوق چھوڑ دیا تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد شروع کر دیا۔ یہ شخص مخضرمی شعراء میں سے ہے۔ جاہلیت کا زمانہ ہی اس نے خوب دیکھا ہے۔ اور اسلام کا بھی۔ عمر میں نابغہ ذبیانی سے بڑا تھا۔ انارذیل اسی کے ہیں۔ یہ شخص عبد الملک کی سلطنت تک زندہ رہا۔

ومن بک سائل اعنی ذانی
من الفتيان ایام المختات
انت ممت لعمام ولدت فیہ
وعشر بعد ذاک وجحمان
وقد اقلت خطوب الدھرمی
کما اقلت من السیف الیہامی

یعنی جو کوئی میری عمر کا اندازہ پوچھے تو
اُس سے کہہ دو کہ میں ایک سو بار دہر
کا ہو چکا ہوں۔ اور جس طرح یامانی تلوار کو
زمانے کا کوئی دسترس نہیں ہوتا اس طرح
مجھ پر زمانے کا کوئی داؤدہ چل سکا۔

دوسرا شخص نابغہ شبیبانی عبد اللہ بن مخرق ربیع بن نزار کی اولاد میں سے
دولت امویہ کے شعراء بدویہ میں سے ہے۔ امبہانی نے کہا ہے کہ شاید
یہ شخص نصرانی تھا۔ کیونکہ اکثر اپنے شعروں میں انجیل اور زبان کی قسم کھاتا ہے

اس نے عبدالملک وغیرہ بادشاہان بنی امیہ کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔
دوسرا قصیدہ عبید بن الابرص کا ہے۔ نسب اس کا مغرب تک پہنچا
ہے۔ یہ شخص ہی نہایت لائق اور جوان طبیعت شعراءے بالہین سے تھا
ابن سلام نے اسکو فحول عرب کے چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے۔ اولیٰ
کے ساتھ طرفہ بن عبد اور حلقہ بن عبیدہ اور عدی بن زید کو شامل کر لیا ہے
نعمان بن منذر نے اسکو ایک لڑائی میں مار ڈالا تھا۔

تیسرا قصیدہ عدی بن زید کا ہے۔ اسکی کنیت ابن الرقاع عالمی ہے
باپ تو اسکا زید تھا مگر کنیت میں اسکے دادا کا نام لیا گیا ہے۔ بنی امیہ کی
سلطنت میں ولید بن عبدالملک کا خاص شاعر اور مداح تھا۔ اسکی ایک
لڑکی سلمیٰ نامی بہت کامل شاعرہ تھی۔ مکان اسکا دمشق میں تھا۔ بعضوں نے
اسکو اسلامی شعراء کے تیسرے طبقے میں داخل کیا ہے۔

چوتھا قصیدہ بشر بن کاظم کا ہے۔ جسکی زندگی کے حالات ہمیں

معلوم نہیں۔

پانچواں قصیدہ امیہ بن الصلت عبیدہ ابن ابی ربیعہ کا ہے جو بکر
بن ہوازن کے غمخوار میں سے تھا۔ ابتدائے اسلام میں اسکا انتقال ہوا
اس نے محض اس خیال سے کہ نبوت کا استحقاق زیادہ تر مجھ کو ہے۔ نہ
صاحب شریعت اسلامیہ کو۔ اسلام نہیں قبول کیا۔ اسکا باپ عبدالعد
بن ربیعہ جاہلیت کے مشہور شعراء میں سے ہے۔

چھٹا قصیدہ حذاف بن زبیر کا ہے۔ اسکے سوانح عمری بھی

ہمیں معلوم نہیں۔

ساتواں قصیدہ نمر بن تولب کا ہے اسکو عکلی بھی کہتے تھے۔
نہ اسکا نژاد تک پہنچتا ہے۔ مشعر کہتا تھا مگر یوں شاعر اعلیٰ درجہ کا تھا۔
اسلام کے زمانہ تک رہا ہے۔ اور مسلمان ہی ہوا۔ اسکا شمار عرب کے اعلیٰ شہسواروں

میں بھی ہوتا ہے۔ ابو عمرو بن علا اس کے شعروں کی خوبی اور حسن کیوجہ سے اسکو لائق کہا کرتا تھا۔

منتقیات تیسرے طبقے کے قصائد ہیں۔

پہلا قصیدہ سیب بن علس کا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے ایک دن عمرو بن ہند کے سامنے یہ شعر پڑھا

وقل اتلافی اللہ عند احتضانه | مجھ پر جب کوئی غم و اندوہ آتا ہے
بناج علیہ الصیورۃ مکدم | تو فوراً اسکی تلافی ایسے اونٹ
کے ذریعے سے (جس پر نشان معیروہ ہے اور وہ داغدار ہے) کر لیتا ہوں۔

اتفاق سے اسوقت طرف بن عبدیثہا ہوا تھا اس سے رمانہ گیا اور کہنے لگا لو استنوق الجمل (اونٹنی تو اونٹ بگئی) یہ اسوجہ سے کہا کہ معیروہ ایک داغ ہوتا ہے جو فاس اونٹنی ہی کی گردن پر ہوا کرتا ہے نرا اونٹوں میں نہیں ہوتا۔ مسیب نے جو یہ سنا تو اسے بہت ہی ناگوار ہوا اور کہنے لگا لیتقتلہ لسانہ (اسکی زبان اسکی جان لیگی) آخر ایسا ہی ہوا۔

اس نے ایک دفعہ عمرو بن ہند کے بہائی قابوس کی جو کہی تھی۔ بس اسی جرم میں مارا گیا۔ بیچارہ بالکل ہی نو عمر تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اس شخص کی تہوڑی عمر اور ہوتی تو اپنی اس کمال شاعری پر نبوت کا ضرور دعویٰ کرتا۔ دوسرا قصیدہ منتقیات کا مرثیہ بن جریر کی تصنیف سے ہے۔

تیسرا قصیدہ مرثیہ اصغر کا ہے۔ اسکا نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن سفیان ہے۔ طرف بن عبد اسکا بیٹا تھا۔ تمام شعرا مرثیین میں اسکا قصیدہ بہتر ہے۔

چوتھا قصیدہ عوہ بن ورد کا ہے (اسکا مال مفصل گذر چکا ہے)

پانچواں قصیدہ امید بن صمک کا ہے " " "

چھٹا قصیدہ مہمل بن بوع کا ہے " " "

سائقاں قصیدہ متخل بن عویم بن عثمان بن سوید کا ہے۔ اس کا نسب
ہذیل تک پہنچتا ہے۔ اسکی کنیت ابوالثیلہ ہے۔ اصہبانی نے
لکھ دیا ہے کہ یہ شخص بہت اعلیٰ درجے کا شاعر بنی ہذیل میں سے تھا۔
نہ مہات۔ چوتھا طبقہ ہے۔

پہلا قصیدہ حسان بن ثابت کا ہے۔ انکی کنیت ابوالولید تھی شاعر
اہل بدر میں سے اچھے شاعر تھے۔ ایک سو میں برس کی انکی عمر تھی۔
ساٹھ برس تو جاہلیت کے زمانے میں کالے۔ اور ساٹھ ہی برس اسلام
میں صاحب شریعت اسلامیہ کے مداح تھے۔ صفوان بن معطل نے ایک
ناگوارا سرکیوہ سے شہسجری میں مار ڈالا۔

دوسرا قصیدہ عبداللہ بن رواحہ انصاری کا ہے۔

تیسرا قصیدہ مالک بن عجلان کی طبیعت کا نتیجہ ہے۔

چوتھا قصیدہ قیس بن حطیم اوس کی کٹی بہ ابوزید کی تصنیف سے
ہے۔ اسکا باپ عدی بن عمرو بن ظفر ہے۔ یہ شخص جاہلی شاعر سے ہے۔
پانچواں قصیدہ۔ احوہ بن حلاج کا ہے۔ اسکو ابو عمرو۔ اور ابو حوہ
بھی کہتے تھے۔ شاعر جاہلی ہے۔

چھٹا قصیدہ قیس بن اسلت (شاعر جاہلی) کا ہے۔ اسکا اصلی
نام نہیں معلوم۔ اسلت اس کے باپ کا لقب اور نام عامر ہے۔ اوس
نے اپنی لڑائی کا سبب اسی ابوقیس کو قرار دیا ہے۔ اور جنگ بعاث
کے دن اسکو افسر فوج بنایا تھا۔

سائقاں قصیدہ عمرو بن امر القیس کا ہے۔

مرانی (مرثیہ کی جمع ہے) تین پانچویں طبقے کے قصیدے ہیں۔ ایک
قصیدہ اس میں ابو ذؤیب ہذلی کا ہے۔ نام اسکا خلیلہ ابن خازم ہے۔ نسب
اسکا سفر تک پہنچتا ہے۔ اسلام اور جاہلیت کے زمانے کی اس نے خوب

سیر کی ہے۔ خلافت عمر کے زمانے میں انتقال کیا۔

دوسرا محمد بن کعب فنوی ہے۔ اسکی کیفیت سے ہم ناواقف ہیں۔
 تیسرا ائشی بالی ہے۔ ائشی کے نام سے کئی شاعر مشہور ہیں مگر انکی
 میمون بن جندل اسدی ہے۔ سہ ہجری مطابق ۲۹ء میں اسکا انتقال
 دوسرا ائشی ہمدانی ہے۔ نام اسکا عبدالرحمان بن عبدالمد بن حث ہے
 نسب اسکا کہلان بن سبا تک پہنچتا ہے۔ کنیت اسکی ابوالمصعب ہے۔
 کوفہ کا رہنے والا اور دولت امویہ کا بڑا شاعر تھا۔ مولوی شعبی صاحب
 جو بڑے فقیہ اور عالم تھے۔ انکی بہن اسکے جبالہ نکاح میں تھی۔ اور
 ائشی کی بہن ہی مولوی شعبی کے نکاح میں تھی۔ پہلے تو یہ حضرت فقیہ تھے
 مگر بعد میں فقامت چوڑ کے شاعری اختیار کر لی۔ حجاج نے ایک لڑائی
 میں اسکو قید کر کے قتل کر دیا۔ اس سبب کہ یہ حضرت اپنی قوم کو حجاج
 سے جنگ کرتے پر آمادہ کرتے تھے۔

تیسرا ائشی مازنی کا ہے۔ شاعر محض ہی ہے۔

چوتھا ائشی تغلی کا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ نعمان بن یحییٰ بن
 معاویہ کا ہے۔ جو کہ امویوں کا شاعر تھا۔ اور شام میں راکر تا تھا۔ مذہب
 اسکا نصرانی تھا۔ ولید بن عبدالملک اسکو بہت کچھ دیتا رہتا تھا۔ مگر عمر بن
 عبدالعزیز تخت نشین ہوا۔ تو اسکو کچھ نہ ملا آخر جل کے یہ شعر کہے۔

لعمری لقد عاش الولید حیاً | اپنی جان کی قسم ولید اپنی زندگی
 امام ہدیٰ المستزاد ولا نذر | بدایینے پر تھا۔ نہ تو بہت
 کان بنی مروان بعد وفاته | بخشش کرتا تھا۔ نہ تھوری۔ لیکن
 جلا میگ تدی وان بلھا القطر | اسکے مرنیکے بعد تو بنی مروان ایسے
 سخت پتھر کی طرح کہ ذرا سا بھی کچھ کسی کو دینا نہیں چاہتے۔

پانچواں ائشی بن ربیعہ عبدالمد بن خارجہ بن حبیب قبیلہ بکر بن اہل

سے ہے۔ کنیت اسکی ابو عبد اللہ ہے۔ اور کوثر کارہنے والا مروانی
الذہب اسلامی شاعر ہے۔ بنی امیہ کا بڑا ہی خیر خواہ تھا۔ عبد الملک
بن مروان اور سلیمان بن عبد الملک کے زمانے میں اسکی ظہور ہوا
چونکہ مثنوی علی قلم المطوس کی تصنیف سے ہے۔

پانچواں مثنوی ابو زبید طالی کا ہے اسکا نام حریہ بن منذر بن ملحدی کرب
بن حنظلہ بن نغان تھا۔ نسب اسکا کہلان تک پہنچتا ہے۔ مذہب اسکا لفظ
تھا۔ مگر چونکہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں رہا ہے اس سبب سے
اسکو محض می کہتے ہیں۔ بعضوں نے اسکو اسلامی شعرا میں داخل کر لیا ہے۔
عثمان بن عفان اسکی بڑی قدر کرتے تھے۔ ایک دن پیٹھا ہوا حضرت عثمان کے
پاس انکی بہت سی تعریفیں کر رہا تھا۔ عثمان نے کہا بس کرو یا وہ تعریف نکر
میں دُعا ہوں کہ میں مسلمانوں کو مجھ سے خوف نہ پیدا ہو جائے۔

چھٹا مثنوی مالک بن ریب ہشلی کا ہے۔ اسکا نسب تبیم تک پہنچتا
ہے۔ یہ شخص شاعر مہر کے ساتھ بڑا زبردست ڈاکو چور تھا۔ بصرہ کے
بادیہ بنی تبیم میں پیدا ہوا تھا۔ اور وہیں نشوونما پائی تھی۔ بنی امیہ کے اوائل
زمانہ سلطنت میں اسکا ظہور ہوا تھا۔ چوری اور لوٹ مار میں تنگناظرہ کو رالہ
کا ساتھی تھا۔ حسن میں ہی اپنے زمانے میں بے حد مل تھا۔ آخر میں سعید
بن عثمان بن عفان کے سامنے نویر کزلی۔ اور اپنی تمام شرارتوں سے باز
آیا۔ پھر حضرت معاویہ نے اسکو اجرہ کاہک کر دیا تھا۔

سابعواں مثنوی متم بن نویرہ تبیمی کا ہے۔ نسب اسکا مہر تک پہنچتا
ہے۔ کنیت اسکی ابو ہشلی ہے۔ اسی کا بھائی مالک ذی الخمار تھا۔ جب کونہ
بن ولید نے قتل کر دیا تھا۔ دو کچھوچھو تھے باب کی تیسری فصل۔ اور چھٹو
باب کی دوسری فصل

مشوبات۔ چھٹا طبقہ ہے۔ اس میں کعب بن زہیر تابعہ جعدہ۔ قدام

حطیہ - فریہ - شناع - عمر بن احمد کے قصیدے ہیں۔

کعب بن زہید - چلے تو یہ شخص صاحب شریعت اسلامیہ کا بہت ہی بڑا دشمن تھا۔ مگر جب حضرت نے اس کا خون مباح کر دیا اور حکم دیدیا کہ جو کوئی اس کو پائے مار ڈالے تو ڈر کے مارے مسلمان ہو گیا۔ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ نظم کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

بانت سعاد عقلی الیوم منبوا | متیم انذھا لم یعد مکبول

اور اسی قصیدے کو اپنی معافی کا ذریعہ بنا کے حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرتؐ نے اس کی خطا معاف کی۔ اور ایک چادر اس کو عنایت کی۔ جس کو معاویہ بن ابی سفیان نے کعب کے مرثیے بعد اس کے بیٹے سے بارہ ہزار درہم پر خرید لی۔ تذکرۃ الحکم میں لکھتے ہیں کہ یہ چادر سلطانی خزانہ میں آخر سلطنت بنی امیہ تک رہی۔ (صدق و کذب بر گردن راوی) نابغہ جعدا۔ اس کا ذکر آگے گزر چکا۔

قطامی کا نام عمیر بن شبیم تھا۔ مذہب تو نصرانی تھا مگر اسلامی شجرہ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں اس کا شہرہ ہوا تھا۔ اور یہی پہلا وہ شاعر ہے حکومتِ عباسیہ کے گواہ کیا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک شعر میں یوں نظم کیا تھا۔

صرا یع عنوان راقحہ ورقندہ | حسین عورتوں کا قتل کیا ہوا ہے

لداں شبحتی شاب سود الذوا | وہ ان عورتوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے
اور وہ عورتیں اس کو خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ جب سے یہ جوان ہوا یا تک کہ اس کی سیاہ زلفیں سفید ہو گئیں۔

حطیہ - اس کا نام اوس بن جرد بن مالک ہے۔ اور خانسان اس کا بنی مضر۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ قدر اس کا بہت ہی پست تھا۔ بلکہ زمین سے ملا ہوا۔ اور بد صورت۔ کربہ المنظر۔ بد نفس۔ بخیل۔ ہجو گو۔ بد زبان تھا

بہت کم کوئی ایسا ہوگا جسکی ہجو اس نے نہ کی ہو حتیٰ کہ اپنے بیٹے بیٹیوں
ماں بیوی بھائے اونٹ کی ہجو کہہ ڈالی۔ اسکی تعریف میں ایک شخص نے
نظم کیا ہے۔

لا احد الا من حطیہ | کوئی شخص حطیہ سے بڑھ کے دنیٰ طبعی
ہجائینیہ و ہجاء اللہ | اور کہینہ نہ تھا۔ اس نے اپنے بیٹوں
من لومہ مات علی فدیہ | اور بیوی تک کی ہجو کہہ ڈالی۔ اور اپنی
دنات کی حالت میں گد ہتی پر مر گیا۔

اسکا قصہ یوں ہے کہ مرتے وقت اس نے وصیت کی تھی کہ جب
میرا دم بکھلنے لگے تو مجھے گد ہی پر لا دے کہ پھرانا۔ یہاں تک کہ میرا دم بکھل جائے
کیونکہ شریف آدمی کے واسطے بہت ناگوار بات ہے کہ چار پائی پر پڑا
پڑا مر جائے۔ حالانکہ آفتاب کوئی شریف آدمی گد ہی پر نہیں مرا ہے
اگر کہی مرا ہوگا تو گھوڑے پر نہ کہ گد ہے اور گد ہی پر۔

ایک دفعہ کی نقل لکھی ہے کہ ایک دن یہ اس فکر میں پلا جاتا تھا کہ کوئی
ادھر سے گزرے تو اسکی ہجو کہوں۔ اتفاق سے کوئی نہ ملا۔ آخر بہت ہی
دل تنگ ہو کے یہ شعر پڑھنے لگا۔

ابت تفتای الیوم الا تکلم | میرے ہونٹ تو بغیر کسی کی ہجو کہے
لبسوء فلم ادر لمن انا قائلہ | چین ہی نہیں لیتے۔ میں نہیں
جانتا اب آخر کس کی ہجو کہوں کوئی تو ملتا ہی نہیں۔

اور کمر یہی شعر پڑھتا رہا۔ مھوڑی دیر تک اسی فکر میں پلا گیا۔
آگے ایک حوض پائی سے بہا ہوا نظر پڑا۔ اُس میں اپنا سُندھ دیکھنے لگا۔ چونکہ
خود بہت ہی بد صورت تھا۔ پس فوراً اپنی ہجو کہنے لگا۔ جبکہ ایک شعر یہ ہے۔

ارسی لی و جماشوا اللہ خلقہ
ففتح من وجہ و قبح حاملہ

میں اپنے چہرے کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا خدا تعالیٰ نے اسکو جہل سے دیا ہے پس قہج ہے یہ منہ اور قہج ہے وہ شخص جسکا یہ منہ ہے۔
 شہماخ بن ضرارہ نام اسکا معقل اور شہماخ لقب ہے۔ یہ شخص محضی شاعر ہے۔ اس نے اپنے قبیلے والوں اور اپنے مہانوں کی خوب بھوکھی ہے اور مہان نوازی کا احسان مہانوں کو خوب بتایا ہے۔
 اسکی ماں عرب کی نہایت شریف عورتوں میں سے تھی۔ اسکے دو بہائی بھی شاعر تھے۔ ایک کا نام مزروہ اور دوسرے کا جزی بن فرار تھا۔
 عمرو بن احمد۔ تیمم بن مقبل۔ ان دونوں کے ترجمے پر ہمیں اطلاع نہیں ہوئی۔

لمحات ساتواں طبقہ ہے اسکے کہنے والے۔ ایک فرزدوق ہر دوسرا جریر۔ تیسرا غطل النبی۔ چوتھا عبید راعی۔ پانچواں ذوالنمرہ۔ چھٹا کیت۔ ساتواں طامح۔

فرزدوق تیسری کی کنیت ابو فراس اور نام ہام بن غالب بن معصم بن ناجیہ تیسری ہے۔ لغت میں فرزدوق کے معنی (پنیر کا ایک ٹکڑا) چھ پھیلا روٹی یکایک جاتی ہے۔

چونکہ یہ شخص موٹا ڈبل تھا۔ اور خوش گوئی میں بے مثل تھا اس سبب اسکو فرزدوق کہنے لگے تھے۔ جریر سے اور اس سے چوٹیں چلا کرتی تھیں چنانچہ جریر نے ایک قصیدے میں اسکی بھوکھی ہے۔ جس کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

و کنت اذا حللت بدالقوم | جب تو کسی قوم کے گھر میں داخل
 ظعنك بخزينة و تذکت عالا | ہوتا ہے تو وہاں سے واپس آنیکے
 وقت رسوائی تو لیتا آتا ہے۔ اور مار و ننگ وہیں چھوڑ دیتا ہے۔
 اتفاق سے ایک مرتبہ اسکو عمرو بن عبد العزیز نے نکلوا دیا تھا کیونکہ

یہ ہمسائے کی ایک عورت سے نظارہ بازی کرتا تھا۔ جب اپنی اڈنی پر سوار ہو کے جانے لگا تو اسوقت جریر کا شعر دکور اُسے یاد آیا۔ کہنے لگا ظالم ابن مراغہ نے کیا سچی حالت میری نظم کی ہے۔ حالانکہ اُس نے مجھے اس حالت میں دیکھا نہ تھا۔

ایک دن ایک شخص اُسکے قبیلے کا اسکی ملاقات کو آیا۔ اور اپنی تعریف میں یہ شعر پڑھا۔

ومنہم عمر الحمود نا ملہ | تنیم ہی میں سے عمر ہی ہے۔ جسکی
کا نمارا سہ طین الخواتیم | بخشش کی تعریف ہوتی ہے۔ گویا کہ
سر اُسکا انگوٹھی کا تھیوا ہے۔

فرزدق سن کے ہنسنے لگا۔ اور اُسے مخاطب ہو کے کہا۔ سنو بہائی! شعر کے دو شیطان ہوتے ہیں۔ ایک کا نام ہونتر۔ دوسرے کا نام ہو جل ہے۔ جس شخص کے پاس فقط ہونتر آتا ہے اُسکا شعر بہت عمدہ ہوتا ہے اور جسکے پاس ہو جل آتا ہے اُسکا شعر ردی ہو ا کرتا ہے مگر تیرے پاس دونوں موجود تھے۔ جبکہ تو نے یہ شعر نظم کیا تھا۔ کیونکہ پہلا مصرع تو ہونتر نے نظم کر لیا ہے۔ اور دوسرا ہو جل نے۔ اسی وجہ سے دوسرا مصرع لغو ہو گیا۔

عرب کا خیال یہ ہے کہ ہر شاعر کے پاس ایک شیطان ضرور رہتا ہے وہی اسکو شعر بتلاتا رہتا ہے۔ فرزدق کے شیطان کا نام عبیرہ یا عمر تھا۔ ابو عبد الرحمان یونس بن حبیب نحوی کا قول ہے کہ فرزدق نے عرب کی لغت پر بہت بڑا احسان کیا۔ کیونکہ اُسکے اشعار نے اکیس تہائی زبان عرب کی ضائع ہونے سے بچالی ہے۔

جریر خطفی۔ عطیہ تہی کا بیٹا تھا۔ نام اسکا حذیفہ اور لقب خطفی اور کنیت ابو حرزہ ہے۔ اسلامی شعراء عرب میں نہایت لائق شاعر تھا غزل

میں ضرب المثل تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ بنیبت فرزدق کے اسکے اشعار اچھے ہوتے ہیں۔ مگر علمائے ادب نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ شعراء اسلام میں فرزدق اور جریر اور خطل سے بڑھکر کوئی بھی نہیں ہوا۔ اور مشہور ہے کہ شعر کی چار قسمیں ہیں۔ خزیہ۔ مدحیہ۔ تجویہ وغیرہ ان چاروں میں جریر کو ید طولیٰ تھا۔ متنبی نے ہی کہا ہے کہ جریر غزلین میں بہت بلیغ تھا۔ سلمہ ہجری مطابق ۳۷۷ء میں مر گیا۔

اخطل تغلبی کو تغلبی اس وجہ سے کہتے تھے کہ یہ شخص تغلب کے نصاریٰ میں سے تھا۔ نام اسکا غیاث بن غوث بن صلت بن طارق تغلبی اور کنیت ابومالک تھی۔ اسکو اخطل اسوجہ سے کہتے تھے کہ ذرا اسکے دونوں کان ڈھیلے ڈھیلے اور لٹکے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ اخطل سفینہ (بیوقوف) کو بھی کہتے ہیں۔
امثال میدانی میں لکھتے ہیں کہ فاطل جابل کو کہتے ہیں۔ فطل کے معنی اضطراب کے ہیں۔

غرض اخطل معاصر اور مرد مقابل جریر اور فرزدق کا تھا۔ اور کچھ لوگ تو اخطل کو جریر و فرزدق پر ترجیح دیتے ہیں۔ حماد و ابیہ سے ایک دفعہ کسی نے اسکی بابت سوال کیا تھا تو اس نے یہی جواب دیا کہ ملائسا لوننی عن رجل حبيب الى شعرة النصرانية ”مجھے اُس شخص کی بابت کیا پوچھتے ہو جسکے شعر کا یہ اثر ہو کہ میں نصرانی ہو گیا“

عبید راعی۔ کے باپ کا نام حصین بن معاویہ اور کنیت ابو جندل لقب راعی ہے۔ چونکہ اونٹوں کی تعریف کا اسکو شوق بہت تھا۔ اور فی الحقیقت اس امر میں اسکو ید طولیٰ حاصل تھا اسوجہ سے اسکو راعی کہا گیا شعراء اسلام میں سے بہت بڑا شاعر تھا۔ بلکہ اکثر شاعر و پیر اسکو تفضیلت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ جریر اور فرزدق کے درمیان میں دخل دید با تھا۔

ذوالرمہ - ابو الحارث غیلان بن عقبہ بن نہیں بن مسعود خاندان
معد بن عدنان سے ہے۔ اسکا شمار عاشقوں میں ہے۔ مینہ بنت
مقاتل بن طلبہ بن قیس بن عاصم منقری پیر جان دیتا تھا۔ اور یہ شعر
اسی کے متعلق نظم کیا ہے۔

وقد علفت می بقلی علاقتہ | مینہ کی محبت اس طرح میرے دل میں
بطینا علی والد ہور اخلالھا | سما گئی ہے کہ اگر زمانہ پلٹے پر پلٹائے
جب بھی اسکا زوال دشوار ہے۔

ابو تمام طائی کا شعر اس ثبوت میں کہ ذوالرمہ کی معشوقہ مینہ تھی۔
ما ربح مینہ معمور ایطیف بہ | مینہ کی آبادی منزل جیسا طواف
غیلان الہی ربی من ربح الخراب | غیلان (ذوالرمہ) کرتا تھا وہ میری
معشوقہ کے غیر آباد اور افتادہ منزل سے زیادہ خوشنما نہیں ہے۔

علامہ مینہ کے اپنے شعروں میں خرفاء کی تعریف کرتا ہے اور اپنا
عشق اسکی بابت ہی ظاہر کرتا ہے۔ (ابو الفرج اصبہانی نے کہا ہے
کہ خرفاء اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنی بزرگی اور ولتمدنی کیوجہ
سے کوئی کام اپنے ہاتھ سے نہ کرتی ہو۔ یہ عورت بنی البکار بن عامر
بن صعصعہ سے تھی۔ ایک دفعہ اس نے مفضل حبشی کو دیکھا تھا تو پوچھنے
لگی کہ تو نے کبھی حج بھی کیا ہے۔ مفضل نے کہا ایک چھوڑ گئی مرتبہ۔ خرفاء
نے کہا پھر تو نے میری زیارت کیوں نہ کی کیا تجھے معلوم نہیں کہ حج
کے تمام رکنوں میں سے ایک رکن میں بھی ہوں۔ مفضل نے پوچھا یہ کیونکر۔
وہ کہنے لگی شاید تو نے ذوالرمہ کا یہ شعر نہیں سنا ہے۔

تمام الحج ان تقف المطایا | پورا حج اسی وقت ہو سکتا ہے کہ
علی خرفاء واصنعہ اللثام | جب حاجیوں کی اونٹیاں خرفاء کے
پاس اسوقت جا ٹھریں کہ وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے ہوئے ہوں۔

ذی الرّمہ ایک مرتبہ اپنے شعر پڑھ رات تھا۔ کہ جریر اس طرف سے ہو کے گذرا۔ دیکھا کہ بہت سے لوگ ذی الرّمہ کے گرد جمع ہیں اور اس شعر کو سننے وجد کر رہے ہیں۔ جریر سے راز گلیا کہنے لگا فقط عروس و ابعاداً یعنی تیرا شعر ہر لون کی میگوئی کی طرح سے ہے۔ جو کوئی بولیں سوئے تو اسکی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ اور اگر توڑ کے سوئے تو کچھ بھی نہیں۔ مطلب یہ تھا کہ حقیقت میں جسکی تعریف اس شعر میں کی گئی ہے۔ وہ واجبی واجبی ہے۔ مگر اس شعر نے اسکو چپکا دیا ہے۔
ذی الرّمہ کے تین بہائی اور بھی تھے۔ مسعود۔ جرفاش۔ ہشام۔ اور تینوں شاعر تھے۔

اس شاعر جلیل کی وجہ تسمیہ یہ یہ ہے کہ ایک روز میہ کے خمیوں کی طرف سے ہو کے گذرا۔ اسوقت کچھ پیاسا تھا۔ میہ سے پانی مانگا وہ دوڑی گئی اور اُسکے واسطے پانی لائی۔ چونکہ اسکی گردن پر ایک رسی پڑی تھی اور رسی کو رّمہ کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے اُس نے کہا۔
انتساب یا ذا الرّمہ اُسیوقت سے یہ لقب حضرت کو نصیب ہوا۔ (بہن خیال کرتا ہوں کہ جب اپنے اس نام کی طرف یہ شخص خیال کرتا ہوگا تو بہت ہی لطف اسکو آتا ہوگا کہ میری معشوقہ کا عطا کیا ہوا یہ لقب ہے) ابو عبیدہ نے اسکے شعروں کی تعریف میں کہا ہے کہ اگر کسی شعر میں کوئی خبر دینا پاتا تھا۔ تو بہت ہی اچھی طرح اُس خبر کو ادا کرتا تھا۔ اگر کوئی جواب دینا چاہتا تھا تو نہایت خوبی سے جواب دیتا تھا۔ اگر عذر کرتا تھا تو وہ بھی بہت ہی متانت سے۔

ابو عمرو نے شاعری کا خاتمہ ذی الرّمہ پر اور رجز کا خاتمہ رعبہ بن عجاج پر کر دیا ہے۔ یعنی انکے بعد شاعری کا ستیا ناس ہو گیا۔ ذی الرّمہ نے ۳۵ ہجری مطابق ۶۵۵ء میں انتقال کیا۔

حکیت بن زید اسلامی شاعر و نہایت جید نظم لکھنے والا ایام عرب کے خوب واقعات عرب کو خوب جاننے والا تھا۔ مضر کے شعراء میں اسکا بھی شمار تھا۔ فقط زمانہ بنی امیہ تک را۔ عباسیوں کا دورہ حبش شروع ہوا تو یہ مرچکا تھا۔ اپنی آخر زندگی تک اس نے پانچ ہزار دوسو نو اسی شعر کہے تھے۔ اور عجاج (شاعر مشہور) کا معاصر تھا۔ کیت کا انتقال ۱۲۶ھ ہجری مطابق ۷۴۴ء میں ہوا۔

علامہ کیت اسلامی کے دو اور بھی ایک جاہلی ہے دوسرا مخضرمی کیت جاہلی کا دادا کیت بن ثعلبہ تھا۔

اور کیت مخضرمی کیت بن معروف - اصہبانی نے اسکو بدوی لکھا ہے۔ اور اس باپ کا شمار بھی شاعروں میں کیا ہے۔ اس کی ماں سعدی نامی شاعرہ تھی۔ بہائی اسکا خیشمہ اعشی اسدی اور اسکا بیٹا معروف بن کیت بھی شاعر تھے۔

طرماح - اسکا نام حکیم بن حکم اور کنیت ابو نصر اور ابو ضبیہ تھی۔ طرماح کے معنی طویل القامت کے ہیں۔ اسلامی زمانے میں یہ شخص نہایت فصیح و بلیغ بے چسبیک حاضر حقیقت کا دل شاعر تھا۔ لشود مار شام میں پائی تھی۔ پھر کوئی کو چلا گیا تھا۔ اور شرارہ ازاقہ کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔

ساتواں باب

گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش اور تجارتی اور اراضیات کی
آبدنی وغیرہ پر بحث اس باب میں چار فصلیں ہیں

فصل اول

عرب کے مشہور گھوڑے

یہ بات بدیہی طور سے معلوم ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عرب
گھوڑے کی سواری میں بے مثل تھے۔ اور پرورش کا حق وہی کچھ خوب
ادا کرتے تھے۔

خیل گھوڑوں کی ایک کثیر تعداد کو کہتے ہیں۔ اسکو خیل اسوجہ سے
کہا گیا کہ چلنے میں انکے ایک قسم کی ادائیگی جاتی ہے۔

خیل کی دو قسمیں ہیں کنیشیہ (جو معمولی گھوڑے ہیں) کھیلانید
(جو اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہیں)

کھیلانید گھوڑوں کی طبیعت عرب کی توجہ زیادہ تھی۔ اور ہم بھی اس مقام پر
انہی گھوڑوں کا ذکر کریں گے۔

ایسی اصل و نسل کی بابت کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان بنی کے صہیل کے
 اصل گھوڑے کیلانیہ گھوڑوں کے آباؤ اجداد ہیں۔ اور عرب نے اسفذران
 گھوڑوں کی قدر کی ہے کہ نسب نامے اُنکے اتناک یا درکھے ہیں۔ اور کسی
 قسم کا میل آئیں نہیں مچنے دیا ہے۔ ان گھوڑوں کی تعریف یہ ہے کہ
 شفقت کے جیلینے میں انکو مشکل نہیں پڑتی۔ اور دانے پانی بغیر بھی کئی دن
 تک زندہ رہ سکتے ہیں۔

کیلانی گھوڑوں کی تعریفیں اور خوبیاں تو بے انتہا ہیں۔ اور عرب کے
 تمام قطعات زمین میں اُنکے حملات اور دوڑیں مشہور ہیں۔ اور اس زمانے
 میں اگرچہ عرب کی بہت سی قدیم عادتیں جاتی رہیں۔ اور وہ اوصاف جو انہیں
 کے ساتھ مخصوص تھے بالکل معدوم ہو گئے تاہم اب تک یہ حالت ہے کہ گھوڑوں
 کے بارے میں اُن کو کمال ہے شہسوار کی کافن اب بھی اُن سے نہیں
 گیا ہے۔ اور گھوڑے کی پرورش بھی جیسی وہ کر سکتے ہیں کسی دوسری قوم
 کو آسمیں ایسا حد نہیں ملا ہے۔ اور ہر طبقے کے لوگ اپنی اپنی حیثیت سے
 اس بارے میں بید طولی رکھتے ہیں۔

اگلے زمانے میں بھی اگرچہ قوم قوم کا فرق تھا اور ہر ایک قبیلے کے ساتھ
 ایک وصف خاص تھا مگر ہم چند مشہور گھوڑوں کا ذکر کرتے ہیں جو اُس زمانے
 میں تھے۔ اور اپنے امثال میں کیسا سمجھے جاتے تھے۔ اور اب تک اُنکا ذکر
 چلا آتا ہے۔ اور اُنکے شہسواروں کے نام بھی لکھتے ہیں۔

مشہور۔ مہلبیل بن ربیعہ مذکور الصد کے گھوڑے کا نام تھا۔
 نعامہ۔ جب بن عبادیشکری کے گھوڑے کا نام تھا۔

نیاہق۔ منقذ بن حریف کا گھوڑا ہے۔

۵۵۱۔ حنفار۔ قیس بن زہیر عیسیٰ کے گھوڑے تھے۔ اسی خاص
 کے باپ کو ذوالبقتل کہتے تھے۔ یہ گھوڑا حوط بن جابر بن جمیری بن رباح

بن یربوع کا تھا۔ اور داحس کی ماں کا نام جلوی تھا یہ گہوڑی قزویش بن عوف بن عاصم بن عبید بن یربوع کے پاس تھی۔ اسی گہوڑے (دھس) کی وجہ سے عبس اور فزارہ میں لڑائی کی بنیاد قائم ہوئی تھی۔ اسی سبب اسکو مخوس کہتے ہیں اور مثل میں اشنام من داحس مشہور ہے جیسے اشنام من لیوس اور اشنام من حمیرہ (حمیرہ شیطان بن دوح ہشتی کی گہوڑی تھی۔ اسی گہوڑی کی وجہ سے بنی ہشام اور بنی ذبیان میں بہت ہی فسادات پھیلے تھے۔

غبراء۔ خطار۔ حذیفہ بن بدر فزاری کے گہوڑے تھے۔

خطار۔ اعوج۔ ابن ہلالیہ کے گہوڑے تھے۔

اعوج کی وجہ تسمیہ ہے کہ جس شخص کا یہ گہوڑا تھا اس پر ایک مرتبہ دوسرے قبیلے والوں نے ڈاکہ مارا۔ چونکہ یہ گہوڑا اسوقت بچہ تھا اور دوڑ نہ سکتا تھا۔ تو اونٹ کی پیٹھ پر اسکو لاد لیا تھا۔ اسوجہ سے اسکی پیٹھ کچھ ہو گئی تھی۔ پہلے یہ گہوڑا بنی کنذہ کے پاس تھا۔ اسکے بعد بنی سلیم کے پاس گیا۔ وہاں سے بنی ہلال بن عامر کے قبضے میں آگیا۔ اعوجیات اور نبات۔ اعوج گہوڑا اسی کی نسل سے ہیں اور ہیں۔ اس سے زیادہ مشہور ورنسل دار گہوڑا عرب میں کوئی نہ تھا۔

جعیتن۔ اسکے مالک کا نام تو معلوم نہیں۔ مگر جعیتہ گہوڑیاں اسی کی نسل سے ہیں۔

جلفا بھی مشہور گہوڑی تھی۔ مگر اسکی اصل و نسل کا حال ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ اجدع بن مالک کی گہوڑی تھی۔ کسی بادشاہ نے پایا تھا کہ اسکو نہیں لے لوں مگر اجدع نے گوارہ نہ کیا۔ اور یہ شعر پڑے۔

ابیت اللعن ان سکاہ علی	یعنی سکاہ ایسا لئیس مال جو کبھی
نفیس لایجاد ولا یباع	عاریت پر نہیں دیا جاسکتا اور نہ فروخت

معداۃ مکرمة لدینا | ہو سکتا ہے۔ عیال اور اولاد تک
 بنجاح لھا العیال ولا تجاع | اسکے واسطے بھوکے رکھے جاتے ہیں
 مگر یہ کہی ہوئی نہیں رکھی جاتی۔ کیونکہ اسکی عزت کچھ نہیں کو معلوم ہے۔
 عبید۔ بڑے۔ عباس بن مرداس سلمی کے دو گھوڑے تھے۔
 عقاب۔ زید الخیل النبہانی کا گھوڑا تھا۔ زید نے اپنے شہزادوں میں
 اسکے علاوہ چھ گھوڑوں کا اور ذکر کیا ہے۔ حطال۔ کمیت۔ ورد کامل۔
 دوول۔ لاحق۔

عصا۔ اسکی ماں کا نام عصیہ تھا۔ یہ دونوں گھوڑیاں جذبہ ابرش کی
 ملک سے تھیں۔ مثل ہے ماضل من جرت به العصا اس مثل کو قصیر
 نے کہا تھا۔ جبکہ وہ اسپر سوار تھا۔ اور بہا کا تو غروب آفتاب تک یہ گھوڑی دوڑتی
 ہی گئی۔ جب یہ گھوڑی مری تھی تو قصیر نے یادگار کے واسطے اسکی قبر پر ایک
 برج بنوا دیا تھا۔ اسکو برج العصا کہتے تھے۔

ابجر عشرہ عبسی کا گھوڑا ہے۔

بزحاحوف بن کاہن سلمی کا گھوڑا ہے۔

بہام نعمان بن عتبہ عکلی کے گھوڑے کا نام تھا۔

جون مردان بن ذبیح عبسی کے فرس کا نام تھا۔

حجنار معادیہ بجائی کے فرس کا نام ہے۔

خراتۃ ہام عکلی کی گھوڑی ہے۔

ضیاء ملاعب الاسد کی گھوڑی کا نام ہے۔

قرذل طفیل الخیل کے گھوڑے کا نام ہے۔

وزیم۔ حابر بن حسی تغلبی کا گھوڑا ہے۔ اور ابسی کے نام کی ایک گھوڑی

احف بن شہاب کے پاس بھی تھی۔

زفوف نعمان بن منذر کے فرس کا نام ہے۔ اس گھوڑے کا وصف یہ تھا

کہ کہی کوئی گھوڑا اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اور جب کہی پیچھے رہ جاتا تو اس قدر دھڑنک اُس سے آگے ہو جاتا۔ مثل میں ہے اجر امن خالص خصاص۔

خصاف حصان کا معرب ہے۔ حصان سمیر بن ربیعہ ہلبی کے گھوڑے کا نام ہے۔ اسی نام سے ایک اور گھوڑا حل بن زید بن بکر بن وائل کے پاس تھا۔ یہ گھوڑا جس زمانے میں امرا القیس کے پیٹے کے پاس تھا تو حل بن بدر نے اس کا تخم مانگا تھا۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ لیکن اس انکار پر حل اٹھایا اور اپنے ہاتھ سے اُسکو آختہ کر دیا۔ اور کچھ خوف نہ کیا جیسے مثل پر لگی۔ اجراء من خاصی خصاص۔

محلی۔ اشعر شاعر کے فرس کا نام ہے۔
عتاق مسلم بن عمرو ہلبی کے فرس کا نام ہے۔
عوجار۔ جوین طائی کے فرس کا نام ہے۔
قرباب۔ عبداللہ بن صممہ " "
بنجام۔ سلیم بن سلک " "
ہزار۔ معاویہ بن عبادہ " "
کامل۔ عبداللہ بن زیادہ " "
ذکر۔ ابو سراج عباد بن خلف بنی " "
قصب۔ حرو بن جبر بن ربیعہ " "
خوصار۔ توبہ بن حمیر " "
شمار۔ معاویہ ابن عمر " "
ذوالخمار۔ مالک بن نویرہ " "
کتقان یا کتعان۔ مالک بن بدر " "
مودوع۔ ہرم بن ضمضم مری " "

جراد العیار۔ بہت ہی تیز رفتار ایک گھوڑا تھا اسکو ٹڈی سے تشبیہ دی گئی ہے
آزوی اسکا لقب ہو گیا۔

زائد۔ ایک بہت ہی نجیب اور میل گھوڑا تھا۔

ہجیسی۔ بنی ثعلب کا گھوڑا تھا۔

ہداج۔ بالہ کا گھوڑا تھا۔

ندری۔ بنی ثعلب کا گھوڑا تھا۔

ذات الرماح۔ منبہ کی گھوڑی تھی۔ جب کہی جھجکتی تھی تو بنی منبہ

بہت خوش ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے اب کہیں نہ کہیں سے مال غنیمت
ماخوذ ہے گا۔

مبلیق۔ باوجودیکہ بہت تیز رفتار گھوڑا تھا۔ مگر پھر بھی عرب اسکی پند
کرتے تھے۔ جب سے یہ مثل ہو گئی۔ چری بلیق ویدم۔ اپنے محسن کی
ذمت کرنے والے کی بابت استعمال کیجاتی ہے۔

عرب میں گھوڑے بہت کم بکتے تھے کیونکہ ایسے میل گھوڑے
دستیاب کہاں ہو سکتے تھے۔ اگر یونہی بیچا لے جاتے۔ مگر جب کہی ایسی
نوبت آتی تو کہتے النفذ عند الحافرة۔ یعنی پہلے قیمت گھوڑے کی
پاؤں کے پاس رکھ لو تو گھوڑا لیجاؤ۔ یہ فقرہ بھی مثل میں استعمال ہوتا ہے
شاء کہتا ہے۔

احبوا الخیل واصطبروا علیہا	گھوڑوں سے بہت محبت رکھو۔
فان العز فیہا والجمالا	اور انکی زحمتموں پر صبر کرو۔ کیونکہ
اذا ما الخیل ضیعہا فاناس	عزت اور جمال اسی میں ہے۔ جبکہ
رطبہا فاشرکت العیالا	اور لوگ گھوڑوں کو ضائع کر دیتے
تقاسمها المعیشة کل یوم	میں تو ہم نہیں ضائع کرتے۔ بلکہ انکو
وتکسبنا الاباع والجمالا	اپنے خیال کے ساتھ شریک کر لیتے

ہماری ہر روز کی خوراک میں شریک ہوتے ہیں۔ اور ہمیں اونٹ اور اونٹنیوں
دلو اتے ہیں۔ یعنی ہم انکے ذریعے سے قوموں کو لوٹتے ہیں۔ اور مال و
اسباب لاتے ہیں۔“

جب کبھی شکار پر جاتے اور کوئی شکار انا نہ آتا تو پہلے اُسکے خون سے
سینہ گھوڑے کا خضاب کر دیتے تاکہ پہچان رہے کہ اس گھوڑے کے ذریعے
ایک شکار ہوا ہے۔ اور اس خضاب کا نام اُنکے ماں سحر تھا۔

گھوڑ دوڑ کا رسم بھی اُنکے ماں بہت تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا جو داس وغیرہ
کی لڑائی پچاس برس سن ہجری کے شروع ہونے سے پہلے چھڑی اور
اس جنگ میں عبس اور بنی فزانہ کا بڑا نقصان ہوا۔ اس گھوڑ دوڑ میں ایک
تو داحس زہیر کا گھوڑا تھا اور دوسرا غرار حذیفہ بن بدر زہری کا۔ غترہ عبسی
نے جو قصیدہ کہا ہے اور اس میں مالک بن زہیر کا مرثیہ نظم کیا ہے (مالک کو
حذیفہ نے اس لڑائی میں قتل کر دیا تھا) اُس مرثیہ کا ایک شعر یہ ہے
جس کا پہلا مصرعہ مثل میں استعمال ہوتا ہے۔

فلا كانت العبر اولاد احس | ولا كان يوم احل فيه رهان
یہ لڑائی اس قدر مدت تک قائم رہی کہ آخر لڑتے لڑتے دونوں قبیلے
نیت و نابود ہو گئے۔ اور ایسے مرثیے کہ نام لینے والا بھی کوئی اونکا نہ رہ گیا۔
گھوڑ دوڑ میں جو گھوڑا سب سے آگے نکل جاتا تھا اُسکو بجلی اور سابق
کہتے تھے اور بعد مصلیٰ پھر مصلیٰ۔ پھر تالی پھر عاطف پھر متاح پھر مومل۔
پھر خطی پھر لطیمہ۔ پھر سکتیت پھر فسکل پھر فاشور۔ ایک شخص نے
اسکو نظم ہی کیا ہے۔

سبق الجلی والمصلیٰ والمسلی | تالیا برقا حها والعاطف
وخطیمها ومومل ولطیمها | سکتیتها هو فی الاواخر لوف
جب گھوڑ دوڑ کرتے تھے تو ایک رستی باندھ دیتے تھے اور اسی کی

گہوڑے دوڑاتے اور حد پر ایک لکڑی نصب کر دیتے کہ جو کوئی سبک آگے نکل جائے وہ اس لکڑی کو زمین سے اکھاڑ لے۔ تاکہ اسکا سابق ہونا بے جہگڈے تکرار کے معلوم ہو جائے۔

محاورہ میں جو اجرز قصب السباق بولتے ہیں اس سے یہی مراد ہے۔ مگر اب عام طور سے ہر فائق آدمی کی بابت کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری گہوڑ دوڑ میں بڑا مشتاق تھا۔ اور اُسکے گہات پیچ خوب جانتا تھا۔

یہ کفیل اسلام کے بعد ہی باقی رہا اور رندس میں اسکو بڑی توت ہوئی۔ نیزہ بازی کرنا اور کشتی لڑنا گیند کھیلنا وغیرہ وغیرہ بہت ترقی کر گیا تھا وہیں سے یورپ کے شہروں میں بھی لیا گیا۔ اور اب تو یہ فن کمال کو پہنچا دیا گیا ہے۔ اور منجملہ امر اور اکابر یورپ کی ریاضتوں کے ایک اعلیٰ درجے کی ریاضت یہ ہی ہے۔

ادیب فاضل شیخ ناصیف یازجی نے ایک مثنوی بحر جز میں لکھی ہے جس میں گہوڑوں کے سن اور سال کی حیثیت سے جو نام رکھے گئے ہیں انکو ظاہر کیا ہے۔

المہر فی حولیہ باسم الجذع	یذبح بالثنی فی التالی
ثم الراعی بعدہ فی الرابع	وقال فی الحج النواہج
وهو علی اختلاف لون جلده	یذبح باوصاف جرت فی نقاہ
فادھیم و ابيض و احمر	واشتقر و اصغر و اخضر
حتی اذا اشتد سواد الاحمر	یقال فیہ الغیبی فاعلم
فان یقطب بیاض انمشت	قیل ومع ذلک سواد ابرم
فان تکن نقطۃ شمع	فانہ مدد نرفا یقع
وان لیشب بعض السواد الیمینا	فذلک بالاشہب فی الوصف

وان اصاب الاحمر السواد	فبا الکیت وصفه المغتاد
فان عرا الحکمة لون اشقر	فذلک الورد الذی لا یتکر
وان یک الاشقر فیہ خلص	من السواد قبل هذا اغبس
وان رايت اصفرًا یمتد	فیہ السواد فهو السمند
فان عرا الصفرة لون شہید	فالسوسنی وصفه بالنہید
وان یک الاخضر فیہ یحوی	شبی من السواد فهو الاحوی

گھوٹے کی رفتار

ہم نے بیان کیا ہے کہ جنوع ایک دفعہ چالیس غلوہ دوڑ سکتا ہے اور تین سو ساٹھ غلوہ۔ ربع اسی غلوہ۔ قرع ایک سو غلوہ۔ (سو غلوہ کے بارہ میل ہوتے ہیں) اس سے زیادہ کسی گھوڑے کی رفتار نہیں ہے۔

گھوٹے کی سعادت و نحوست شرافت و خیرہ

اشقر گھوڑے کو عرب منحوس سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ سبب ہے کہ شیطان بن لاطم کی ایک گھوڑی اشقر رنگ کی تھی (سرخ سفیدی مائل) کسی لڑائی میں وہ بھی مار گئی اور شیطان بھی قتل ہو گیا۔ تب سے مثل ہو گئی انعام من الشقر لقیط بن زرارہ نے ایک دن اپنے گھوڑے سے جو کہ اشقر رنگ کا تھا کہا یا اشقر ان تنقدم تنحروا و انتا آخر نعقد۔ اس سے منشا یہ ہے کہ عرب اپنے خیال میں اشقر گھوڑے کو تیز رفتار اور کمیت رنگ کے گھوڑے کو مضبوط اور سخت جانتے تھے۔ تو لقیط کے اس کلام کا حاصل یہ ہوا کہ لے اشقر اگر تو اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے لڑائی میں آگے بڑھ جاوے گا تو دشمن تجھے مار لینے اور اگر اپنی دوڑ میں آگے بڑھ کے مہزوم ہوگا تو تیرے پیچھے سے دشمن آ جائیگا۔ اور تجھ کو پے کر دیں گے۔ اب یہ کلام مثل کی طرح عرب میں تہذیباً

کہتے فلان کالا شقران تقدم خردان تاخر عقر۔

عرب کی رائے یہ ہے کہ گھوڑے کے بال کا چوڑا چوڑا ہونا اسکی شرافت اور کریم النسل ہونے کی دلیل ہے۔ اسی وجہ سے گھوڑوں کی توجیف میں وزن (چوڑے بالوں کا گھوڑا) اور لمبی دم ہونا۔ اور دم کی بالوں کا برابر ہونا ہی شرافت کی پہچان ہے۔

سَبُوخ الذنب وہ گھوڑا ہے کہ جسکی دم بہت ہی لمبی اور زمین تک پہنچتی ہو۔ اور عسیب وہ گھوڑا جسکی دم کے بال بہت ہوں۔ یہ دونوں علامتیں شرافت نسل کی ہیں۔

مجنَّب وہ گھوڑا ہے جسکے لگے پاؤں میں کچھ کچی ہو۔ اس قسم کا گھوڑا عرب میں اچھا سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ کچی زیادہ نہ ہو۔

جَنِيب وہ گھوڑا جسے شہسوار اپنی سواری کے گھوڑے کے ساتھ رکھتا ہے۔ جب وہ ٹھک جاتا ہے تو پہلو کے گھوڑے پر سوار ہو لیتا ہے۔

اَدَن۔ جس گھوڑے کے اگلے پاؤں چھوٹے ہوں (یہ عیب ہے)

صافن وہ گھوڑا جو تین پاؤں پر کھڑا ہو اور چوتھے کے کم کو موڑے۔

عَلَو۔ گھوڑے کے دم کی جڑ۔ مبر فخذہ گھوڑے کی پشتانی کی سفیدی جو اسکے تمام چمیرے کو گھیرے ہو۔ مگر اسکی آنکھوں کے گرد سیاہ ہو (آخر۔ جبکہ فقط سر سفید اور باقی تمام بدن سیاہ ہو۔ هَقْعَد بھونری جو گھوڑے کے سینہ یا پہلو پر سیاہ پشتانی کی باریں طرف سفیدی ہو۔ ایسے گھوڑے کو مخوس سمجھتے ہیں۔

مَجَل جسکے پاؤں میں سفیدی کلاسی سے اوپر تک ہو۔ مگر گھٹنے تک نہ پہنچی ہو۔ اگر چاروں پاؤں میں سفیدی ہو تو مَجَل الاربع کہتے ہیں۔ اور اگر وہی میں ہو تو مَجَل الوجلیں اور اگر ایک ہی میں ہو تو مَجَل اجل الواحد اور اگر تین پاؤں سفید ہوں اور پچھلایا اگلا ایک پاؤں باقی ہو تو اسکے مَجَل ثلاث مطلق بدلا۔

یا محجل ثلاث مطلق رجل کہتے ہیں مگر ایک ہی پاؤں یا ماتھ سفید ہو مگر فقط ایک ہی پہلو تو اسکو مطلق الا یا من مطلق الا یا من مطلق الا یا من کہتے ہیں۔ اور اگر ایک پاؤں اگلے داہنے اور پچھلے بائیں سفید ہو تو اسکو مشکل کہتے ہیں۔ اور اگر پاؤں کی سفیدی گول ہوسمیں کے اوپر یا کلائیوں سے اوپر تک ہو تو اسکو اضم کہتے ہیں اور مادہ کو خد مار۔ مجب جبکہ اگلے پاؤں کے گھٹنے تک پہنچ چکی ہو۔ وضع کلائی۔ اس سے مراد کلائی کا وہ حصہ ہے جو سم اور ٹانگ کے بیچ میں نرم ہوتا ہے جسکی وجہ سے ہم موڑتا ہے۔ اور کھینچتا سمیٹتا رہتا ہے۔ وظیف اگلے اور پچھلے پاؤں کے ساق جمع ہونے کی اوسط اور وظیف ہے۔

نشیظم لباً گھوڑا۔ لعیوب لباً تیز رفتار۔ یا نرم نرم چال سے دوڑیوالا گھوڑا جس سے سوار کو تھکان نہ ہو۔ یا سر پٹ دوڑنے میں لمبے قدم بڑا بنوالا۔ اخیلے جو دو تیز رفتار۔ قراط اگے آگے چلنے والا سب اور تیز رفتار۔ ملعیف تیز رفتار گھوڑیاں۔ واحد اسکا سر عودہ ہے۔ فرس بیج۔ یا۔ بیوع لمبے قدم اٹھانے والا۔ مادہ اگر ہوتا ہے کہتے ہیں۔ بلذم گھوڑے کے گلے کے نیچے جو کھال سی لٹکی اور چلنے میں ملتی رہتی ہے۔ بدکع الفرس اچھا۔ پاؤں پر کھڑا ہوا اور دونوں گھٹنے ٹیک کے بیٹھ گیا۔ طالات گھوڑیاں۔ صیام۔ زین کا سہوا لگام دیا ہوا تیار گھوڑا۔ خبیر صیام جیسے زین دین نہ ہو۔ احق جو گھوڑا کہ اپنے اگلے پاؤں کی جگہ پچھلے پاؤں رکھ کے کھڑا ہو۔ یہ گھوڑے کا عیب ہے جس گھوڑے کو پسینہ نہ آتا ہو وہ بھی احق کہا جاتا ہے۔ خروچ جس گھوڑے کی گردن لمبی ہو اور لگام میں جو باگ لگائی جاتی ہو اسکو جھنگ کے توڑ دیتا ہو۔ صہوق گھوڑے کی پیٹھ کا وہ حصہ جس پر بیٹھتا ہے۔ رصیفہ باگ کی گرہ جو گھوڑے کی گدی کے پاس ہوتی ہے وہ گھوڑے کی گردن کے بال (ریال) مسیب دم کا بال۔ (ہذا ما قل و دل خیر ما کثرو مل)

دوسری فصل

اونٹ کی پرورش اور اُسکے فائدے

اونٹوں کی پرورش اور اُس سے بچہ لینے اور اُنکے حل کی نگہداشت اور بچوں کی حفاظت میں بہت بڑی دستگاہ حاصل ہے۔ اور سبب اسکا فقط یہی ہے کہ اُنکی تمام ضرورتیں اونٹوں ہی کی ذات سے وابستہ ہیں۔ گوشت اُنکے کھاتے ہیں۔ دودھ اُنکے پیتے ہیں۔ اپنے مال و اسباب کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر انہی کی پیٹھوں پر بجاتے ہیں۔ بال اُنکے تراش کے تجارت کرتے اور کبھی تباو لے غلہ وغیرہ لیتے ہیں۔ اپنے قیدیوں کو یہی اونٹ دیکھ چھوڑاتے اور دینت اور توان و غیرہ میں انہی کو عرف کر سکتے۔ زوجہ کے مہر تک میں اونٹ ہی بے چارہ دیا جاتا۔ اور اگر رہن رکھنے کی ضرورت ہوتی تو اونٹ ہی رہن رکھ لئے جاتے۔ غرض جتنی ضرورتیں وہ سب انہی سے رفع کی جاتیں۔ اور جو کچھ بھی مایہ بضاعت عرب کی تھی وہ یہی اونٹ تھی اسی سبب سے یہ قدر نہی۔ حدیث میں ہے۔ لا تشبوا الابل فان جہنم ارقو لہم یعنی چونکہ اونٹ دینت میں دیئے جاتے ہیں لہذا ان کو گالیاں نہ دو کیونکہ یہ تمہاری جان کا بدلہ ہو جاتے ہیں اور تمہاری جا میں بچا لیتے ہیں۔

ایک عربی شخص اونٹ کی داشت اور اُسکی پرورش کے بارے میں بہت ہی مشہور و معروف تھا۔ نام اسکا حنیف الماتم تھا۔ اور قریب قریب اسکو مالکین بد منہا تھے اس امر میں مشہور تھا۔ یہ دونوں عرب میں عرب المل ہیں۔

اُنکے اونٹوں کی خوراک خمج کا دانہ تھا۔ (ایک شہور چیز ہے جو عرب میں ہوتی ہے اور جس مقام پر اونٹوں کو باندھتے تھے تو وہاں ایک لکڑی بھی لگاڑ دیتے تھے جس میں خارشتی اونٹ خارش کے وقت بدن رگڑتے۔ اُس لکڑی کو محملک کہتے تھے۔

میدانی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جڈل جو ایک درخت کی جڑ ہے اُسکو اونٹ کی خوابگاہ میں نصب کر دیتے تھے تاکہ خارش کے وقت پیٹھ کھجلائے۔

ثملہ۔ حلیا۔ ربداء ان نٹوں کو کہتے ہیں جن میں دو الگ سے خارشتی اونٹ کے بدن پر پھیرا جاتا ہے۔ کسی حقیر چیز کی مثل اسی سے دیتے ہیں فلان احقر من ثملہ۔ یا من حلیا یا۔ من ربداء وغیرہ۔

اونٹوں کو جب چرانے کے واسطے میدان میں چھوڑنے تو مہار کو انکی گردلوں میں لپیٹ دیتے تھے اسلئے کہ پاؤں میں نہ پھنسے اور چرنے میں مغل نہ ہو۔ اسی مقام سے یہ مثل پیدا ہوئی ہے کہ الق جلدہ علی غادیہ (اُسکی رسی اُسکی گردن پر ڈال دو) یعنی چھوڑ دو۔ جہاں جی چاہے چلا جائے۔

جب کبھی فخط کی فصل آتی تو اُنکے بچوں کو ذبح کر کے کھا لیتے تاکہ مائیں انکی زندہ رہیں۔ اور مثل میں کہتے تھے۔ شتر واد الابل النذیع۔ اور از بکہ عرب شفتیں اٹھائے اور زحمینیں جھیلنے میں بہت قوت رکھتے تھے۔ جھوک پیاس سردی گرمی۔ برہنگی بے لباس میں صابر رہتے تھے تو اپنے اونٹوں کو عادی بناتے تھے کہ پانچ پانچ دن تک پیاسے رہ سکیں۔ اور اگر پانی کسی میدان میں پانچ دن تک نہ مل سکے تو فوراً مر نہ جائیں۔

میدانی نے لکھا ہے کہ کم از کم اونٹ کو پیاسا رکھنے کی مدت یہ ہے کہ

ایک دن پانی پلائیں اور ایک دن پیاسا رکھیں۔ پھر یونہی بڑھاتے بڑھاتے یہاں تک پہنچاتے ہیں کہ ایک دن پانی دیتے ہیں اور دو دن پیاسا رکھتے ہیں پھر چوتھے پانی دیتے ہیں اور اسی طرح اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ دس دن تک۔

جوہری نے بھی لکھا ہے کہ دس دن تک اونٹوں کو پانی پلانے کی باری دیکھائی ہے۔ درمیان کچھ وقفہ دے دے کے بڑھاتے رہتے ہیں شتر سواروں کا بھی یہ قاعدہ تھا کہ جن میدانوں میں پانی کی دستیابی مشکل ہوتی اُسکے واسطے پہلے سے کسی برتن میں پانی بھر کے اُنہیں سنگرزے یا مقل ارزق کے واسطے ڈال دیتے اور پیاس کے وقت ایک ایک نکال کے چوستے۔ یہ عمل خصوصاً جیٹھ یا میاں کھ کی گرمیوں میں کرتے تھے۔

بڑے سے بڑا عربی اونٹ ایک گھنٹے میں ایک ہزار سارٹسے پانچ سو قدم چل سکتا ہے۔ اور چھوٹا اونٹ ایک ہزار قدم سے زیادہ نہیں دوڑ سکتا۔ اونٹ کا ایک قدم انسان کے دو قدم کے برابر ہوتا ہے۔ اونٹ کے پیٹ میں ایڑ لگانا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس پہ چارے کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بخلاف گدھے کے۔

جوانٹنی کہ اپنی مستی اور جوش کیوجہ سے سیدھی مار نہ چلتی ہو سکو عوجا کہتے ہیں۔ تخیلوت وہ اونٹنیاں ہیں جو نسل کی اچھی اور بلند قدر ہوں۔ مرقال تیز رفتار اونٹنیاں۔ اونٹ وہ اونٹنی جسکی بٹھو کر کھاتے اور پھسل کے گرنے کا خوف نہ ہو۔ رسلاہ جسکی چال نرم اور سبک ہو دفاع اور چستی ہوئی دوڑنے والی اونٹنی خدج ہو کہ پیٹنے کیوجہ اسطرف یا اسطرف کج ہو کے چلے۔ رزیہ جو کہ کثرت سفر سے لاغر ہو گئی ہو۔

اونٹنیوں کے دوڑانیکے واسطے عرب میں ایک لحن مقرر ہے جسے حلا کہتے ہیں۔ حادی وہ شخص ہے جو جدا گاکے اونٹنیوں کو ڈال

اس امر خاص میں بھی اسلامیوں۔ میرے ایک شخص مسمیٰ سلام گذرا ہے۔ جو نہایت ہی خوش آواز تھا۔ بہا ننگ کہ اپنے من صدت میں حزب المثل نکلیا تھا۔ نوگوں نے اکثر آزمائش کی اونٹنیوں کو کئی کئی دن تک پیاسا رکھا اور بعد اسکے پانی پینے کو لیکئے۔ اور سلام سے کہا کہ حدی پڑ ہو۔ ادھر اشتار حداد پڑھنے لگا اور اونٹنیاں پانی چوڑ چوڑ کے اسکی طرف آکر پاس جمع ہو گئیں۔ اسقدر اسکی آواز میں اثر تھا۔ مردان ابن محمد بن مردان کے مصاحبوں میں تھا۔

شیق العصاء ایک نسل ہے۔ یہ اسوقت استعمال کیجاتی تھی کہ جب دوحدی خان ایک قافلے میں ہوں اور دونوں کسی ضرورت سے علیحدہ ہونا چاہیں تو چھڑی کو شتی کر کے ادھی ادھی بانٹ لیں۔ مگر اب ہر دو آدمیوں کی مفارقت کے وقت اسکا استعمال ہوتا ہے۔

بیا نکلیا گیا ہے کہ اونٹنی کی شرافت نسل کا بھی لحاظ عرب کو بہت تھا۔ اگر کسی کے پاس عمدہ نسل کی اونٹنی ہوتی تو کبھی بری نسل کا اونٹ اس کے پاس نہ لیجاتے کہ شاید اسکا لفظ پڑ جائے۔ اور بچے غیر شریف پیدا ہوں۔ اور اگر کہیں ایسا اونٹ اس کے پاس آ جاتا تو لکڑی سے اسکی ناک پر مار کے ہٹا دیتے۔ اسی مضمون سے یہ نسل نکالی گئی ہے کہ۔ لا تقزع لہ العصا اسکا محل استعمال وہ شخص ہوگا جو کسی غرض سے کسی شخص کے پاس آئے اور اپنے اعزاز یا اور کسی سبب کے نامید واپس کئے جانیکے قابل نہ ہو۔

نعمان بن منذر غمی کے پاس دو اونٹ نہایت عمدہ نسل کے موجود تھے جو بنی کرامت نسل کی وجہ سے حزب المثل تھے۔ نام ان کے جندل۔ شدقم۔

اشنام من قاش ایک نسل مشہور ہے جسکا قصہ یہ ہے کہ بنی عواقرہ بن

سعد بن زید مناۃ بن تیمم کا ایک اونٹ تھا۔ اور اسی کی قوم میں ایک اونٹنی تھی جس سے ہر مرتبہ بچے پیدا ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے اسی اونٹ مادہ بچہ پیدا ہوئے خیال سے مذکورہ اونٹنی پر چوڑ دیا۔ اُسکی نحوست نے اس قدر اثر کیا کہ وہ بیچاری اونٹنی بھی مر گئی۔ اور نسل بھی اُسکی بالکل تلف ہو گئی۔

لطیفہ۔ کسی کا اونٹ گم ہو گیا تھا اُس نے قسم کھائی کہ اگر میرا اونٹ بلجائیکہ تو ایک درہم پر بیچ ڈالوں گا۔ اتفاق سے مل گیا۔ اب اُسکو اپنی قسم پوری کرنی ضروری ہوئی۔ مگر چونکہ ایک درہم پر اونٹ کا فروخت کر دینا دشوار تھا اس واسطے اُس نے یہ ترکیب کی کہ ایک بلی پکڑی اور اُسکو اونٹنی کے گلے میں لٹکا دیا۔ اور مشتہر کر دیا کہ میں اس اونٹ کو تو ایک درہم پر فروخت کرتا ہوں مگر بلی کو ایک ہزار درہم پر۔ اور اگر کوئی چاہے کہ ان دونوں کو الگ بیچوں تو یہ کہی نہ ہوگا۔ ایک شخص نے اُسوقت کہا ما ارحص الجمل لولا الهرقا۔ کس قدر یہ اونٹ مستان تھا اگر اُسکے ساتھ یہ بلی نہ ہوتی۔ اُسی وقت سے یہ فقرہ مثل کے طور سے استعمال کیا جاتا ہے۔

شیخ ناصیف یازجی ادیب فاضل نے اونٹوں کے نام سن اور سال کے لحاظ سے جمع کئے ہیں بطرح گہوڑے کے ناموں کو انہوں نے نظم کیا تھا جنکا ذکر پہلے آچکا ہے۔

اونٹنی کے تازہ بچے کو حوار کہتے ہیں اور ایک سال کا بچہ فیصل کہا جاتا ہے دو سال کا ابن مخاض اُسکے بعد ابن لبون اُسکے بعد حق اور بھینچ بھینچ ثنی سہر رباعی۔

اول نبت الناقة الحوار
یدعی کما جات بہ الآثار
وهو لعام واحد فیصل
وابن مخاض بعد تقول
وابن لبون ثم حق جاع
ثم الثنی فالرباعی یتبع

<p>نم السدیس بعد والبانل والعود فی العشر رواہ النافل فان صفت حمزہ فاحمراً قیل لہ وهو لدید یوتئد فان تشہاد ھمة فارمک والجون ما فیہ السواد احلک وذو البیاض آدمایلقب فان علتہ حمزہ فاصہب فان یکین بیاضہ یلینس لشفرة فهو البعبور الاعیس والاخضر المصفر فی سواد مدعی باحوی اللون فی البلوکی</p>	<p>پھر سدیس پھر بادل پھر نشر۔ اور خالص سرخ ہو تو احمر۔ اگر سرخ سیاہی مائل ہو تو ریک اور اگر خالص سیاہ ہو تو احلک۔ سفید اونٹ کو آدم کہا جاتا ہے اگر سفیدی اور سرخی ملی ہوئی ہو تو اصہب۔ اور اگر بیاض اور شفرہ تو اعیس۔ اور اگر سبز زردی مائل اور سفید سیاہی بھی شامل ہو تو احوی کہتے ہیں۔</p>
<p>سقب وہ بچہ ہے جو بھی پیدا ہوا ہو۔ یا خاص نہ بچہ۔ ذراع کسی نوجوان اونٹنی کا پہلا بچہ۔ ربیع جو فصل بہاریں پیدا ہوا۔ اسکی جمع رباع۔ ارباع ہے اور مونٹ اسکا ربوع۔ جمع اسکی ربعات۔ رباع ہے۔ اونٹنی کا آخری بچہ جمع ہے۔ مونٹ اسکا ہبع ہے۔ ملیط جو حمل کہ ساقط ہو جائے۔ ہو اور ابھی اوپر روٹکے نہ نکلنے پائے ہوں۔ محمد ج۔ جو بچہ ناکامل پیدا ہو عجی جس بچے کی ماں مر گئی ہو۔ اور اسکے مالک نے اسکی پرورش کی ہو۔ اقل چوٹا بچہ۔ جادل جو اپنی ماں کے ساتھ چرنیکے واسطے میدان میں جاتا ہو۔ شارف بڑھیا اونٹنی۔ (محبت میں اس اونٹنی کی مثل دیجاتی ہے۔ کیونکہ جب اونٹنی زیادہ سن دار ہو جاتی ہے تو اپنے بچے سے بہت محبت کر۔ لے لگتی ہے۔) ابدوق جو اونٹنی کہ اپنی دم بار بار اٹھاتی ہو۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حاملہ ہو گئی۔ ہے۔ سا نکمہ بھی حاملہ</p>	

نہیں ہوئی ہے۔ جالید وہ اونٹنی جو کہ مضبوطی میں اونٹ کی طرح ہو۔ جسے
مضبوط اونٹنی۔ برعکس دو دو ماری خوبصورت عمدہ نسل کی اونٹنی کھاتا جلالہ
موٹی ٹمازی چربی دار اونٹنی۔ حائل مارہ اونٹنی۔ قلو ص جوان اونٹنی۔ ضر و سن
جبکی صورت بچہ چنے کے وقت بہت بد نما معلوم ہوتی ہو۔ اجو ص موٹی
تیار اونٹنی۔ طلیا خا شتی اونٹنی جسکے بدن پتار کول وغیرہ ملی گئی ہو۔
ہا جن باکرہ اونٹنی جسکے دانت ابھی نہ نکلے ہوں بکر جس اونٹنی کے
ابھی پہلے پہل بچہ پیدا ہوا ہو اور نوجوان اونٹ۔

ضمور۔ بہت پیچھے والی اونٹنی۔ ذقارہ زیادہ دوڑنے والی کہ جو اپنی رفتار
میں دومر آدم مرزا مل ہوتی ہو۔

متفقہ تا بعد اونٹنی۔ بلیہ دو اونٹنی ہے جو اپنے مالک کے مرتبے کے
اسکی قبر پر باندھ دیا جائے یہاں تک کہ وہ بھی مر جائے۔

عقطل بسی گرون والی اونٹنی۔ عجل جس اونٹنی کے ساتھ ساتھ بچہ ہی
ہو پاس و اونٹنی۔ عصافیلر المنذ و چند شریف النسل اونٹ بادشاہوں کے
پاس تھے۔

دودھ دہنے کے متعلق الفاظ

بستوس اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بغیر بس بس کہے ہوئے دودھ نہ دیتی ہو
مصر جس اونٹنی کا دودھ چاروں انگلیوں سے دھکا جاتا ہو۔

حب۔ چاروں انگلیوں سے دودھ دینا۔ فطل فقط کلر نہاد ت اور
رنج کی انگلی سے دودھ دینا۔ بائیں و اپنی طرف سے دہنے والا۔ مستغلی
بائیں طرف کھڑے ہو کے دہنے والا۔

عذار اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دودھ نہ دہنے دے۔

صنعی جس اونٹنی کا دودھ دہ لیا گیا ہو۔ ہمارے جو اپنے دہنے والے کو

ماری ہو قیل بسکا دودھ دوپہر کے وقت دوا جاتا ہو۔

رائٹر اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو اپنے بچہ پر بہت ہی مہربان ہو۔ اور اُسکو سامنے کھڑا کر کے دودھ دوتے ہوں اور اگر دودھ نہ دیتی ہو تو ایک بچے کی کھال بٹس بھر کے اُسکے سامنے رکھ دیتے ہیں وہ سمجھتی ہے کہ میرا بچہ میرے سامنے موجود ہے۔

علاق جو اپنے بچے کو دودھ نہ پینے دے اور اُسکو ناک سے مار کے ہٹا دے۔ محارید جس اونٹنی کا دودھ کم ہو گیا ہو۔

عصوب۔ دودھ دوتے کے وقت جس اونٹنی کے پاؤں بانڈھ دیے جاتے ہوں۔ متراح۔ جس اونٹنی کا دودھ ٹھوڑے ہی زمانہ میں بند ہو جاتا ہو۔

دوسری تقسیم

قرم سانڈ اونٹ جو فقط جفتی کھانے کے کام کا ہو۔

عزکوٹ ہونا اور مضبوط اونٹ تذا مز بوڑھا اونٹ یا وہ اونٹ جسکا سر چرنے کے بعد ہلکا ہو حفص جس اونٹ پر خیمے اور سنون خیمہ وغیرہ لادنے کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر لیجاتے ہیں۔ قطع جس اونٹ پر ہودج بانڈھا گیا ہو اور اس میں کوئی عورت بھی ہو۔ صلیحہ سخت اونٹ۔ فیتق سانڈ اونٹ قاح قحاح جسکی پیاس حد سے بڑھ گئی ہو اور شدت تشنگی کیوجہ سے سست ہو گیا ہو۔ حبکہ پیاس سے اونٹ۔ شاعر کسی کی سجو میں کہتا ہے

وَيَا كُلَّ كَلِّ الْفَيْلِ مِنْ بَعْدِ شَبْعَةَ وَهَيْتَ بِشَرْبِ الْهَيْدَرِ مِنْ بَعْدِ اَنْ يَدُوْ

حدانہ جو اونٹ کہ عدا کی اور شرافت نسل کیوجہ سے نیچے نہ جاتے ہوں۔

مروح اپنی چپا گاہ میں آرام سے بیٹھا ہوا اونٹ۔ غریب جو کہ چراگاہ میں چھوڑ دیا گیا ہو۔ عوذ جس اونٹنی سے بچہ لیا گیا ہو۔ اگر اونٹنی کے ساتھ ساتھ بچہ چلتا ہو تو اُسکو م طفل کہتے ہیں۔ ضمور جو اونٹ کہ جو گالی نہ کرتا ہو۔

اگر بگالی کرے تو اسکو راسخہ کہا جاتا ہے لیسا۔ جو اپنی مبرک (تشتک) سے الگ نہ ہوتا ہو۔

عشترۃ۔ جس اونٹنی کا حمل دس پہینے کا ہو چکا ہو۔

متالی وہ اونٹنیاں ہیں جنہیں سے بعض کے بچہ ہو چکا ہو اور باقی یکے بعد دیگرے جنمینی بناتی ہوں۔ غنیط وہ اونٹنیاں جنکو بچہ پیدا ہونیکے وقت ورد نہ ہوتا ہو۔ عقیس مطلق اونٹنی خواہ کسی صفت کی ہو۔

رکاب مطلق اونٹنہ لفظ جمع کے سینہ میں ہے مگر اسکا واحد کوی نہیں البتہ فرار نے لکھا ہے کہ ادا اسکا رکوب ہے۔

جامل اسم جمع ہے جو نہ اور مادہ دونوں قسم کے اونٹوں کی واسطے استعمال کیا جاتا ہے۔ جال سوانٹ۔ ذوق مادہ اونٹیان۔

تذویت فرمانبردار اونٹ اور اونٹنی ذود اسم مؤنث ہے۔ جمع اسکی اذود ہے۔ تین سے لیکر دس اونٹوں تک ادد دس سے لیکر بیس ادد تیس تک کو اذود کہہ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کیواسطے دوسرا لفظ ہے۔ الذود الی الذود مثل ہے۔ (نظارہ قطرہ دریاگر دو کے معنی ہیں۔) ضم چند اونٹوں کا ایک جتھا عریج تقریباً اسی اونٹوں تک بلکہ نوے یا ڈیڑھ سو یا پانچ سو تک بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جول اونٹوں کا ایک غول۔ جھد اسی اونٹ۔ جھمہ ایک سوانٹ یا دوسو۔ فکڑ پانچ سے زیادہ یا ساٹھ اونٹ یا پچاس اور ساٹھ کے درمیان کوئی سی مقدار ہو۔

قضاوتیں سے چالیس تک کو دہنت بڑا غول اونٹوں کا جھمہ چالیس اونٹ کا غول یا ستر سے لیکر سو تک کا جتھا ھبیدہ سوانٹ۔ امامۃ تین سوانٹوں کا جتھا۔

اونٹ کو عرب جلیلہ کہتے ہیں۔ سب میں عمدہ قسم کا اونٹ وہ ہے جو سفید رنگ اور جوان ہو۔ جل ہجان ریانۃ ہجان وہ اونٹ اول اونٹنیاں

جتنکی رنگ کی سفیدی خوشنما ہو۔ مگر بعضوں نے کہا ہے کہ عرب سیاہ اونٹ
کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ چنانچہ عترو کہتا ہے۔

فیضا التمام واربعون حلوبة | اس گروہ میں بیابلیں اونٹ سیاہ
سودا کخافیه العراب۔ الاسعمہ | ہیں اور انکی سیاہی کائے کوئے کے
پروں کی مانند ہے۔

تیسری فصل

عرب کے باقی حیوانات گھوڑے اور اونٹ کے علاوہ

عہدہ قسم کے گدھے بھی عرب کے اُن بڑی بڑی قیمتوں پر فروخت ہوتے
ہیں۔ کیونکہ اسکی قوت ہی تقریباً خیر کی قوت کے برابر ہوتی ہے۔ اس زمانہ
میں بین سے مکہ حنفہ کو جانوروں کا قافلہ اسی گدھے پر سوار ہو کر جاتا ہے۔
تخمینہ کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ایک گہری میں ڈیڑھ ہزار قدم چل سکتا ہے
اسکے قدم اونٹ کے قدم کے برابر ہوتے ہیں اور ایڑ لگانے سے اسکو
تکلیف نہیں ہوتی اور اونٹ کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

جیڑ اور بکریاں اور جنگلی بکریاں بھی اُنکے بڑے فائدے کی ہوتی ہیں
بھیر کو بھی بڑی عزت سے رکھتے ہیں اور اسکی پرورش میں بھی بہت کوشش
صرف کرتے ہیں۔ اونٹوں کو تو جلیلیہ کہتے ہیں اُنکے مقابلے میں بکریوں
اور بھیروں کو ذبیقہ کہتے ہیں اور حطرح کی اصطلاح اونٹوں کے واسطے
مالی بن اور سیطرح سے اصطلاحیں بھیروں اور اونٹوں کے شمارے واسطے
بھی مقرر کی ہیں۔ مثلاً تبعہ چالیس بھیروں کا گلدہ فیمہ یا تبعہ چالیس سے زائد

زکوٰۃ کی دوسری نصاب تک نفلہ ونبوں کا گالہ یا خاص خیروں کا کلمہ حیلہ
بکریوں کا کلمہ۔ اگر خیر اور بکریاں دونوں ملا کے ایک ایک گالہ کی ہند رہے۔
تو اسکو نفلہ کہیں گے۔ مثل میں کہتے ہیں فلان لا یضاق بین الشاة والشاء۔
یعنی دو شخص آدمیوں کے گروہ اور بکریوں کے گالے میں کچھ تمیز نہیں کرتا۔
جزعۃ جزعۃ چند ونبوں کا ایک جنہا۔ جزعہ سو سے اوپر بکریاں
یا دس سے چالیس تک کا کلمہ۔

عرب کے ماں بھینس اور نیاں گائیں اور وحشی گدے بھی پالے بات
میں وحشی گدیوں کو فرا بھی کہتے ہیں۔ اسی سے ایک مثل نکلی ہے۔ کل
الصید فی جوف الفراء یہ اس شخص کی بابت استعمال کیجاتی ہے کہ جسکو
بہت سی حاجتیں اور ضرورتیں درپیش ہوں مگر ایک ان میں سے بڑی
ضرورت ہو اور وہ پوری ہو جائے تو باقی کی کچھ پروا نہ کرے۔
سور۔ خرگوش۔ ہرن بھی اکثر عرب پالستے تھے۔

عرب کے جنگلوں میں شیر بھی بکثرت ہوتے تھے اور ہوتے ہیں۔
انگوٹھائیں کہتے ہیں۔ دامنہ اسکا عینہ ہے۔ اور اسکا بھی شیر کو کہتے
ہیں۔ بچو۔ جیتے اسے ذی لونین بھی کہتے ہیں اور سبستی بھی۔ جیڑ یا
پہاڑی بکریاں۔ لومڑی۔ گیدڑ۔ بولے بھی وہاں کے جنگلوں میں پائے
جاتے ہیں۔ اور جنوبی حصے میں ایک قسم انسان کی بھی ہے۔ اس سے
چیلوں اور درختوں کو بہت ضرر پہنچتا ہے۔

عرب کے پرندے

پرندوں میں بھی وہاں کئی قسم کے جانور پائے جاتے ہیں مغلہ انکے
شتر مرغ ہے اسکے ترکو ظلمان کہتے ہیں۔ دامنہ اسکا ظلم ہے۔ قطا (سگوار)
سجل (گک) (صقر) (چل) (تدسی) (فیل مش) (کردان) (غراب) (کوہ) (سج)

رغم (گدھ) مہندہ۔ سمر و غیرہ۔ دریا کے کناروں پر بھی بہت سی قسم کے پرندے پائے جاتے ہیں جنکی تفصیل باعث تطویل ہے۔

حشرات الارض

عرب کے شہروں میں موزی سانپ بھی بہت سی قسم کے پیدا ہوتے ہیں اور بکھو بھی کثرت میں۔ سوسمار بھی وہاں جنگلوں میں بہت پیدا ہوتا ہے اور قسم قسم کی چوینٹیاں اور رینلا (زہریلی مکڑیاں) بھی بہت ہوتی ہیں۔ اکثر عرب کے بلا و پرندوں کی فوج ہجوم کرتی ہے اور ذرا عتیں اُنکی تلف کر دیتی ہیں۔ اسکے رہنے کا مقام نجد کے صحراؤں میں زیادہ ہے

میدانی نے حمزہ سے روایت کی ہے کہ عرب اکثر چوپاؤں کو مختلف مختلف مقامات کی طرف خاص خاص مناسبت سے منسوب کرتے ہیں مثلاً ارب الخللہ۔ صلب السحما۔ خلی الحلب۔ نینس الروملہ۔ قنقذ برفہ۔ شیطان الحماطلہ۔ اور بھیڑیوں میں تمام مقامات کی بہ نسبت نفی کے بھیڑیے نہایت خبیث ہوتے ہیں۔ اور سانپوں میں جد کے سانپ بہت ہی زہریلے ہیں۔ اور ہرنوں میں حلب کے ہرن بہت تیز دوڑنے والے ہیں۔ شیطان الحماطلہ۔ حماطلہ ایک گھاس کا نام ہے جسکے اندر سانپ رہتا ہے اور شیطان سے مراد یہاں سانپ ہے۔ جو شخص نہایت قبیح النظر ہو اسکو شیطان سے مثال دیتے ہیں۔

حلب ایک قسم کے درخت ہیں۔ پتیاں اسکی میٹھی ہوتی ہیں۔ اس درخت کے قریب رہنے والے ہرن بہت تیز دوڑتے ہیں۔ اور حمض کے ہرن بہت ہی کم دوڑ سکتے ہیں۔ کیونکہ حمض ایک قسم کا مکین درخت ہوتا ہے عرب میں ایک اور قسم کے اونٹ ہیں جگو جو کشتہ سلکتے ہیں۔ شاید کچھ اور حوشہ ایک ہی چیز ہے جس سے مراد حوشہ ہے۔ حوش ایک تمام کا نام

جو عربوں کے خیال میں جنوں کے رہنے کا مقام ہے۔ اُنکا یہ خیال ہے کہ اُس مقام کے اونٹ جن ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ مہر بن حیدان کی لڑائی سے جنتی کھائی تھی۔ اُس سے بہت سے بچے ہوئے۔ چونکہ وہ بچے بہت شریکھے، اسوجہ سے اُنکو خیال ہوا کہ یہ جن کی اولاد ہیں۔

خفان۔ عفرین۔ خفیہ۔ نذج۔ حلیہ چند مقامات کے نام ہیں۔ جہاں شیر بہت کثرت سے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے مثل میں کہتے ہیں فلاں اجلہ بن للماشی بدرجہ، اور اگر کوئی شخص کسی بڑے بہادر کو قتل کرے تو کہتے ہیں قتلک اسد خفان۔ یلی اخیلیہ نے بھی توبہ بن حمیر کے مرنے میں خفان کے شیر کا ذکر کیا ہے۔

فتی کان احی من قناتہ حیصۃ | توبہ بن حمیر جو ان شریلی عورتوں سے
واشیع من لیث بخفان حادر | بھی زیادہ شرمانے والا تھا۔ مگر شجاعت
میں خفان کے شیروں سے بھی بڑا ہوا تھا۔

اشیع من لیث عفرین۔ کی مثل میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ لیث شیر کے معنی میں ہے اور عفرین اُس صحرا کا نام ہے جہاں شیر کثرت سے رہتے ہیں۔ اور بعض شخصوں نے لیث عفرین کو کوئی چھوٹا سا جانور خیال کیا ہے۔ اور ایک شخص نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک قسم کی مکڑی ہوتی ہے

حیصۃ عبیدان (عبیدان کا سانپ) عرب کا خیال ہے کہ عبیدان ایک جانور ہے جس میں سانپوں کی ملکیت ہے۔ اسوجہ سے کوئی جانور وہاں چر نہیں سکتا۔ اور نہ کوئی آدمی اس طرف سے آمد و رفت کر سکتا ہے۔

اب ہم منظرِ خفار چند حیوانات کے بچوں کے نام اور اُنکے لقب بیان کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اگر باقی حیوانات کے نام بہ تفصیل بیان کئے جائیں تو کتاب بہت بسیط ہو جائے گی۔ مثال کیواسطے فقط ایک شیر کا نام ہے۔

کہ عوب کی لغت میں تقریباً ایک ہزار نام اسکے ہیں اور اسی طرح باقی حیوانات کے بھی نام اور القاب اور کنیتیں اس کثرت سے ہیں کہ سب پر احاطہ مکمل ہے۔

حیوانات کے بچوں کے نام

عوب نے ہر قسم کے حیوانوں کے بچوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نام اور صفا نام مقرر کر لی ہیں جنکی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

جود - ہر قسم کے درندے جانوروں کے بچے۔

طلا - ہر وحشی چرندوں کے بچے۔

فرخ - ہر پرندے کے چھوٹے بچے۔

شبل - حقص - ذیہن خام شیر کے بچے۔

ہرمس پیٹے کے بچے - دغسل نامتی کا بچہ - مقبولا نامتی کے بچے

برعل - بیدل بچو کا بچہ - خنحیص ہر کا بچہ - جس جس کا بچہ -

قشیہ بند کا بچہ - فضعل بھیڑیے کا بچہ - اور بچو کا بچہ - جیس لوٹری کا بچہ

خنوص سور کا بچہ - ذرہود - پہاڑی بکری کا بچہ - قہر گھوڑے کا بچہ جبر

حرقص اور چھوٹے اونٹ کا بچہ - ححس - عقاد گدھے کا بچہ (اونٹوں کے

بچے کے نام پہلے لکھے جا چکے ہیں) عجل - بجزج - حسیلہ - ذیب - فراو

گلے کے بچے - برغذہ - بدغنا - برغوز - برغاز گائے کے بچے جواپنی

ماؤں کے ساتھ چرنے جاتے ہوں - تبیع گائے کا ایک سالہ بچہ - عصب

گائے کا وہ بچہ جسکی سنگیں نکلی شروع ہوئی ہوں - مادی گائے کا چکنا

سفید صاف بچہ (مادہ کو ماریہ کہتے ہیں) فرقہ - ذرع - یعقور - جودر -

غذہ نیل گائے کے بچے - حجل بھیڑ کا بچہ - عنز بکری کا بچہ - خشت

حر - شاذن - عزید ہرن کا بچہ - بائع ہرن کا بچہ جو دوڑنا شروع کرے

خرق ہرن کا کزور پاؤں والا بچہ - طلو ہرن کا بچہ جو ابھی پیدا ہوا ہو -

جمع اسکی طلاء ہے۔ جرد کتے کے بچے کو بھی کہتے ہیں۔ دد من چو ہے کا بچہ۔
 حمل گو کا بچہ۔ شروع شروع میں اسکو حمل کہتے ہیں۔ پھر جب ذرا بڑھ جاتا ہے
 تو مطبع اس سے بڑے کو خضرم خرق۔ خوتع۔ نفسہ خرگوش کا بچہ۔ فروج
 مرغی کے چوزے۔ جوق۔ رال۔ جوتکی۔ شتر مرغ کا بچہ۔ زغلول کبوتر کا بچہ۔
 حر۔ کبوتر کا اور سانپ کا بچہ اسے مارن بھی کہتے ہیں۔ کبوتل جبل کا بچہ۔ سمع
 بھیر ٹیٹے اور بچوں سے ملے جو بچہ پیدا ہو۔ عرب کا خیال ہے کہ سمع کو سوائے مرغن
 موت کے اور کبھی کوئی بیماری ہوتی ہی نہیں۔ جیسے سانپ۔ اسکی قوت
 سامع بہت بڑی ہے۔ شل ہے فلان اسمع من سمع۔ شاعر کہتا ہے۔

تدرا حدید الطرف ایلع وافضاً اعرا طویل الباع اسمع من سمع

عسبار تجوز اور بھیر یا مادہ سے جو بچہ پیدا ہو۔ عسبور۔ عسبور کتے کا بچہ
 بشرطیکہ بھیرنی سے پیدا ہوا ہو۔ اسبور بھیرنی اور تجوز سے ملے جو بچہ پیدا ہو۔
 دروان تجوز اور بھیرنی مادہ سے جو بچہ پیدا ہو۔ ازل بھیر یا جو کہ تجوز اور بھیرنی
 کی جفتی سے پیدا ہوا ہو۔ خیمہ فار کتے اور بھیرنی سے ملے جو بچہ پیدا ہوا ہو۔
 ویم بھیر یا اور کتیا ملے جو بچہ پیدا ہو یا لومڑ اور کتیا سے۔ بدغل وبراور
 گیدڑ سے جو پیدا ہو۔ قرنب خالگی چو ہے اور جھکی چو ہے سے جو پیدا ہو۔

جوانات کی کنیت

بسطر سے کعوب نے آدمیوں اور کھانوں اور بعض نباتات کی کنیت
 مقرر کی ہے اسی طرح جوانات کی بھی کنیت مقرر کی ہے مثلاً ابو الحارث
 ابو الابطال۔ ابو شبل۔ ابو الغلس شیر کی کنیت ہے۔ ابو جهم۔ ابو کف
 ابو غل۔ ابو جندل۔ ابو غفل۔ ابو الجذاج ماہی کی کنیت ہے۔ اور
 مر تبیل۔ ستہنی کی۔

ابو الابرد۔ ابو الاسود۔ ابو جعدا۔ ابو جمل۔ ابو خطاف۔ ابو الصعب

ابوزقافش۔ ابوعمر۔ ابوالمراسل۔ ابوفارس چیتے کی کنیت۔ امزقافش۔ امزقافش
چیتے کی مادہ کی کنیت ہے۔

امثزل۔ امجبار۔ امحذرف۔ امرمال۔ امعتاب۔ امعتبان
امعم۔ امخوڑ۔ امطریق۔ امالفیدور۔ امنوفل سجھ کی مادہ۔ ابوعمام
ابوکلہ۔ ابوالھنبر۔ سجھ۔

ابوجعدہ۔ ابوجاعد۔ ابوجعادہ۔ ابوشامہ۔ ابومذقہ۔ ابوعسلہ
ابورعلہ۔ مہیڑیا۔

ابوحمید۔ ابوجہینہ۔ ابوحجل۔ سجھ۔
ابومعابد۔ ابوالنجم۔ ابوالحسن۔ ابوالحنیف۔ ابومری۔
ابوقیس۔ ابوزھرہ گیدڑ۔

ابویوب۔ ابوصابر۔ اوس۔
ابوخال۔ کتا۔

ابوزرعہ۔ ابوعلقہ۔ سور۔
ابوندہ۔ بندر۔

ابومنفذ۔ ابومنجی گھوڑا۔

ابوالمختار۔ ابوحموص۔ ابوحرور۔ سجھ۔

ابوزیا۔ ابوعمود۔ ابوجحش۔ ابوالعفاء گدا۔ امالھنبر گدھی۔

ابوبدائل۔ ابوسلمان۔ ابوالیقظان۔ ابوحنان۔ ابوحماد مرغ

امحفصہ۔ امناصرالدین۔ امالولید۔ اماحد وعشرین۔ مرغی۔

امالبیض۔ امثلاثین۔ شتر مرغی۔ نبات الہیق بہت سی شتر مرغیاں۔

ابوحاتمہ۔ شتر مرغ۔

ابوالقنقاع۔ کوا۔

ابوالمبلع۔ مرغ۔

ابوالاشعث - ابوالاحق - باز -

ابوالصنم - ابوشاب - ابوالکھاج - ابوحسان - ابوالدہ - ابوالانعم
زخواب - ام اخوار - ام الشعور - ام طلیحہ - ام لوح - ام العیثم - مادہ قحباب
ابومالک - ابوالمنہال - ابو یحییٰ - ابوالابدو - ابوالاصبع - کدہ ام قشعم
کدہ کی مادہ -

ابوالآخبار - ابوالثامہ - ابوالکرم - ابوروح - ابوسبحار - ابوجندبہ
ام الخباب - ام الصبیان - کھلمو کی مادہ -
ابوعکرمہ - کبوتر

ام جحران - ام عجینہ - کدہ کی مادہ
ابوحدیج - حاتم بن لفق

ابو براقش - ہنس - ای کی صورت کا ایک چھوٹا پرندہ ہے - اسکے
اوپر کا حصہ پر دل کا چمکدار ہوتا ہے اور وسط سرخ اور نیچے کا حصہ سیاہ - اور
جب اسکو پریشان کر کے اڑاتے ہیں تو اسکا رنگ بدل جاتا ہے - اور کئی
کئی رنگ آتے اور جاتے ہیں - اسی وجہ سے ہر مثلون المزاج کو ابوبراقش
سے مثال دیتے ہیں - شاعر کہتا ہے - کابی براقش کل یوم یتغیر لونہ -
ابو خجا - ابو خجادبی - ایک قسم کی ٹڈی ہوتی ہے اور گبز لیے کو
بھی کہتے ہیں - ام عوف ٹڈی -

ابوالحسن - ایک چھوٹا سا طائر نہایت خوش آواز - اسکو حسن ہی کہتے ہیں
ابو کثیر مرد کو کہتے ہیں اور اسکو فارسی میں درکاک لکھا ہے - اسکی
ارو نہیں ہے -

ابولتی میڈک - ابو جعفر لکھیاں - ام وردان - صہور ابو حلی
ابو حیل گوہ - ابو جحران ایک قسم کا بجر ہے - جسے حل بھی کہتے ہیں ابوسیف
ساہی - ام عربہ - ام ساہر - بھو - ام حباب - رنگ بزرگ کا بوٹ ہوتا ہے

ام الاموال - ونہ - ابو حنیب بکری کا بچہ - ابو غزوان - ابو خداش
 ابو الہیثم - ابو شاخ - بلال - ام شماغ بی -
 ابو حذر گرگٹ - ام قذہ - ام حبیب گرگٹ کی مادہ ام الحجین
 یہ بھی گرگٹ کی مادہ کو کہتے ہیں -
 ام محبوب - ابو غنمان سانپ -
 ابو طامر - ابو عدی - ابو وثاب پتو -
 ابو مشغول - چیونٹا - ام توبہ - ام مانتا چوٹی -
 ابو راشد چڑا - ام خراب چوبیا -
 ابو الیخ - ابو ہبیرہ - ابو عبد نر منیدک ام حبیرہ مادہ منیدک -
 ام اربع واربعین - ایک نہر بلال اور شہر ہے -

ملحقات

عرب کا یہ قاعدہ کہ جب کسی ایک چیز کے ساتھ کئی چیزیں ملتی ہوں
 تو اس ایک چیز کو ضرور ام کہتے ہیں۔ مثلاً مکہ کو ام القری کہتے ہیں اسوہ
 سے دہاں تمام اطراف و اکناف سے لوگ حج کی غرض سے آتے ہیں۔ یا مثلاً
 سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں۔ اور کہکشان کو ام النجوم۔ سر کے نیچے کو
 ام الدماخ۔ ام الدینا شہر مصر (چونکہ یہاں آدمی کثرت سے رہتے ہیں)۔
 ام القوی آگ۔

ام الکتاب لوح محفوظ۔ یا سورہ فاتحہ یا کل قرآن مجید۔ ام دفن۔ ام جبر
 ام متوال۔ بیوی۔ مالکہ خانہ۔ عورت۔

ام الصبیان۔ سرخ۔ (مرگ)۔

ام ملام۔ تپ۔

ام تبارک۔ ڈول۔ سپر۔

ام جھوکر۔ ام جھوکران۔ ام جھوگری۔ ام خشاف۔ ام جذب۔
 بڑی سخت مصیبت۔ برائی۔ اڑنا۔ مگر امر القیس نے جو اپنے اس شعر
 میں ام جذب کا ذکر کیا ہے۔

خلیلی و ابی علی ام جذب لتقتنی لہانات القواد المعذب
 اس سے مراد بنی طے کی ایک عورت ہے۔ چہ۔ جو سے اس نے اس
 موقع پر نکل کر کیا تھا جبکہ منذر بن مار السہار کے خوف سے یہ ام جذب کی قوم
 میں ہلاک کیا تھا۔

آوازوں کے نام

صہیر دروازے کے بند ہونے اور قائم کے کا غر پر چلنے اور تخت
 کے زمین پر کھینچے جانے کی آواز۔

صہیف دانت پیسنے کی آواز طنطنہ ستار کی آواز۔ دینن کبان کی
 آواز۔ قصیف رعد اور دریا کی آواز۔ ذفیر آگ کی سنناہٹ۔ خشنخشدہ
 کا خداورنے کیڑے کی کڑکڑاہٹ۔ صلصلہ لوہے اور تلووار اور
 روپے پیسے کی جھجکار۔ زہزہ مجوسیوں کے آواز کی نقل۔ نشیش
 بانڈی کے جوش مارنے کی سنناہٹ۔ غغ غغ چاول کپنے میں کھد
 کی آواز۔

بقبقہ مزاحی یا گھڑے سے پانی اونڈیلنے کی آواز۔

دقدقد۔ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز۔

دیدد گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز۔

طقتتہ پتھر اور اسے گرنے کی آواز۔

طاق۔ طاق کی آواز جو کسی چیز پر مارنے سے پیدا ہوتی ہے

خرید ہوا کے چلنے اور پانی کے بندھنے سے نشیب میں گرنے کی آواز۔

اور نیز عقاب کے پروں کی آواز جبکہ وہ پر کو چھٹکے۔ اور سونے والے کی سانس کی آواز۔

خشکارم سوئی اور بھدی آواز۔ خشف۔ خشفہ مطلق آواز۔ حرکت۔ ملکی آواز۔ سانپ کے چلنے کی آواز۔ بچو کی آواز۔

لغظ۔ اسی آوازیں جو سمجھی نہ جائیں۔ لغغم۔ خب آواز کا کلام نہ سمجھ میں آتا ہو۔

جذبلی بڑے دروازے کے کواڑوں کو کھولنے یا بند کرنے کی آواز
صوتہ۔ صدی کی آواز (صدی ایک طائر ہے جو مقتولوں کی قبروں سے نکلتا ہے طبع منہنے والے کی آواز۔ یاد یا رومیوں کو اکٹھا کر ٹپکی
آواز۔ علیٰ ہذا القیاس اور حیوانات کی بھی آوازیں انھوں نے مقرر کی ہیں۔
مثلاً۔ زئیر شیر کے واسطے۔ عواء بھیڑیے کے واسطے۔ بناح کتے کی واسطے
ہڈیر کتے کی آواز جبکہ وہ کسی بکروہ یا غیر معمولی چیز کو دیکھ کے بولے۔
ضباح۔ لومڑی کی آواز۔ مواء بلی کی آواز۔ قباح سور کی آواز۔ خوار
گائے کی آواز۔ رغاء بکری کی آواز۔ نذہت ہرن کی آواز۔ ہمیل گھوڑی
کا ہنہانا۔ یقیق گدھے کی آواز۔ ہڈیر کبوتر کی آواز۔ طق۔ فقیق مینڈک
کی آواز۔ فحج سانپ کی آواز۔ حنترنندہ ٹڈیوں کے کھانے کی آواز۔
حکرو بلی کے غزانے کی آواز۔ صقاع صرغ کی آواز۔ یقیق۔ یقیب تغاف
کوئے اور بوم کی آواز۔ غاق خاص کوئے کی آواز۔ عقیق عقیق کوئے کی
آواز جبکہ اپنے گلے کو دبا کے بولے۔ اور پانی جبکہ کسی چوڑی جگہ سے آگے
تنگ جگہ میں گزرتا ہو۔ حقیق درختوں کے پتوں اور پرندوں کے پروں کی
آواز۔ بغام ہرن کی آواز۔ خطاب بکرے کی آواز۔ قرق۔ قرق غنیو کی
آوازیں۔ قفا قفا سنگھار کی آواز کی نقل۔ فقط فقط سنگھار کو بلانے کی
آواز۔ الوع گیدڑ کی آواز بچے کے رونے کی آواز۔ لا قرقہ چرمیا کی آواز

تغذہ۔ بطور کی اور مدی خوان و مغنی کی آواز کھ کھ شیر اور اونٹ کے آواز کی نقل۔

حیوانات کے روکنے اور ٹھہرانے کی آواز

اجد اجد۔ ابط ابط۔ ایا ایا۔ یایہ۔ بس بس۔ جوجو۔ جوت جوت۔ حای حای۔ حامن حامن۔ حاحل حل۔ ہا ہا۔ حج حج۔ ای۔ یہیا۔ ان صداؤں سے اونٹ کو ٹھہراتے اور بہاگنے سے روکتے ہیں

تہ تہ۔ حلق۔ جاہ جاہ۔ جوجہ جوجہ۔ حاب حاب۔ ہت ہت۔ اونٹ کو روکنے کی آوازیں۔

جی جی۔ شیب۔ جب اونٹ پانی پلانے کے لئے بلاتے ہیں۔
ہی ہی۔ جب اونٹ گھاس کھانے کے لئے بلاتے ہیں۔
دی دی۔ مدی خوانی کی آواز۔

دہ دہ۔ داہ داہ۔ جب اونٹ کو اسکے بچے کے پاس بلاتے ہیں۔
ہدع ہدع۔ چھوٹے چھوٹے بچے اونٹوں کو بہاگنے سے روکنے کیلئے۔
آخ۔ اونٹ بھلانے کی آواز۔

دوہ۔ دوہ۔ چار سالہ اونٹ کو بلانے کی آواز۔

حقط۔ دہ۔ ہلا۔ ہجر۔ ہجرم۔ ہال۔ ہاب۔ ہب۔ بھی گھوڑا دوڑانے کی آواز۔

اؤ گھوڑا بلانے کی آواز۔ جاہ جاہ کسی درندے اور خچر کو روکنے اور منع کرنے کی آواز۔ حدس حدس خاص خچر کو روکنے اور منع کرنے کی آواز۔

حئی حئی۔ گدیہ کو بلانے کی آواز۔

عکس عکس گدھے کو بلانے کی آواز۔

حیز۔ حید۔ سا، شاء۔ مٹو شو عیس بہت سے گدھوں کو روکنے اور بھڑانے کی آواز۔

اجی اجی۔ رحالہ رحالہ۔ سدھ سدھ۔ قصب قصب۔ ہڈ ہڈ۔ بھیڑوں اور دنبوں کو بلانے والی آواز۔

اس اس۔ اجدم۔ مجدم۔ جل جل۔ بکری کو روکنے کی آواز۔

ارار۔ دد دد۔ بھیڑوں کو بلانے کی آواز۔

اوس اوس۔ حط۔ حید۔ شاء۔ عل عل۔ عائی۔ ہجھجھ۔

بھیڑوں کو روکنے کی آواز۔

تاتو تاتو بکری کو جھتی کھانے پر آمادہ کر نیکی آواز۔ حاء بکری کو

پانی پینے کے لئے بلانے کی آواز۔ جناح جناح بکری کو دودھ دہنے

کے واسطے بلانے کی آواز۔ جیل جیل بکری کو روکنے کی آواز۔

اوس اوس۔ وچ۔ گائے بل کو روکنے کی آواز۔

اس اس۔ سانپ کو سر جھکا لینے کے واسطے کہا جاتا ہے۔

تہ تہ۔ قوس۔ قرقوس۔ کتے کو بلانے کی آواز۔

دج دج۔ مرغیوں کے چھینے کی آواز۔ حنف حنف کو بھڑکنے کی آواز

عس۔ بلی کو بھڑکنے اور روکنے کی آواز

جانوروں کے متعلق مثلیں

عربوں نے اکثر مثلیں حیوانات کے حالات اور روزانہ کی کیفیتوں

سے پیدا کی ہیں اور نیز نباتات اور خواص نباتات سے مثلیں بنائی ہیں

لیکن ہر ایک مثل کا منشاء اور سبب بیان کرنا چونکہ طول کا باعث ہے

اسوجہ سے محض مثلوں کے بیان پر اکتفا کی جاتی ہے۔

فلان احمق من رجلة (رجلہ لقد الحمقاء کو کہتے ہیں۔)	احمق کی مثل
فلان احمق من الضبع (ضبع کی حماقت اس سے ثابت ہے کہ)	" "
فلان احمق من الاس سے کہتا ہے کہ البشایا ضبع بس خوش ہو جاتی ہے (اور اپنے آپ کو ننگاری کے حوالے کر دیتی ہے)	" "
فلان احمق من الرابع۔ فلان احمق من نغمة علی حوض	" "
فلان احمق من لغامة۔ فلان احمق من رخمة۔	" "
فلان احمق من عقق۔ فلان احمق من ام العنبر (سہرگد ہی کو کہتے ہیں۔)	" "
فلان احمق من حمامة۔ فلان احمق من جھیزہ۔	" "
(جھیزہ رکھنی کو کہتے ہیں۔)	" "
فلان احمق من عذاب۔	سوشیاری اور
فلان احمق من ذنب۔	اپنے آکھو بجائے
فلان احمق من ظلم۔	رہنے کی مثال
فلان احمق من ضرب۔ فلان احمق من ورل۔	حیرت کی مثال
فلان احمق من فرخ العقاب۔ فلان احمق من حراب۔	پختہ کاری اور تدبیر کی مثال
فلان احمق من ابی بدائش۔ فلان احمق من ابو قلمون۔	تغیر و تبدل کی مثال
فلان احمق من الدائب۔	" "
فلان احمق من شنف النضر (سونسے کا بند)	حسن کی مثال
فلان احمق من الطائوس۔	" "
فلان احمق من الدیک۔	" "
فلان احمق من العسل۔	" "
فلان احمق من بیضة فی روضة (کیونکہ سبزہ زار میں پتوں کا رکھنا)	" "
فلان احمق من الخشما معلوم ہوتا ہے۔	" "
فلان احمق من الذہد الموقفة۔	" "

حرص کی مثال	فلان احرس من الكلب على جيفة
"	"	"	"	من كلب على عرق (بھی)
"	"	"	"	من كلب على عقی (بھی)
"	"	"	"	من غلۃ

نہنگبانی اور حفاظت کی مثال - فلاں احرس من کلب -

بھونک کی مثل فلان اجوع من کلبۃ حومل (حومل)

ایک عورت تھی جس نے ایک کُٹیا پالی تھی
اُسکو باندھے رہتی اور کچھ نہ کہلاتی۔ آخر
وہ بیچاری اپنی دم کھاتی۔

نعمانی کی مثال فلان احمکی من فرد (اس سبب سے

کہ بند رومی کی خوب نقل کرتا ہے سوا بول لیون کے

عیب کی مثال فلان اعیب من حمار طباب -

" " " " " من بغلة ابي دلامه

کفر کی مثل فلاں آفرمون حمار (حمار ایک شفعہ کا جس کے

دس بیٹے تھے۔ ایک دفعہ شکار کو گئے اتفاق

سے بھائی گری سب جھلکے مر گئے جب یہ خبر سنی

تو فوراً کافر ہو گیا۔ (جو پچاس سال سے مسلمان

اور کہنے لگا کہ میں کبھی بھی ایسے خدا کو نہ مانا

جس نے میرے دس بیٹے مار ڈالے،

نہاڑو تکر کی چال کی مثال فلاں اخیل من غراب (کو بہت ہی ناز

اور متکبرانہ عقیدتا ہے اسی وہ سے اُحک

اُٹک کے قدم رکھتا ہے)

.. .. " " فلان خيل من ثعلب في يسته عضة.

ہلکے پن کی مثال۔ یعنی ایسی شلیں } فلان اخف من فرامشہ۔ اخف را
بے عقلوں اور کم سمجھ والوں کو کہی جاتی ہیں } من الذنب۔ اخف رأسا من الطائر

اخف حلا من عصفور۔ اخف حکما

من بعیر۔ اخف من یراعد (بے ایکہ

قسم کی کہی ہے۔)

فلان اجث من ذئب الخمر (خر و خست

کی چھاروی کو کہتے ہیں)

فلان اجث من ذئب الغصی۔

فلان اخون من ذئب

فلان اخذ ع من ضب۔

فلان اخطا من ذباب۔ فلان اخطا

من فرامشہ۔

فلان اخط من عشواء (عشواء اس

اونٹنی کو کہتے ہیں جسے رات کو سو جاتی

نہ دیتا ہو۔ اور اوسرا دہرا تھپاؤں

مارتی پھرے۔

فلان احلم من فرخ العقاب

احلی من التوحید (توحید ایک قسم کا

عربی خرام ہے۔ ابو حیلان توحیدی جس نے

مناظرات اور محاضرات میں کتاب لکھی ہے

اسی کی طرف منسوب ہے۔ یعنی تو کہا،

یترشفن من فی رشفات

من فیہ العلی من التوحید

خیانت اور شرارت کی مثل

" " "

خیانت کی مثال ..

غیب رہی کی مثل ..

خطا کی مثل ..

خط کی مثال ..

علم کی مثال ..

شیونہ کی مثال ..

تیزی کی مثل
 اُسٹے پنے کی مثل یعنی کسی چیز کو ہونا یا
 اُٹھنا اور ہوا اس کے خلاف ۔

احد من لیطة (نزل کا چھلکہ)
 اخلف من شراب الکون (کون اُس
 ازبانی کو کہتے ہیں جس سے کھیت سیرا
 کیا جاتا ہے۔ خود تو پیاری پیاسی رہتی
 ہے اور کھیت کو سیرا کرتی ہے کیسی
 اُلٹی بات ہے۔

اخلف من ولدا الحمار (ولدا الحمار خجڑ
 ز تو گھوڑے سے مشابہ ہوتا ہے نہ گدھو
 سے مالا نہ انہی دونوں سے پیدا ہوتا ہے
 اخلف من نار الحباب (حباب جلنے)
 اخلف من صدقرا اخلف من بلجمل۔

اپنے آپ کو بچانے اور غرت کرنیکی مثل
 چوری کی مثل۔
 سونگھنے کی مثل
 طول کی مثل

احی من انف الاسد (احی من است الفم)
 اسراف من زبابة (زبابة خشکی کا چوہ ہے)
 انتقم من لغامہ
 اطول من ظل النعامہ (نعامہ سے مراد
 علم ہے۔ اور شالت نعامہ سے مراد
 یہ ہے۔ وہ شخص مر گیا اور تابوت اسکا اٹھایا گیا۔
 رفترا تھمرا ایک مقام سے دوسرے
 مقام پر منتقل ہو گئے۔

عربوں کو شکار کا شوق

جاہلیت کے زمانے میں عرب کو شکار کا بہت شوق تھا۔ اور اُسکے واسطے
 آلات بنائے تھے۔ کبھی تیر سے شکار کرتے تھے۔ کبھی جال اور پھنکے سے

عربیں پہلے پہل جس نے چیتے کا شکار کھیلنا کھلیب بن وائل تھا۔
جو شکار کر سید ہے ماتہ کی طرف سے آتا اور بائیں ماتہ کی طرف چلا جاتا
اسکو سانح کہتے تھے۔ اور جو بائیں طرف سے آتا اور سید ہے ماتہ کی طرف
چلا جاتا اسکو بارح کہتے تھے۔ اور جو سامنے سے آتا تھا اسکو ناطح۔ اور
جو پیچھے سے آتا تھا اسکو قعید۔

شکاری جس مقام پر چھپ کے بیٹھتا تھا اسکو قمرہ کہتے اور شیر کے شکار
کی غرض سے جو گڑھا گودے تھے اسکو زبہ۔ شکار کو دھوکا دینے کی واسطے
زمین پر چھپنے کو تلبہ۔ شکاری کے محروم واپس آنے کو اخفاق۔
عرب جس چیز کو شکار کر لاتے تھے اسکا گوشت بے غلغہ کھاتے
تھے۔ خواہ وہ چیز حرام ہو یا حلال۔

جب اسلام آیا تو اس نے بھی صحابی اور دریائی شکاروں کو جائز کر دیا
البتہ جب تک حرم میں رہیں شکار نہ کریں۔

اور مردار۔ خون۔ سوربے نام خدا لئے ہوئے جو جانور ذبح کیا گیا
اور جو کھلا گروٹ کے مار ڈالا گیا ہو۔ اور جو مار مار کے مار ڈالا گیا ہو۔ یا بلند سے
گر کے مر گیا ہو۔ یا آپس میں لڑ کے اور سنگے کھا کے مر گیا ہو۔ اور نیز جسے درندہ
نے پھاڑ کھایا۔ اور اسکا کچھ حصہ لمبھائے۔ اور جو کہ بنوں کی قربانی میں چڑایا گیا
ہو۔ وغیرہ وغیرہ سب کو حرام کر دیا۔

مگر مری ہوئی مچھلی کھانے کی اجازت دی۔ اور فرمایا کہ اسکا پانی سے
زندہ کپڑا لانا اسکے حلال ہونے کے واسطے کافی ہے۔ اور ٹڈیوں کو زندہ
پکڑ لینا اسکے ذبح کرنے کے قائم مقام ہے۔

اسی وجہ سے مسلمان لوگ شکار میں اس بات کا ضرور خیال رکھتے ہیں
کہ ایسی چیز سے شکار کرنا چاہئے جس سے کچھ خون شکار کے بدن سے
نکلے ایسا نہ ہو کہ چوڑے کھانے کے سرفارے۔ پھلیوں میں اس بات کی کوئی قید نہ

حرم سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں بیت الحرام واقع ہے۔ اسکو حرم مکی کہتے ہیں اور حرم مدنی سے مراد مسجد مدینہ ہے۔ وہیں صاحب شریعت اسلامیت کی خزانہ مبارک ہے۔ ان دونوں کو حرمین شریفین ہی کہتے ہیں۔

چوتھی فصل

عرب کی تجارتی - زراعتی معدنی و صناعی آمدنی

عرب کے اصلی شہروں میں ببول اور بلیسان اور اکثر مختلف قسم کے درخت اور خوشبودار چڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اسی قسم کے بہت سے درخت جنکے فوائد پر غور کرنے کے لئے ایک مدت درکار ہے پہاڑوں اور وادیوں (پانی بہنے کا نشیب) میں اگتی ہیں۔ مثلاً۔
 طر فاء - دوم - صفصاف - حناء - زنجبیل - یاسمین -
 جھاؤ - گوگل - بید کا درخت - مہندی - ادرب - چنبلی -
 فل - تمہندی - نخل - قصب - حنظلہ - ستیر -
 نیلوفر - المی - درخت خزا - بالنس - گہیونکے درخت - جو -
 فوۃ - بن - تنع - عصف - بیغ - فلفل - باد بجانہ -
 مہیشہ - معروف - تہاکو - ڈلی - بھنگ - مرچ - بیلگن -
 صبر - رمان - لعوذ - مستق - مہمش - نقاح - سفراجل -
 الیوا - انار - بادام - لستہ - شمش - سیب - بھی -
 لیون - نین - ورد - شقائق - خزام - بنفسج -
 لیو - انجیر - کلاب - لالہ - سن یا جو شہور گہانہ بنفشہ

نرجس - نیکلہ - خروج -
نرگس - ارند کا درخت

اور اسکے علاوہ کھیرا لکڑی وغیرہ جونہ کار یوں کی مد میں داخل ہیں اور میوز منقی - ا - فلح جس سے صنغ عربی نکلتا ہے - اور ناریل اور کنڈرا دلیر کے درخت بھی پیدا ہوتے ہیں -

جبل سیناء کے اطراف میں ایک قسم کا کثیر الپیدا ہوتا ہے جیسے قرز کے کپڑے ہوتے ہیں - اور جہاؤ کے درخت میں سورخ سورخ کر دیتے ہیں جسے حزیان اور قنوز (جیٹھ بیساکھ) کے مہینوں میں شیرہ ٹپکتا ہے نہایت خوش ذائقہ اور بامزہ خوشبودار اور قدیمہ کے راہب اور عباد اُسے لیجاتے ہیں - اور مدیر کے طور سے دوسرے احباب کے پاس بھیجتے ہیں اُسکا نام منار کھا ہے - یعنی اوس من سے مشابہ ہے جو بنی اسرائیل کو خدا میعالی کی طرف سے عنایت ہوا تھا -

عرب کے جنگلوں میں اکثر لکڑیاں فقط جلانے کے کام کی ہوتی ہیں - منجلہ اُنکے ایک غیلہ ہے - یعنی راک (پیلو) کا درخت - راک کی مسواک بنائی جاتی ہے - دوسری ہنسیر جہیں کثرت سے کانٹے ہوتے ہیں فقط اُسکو اونٹ کھاتے ہیں -

مشہور ہے کہ انار کی قدر عرب کے نزدیک اور قسم کے میوؤں کی بہ نسبت زیادہ ہے - کیونکہ مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ ہر انار میں ایک دانہ بہشتی انار کا بھی ہوتا ہے - اسی وجہ سے حضرت ہوسی کہ کمال رغبت اُسکی طرف صرف کیجائے - اور کھانیکے وقت ایک دانہ بھی زمین پر نہ گرنے پائے -

عرب کی زمین میں جواہر بھی پیدا ہوتے ہیں - مثلاً زبرجد اور زمرد - حدید وغیرہ کی کانیں وہاں موجود ہیں - جو افریقہ والوں نے لکھا ہے کہ

بہ سبب سابق کے اس زمانے میں اس قسم کی کانیں بہت کم ہو گئی ہیں۔
 قدیم زمانے میں سین کے بلاد سونے اور چاندی کے بہت قن کان تھے اور
 اہلک بھی لوہے تانبے رائگے۔ جزع یا نی۔ عتیق یعنی مین میں پیدا ہونے
 ہیں۔ مو تی خلیج فارس سے عمان اور بحرین کے شہروں میں نکلتا ہے۔
 علامہ دین کے بھی عرب کے بلاد میں ایسی کانیں موجود ہیں جہاں سے
 سونا چاندی وغیرہ نکلتا ہے۔ مگر کسی نے انکی طرف توجہ نہیں کی ہے۔
 عرب کی تجارت کے طریقے یہ تھے کہ مصر اور شام کے شہروں میں
 اپنے شہروں سے لوبان اور مر اور بخور کے مصالح رالینج وغیرہ اور مختلف
 قسم کے پھول اکثر منہ و نشان سے منگاتے تھے۔ اور کچھ نام اس کے
 شہروں میں پیدا ہوتے تھے۔ اس سبب کہ تمام عرب تو جنگجو اور خوشحال
 تھے ہی بدویوں کو چھوڑ کے جو شہری ہو گئے تھے انیں چونکہ لڑائی
 جھگڑے کا بازار اکثر بند رہتا تھا۔ تو اس کے معا و منہ میں تجارت کیا کرتے تھے
 بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ عرب کے بلاد قدیم زمانے میں تجارت
 کیواسطے مرکز سمجھے جاتے تھے۔ اسی سبب سندرا کہنے کہا تھا کہ اپنے
 ملک کا قاعدہ اور حد وسط بلاد عرب کو بنائے۔

اسلام نے بھی سلسلہ تجارت کو مباح رکھا۔ بلکہ سخت تاکید را اور
 صاحب شریعت نے یہ حدیث فرمائی *لشعرا اعتسروا الریح فی البقاع*۔
 (۹) جتنے رزق کے تجارت میں ہیں)

ابن خلدون مغربی نے قریش کے وجہ تہیہ میں لکھا ہے کہ قریش
 کے لغوی معنی کسب و جمع کے ہیں۔ چونکہ یہاں والے تجارت اور کسب
 زیادہ کرتے تھے اسوجہ سے انکو قریش کہا گیا۔

قریش تجارت کی غرض سے شام کے ملک را میں گرمی کے فصلوں
 میں جایا کرتے تھے۔ کیونکہ گرمی کا زمانہ شام میں کسب قدر آرام سے گذرتا ہے۔

اور ہوا اس فصل میں ویاں اچھی ہوتی ہے۔ اور جاڑوں کے زمانے میں
بین کاسفر کرتے تھے۔ کیونکہ عرب کی بہ نسبت بین کالماک گرم ہے اور اسی
وجہ گرمیوں میں ویاں رہنا نہایت دشوار سمجھا جاتا ہے۔

ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا ہے کہ پہلے پہل جس نے یہ
دوسفر مقرر کئے تاشم بن عبد مناف صاحب شریعت اسلامیہ کے جد امجد ہیں
اور انتقال اُنکا شہر غزہ میں ہون اسی وجہ سے اُسکو غزہ تاشم کہتے ہیں۔
مگر ابن خلدون نے اس قول کی تکذیب کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ رسم
عرب میں ابتداء کے زمانہ آبادی سے تھا۔ کیونکہ قبل از ابتداء سے تجارت
اونٹوں کے چرانے اور اونکی نگہداشت کے واسطے ہر فصل میں تبدیل مکان
کیا کرتے تھے۔

بخورات کی تجارت کا جو پہلے ذکر آچکا ہے اُسکی بابت ایک موثر
لکھتا ہے کہ اصل میں یہ وہی چیزیں ہیں جنسے یونانی لوگ اپنے بنگلوں
اور عبادت گاہوں کو اور رومانی اپنے کاموں کی قبروں پر دھونی دیتے تھے۔
مصر کے بطلموسی اور رومی بادشاہوں کے زمانے میں مصر کے باشندے
ان بخورات کو عرب کے تجار سے جو بحر احمر کی راہ سے آئے خرید کرتے
تھے۔ اور عرب لوگ اُسکے بدلے میں روم و عجم سے جواہرات اور عمدہ عمدہ
قم کے معدنیات لیتے جس سے اپنے شہروں اور ہیکلوں اور عمارتوں کو
سجاتے تھے۔ یہ سلسلہ تجارت کا اُسوقت تک جاری رہا جب تک کہ مغربی
اور ہندی ملکوں میں آمد و رفت کے راہ نہیں کھلے تھے۔ لیکن جس دن یہ
یہ راہ معلوم ہجری مطابق ۱۰۷۱ء سے مفتوح ہوئی ہے اُسوقت وہ
سلسلے بھی منقطع ہو گئے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں نے اپنے واسطے علاوہ اس بڑے سلسلہ
تجارت کے چند بازار بھی کھول لئے تھے۔ جنہیں مخصوص مخصوص اوقات میں

خرید و فروخت کی غرض سے آتے تھے۔ اور وہیں باہمی اتفاقاً و شرفروانی کا بازار بھی گرم ہوتا تھا۔ مجملہ ان بازاروں کے ایک مشہور بازار عکاظ تھا۔ یہ بازار ہر اتوار کے روز کھلتا تھا۔ جس میں قریب قریب کے لوگ آتے جاتے تھے۔ پھر سال میں ایک مرتبہ عرب کے تمام قبیلے ماہ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو آ جاتے تھے اور پورے ایک مہینہ میں روزِ نمک و ماںِ مہنم رہ کے اپنی تمام اغراض پوری کرتے تھے۔ لیکن اسلام کے دور سے میں اس بازار کا جامِ کلنا چور ہو گیا۔ مگر اسکے بدلے میں مریدِ بصرہ بازارِ کیو اسطے تجویز ہوا۔ پھر اسی مقام پر آتے جاتے قافلے ٹھہرنے لگے۔ اور انتظار و اطراف سے لوگ جمع ہو ہو کے اشعار خوانی اور خرید و فروخت کرنے لگے۔ بازارِ تحصیلِ کارسمِ جاہلیت میں بھی تھا۔ سودا بیچنے والے جو آیا کرتے تھے انہیں بطورِ نمکس کے کچھ درہم مقرر کئے جاتے تھے۔ نو ضروری طور سے انکو دینا پڑتے تھے۔ انکی زبان میں اس نمکس کو نمکس کہتے تھے۔

عرب کے تجارتی لوازم میں سے یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو خریدتا تھا تو بیچنے والے کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دتا یعنی اب یہ بیع لازم ہو گئی اسی وجہ اس قسم کی بیع کو بیعِ صفتہ کہتے ہیں۔ (صفتہ کے معنی تالی بجانا رجعت صفتك شرا، یا صفتہ راجعہ یا صفتہ خاسرہ یا تصافق القوم عند البیع وغیرہ سب اسی لفظ سے مشتق ہیں۔

اقسامِ بیع (بیچنا)

اول قسم بیعِ ملامتہ ہے اس کا طریق یہ ہے کہ خریدنے والا یا بیچنے والا کہے اذالمست ثوبك یا اذالمست ثوبی فقد وجبت البیع بكذا۔ اور پھر خرید شدہ مال کو اپنے کپڑے کا روٹ کر کے چھو دے مگر اسکے دیکھے نہیں۔ یا یوں کہے ابیعتك هذا المتاع بكذا فاذا

اور دیکھنے کے بعد اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو اس کو اختیار ہو گا کہ
فوز واپس کر دے۔ چوتھی صورت چار شرط ہے۔ دسکی صورت یہ ہے
کہ پہلے ہی سے بائع یا مشتری کسی امر کی شرط کر لیں۔ جسکے نہ پورے
ہوئے پرتین دن خریدار کو اختیار ہو گا کہ مال واپس کر دے۔ اور بائع
کو بھی اختیار ہو گا کہ شرط نہ پوری ہونے کی صورت میں اپنا مال واپس
لے لے۔

مال رہن رکھنے کی صورت یہ ہے کہ راہن کہتا تھا اگر میں فلاں
وقت مال لینے اور قرض دینے نہ دوں تو یہ مال تیرا ہو جائیگا۔ اب اگر
قرضدار قرض کے روپے اتنی مدت گزر سکے بعد لاتا تو مرتہن کہہ دیتا
کہ اب طلبہ لیجئے خلق الودھن (رہن کا دروازہ بند ہو گیا۔ ہے یعنی رہن
لازم ہو گیا ہے۔)

مگر اسلام نے اس عادت کو بھی کھو دیا۔ اور صاحب مشتری نے
فرما دیا لا یخلق الودھن یعنی اگرچہ وعدے کی مدت ختم ہو جائے مگر مرتہن
اس کا مالک نہیں ہو سکتا۔

میں کے شہروں کی تجارت اکثر بن کی ہوتی تھی۔ اور وہاں کی سلطنت
کا خارج اسی کی آمدنی کے ٹیکس سے تھا۔ اسی وجہ سے وہاں کی سلطنت
میں رعایا کو سخت ممانعت تھی کہ بن کی زراعت کو ملک سے باہر نہ جانا
دیں اور اگر کوئی شخص لیجاتا اور باہر والوں کو بتا دیتا تو اس کو سخت سزا
جھگڑتی پڑتی۔ مگر باوجود اسکے بھی فرانس اور فلپتک اور انگلینڈ نے
آفریقہ کی زراعت اپنے ملکوں میں قائم کر لی اور اسکی وجہ سے بہت
محنت نقصان میں کی تجارت کو پہونچا۔ اگرچہ اب بھی انگریزی اور ہسپانیہ
بن میں بڑا فرق ہے۔

عرب یہ کہتے ہیں کہ ہم نے بن کا تخم حبش کے ملک سے لیا ہے

اور خیال ہی ایسا ہی ہوتا ہے کہ پہلے پہل بن کے نفع اور ضرر سے
عیش کے ہی لوگ واقف ہوتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بن کی زراعت
اگرچہ خاص مینیوں کی ہے اور اس قدر اسکے ذریعے سے نفع اُٹھتا ہے
مگر پھر بھی خونہیں استعمال کرتے۔ بلکہ اُسکے بدلے بن کے چھلکے کو جوش
دے کے چائے کی طرح پیتے ہیں۔ البتہ بعض لوگ محذرات کا استعمال
مزور رکھتے ہیں۔ مثلاً بنگ وغیرہ۔

بین کا ملک قدیم زمانے میں اگرچہ ایک عظیم تجارت گاہ تھا اور عطرات
اور احمی دانت اور سونے وغیرہ کے معاملات عیش سے اور بین سے دیا رہ
تھے۔ یورپ سے بھی قسم قسم کی معدنیات اور اسلحہ اور آلات شیشہ آتے
تھے۔ اور بین میں کپڑے کے کارخانے اور شیشہ بنانے کے آلات کے
بھی کارخانے تھے مگر انکی بنائی ہوئی چیزیں ذرا بھدسی اور بد نما ہوتی تھیں
ماں چاندی سونے کے زیور یا ظروف البتہ بہت حسین اور قابلِ فخر بنالیتے
تھے۔ اسکے بنانے والے اکثر یہودی قوم کے لوگ تھے۔ یہاں تک کہ صنعا کے
بین میں جو سکڈ ڈلتا تھا وہ بھی یہودیوں ہی کی کارستانی تھی۔ اُنکے اُس موسیقی
سے آلات میں سے نقط طنبورہ اور تار تھا۔ کشتیاں اُنکی عجیب بہو دہ اور
بھدسی ہوتی تھیں۔ اور کشتی کا بادبان ایک قسم کی چٹائی کا بنایا جاتا تھا۔ اور
پہاڑی مکانات اُنکے پہاڑوں ہی کو کاٹ کے بنائے گئے تھے۔ اُن کی
صنعتوں میں سے زنبیل بھی ہے۔ مگر کچھ اچھی نہیں بناتے تھے۔

مگر اسلام کے بعد جن شہروں کو مسلمانوں نے فتح کیا مثلاً اندلس
افریقہ۔ وغیرہ اُس میں زراعتی اور تجارتی سامان بہت ہی اعلیٰ درجے کے
جمع کئے۔ اسکا سبب یہ تھا کہ قدیم یونانی کتابوں کا ترجمہ کرایا اور اُن علوم کو
بہت محفوظ اور فکر سے پڑھا اور دیکھا۔ اور اصل میں زراعت کا فن تو خاص
دیوسفریڈیس یونانی فلسفی سے لیا۔ اسکے علاوہ یونانی کتابوں کے ترجمے

کر لینے سے بے انتہا فوائد انہیں پہنچے ہیں۔ جیسا کہ ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ:۔ عوب کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں اور اندلسیوں کی تجارت نے خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ کے زمانے میں اطراف عالم کو گھیر لیا تھا۔ اور زراعت میں انکو تمام دنیا کے باشندوں پر فوق حاصل تھا۔ معدنیات کے نکالنے اور اسکی اصلاح میں انھیں مدد ملتی تھی۔

کپڑا بننے۔ کپڑا رنگنے۔ برتن اور زیور بنانے چڑھا صاف کرنے نقش و نگار بنانے۔ روغن پھیرنے۔ طبع کرنے۔ سونا چڑھانے میں بھی بسطرح انکو کمال حاصل تھا شاید ان سے قبل اور بعد کی سلطنتوں میں نہیں پایا جاتا۔ البتہ اب یورپین سلطنتوں میں ان چیزوں کی ترقی ہو رہی ہے۔ اندلس میں ایک شہر مالقہ نامی تھا۔ وہاں مٹی کے برتن رنگین اور روغنی اسطرح کے بنتے تھے کہ آدمی دیکھ کے حیرت میں رہ جائے۔ اور اسکو اطراف عالم میں تجارت کے طور سے لیجا کے کثیر فلع اٹھاتے تھے۔ شہر خیرات کا انگور۔ انجیر۔ بادام۔ انار۔ مرمری۔ یا قوتی۔ نہایت مشہور ہے۔ اشبونہ کا عنبر اور مشک اشبیلیہ کی تجارت اور زیتون اور انجیر بہت مشہور ہے۔ یہاں اسقدر زیتون اور انجیر کے درخت تھے کہ چالیس میل طول اور بارہ میل عرض کے علاقہ میں آدمی فقط انہی درختوں کے سائے میں چل سکتا تھا انہی کے باشندے گانے اور سحر میں اور ظرافت میں بے مثل تھے۔ کوہہ باجہ میں چاندی کی کان تھیں۔ چترے کی دباغت اور اصلاح خوب ہوتی تھی کتان کا کپڑا اعلیٰ درجے کا بناتا تھا۔

مریہ میں جیسا کہ ابابک پڑا بناتا تھا وہاں کسی شہر میں اب تک نہیں بنا جاسکا اور دستکاریاں اس شہر کی عالم کے شہروں پر فوق لیگی تھیں۔ ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ فقط مریہ میں آٹھ سو بیسی کپڑے بننے کے کارخانے تھے۔ اور بیاضیہ و نفیس کپڑوں کے ایک ہزار۔ جرجانی کپڑوں کے بننے کے واسطے

ایک ہزار کارخانے تھے۔ اسقدر اصفہانی اور عنابی اور اڑھیناں اور زردوزی پر دے بنانے کے بھی کارخانے تھے۔ یہاں لوہے تانبے شیشے کی چیزیں ہر قسم کی ایسی ایسی بنی تھیں کہ بیان سے باہر ہے۔ مرہ کے میوے بھی جیبے ہوئے تھے انکی تعریف قلم کی قوت سے باہر ہے۔ مرہ کا وادی چالیس میل کا تھا۔ جس میں ہر قسم کے باغ اور نہریں اور درخت اور خوش آواز پرندے تھے۔ کہتے ہیں کہ مرہ کے باشندے جعفر المالداری تجارت پیشہ اور صاحب خزانہ تھے ویسے اندلس کے اور کسی شہر میں نہ تھے۔ ایک ہزار حمام اور مہاں کثیر تھیں۔

شترہ کی زمین ایسی عمدہ اور قوت دار تھی جسکی تعریف میں کہتے تھے۔ کائنات میں تندرہ۔ اسکے پیداوار کی کیفیت میں ابن سبع نے لکھا ہے کہ فقط سبب دماں کے نین بالشت کے دور میں ہوتے تھے۔ جبکہ قطر تقریباً ایک بالشت سے کچھ کم ہوگا۔ اور بعض اس سے بڑے ہوتے تھے۔ اور اسی موخ نے ابو عبد اللہ باکوری سے نقل کیا ہے۔ جو ایک ثقہ اور معتبر آدمی تھا کہ شترہ والوں نے معتدبن عباد کو تختہ میں چار سیب دیئے تھے۔ جبکہ وزن اسقدر تھا کہ اگر ایک اور اس آدمی کے سر پر رکھ دیا جاتا جو اسے اٹھائے ہوئے تھا تو یقیناً اس سے ہلا ہی نہ جاتا۔ ان میں سے ہر ایک سیب کا دور پانچ بالشت کا تھا۔ مگر عام طور سے اس سے چھوٹے پھل ہوتے ہیں۔ لیکن اسقدر بڑے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ اسکی جڑھ کاٹ دیتے ہیں اور دس بالشت یا کچھ چھوڑ کے نیچے اسکی لکڑی کے تھوئیاں لگا دیتے ہیں۔ مرہ کے قرب میں نوت کے درخت کثرت سے تھے۔ وہیں سے ریشم کے کپڑے اور ریشم آتا تھا۔

مرہ میں اس کثرت سے باغ تھے کہ آخاسی کو بتان کہنے لگے تھے۔ بلندیہ کے قرب ایک مقام شاہ طہ تھا وہاں سکے بنائے جاتے تھے۔

بالجملہ اندلس کے باشندے ہر فن میں نہایت ماہر اور کامل تھے۔ دوائیں
مجموعات بہت اعلیٰ درجے کی بناتے تھے۔ عطریات بے مثل تیار کرتے تھے
معدنیات کے استخراج میں بھی انکو انتہائی دستگاہ تھی۔ مثلاً عنبر۔ عود۔ محلف۔
فسط۔ سنبل۔ جنطیانہ۔ سر۔ کھریا۔ قزمز۔ لاجورد۔ سنگ بنجادی۔ بلور۔ یا قوت۔
مقناطیس۔ سنگ شادون (جس سے سنہرا رنگ چڑھاتے تھے) پامدی۔
قصیر۔ پارہ۔ توتیا۔ تانبا۔ لونا۔ پھپکڑی۔ سنگ سربا وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ
وہ لوگ تابنے کو توتیا کے رنگ دیتے تھے۔

زعفران اور زنجبیل کی تجارت بھی بکثرت دماں ہوتی تھی۔ مرجان بھی
کثرت سے دریاؤں کے کنارے سے نکال کے لیجاتے تھے۔ غلامیہ کہ
انکی ترقیاں انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ اگر آدمی ان چیزوں میں غور کرے اور
دیکھے کہ کس حد پر انکے کمالات تھے۔ اور کیا چیزیں عجائبات دنیا سے اس
قبضے میں اور کیسی کیسی ایجادیں ان سے ہوئیں۔ اور کیسی کیسی عمارتیں بنوائی
ہیں۔ جنکا مثل چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ اور اُسکے ساتھ عوب کی تخت اور
نگبر بھی اور اُنکے انداز اور اطلاق پر نظر کرے تو سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی زمانے
میں اندلس کیا تھامیر خیال ہے کد اب بھی یورپ کے کسی ملک کو کسی طرح
اُسپر فوق نہیں حاصل ہے۔ اور جو کچھ بھی اندلس کی توفیق میں شعراء نے
کہا ہے سچ ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

کیوں کر اُس شہر کے دیکھنے سے آنکھوں	وکیف لایبعم الابصار رؤیتها
کو سرور نہ ہو جبکہ ہر باغ گلکاری میں	وکل روض یما فی الوشعنا
صنعا کی مثل ہے اور جسکی نہر پامدی	انوارها فضله ولسک نذبتھا
کی ہے اور مٹی جس زمین کی شکستہ۔	والخر روضتها والد حصاء
اور سبزہ باغ کا خرو سجا ہے اور	طلوار ہما لطف یدق بد
سگریزے جہاں کے موتی ہیں۔	من لایرق وبتدو منہا لہو

ليس للنيم الذي يصفو بها سحرا ولا انتشار للطل انداء
واما ارج النذ استشار بها
في ماء ورد فطابت منها رجا
بارش ہے بلکہ نذر (ایک قسم کا عطر ہے) کی خوشبو گلاب کے عرق میں مل گئے۔
پھیل گئی ہے جس سے تمام اطراف مہک اُٹھے ہیں۔

لیکن زیادہ مستحکم کارگزاری اور صناعتی آنکی ان عمارتوں سے ظاہر ہوتی ہے
جنہیں کمال خوبی سے بنایا گیا ہے اور علوم ریاضیہ ان میں صرف ہوئے ہیں یہی وجہ ہے
کہ اہل کمالین اور ماہرین ریاضی اور اہل ذوق جو اس طرف جاتے ہیں انکو مجبور ہو کے
اقرار کر لینا پڑتا ہے کہ البتہ تعمیریں عجائب دنیا سے ہیں اور یہ اسوقت کی حالت ہے
کہ اہل یورپ سوائے جو نیپریوں میں رہنے کے عمارت کا نام بھی نہ جانتے تھے۔
اندلس میں سب سے شہور اور عمدہ وہ عمارتیں ہیں جنہیں خلیفہ نامر نے بنوایا
(دیکھو پانچویں باب کی پہلی فصل)

مراکش کی سلطنت کی آمدنی اور تجارت اتنا کم وہی ہے جو اس زمانے
میں تھی۔ اور جو شخص مصر کے شہروں کو دیکھ لیگا اسکو اگلے زمانے کا حال بھی
معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ انکی حالت اتنا کمزور و ہی ہے جو پہلے تھی۔
اور کوئی نئی ترقی نہیں ہوئی ہے۔ حریر اور صوف اور قالین اور چمڑے کی
چیزیں ان کے اصول تجارت میں سے ہیں۔ اور خرید و فروخت کے سلسلے
جنوبی افریقہ کے شہروں سے رہتے ہیں۔

آٹھواں باب

عرب کے لشکر اور سلجوقی و اقعات جنگ فتوحات بری و بحری میں میں ہیں

فصل اول

عرب کا لشکر اور امن کے جنگ کی کیفیت

کہتے ہیں کہ نعمان بن منذر (بادشاہ جہرہ) کے پانچ رسالے تھے۔ ایک رسالے کا نام دوسر تھا۔ یہ رسالہ نہایت سخت اور بہادر عربوں کی جمعیت سے تیار ہوا تھا۔ تقریباً عرب کے تمام قبیلوں سے دو دو چار چار آدمی اس رسالے میں بھرتی کئے گئے تھے۔ مگر زیادہ تعداد رومی قبیلے والوں کی تھی۔ (دوسر کا لفظ دوسر سے مشتق ہے جسکے معنی نیزہ بازی اور مار بھگانے کے ہیں۔)

دوسرے رسالے کا نام رہائش تھا۔ اس رسالے میں پانچ سو آدمی مختلف قبیلوں کے بطور رہن کے تھے۔ اس کا قاعدہ تھا کہ ہر سال پانچ سو آدمی نئے بھرتی کئے جاتے تھے۔ اور وہ خاص دروازہ شاہی کے سامنے رہتے تھے۔ جب ایک سال ختم ہو جاتا تو اسی قدر آدمی مختلف قبیلوں سے آجاتے۔

اور یہ پانچ سو رخت کر دیے جاتے۔ بادشاہ کو اس فوج پر بڑا بہرہ و سار جتنا تھا۔ اگر کوئی ہم درپیش ہوتی تو انہیں کو اسکے سر کرنے کو پہنچتا۔ اس رسالے کی

بدلی کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدائے سال میں عرب کے سرداران قبیلہ بادشاہ کے دربار میں آتے اور اپنے ساتھ پانچ سو آدمی چیدہ چیدہ لاتے۔ بادشاہ انکی بڑی خاطر مدارات کرتا۔ اور ایک مہینے تک انکو مہمان رکھتا۔ ختم ماہ پہنچے اگلے پانچ سو آدمیوں کو معیت بہتے اور خوراک کے واپس لیتے اور یہ پانچ سو آدمی ہمیں چھوڑ جاتے۔ اسی طرح سے سلسلہ جاری تھا۔ ہر سال تبدیلی اس رسالے کی ہوا کرتی تھی۔

تیسرے رسالہ صنائع تھا۔ اس میں ثعلبہ کی نسل جسے بنی قیس اور بنی تمیمات کے لوگ تھے۔ یہ رسالہ بادشاہ کے خواص میں سے سمجھا جاتا تھا۔ کبھی دروازہ نشانی سے علحدہ نہیں ہوتا تھا۔

چوتھا رسالہ صنائع۔ اس رسالے میں ایک ہزار آدمی ہوتے تھے۔ مگر سب ایرانی۔ انکو نمان نے نقطہ نشان و شوکت کی غرض سے حیرہ میں رکھا تھا۔ انکا بھی یہی قاعدہ تھا کہ ہر سال ایک ہزار نئے آدمی آجاتے اور یہاں والے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے۔ اور پھر سال ختم ہونے پر یہ ایک ہزار آدمی واپس جاتے اور انکی جگہ اور ایک ہزار آجاتے یہ سلسلہ قائم تھا۔ پانچواں رسالہ اشاہب۔ اس رسالے میں بادشاہ کے بھائی بند عزیز و اقارب نوکر چاکر ملازم تھے۔ انکو اشاہب اسوجہ سے کہا گیا کہ جب قدر آدمی اس رسالے میں تھے وہ سب گوری گوری رنگتوں کے تھے۔

رئیس قوم کو عولیف کہتے ہیں کیونکہ وہ رئیس کے نام سے معروف ہوتا تھا۔ نقیب کامرتہ رئیس سے کم تھا۔ مگر بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ عولیف حیدر آدمیوں کا سردار ہوتا تھا۔ اور منکب پانچ عولیف کا افسر سمجھا جاتا تھا۔ امیر کامرتہ ان سے زیادہ تھا۔ فوج کے سردار (کرنل)۔

مندان آدمیوں کو کہتے ہیں جو کسی لڑائی کے واسطے تیار کئے گئے ہوں۔ عسکر۔ اعوان۔ فتنہ۔ الفار۔ تقریباً سب لشکر کے معنی میں ہیں۔

تخصیص فقط عدد کو کہتے ہیں۔ حصصہم کذا کے معنی عدد ہم کذا۔ اسکا پہلا نمبر منقوت ہے جسکے معنی فرد واحد (ایک) ہے۔ دوسرا نمبر زوج ہے جسکے معنی دو کے ہیں۔ (اس زوج سے مراد زوجہ کا مقابل نہیں کیونکہ اسکو زوجہ مان کہتے ہیں۔ اور اسکی جمع از زوج ہیں۔

الیف ایک سے لیکر تین تک۔ یف دہائی کے بعد جو عدد دوازدہو مثلاً تیرہ کو کہینگے عشرۃ دینف (کچھ اوپر دس)۔

بضع تین سے لے کر نو تک۔ یا چار سے پانچ تک۔ یا ایک سے چار تک یا چار سے نو تک۔ یا نقطہ سات۔ یا ایک سے لیکر دس تک اور گیارہ سے لے کر بیس تک اور اکیس سے لیکر تیس تک اور علیٰ هذا القیاس سو تک۔ مذکر ہیں بضعۃ وعشرون و ملا کہینگے اور موت میں بضع وعشرون۔ یا مطلق عدد کو بضع کہتے ہیں۔ (اس لفظ میں اختلاف ہے)

محر۔ عدد کثیر۔ لفظ تین سے دس یا سات تک۔ دس سے زائد کو نفر نہیں کہینگے۔ و تیرہ ایک عقد کو کہتے ہیں۔ یعنی جب کوئی عدد ایک بڑھ کر ایک سے دس تک پہنچے تو تیرہ ہوا۔

عصابة چالیس تک محمد نوے سے سو تک حمیۃ ایک سو پور جماعۃ ایک سو سے ہزار تک۔ حمۃ ایک ہزار بعضوں نے کہا ہے کہ تین سو سواروں کے مجموعے کو بھی حمۃ کہتے ہیں۔

بعضے کہتے ہیں کہ جو قبیلے متفقہ ہوں انکو جرات کہتے ہیں مثلاً بنی قریظہ حرث۔ عیس۔ انہیں جہرات العرب کہا گیا ہے۔

حصیدۃ قوم کی جماعت یا چار یا پانچ یا آٹھ یا نو یا دس یا اتنے آدمی جسکے ذریعے سے جنگ کیا جاسکے۔ اور مقدمی ہمیش کو بھی حصیرہ کہتے ہیں۔

ثبۃ جماعت۔ عصبۃ بہت سے شہسوار۔ اشیۃ جماعت کثیرہ جماعۃ آدمیوں کی ایک جماعت۔ ساریۃ پانچ سے لیکر تین یا چار سو تک۔ اسکو

سر یہ اسوجہ سے کہتے ہیں کہ اسکے معنی مستراح یعنی تختہ کے ہیں بعضوں نے
 کہا ہے کہ نوسے اوپر تک کے حد کو سرپ کہتے ہیں یا لشکر کے ایک حصہ کو
 سربادہ آدمیوں کی جماعت۔ گھوڑوں کی جماعت۔ میں سے لیکر تیس تک
 طلیعہ تین یا چار آدمی ہوتے ہیں جنکے متعلق قلعہ وغیرہ کی دید بانی
 ہوتی ہے۔ حد قلعہ دس اور پچاس کے درمیان میں آدمیوں کا گروہ
 مقناب تیس سے چالیس تک گھوڑوں کی جماعت یا تقریباً تیس سو۔
 قنبلہ آدمیوں کا ایک بڑا گروہ اور گھوڑوں میں پچاس تک کا عدد یا تین
 اور چار سو کا درمیانی عدد۔ مہنسا۔ مہنسا تیس سے چالیس تک گھوڑے
 یا چالیس سے پچاس تک یا ساٹھ سے سو اور دوسو تک۔ اور لشکر کا ایک حصہ
 جو کسی بہت بڑے لشکر کے آگے آگے روانہ ہو۔ وضمہ دوسو یا تین سو
 کا گروہ۔ بجد آدمیوں کی ایک جماعت اور گھوڑوں کی ایک سویا کچھ
 زیادہ مقدار۔ بدلیق آدمیوں کی کئی کئی جماعتیں بہت سے شہسوار
 گھوڑوں کی بڑی جماعت۔ مگر ایک سو کب رسالہ سے کم۔ بدیم لشکر۔ لغایا۔
 دید بان جو لشکر کے آنے سے قبل موقع پر پہنچ جائیں۔ بقرید لشکر کا ایک
 حصہ جو علوہ تعینات کیا گیا ہو۔ کتیبہ لشکر۔ لہام۔ فلیق۔ عہدہ بہت بڑا
 لشکر۔ بعضوں نے کہا ہے کہ فلیق پانچ ہزار کے رسالے کو کہتے ہیں۔ بند
 دس ہزار کا لشکر۔ جھفل بڑا لشکر۔ جیش جہاز جو لڑائی میں غبار اڑاتا ہو
 چلے۔ کتیبہ کثرت کے سبب آہستہ آہستہ آمد ہو جھل رفتار کا لشکر۔ طحون
 عظیم الشان فوج۔ جمعیہ جوٹا لشکر۔ جول بہت بڑی فوج۔ اوئیس
 سے چالیس تک کے گھوڑوں کی جماعت کو بھی جول کہتے ہیں۔ جیش
 چار سو یا چار ہزار کا لشکر۔ نخی بڑا لشکر۔ نکندہ قلب لشکر اگرچہ دس یا علم فوج نہ ہو
 حوۃ الحرب بہت بڑی لڑائی۔ وقعة وقیعة لڑائی کا صدمہ
 جنگ۔ ملجۃ سخت لڑائی۔ حرب حوۃ نہایت سخت گھمان کی لڑائی۔

جبار۔ اسی لڑائی میں دیت نہ لیجائے۔ اسی سے مشتق ہے جرحہ جبار یعنی اس کے زخم کا قضا نہیں ہے۔ الحرب مجال یعنی کبھی ایک قوم دوسری قوم سے لڑنے جاتی ہے اور غالب رہتی ہے کبھی کوئی دوسری قوم اس قوم پر غالب آتی ہے، وغنی و غنی لڑائی میں فوج کا غوغا۔ گداہ مجازاً لڑائی کو وغنی کہنے لگے ہیں۔ لجب چھوٹے لشکر کے ادار۔ وغز بہت لشکر کا ہہمہ اور گھوڑے دوڑانا۔ معہدہ۔ تمام آوازوں کا ایک میں ملنے ایک آواز ہونا۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آنا کہ کیا بات ہو رہی ہے۔

اجلب القوم۔ یعنی پاروں طرف سے سٹ کے لڑنے کیواسطے لوگ آگئے۔ جذب مختلط ہو کر آوازوں کا بلند ہونا۔ جلااد جلااد ایک دوسرے کو تلوار مارنا۔ جو کوئی لڑائی کے ختم ہونے پر موعر کہنا۔ تو غن لڑائی میں آگے بڑھنا۔ ذم لڑنے مرنے پر فوج کو آمادہ کرنا۔ احرنبی القوم احرنباء غیظ و غضب کے لئے قوم تیار ہو گئی۔ حذر القوم لڑنے پر قوم آمادہ ہو گئی۔ حملہ کثرت۔ یکبارگی حملہ (مشہور ہے)

سوربے لڑائی کے تین کنایہ مقرر کئے تھے ایک ثوب محارب محارب قیس عیلام کے قبیلے کا ایک شخص مہر سے زر ہیں بنانا تھا اسی کی بطن ایک لباس کو منسوب کر کے اس سے لڑائی مراد لے لی۔

دوسرا کنایہ ثوب فاخر فاخر بھی تیم کے قبیلے کے ایک شخص کا نام تھا۔ پہلے پہل اسی نے زر و دوزی کی چادر اوڑھی تھی۔ ثوب فاخر سے بھی مراد زر ہے تیسرا کنایہ عطر منشم مثل میں کہتے ہیں د فوہیم عطر منشم کہتے ہیں کہ منشم ایک عورت عطر فروش تھی۔ جب کسی لڑائی پر لوگ جایا کرتے تو اسی سے عطر مول لیکے اپنے اپنے ماتحتوں کو خوب چڑھ لیتے اور ترس دیتے کہ اگر مجھ جانیں تو لڑائی سے متھنہ پھر نیگے آخر وہ سب کا سب مثل جنگ کا کنایہ ہو گیا۔ اور خود جنگ کو عطر منشم کہنے لگے

خاص کر اس عورت کے عطر میں ہاتھ ڈبونے کی یہ غرض تھی کہ عموماً جب کہی عرب کو لٹنے کا موقع آتا تھا تو غلوئی (ایک قسم کا عطر ہے) میں ہاتھ ڈبو لیتے تھے۔ اس سے یہ مطلب ہوتا تھا کہ سب نے لٹنے پر قسم کھائی ہے۔ ایک قسم انکی حرب کی مقام پر حلف فضول ہے۔ اسکا ابتدائی فقہ اصہبانی نے یوں لکھا ہے کہ قریش کے چند آدمی عبداللہ بن جدعان کے مکان میں جمع ہوئے۔ اُس نے ان لوگوں کے واسطے کھانے کی تیاری کی۔ اُنکے ساتھ صاحب شریعت اسلامہ بھی تھے۔ اُسوقت آپ کا سن کل پچیس برس کا تھا۔ جب تمام نبی ہاشم اور بنی اسد اور زہرہ اور تیم جمع ہو گئے تو سب نے قسم کھائی کہ اسکے میں جس شخص پر کوئی ظلم کرے گا خواہ وہ بچہ یا مسافر ہو یا عزیز۔ قریبی ہو یا آزاد یا غلام ہم لوگ اُسکا ساتھ دینگے۔ اور اُسکا انتقام دلوائینگے۔ بعد اسکے چاہ زمزم کا تھوڑا سا پانی منگا کے خانہ کعبہ میں بھیجا اور اُس سے خانہ کعبہ کے ستون وغیرہ دلو اکے پھر اُسی پانی کو سنبے پی لیا۔ یعنی اب یہ قسم لازم العمل ہو گئی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسکو یوں لکھا ہے کہ جرم کے قبیلے والے یعنی فضل اور فضال اور مفضل نے اسی طرح کی قسم کھائی تھی۔ اور انکی حلف کا نام حلف فضول رکھا گیا تھا۔ جب یہ قسم واقع ہوئی تو اسکو بھی حلف فضول ہی کہا گیا۔

ایک اور حلف عرب کا۔ احابش قریش ہے۔ اس میں بھی کئی قبیلوں کے آدمی جمع ہوئے۔ مثلاً کنانہ۔ قریش۔ خزیمہ۔ خزاعہ وغیرہ۔ اور سب نے جبل حبش کے نیچے بیٹھ کے قسم کھائی تھی کہ ہم لوگ ہمیشہ متفق رہینگے۔ اور کہی ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں گے۔ اور ضرورت پر ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ دن ہو یا رات۔ صبح ہو یا شام۔ بلکہ جب تک جبل حبش قائم رہے۔ اُنکو احابش قریش کہا گیا۔

عرب جب کہی لڑائی پر جاتے تو اپنی بیوی بچوں اور تمام مال اسباب

گھر بار کنبے قبیلے کو ٹھیسٹ کے لیجاتے تھے۔ اسی وجہ سے انکا لشکر بڑی بڑے وسیع میدان میں ٹھہرتا تھا۔ اور فاصلے فاصلے سے خیمے نصب کرتے تھے۔ جس سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے بالکل علیحدہ معلوم ہوتا تھا۔ روزی نے لکھا ہے کہ لڑائیوں میں عورتیں مردوں سے پیچھے رہنا کرتی تھیں۔ تاکہ اپنے حرم کی حفاظت کے خیال سے جی کھول کے خوب لڑیں اور اپنے حرم کو بچائیں۔

ایرانی یا اور ملکی لڑائیوں میں حسب طرح مختلف قسم کے باجے فوجیوں کے دل بڑانے کے واسطے بجائے جاتے تھے۔ اعلیٰ اعلیٰ درجے کے گویے ساختہ ہوتے تھے۔ اور اپنے گانے سے بہادروں کے دلوں کو بڑاتے تھے۔ اسی طرح عربیں باجول اور موسیقی والوں کی جگہ پرغیت دلانے والے اشعار اور جوش پیدا کرنے والے قصیدے اور غصہ دلانے والے آبرو کے متعلق مضامین پڑھتے جاتے تھے جس سے انکی مہمتیں چوگنا بڑھ جاتی تھیں۔ اور لڑنے پر اس طرح آگے بڑھتے جیسے کوئی شادی کے لئے جاتا اور خوشی منانا ہے۔ یہ رسم اسی طور سے اسلام کے بعد بھی بعض بعض قبیلوں میں باقی رہی۔ مثلاً اندلس کے لوگ جب کسی لڑائی پر جانا چاہتے تھے۔ تو ایک شاعر انکے آگے چلنا تھا۔ اور اس طرح سے اشعار پڑھتا کہ اگر چھاڑ بھی سامنے آتا توں جاتا۔ اس سے سپاہیوں کے دل بڑھتے اور کٹ مرے پر تگ جاتے۔ اُس زمانے تک کہیں بوق سوق کا نام بھی نہ تھا۔ یہ تو عباسی اور عبیدی بادشاہوں کے دور سے شروع ہوا۔ جب وہ مشرق میں حکمران ہوئے۔ اور یہ مغرب میں پھر تو اشعار کی جگہ مختلف قسم کے باجے بجائے جانے لگے۔ جیسے آجکل یورپین فوجوں میں باجے بجتے ہیں۔

لڑائیوں میں اپنے گھروں کے دروازے پر جھنڈے کھڑے کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں جنگ کے سلمان ہیں۔ اور جس کسی کا زور پورا

کا علم ہوتا وہ زیادہ فخر کرتا کیونکہ یہ رنگ فامین کے بادشاہوں کا تھا۔ مگر اہل حجاز نے بھی علم کے پھریرے کا رنگ سرخ رکھا۔ اور بنی عباس نے سیاہ۔ اسی وجہ سے انکو مسودہ کہنے لگے تھے۔ انتہا یہ تھی کہ ان علموں کو اپنے منبروں پر بھی نصب کرتے تھے۔ لیکن جب سے کہ مامون نے اپنے سیاہ کپڑے اتار دیئے اور پہلا اشار بدل دیا (دیکھو پانچویں باب کی دوسری فصل) اور اپنے لباس کا رنگ سبز اختیار کیا تب سے جندول کا رنگ بھی سبز ہو گیا۔ مگر جب طالبین نے عباسیوں پر فوج کیا تو پہلے پھریروں کا رنگ سفید رکھا۔ اسی وجہ سے انکو مہینہ کہنے لگے۔ یہی رنگ عبیدی اور قرامطہ وغیرہ میں قائم رہا۔

جاہلیت کی لڑائیوں میں ایک رسم یہ بھی تھا کہ جب دشمن پر قابو پا جاتے، اور اُسکے عیال و اطفال کو قید کر لیتے تو پھر ایک سر سے سب کو مار ڈالتے۔ اسی وجہ سے یہ نسل مشہور ہو گئی لیس بعد السلب الاالا۔ اور لیس بعد الاسار الا القتل۔ لیکن جب قیدیوں میں کوئی شخص انکے کھانے میں۔ سے کچھ کھا لیتا تو پھر اسکو نہیں قتل کرتے تھے۔ اور جیسر مہربانی کر کے چھوڑ دینا چاہتے اُسکے سر کے بال (ذلیفیں) انراش دیتے تھے۔ اور اگر کوئی شریف قوم قید ہو جاتا تو اسکا ندبہ دوسوا دنت ہوتا۔ اسی ندبہ (معاوضہ) کو عقال کہتے تھے۔ مگر اسلام نے اسیری کی رسم عرب سے اٹھا دی اور کہدیا لاسبا اعلیٰ عربی ولا سبا فی الاسلام ولادق علی عربی فی الاسلام اسی وجہ سے غلام وہی بنائے جاتے تھے۔ جکا غلام بنانا جائز تھا۔

جاہلی عرب کی لڑائی کروفر (حملہ اور جولانی) سے ہوتی تھی۔ یعنی ایک ایک آدمی میدان میں نکل کے لڑتا تھا۔ صف بندی کی لڑائی جو اور قوموں میں نہ تھی وہ اس قوم میں نہ تھی۔ مگر یہ مفرد کرتے تھے کہ اپنے اونٹوں کو قتل۔ ہاندہ صف۔ کی صف شکری کے پیچھے کھڑے کر دیتے تھے۔ (اسکا نام مجوزہ رکھا تھا) اور جب لڑکے واپس آتے تو۔۔۔ ٹھہرتے تھے۔ اور اسکے ذریعہ سے میدان

اپنی ثابت قدمی رکھتے تھے۔ مگر بندے اسلام میں صف بندی سے لڑائی شروع ہوئی۔ اور کتوف کو چھوڑ دیا گیا۔ اسکا ایک سبب تو یہ تھا کہ مخالف کا مقابلہ اس کے برابر کی فوج سے ہونا چاہیے۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ تہید اور کشتے مرنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اجتماعی اور صف بندی کی لڑائی میں زیادہ آدمی مقتول ہوتے ہیں۔ قرآن میں بھی صف بندی کی تعریف کی گئی ہے کہ مذاقتا لڑائوں لوگوں کو بہت پسند کرتا ہے جو اسکی راہ میں اس طرح سے صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ ایک مستحکم عمارت کھڑی ہوئی ہے۔

مگر جب ہر دان بن مکہ منولی زمانہ انت بنا تو یہ طریقہ بھی چھوڑ دیا۔ اور ایک دوسرا طریقہ کراویں کا اختیار کیا۔ یعنی لشکر کے کئی حصے کر دیئے۔ ایک کو سینہ بنایا دوسرے کو میسرہ تیسرے کو ساقہ (جو بادشاہ کے پیچھے ہوتا تھا) چوتھے کو قلب یعنی وسط۔ اسطور سے لڑائی کی صف آرائی میں بادشاہ پیچ میں ہوتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک بڑا حصہ لشکر کا ہوتا تھا۔ اور چاروں طرف چار حصے فوج بیسہ میسرہ مقدمہ ساقہ کھڑے ہوتے تھے۔

پہلے پہل جن لوگوں نے گوروں کو فوج میں بھرتی کیا بادشاہان اندلس (مغرب) تھے۔ تاکہ عربی قوموں میں سے جو کوئی خروج کرے ان سے برابر کا مقابلہ کر سکیں۔ کیونکہ گوروں کی فوج بہت جفاکش اور بہادر اور میدان میں ثابت قدم ثابت ہوئی ہے۔ اور انکو صف بندی کی لڑائی کا ڈھنگ بھی آتا ہے۔ مگر جب کبھی انکی لڑائی نصاریٰ سے ہو جاتی تھی تو پھر گوروں کی مدد نہیں لیتے تھے۔ کیونکہ ان کے پھر جانے اور انکا انہی کو نقصان پہنچانے کا خوف تھا۔

اگرچہ جنگ کے متعلق بہت سی لطیف باتیں اور بڑے بڑے نکات و رموز میں مثلاً لڑائی کے حالات اور اسکا تہیہ اور اسکے آلات اور تمام قلعہ جنگ مثلاً سوار کو پیادہ پر کیا فضیلت ہے اور پیادے کو سوار پر کیا فضیلت ہے

پیدلوں کے لباس کیسے ہونے چاہئیں سواروں کی وردیاں کیسی ہونی چاہئیں
 ایک اقسام کتنے ہیں، دیکھیں کس کے آلات حرب فوجیوں کے پاس رہنے
 لازم ہیں۔ اور علامہ آلات سے کون کونسی ضروری چیزیں شخص کو اپنے
 ساتھ جنگ کے موقع پر رکھنی چاہئیں۔ آلات حرب کتنے قسم کے ہیں۔
 اسلام کے بعد کون کون سے جنگی اسلحہ ایجاد ہوئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر چونکہ ان
 سب کے جمع کر نیکے واسطے دس میں جلدیں درکار ہیں اور سوائے دوسری کے
 نتیجہ کچھ بھی نہیں اسواسیٹہ انکو اس موقع پر نظر انداز کیا جاتا ہے۔

فصل دوسری

عرب کے اصلی اسلحہ جنگ

چونکہ عرب کو بہادری کا حصہ بہت کچھ ملتا تھا اور ہمیشہ کارزاروں اور
 لڑائیوں میں رہا کرتے تھے اسوجہ سے جتنی مشق انکو شہسواری میں اور
 گھوڑے کی داشت میں تھی اتنی ہی مشق اسلحہ جنگ کی داشت اور
 انکے لگانے اور انکے استعمال کرنے میں تھی۔

عرب جب لڑائی پر چلتے تو پہلے سلوٹی زرہیں پہنتے (سلوٹی ایک
 قصبہ ہے مین کے اصنامع میں دھاں کی زرہ اور گتے مشہور ہیں) اور
 نیزہ خطی موزے کے قلابے میں لگانے اور کندھے پر کمان رکھنے۔ اور
 مشرئی تلواروں سے پہلے دشمن کا مقابلہ کرتے۔

راح خطیہ۔ نیزہ خطی (بحرین میں ایک جزیرہ ہے جسے خطا کہتے ہیں
 دھاں کے نیزے مشہور ہیں)

رجل سمہریہ۔ راج روہینیہ۔ سہرا ایک شخص تھا جو جزیرہ خط میں رہتا تھا۔ اسکی بیوی کا نام روہینیہ تھا۔ نیزے کے سیدھا کرنے اور درست بنانے میں ان دونوں کو کمال تھا۔

ایک شخص قعضب بھی گندرا ہے جسکا نیزہ بہت مشہور ہے۔ نیزہ بازی میں جاہلیت کے زمانے میں عامر بن مالک بہت مشہور اور کمال تھا۔ اسکی والدہ کو ام البنین الاربوعہ کہتے تھے۔ یہ عورت جاہلیت عجب کے زمانے میں نہایت شریف اور نجیب سمجھی جاتی تھی۔ اسکے چار بیٹے تھے۔ ربیعہ۔ ابوتام۔ عامر طفیل۔ چنانچہ ربیعہ اپنے فخر میں کہتا ہے خدر بنو۔ ام البنین الاربوعہ۔ ہم چار بیٹوں والی ماں کے بیٹے ہیں۔ یعنی ہم چار بہائی بہادر موجود ہیں کسی سے دب نہیں سکتے۔

عامر مذکور الصمد نیزہ بازی میں اسقدر کمال تھا کہ اسکی مثل دیتے تھے۔ اور کہتے تھے فلان للعب بالاسند من عامر بن مالک۔

بطرح تیراندازی میں ابن تقن ضرب المثل تھا۔ اور بعض کہتے ہیں وہ تقن تھا جو عادی قوم میں گذرا ہے۔ اپنے زمانے میں وہ بھی تمام تیراندازوں میں فخر تھا۔

تیراندازی میں بنی ثعل بھی بڑے کمال تھے۔ مگر ان میں ایک شخص مستی عمر بن مشخ بہت ہی ماہر تھا۔

عجب کہ جب کسی شخص پر عضا آتا تو اپنے تیر سے زمین کو کھودنے لگتے یہاں تک کہ اسکے ارفاط (سوراخ) ٹوٹ جاتے۔ اسی سے یہ مثل نکلی ہے فلان یکسر ارفاطہ علی غضبنا (یعنی فلاں شخص غصے میں اپنے ارفاط بچھیر توڑتا ہے)۔

نیز کش میں آخری تیر جو بجاتا ہے خواہ اچھا ہو یا برا اسکو اخذع کہتے ہیں۔ مگر دوسری تیر میں اچھے تیر کو اخذ اور دوسری تیر کو ترک کہتے ہیں

نہیں تو لب کہتا ہے۔

فارسل سہا مللہ اھزعا فشتک لقا ھقلہ والقمنا

تیریل کے نام اور اوصاف و کیفیت

حرماۃ۔ نشانے کے تیر۔ خصب کمان کی آواز۔ مشدق۔
تیر کا چوڑا پھل جس سے دشمنوں کو شکا کرتے تھے۔ نافذ جو تیر کہ ٹھیک
نشانہ پر جا کے بیٹھے۔ زنج تیر مارنے کے واسطے اٹھا اٹھانا۔ جہاں تک
اٹھ سکے۔ سہم ذابج جو تیر کہ نشانہ بنے سے خطا کر جائے۔ اور کسی تیر پر لگ
اچٹ جائے۔ اور نشانہ تک بلند ہو۔ قزطاس تیر لگانے اور مشق کرینکا
نشانہ۔ مفرطس وہ شخص ہے جو قزطاس پر تیر مارے۔ حبض وہ تیر ہے
جو تیر مارنے کے آگے ہی گر پڑے۔ مخطا وہ تیر ہے جو نشانہ کو توڑ کے بھجائے
شداد وہ تیر ہے کہ جہیں پھل اور پر نہ ہوں۔ مفر و پر و تیر۔ ناصل وہ
تیر ہے کہ جسکی نوک گر گئی ہو۔ افوق جسکا سو فار لوٹ گیا ہو۔ سہم شیع تیر
قاتل۔ اصمی الدامی ٹھیک نشانے پر تیر انداز نے تیر مارا۔ اتنی نشانہ پر
پہنچا تو مگر چھیلتا ہوا ٹھکل گیا۔ صراد السہم جبکہ نشانہ میں گہس جائے۔
خرق السہم۔ خرق السہم جبکہ نشانہ میں گہس جائے۔
احیض وہ تیر ہے جو نشانہ میں نہ گہسے۔ معراض بے پر کا تیر۔ قدح
جہیں ابھی پر نہ لگایا گیا ہو۔ اور نہ پھل اس میں جمائی گئی ہو۔ حران جو ابھی
ابھی طرح نشانہ گیا ہو۔ حاب جو قزطاس کے طرف پڑے اور ٹھیک نشانہ
پر نہ پہنچے۔

زنج تیرے کی ڈانڈ کے نیچے کا لوبا۔ (یعنی ٹھیک)

عرب کی عادات میں سے یہ بات تھی کہ جب لڑنے کے واسطے دو لڑائیں
گروہ ایک دوسرے کے مقابل میں آتے تو پہلے اُن کے تیرے لیکے ایک دوسرے

کی طرف دوڑتا اسوقت صلح کرنے والے جمع ہو جاتے۔ اگر صلح ہو جاتی تو خیر نہیں تو نیزے سیدھے کر کے ایک پر دو سر اٹھاتا اور ہڈیاں اسی وجہ سے من عصبی اطراف النجاج اطاع عوالی الوجاج۔ جس نے زجاج نیزہ کی بے فرمانی کی اسکو نیزوں کی نوکوں کی ضرور اطاعت کرنی پڑی۔ عالیۃ الرجح۔ نوک نیزہ (عالیہ کی جمع عوالی ہے) سندان۔ لہزم۔ لہجہ نیزے۔ جلاع جس تیر میں پھل نہو۔

جوب۔ محجن۔ قدس۔ سپر۔ جروح۔ جس میں تیر اور ڈھیلے رکھ کے پھینک جاتے ہیں۔ تحفانہ پاکر۔ جلیہا تلوار کا میان۔ یا تلوار کی دھار۔ حجاب۔ زرہ کی کانٹیاں یا حلقے میں جو کیلوں کی نوکیں ہوتی ہیں۔ حطیات زرہ میں حطبہ بن محارب کی طرف منسوب ہیں یہ شخص زرہ بنانے میں مشہور تھا۔ یا وہ زرہ میں جنبہ تلواریں پڑ کے ٹوٹ جائیں یا چوڑی اور بہاری زرہ ہیں۔

سیوف مشرفہ۔ مشرفی تلواریں۔ مشارف کی طرف منسوب ہیں۔ مشارف بین میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ یا شام کے ایک قصبہ کا۔ مگر صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ سیوف مشرفیہ سے مراد قیمتی تلواریں ہیں۔

سیوف بصریہ بصری کی تلواریں (بصری) ایک موضع کا نام ہے جو شام میں واقع ہے۔

سیوف بیلانیدہ بیلان کی تلواریں۔ بیلان بھی بن یا سندھ یا ہند کا ایک قصبہ ہے۔

سیوف حنیفیہ۔ اعنف بن قیس کی تلواریں۔

تلوار کے اوصاف

بالہ۔ ابتر۔ تبار۔ مخدّم۔ خاروقہ۔ حسام۔ محتفد۔ خذّوم۔ مخدّم۔ خاشق۔ خضم۔ صادم۔ صلت۔ اصمغ۔ قباب۔

قرضاب۔ قرضوب۔ قضاہ۔ ٹھیک۔ بہت تیز تلواریں۔ عَضَب۔
یا ضَب۔ بضوک۔

افترجہ جیدلو ہے کی تلوار۔ اور مہدی تلوار کے مشابہ نہایت تیز۔
یا خاص مہدی کی بنی ہوئی۔ صمصام جو تلوار کہ دوسری نہ ہو سکے صمصام
اسی کا سبب لفظ ہے۔ خاؤفہ اور ثامل جنیر بیوں کی صیقل کی ہوئی ہو
ابریقی چمکدار تلوار بارقہ تلواریں۔ امیقض بمضفہ تلوار۔ ضامی ظالم تلوار
یا جو ہر تلوار یخیتض عمدہ لوہے کی تلوار۔ رفارق نہایت آبدار تلوار صموت
گھس جانے والی تلوار۔ معصوب لطیف اور لمبی تلوار۔ عھاسیف باریک
دھار کی تلوار کشوج اُن سات تلواروں میں سے ایک تلوار کا نام ہے
جو ابقیس نے بادشاہ بنی اسرائیل کو مدیہ میں دی تھیں۔ اختم چوڑی تلوار
خشیب بے صیقل کی ہوئی تلوار۔ معصند رومی اور خواب تلوار جس سے
ورخت کاٹے جاتیں۔

عرب کی مشہور تلوار معلوب۔ ذوالجناد ہیں یہ دونوں تلواریں حرث
بن ظالم مری کے پاس تھیں۔

بالک۔ حماد۔ مالک بن کعب مہدائی کی تلواروں کا نام ہے۔

لسان الکلب تیج بن حسان جمیری کی تلوار تھی جو مین کے بادشاہوں
میں سے ہے۔

ذوالفقار عاص بن متبہ کی تلوار تھی۔ جب وہ مارا گیا تو صاحب شرنین

اسلامیہ نے لیکے اپنے بھائی اور داماد اور مہدی خاص کو دیدی۔ (شعرا)
اسلامی اکثر اپنے شعروں میں معشوقوں کی نیز نگاہوں کی تشبیہ ذوالفقار
سے دیتے ہیں)۔

قلزم۔ صمصام عمرو بن معدی کرب زبیدی کی تلوار میں تھیں۔ عرب
کی تمام تلواروں سے یہ زیادہ مشہور تھیں۔ شاعر کہتا ہے۔

انح ما جد ما خانہ یوم مشہد | ایسا بزرگ بھائی ہے جس نے کبھی
نہیں کی جب طرح عمر کی تلوار نے کبھی خطا نہیں کی۔ اور اسکی باڑ میں ہمیشہ
کام دیتی رہیں۔

انہی بھائی نے لکھا ہے کہ عمر و مذکور نے رستم کے مارے جانے کے دن
یہ شعر پڑھے تھے۔

اذا بالثور وسيفي ذوالنون اضربهم ضرب ظلام مجنون

یا النبیذا اقمہم یوموتون

دلدار۔ ذوالکف ذی جدن نامی ایک مینی بادشاہ کی تلوار ہے۔

ذوالنون مالک بن زہیر عیسیٰ کی تلوار کا نام تھا۔

بچ عبد الرحمان بن غناب بن اسیر بن ابوالعاص کی تلوار کا نام تھا۔

خندوم۔ مخدوم حث بن ابی شمر غسانی کی تلوار تھی۔

اضرہس۔ حث بن ہشام کی تلوار۔

زائد۔ خبیب بن اساف کی تلوار۔

مصدق۔ زہیر بن جذیبہ عیسیٰ کی تلوار۔

صارد۔ عاصم بن ثابت بن ابی اقلح کی تلوار۔

مصمت۔ وشاح۔ شیبان ہندی کی تلوار۔

عطشان۔ ابن عبد المطلب بن اشم کی تلوار۔

غمام۔ جعفر طیار کی تلوار۔

فرد۔ عبد المہد بن رواحہ الفزاری کی تلوار۔

ذوالغنی۔ مفروق ابی عبد السجریانی کی تلوار۔

فخر ناصد۔ منذر بن ماز السہار کی تلوار۔

ذوالقزط۔ خالد بن ولید مخزومی کی تلوار۔

ذوالنونین۔ معقل بن خویلد کی تلوار تھی۔
مصمم۔ ذوالوشاح۔ عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تلوار تھی۔

تیسری فصل

جاہلی عربوں کے حروب اور اُنکے فتوحات

جاہلی عرب کی لڑائیوں کا اگر مفصل ذکر کیا جائے تو نہایت طویل و فزیر جائے۔ کیونکہ فقط اصہبانی نے جو ایک کتاب مسمومہ ان واقعات کے جمع کرنے میں مرتب کی ہے اُس میں ایک ہزار سات سو لڑائیوں کا ذکر ہے۔

اُنکے جنگوں کے اسباب بھی کچھ ایسے تھے کہ نہ جگہ سرنہ پیر۔ خواہ مخواہ بات بات پر تلوار چلا کرتی تھی۔ لیکن اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ سبب یہ تھا کہ اُنہوں نے اپنی معاش ہی اسبات پر بھرا لی تھی کہ آپس میں لڑیں۔ ایک فریق دوسرے فریق پر غلبہ پائے اور جو کچھ لوٹ کھسوٹ میں مل جائے اُس سے اوقات بسر کریں۔ مگر میں فقط اس وقت اُنہی لڑائیوں کو بیان کروں گا جنہیں ادیب فاضل شیخ تاصیف نے اپنے متنوں میں جمع کر دیا ہے۔ فقط اس میں نوے لڑائیاں نظم ہیں۔

مواقعات عی بہن کا لقب
بعث والفتنة والهماء
والجبر والرجح والستار
لذ العیطان اللوی وبثرة
دری الکھیل والغید ذوجب

قد ذکر القوم لایام العرب
من نالک الکدید والیلاء
کذا کلاب منج الجفاسر
شمطہ والزور غبیط الدہ
جونطاع ذو طلوح والغیب

طوالۃ وقبی زرد للمراج
فتاوة كفاة سجار
عین اباع قادم الارب
بخزان والعیان غول رتم
عیزة عقبة اعشاش
والدارك السوبان والسنان
قراقر الدثينة الذناث
ظهر وذات الحمل الکثیر
اقرن وج حيرة سقار
قطن ذو حسی الفروق بحسب
وما عسی لخصی من الرمال

فخلة بیف الریح قزن فلیج
عورف الحدائق النساء
ذرحیح خو خوی داب
عراعل النبی الریج ملعم
ذوالاش ذات الریم التاش
وواردات الجنور حر حان
شعب خرازی والعطالی حاطب
جبلۃ الفرعاء والصلیب
اواره لهاية ذو قاسا
شعواء والعبادة الماتق
بسیان والهدیر ذواتال

یہ سب نونفول اور بے صرف لڑائیاں تھیں مگر جن لڑائیوں سے کچھ فائدہ پہونچا ہے۔ اور جن سے گروہ عرب کی شان و شوکت بڑھی۔ سلطنت کا رکن بننے قائم ہوا ہے۔ عرب کا ملک بھی آدمیوں کا ملک سمجھا جانے لگا ہے۔ وہ اسلامی لڑائیاں ہیں جو صاحب شریعت اسلام کے عہد سے قائم ہوئیں اسلام کی پہلی لڑائی غزوہ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں صاحب شریعت اسلام کے ساتھ کل تین سو صحاب تھے اور قافلہ قریش کے ساتھ (جیسے لڑائی ہوئی تھی) ایک ہزار آدمی تھے۔ جنکا کمانڈر ابوسفیان تھا۔ مگر پھر بھی پوری کامیابی ہوئی۔

غزوہ احد پہلی لڑائی (جنگ بدر) سے ایک سال بعد ہوا۔ اس جنگ میں ابوسفیان نے تین ہزار آدمی جمع کئے تھے۔ مگر مسلمانوں نے انکو مار گرایا۔

غزوہ طائف۔ اس جنگ میں قریب دس ہزار یہودی کے قتل ہوئے۔

یہ واقعہ شہ ہجری مطابق ۶۲۶ء کا ہے۔

غزوۂ خیبر۔ خیبر مشرب سے مشرق اور شمال کے کونے پر واقع ہے اور یہاں کے رہنے والے عموماً یہودی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب تک بھی وہاں یہودی رہتے ہیں۔ مگر ان میں اور بلا و عرب کے یہودیوں میں کسی قسم کی قربت نہیں ہے۔ اور شائد انکا فرقہ قرآن والوں میں سے ہے۔ آج اور باقی یہودیوں سے سخت بغض ہے۔ انہیں کوئی شخص بادشاہ نہیں ہے بلکہ فقط انکے بڑے بوڑھے معزز لوگ آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ خیبری یہودیوں کی رذالت ضرب النثل ہے جب کسی اور یہودی کی رذالت کی نثل دیتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ہذا خیبری۔

خیبر نہایت مضبوط اور مستحکم عرب کے قریوں میں تھا۔ صاحب شریعت اسلامیہ نے یہاں کے یہودیوں سے ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۶۲۶ء میں جنگ کی۔ اور فتحیاب ہوئے۔

وقعۂ موتہ (جنگ موتہ) یہ لڑائی ملک شام کے اطراف میں ہوئی اس جنگ میں کل تین ہزار مسلمان تھے۔ مگر تیس ہزار رومیوں پر غالب آئے۔ مگر انگریزوں کو اس لڑائی کا اعتبار نہیں ہے۔

غزوۂ حنین۔ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے۔ اسی جنگ میں اسلامیوں کو عرب کے تمام شہروں پر اپنا قبضہ مل گیا۔

مسلمانوں میں جو عام الوغ و مشہور ہے اُس سے وہ سنہ مراد ہے جس میں عرب کے امراء اور رؤساء مسلمان ہوئے تھے۔ یعنی ۱۰ ہجری مطابق ۶۲۶ء۔ اس میں سب سے زیادہ معزز اور بزرگ شخص جو مسلمان ہوا باذان اور اُس کا بیٹا صحابہ تھا۔ جو مین کا آخری بادشاہ تھا۔

اس کے بعد آنحضرت کا قاعدہ یہ تھا کہ عام غیر مسلمانوں سے حکم اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اور عہد و میثاق کر کے اور انکو امن و امان دے دے

پھر انکا ملک مفتوح آنکو واپس دیدیتے تھے۔ چنانچہ ایک عہدنامہ کعب بن اشرف کے قتل ہو جانے کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں میں بیٹے کے لکھا اور یہودیوں کو دیا تھا۔

دوسرا عہدنامہ نمر بن تولب کو لکھ دیا تھا۔ مگر کھو اہل تخریر نہیں ملی۔
 تیسرا ایک عہدنامہ حضرت کا جو دیر قدسیہ کا ترمینا کے رہبان کو دیا تھا۔ اُسکا ترجمہ ترکی زبان میں ملا ہے اور اہل نسخہ خزانہ سلطانیہ میں موجود ہے۔ اور اسلامی شہروں میں جہاں کہیں دیر ہے انہیں اس عہدنامے کی نقل کا ایک نسخہ ضرور موجود ہے۔ اور تمام خلفائے راشدین اور ان کے بعد کے بادشاہوں کے دستخط اور اجرا موجود ہے جسکے مطابق عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ اُسکا ترجمہ یہ ہے:

یہ عہدنامہ محمد بن عبداللہ بشیر و نذیر نے لکھا ہے جو خدا تعالیٰ کی انابت کو خلق تک پہنچا دینے کا بیان ہے۔ تاکہ کوئی شخص انبیاء کے آنے کے بعد خدا تعالیٰ پر کسی قسم کی محبت نہ لاکے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ با شوا غالب ہے۔

یہ کاغذ ان لوگوں کے واسطے لکھا جاتا ہے جو اُسکے دین پر ہیں۔
 (یعنی مسلمان ہیں) تمام نصرانیوں کی قوم کی رعایت کرنے کی غرض سے خواہ دنیا کی مشرق میں ہوں یا مغرب میں ہوں۔ نزدیک ہوں یا دور۔
 عربی ہوں یا عجمی۔ معلوم الحال ہوں یا مجہول الحال۔ یہ تحریر بطور عہدنامے کے ہے۔ جو مسلمان اسکی مخالفت کرے گا وہ رسول خدا کا مخالف اور اُسکے حکم سے مرتد بنی کہنے والا سمجھا جائے گا۔ بلکہ جو مخالفت کرے گا اُس نے گویا خدا کے عہد کو باطل کر دیا۔ اور اُسکے میثاق کی تصدیق نہیں کی۔ اور نہ اُسکے سامنے جھکا اور اپنے آپ کو اُسکا بندہ سمجھا۔ اور گویا اُس نے زمین خدا کے ساتھ مخول کی۔ اور اُسکی نعمت کا مستحق بن گیا۔ چاہے وہ بادشاہ ہو یا عام۔

کوئی بھی مسلمان ہو۔

پس جہاں کہیں کوئی راہب ہو یا گرجا کا مجاور عبادت گزار ہو ہم
اُسکی پشت پناہ ہیں اور ہر قسم کی مصائب کو حتی الامکان خود اور اپنے
اعوان و انصار کے ذریعے سے اُنپر سے ہٹائینگے۔ اور اُنکے مال و اسباب
کی نگہداشت کریں گے۔ کیونکہ اب وہ لوگ ہماری رعیت ہو گئے۔ اور
ہماری ذمہ داری میں آ گئے ہیں۔ اور جس قسم کا بار اُنپر پڑے گا جو عموماً
وہ لوگ دیا کرتے ہیں جن سے معاہدہ کیا جاتا ہے اُسکو ہم اُنپر سے
ہٹائینگے۔ پس جو کچھ اُنکا جمی چاہے خراج میں دیں اُنپر کسی قسم کا جبر نہیں
اور نہ زبردستی ہے۔ اور کسی کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ اُنکے ذرائع سے اُن کو روکے
یا اُن راہبوں کو رہبانیت کے امور سے روکے۔ اور نہ زادگوشہ گیر و نکو
اپنے گرجاؤں میں رہنے سے روک ٹوک کرے۔ اُنکے بیاحوں کو راہ
میں کوئی نہ لوٹے۔ اور نہ اُنکی عبادت کے مکانات کو منہدم کرے۔ اور
نہ کوئی چیز اُن کے گرجاؤں سے ضبط کر کے اپنے گہروں میں لار کھے۔
جو کوئی ایسا کرے گا اُس نے گویا عہد خدا کو توڑ دیا۔ اور اُسکے رسول کی
مخالفت کی۔ اور کسی قسم کا خراج نہ لارے۔ لار دیا دہریوں اور ہائیوں سے لیا جائے
اور نہ اُن لوگوں سے جو حکام فقط عبادت خدا میں شب و روز مشغول رہنا چاہتے
اور کوئی چیز بھی اُن سے نہ لی جائے گی تاوان کے طور سے ہو یا خراج کعبہ و
سے یا کسی اور مذہب میں شامل کر کے۔ کیونکہ میں اُنکے حال و مردار ہوں چاہے
وہ دریا میں ہوں یا جنگل میں مشرق میں ہوں یا مغرب میں شمال میں ہوں یا
جنوب میں۔ جو رہبان اور عیار کہ پہاڑوں میں گوشہ گیر ہیں اُن سے خراج
اور اعشار (بغلے کی پیداوار کا دسواں حصہ) نہ لیا جائیگا۔ اور نہ اُن لوگوں
سے جو ان اراضی مبارکہ میں زراعت کرتے ہیں۔ اور نہ کوئی مسلمان
اُنکی راہ میں شرکت کرے گا اور نہ کسی دعویٰ میں۔ اور موسم حج میں ہزاروں

ایک پیام ہے جو چھ صاع کا ہوتا ہے، کے عوض میں اُنکے کھانا کھائیکے
 واسطے ایک پیالہ دیا جائے گا۔ اور خراج والوں اور تاجروں اور دوتوں سے
 سے بھی بارہ درہم سے زیادہ سالانہ نہ لیا جائیگا۔ اُنکے بوڑھوں کو اُنکی
 طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے گی۔ اور اُنکو سفر کی ایذا پہنچائی
 جائے گی۔ اور نہ اُن کو لڑائی پر جانیکے لئے مجبور کیا جائے گا۔ نہ ہتھیار
 باندھنے پر۔ بلکہ مسلمان اُنکی طرف سے لڑینگے۔ اور جب خود اُن سے مسلمانوں کو
 مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہوگی تو نہایت عمدگی کے ساتھ جنہیں کوئی فتنہ و
 فساد نہ ہو مجاہدہ کریں گے۔ پس وہ اپنی زندگی بآرام بسر کریں۔ اور جو اُنکی رحمت
 کی بات ہوگی وہ اُن سے زائل کیجائے گی۔ وہ جہاں کہیں ہوں اور
 اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی عورت سے تزویج کرنا چاہے گا تو بغیر اُس
 عورت کی رضا مندی کے تزویج نہ ہو سکیگی۔ اور اگر تزویج کے بعد بھی اپنے
 گرجاؤں میں جانا چاہے گی تو ہرگز اُسکو مخالفت نہ کیجائے گی۔ اور اُنکے گرجاؤں
 کا احترام کیا جائے گا۔ تازہ گر جانانے سے اُنکو روکا نہ جائیگا۔ اور نہ کسی
 لڑے اور مہندہ شدہ دیر کی مرمت کرنے سے اُنکو مخالفت کیجائے گی۔
 اور مسلمان لوگ اُن کی طرف سے دشمنوں کو مار کے مہاتے رہیں گے۔ کوئی
 امتی میرا اس عہد کی قیامت تک مخالفت نہ کرے۔ اس عہد نامے کو خدا
 پیغمبر نے رضائے کو لکھ کے دیا ہے۔ اور شرط کی ہے کہ اس تحریر
 کی وفا کی جائے گی۔ اور یہ لوگ جنکے نام ذیل میں درج ہیں۔ اس تحریر کے
 گواہ ہیں۔

علی ابن ابیطالب۔ ابو بکر بن قحافہ۔ عمر بن خطاب۔ عثمان بن عفان
 ابو الدرداء۔ ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عباس بن عبدالمطلب۔ فضل
 بن عباس۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ بن عبداللہ۔ سعید بن معاویہ۔ ابو حنیفہ بن غنیمہ
 ہاشم بن عبدالمطلب۔ عمار بن قریش۔ حارث بن ثابت۔ عبدالعظیم بن حسن۔ عبداللہ

بن عمر بن العاص - عامر بن اسیر -

اس تحریر کو اپنے خط سے مسجد نبوی میں بیٹھا علی بن ابیطالب نے تیسری تاریخ محرم الحرام ۳۳ ہجری میں لکھا ہے۔

مگر صاحب شریعت اسلامیہ کے بعد تو ایسے ایسے یہود و امور مشرک ہوئے جسے سخت خوفناک حالت اسلام کے واسطے پیدا ہو گئی تھی۔ مگر ابوبکر بن قحافہ کی چلتی ہوئی تدبیر میں کام نہ کرنے میں تو بڑا فائدہ پڑ چکا تھا۔ کیونکہ اکثر قریشیوں نے ہلکے انکو مندر خلافت کے لئے منتخب کیا تھا۔

اور کچھ لوگوں نے امام ابن ابیطالب کو خلافت کے واسطے تجویز کیا تھا اور آپس میں بہت ہی اختلاف آرا ہو گیا تھا۔ مگر جن لوگوں نے کہ ابوبکر الصديق بن قحافہ کو ہی خلافت کے واسطے منتخب کیا تھا انکا یہ خیال تھا کہ اگر علی ابن ابیطالب کو خلافت دیجائے گی تو پھر بنی ہاشم کی چڑھائیگی۔ اور ہم لوگوں کی کچھ وال نہ گلے گی۔ اسی تفرق اور مخالفت کا نتیجہ آخر میں یہ نکلا کہ مختلف طرح کی بدعتیں اسلام میں پھیل گئیں۔ جسکا رد کما اہل سنت سے ممکن نہ ہوا۔

پہلا کام جسے ابوبکر الصديق ابن ابی قحافہ مذکور الصدر نے کیا یہ تھا کہ ابوعبیدہ بن جراح کو بلوایا۔ اسوقت عمر بن خطاب بھی حاضر تھے۔ اور کہا اے ابوعبیدہ تمہاری پیشانی کس قدر مبارک معلوم ہوتی ہے اور تمہارے رخساروں سے خیر حکمتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ رسول کریم بھی تمہاری بڑی عزت کرتے تھے اور ایک روز تمہاری اہل بیت حضرت نے دیکھا بھی تھا کہ ابوعبیدہ امت کا امین ہے۔ اور حقیقت میں اکثر مرتبہ خدا تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے اسلام کو قوت دی ہے اور اسکے فتنہ کو زائل کیا ہے۔ اور ہمیشہ تمہاری ذات شریف دین اور مومنین کے لئے بلجا و آواز رہی ہے اور اپنے پیاسی بندوں کے لئے تم ایک مضبوط طرک بنے ہو۔

اس وقت میں نے تھکوا ایک ضرورت سے بلوایا ہے۔ مگر سمجھ لو کہ یہ بات بہت ہی خطرناک ہے۔ اور اسکی اصلاح کرنا عین نیکی ہے۔ اگر اس زخم تم سے نہ بہر سکا اور اُسکے اثر دوائے زہر دار پر تمہارا منہ زکار گر نہ ہوتا تو سمجھ لینا کہ پھر مجھے اپنے کام میں ناامیدی ہو جائے گی۔ اور سختی میری انتہا کو پہنچ جائیگی۔ اور پھر آخر کار نہایت ناگوار امور کرنے پڑینگے۔ جنکا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے ذریعہ سے یہ کام درست ہو جائے پس اسے عبیدہ ذرا تم نرمی اور ملاطفت سے کام لینا۔ اور خدا اور رسول کے واسطے خلوص کا برتاؤ کرنا۔ اور ہمارے گروہ کے واسطے کسی قسم کی کوشش اٹھانہ رکھنا۔ خدا تمہارا ناصر اور مددگار ہوگا۔

ذرا تم اس وقت امام ابن ابیطالب کے پاس چلے جاؤ اور انکے سامنے بہت ہی انکسار اور عاجزی اور بیٹھی بیٹھی طرح سے بات کرنا (یہ جان لو کہ وہ ابوطالب کے بیٹے ہیں اور جو کل ہم سے جدا ہوا ہے (رسول خدا صلعم) اُسکے قائم مقام اور قریب المرتبہ ہیں) اور انکی خدمت میں یہ کہنا چھو میں آگے کہتا ہوں۔

التماس منذ جرم۔ چونکہ یہ کلام جسے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو عبیدہؓ سے کہا ہے نہایت عمدہ عربیت پر شامل ہے۔ لغات بھی اس میں بہت اچھے اچھے ہیں۔ لہذا میں اسکو اس مقام پر بعینہ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ اور علیؓ ہذا القیاس جواب بھی بعینہ لکھو گا تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس زمانے کی عربی زبان اور فصاحت و بلاغت کس حد پر تھی۔ وہ یہ ہے۔

حضرت ابوبکر صاحب کلام
البحر مغرقة والبر مغرقة والجواکلف
واللیل غلف والسماء جلولہ والارض
صلعاء والصعود متعسر والهبوط متيسر والحق رؤوف عطوف

والباطل عفيف مشغوف والصغن رائد البوار والتغريض شجار الفتنة
 والعقبة تغوب العداوة هذا والشيطان مكلى على شمالة تخيل بميينه ناخح حصينه
 لالهه ينتظر بجم الشتات والفرقة ويدب بين الامم بالهتفاء والعداوة
 عناد الرب ولرسوله ولد يينه - فهو تالب يوسوس بالفجور - ويدلى بالغرور
 ويمنى اهل الشرور - ويوحى الى اوليائه بالباطل داباله مذ كان علمه
 ابنا الى البشر وعادة منه اهانه ربه في سالف الدهر لا ينحى منه الا الناجد
 على الحق وغاض الطرف عن الباطل وواظى هامة عدواه وعدو الدين
 بالاشد فالاشد والاحد فالاحد وسالم اليقين لربه عز وجل فيما
 يوجب رضاه ويجنب سخطه ولا بد الآن من قول ينفع اذا مضى السكوت
 وخيف غبه ولقد ارشدك من قاد ضالتك ومصدقك من اجي
 مودته لك بعيالك واراد الخير بك من اثر البقاء معك ما هذا الذي
 سولت لك لنفسك ويدوى به قلبك ويلتوى به عليك ويتجاوز
 دونه طرفك ونسرى به ظعنك ويتزاد به نفسك وتكثر معه معداك
 ولا يفيض به لسانك اعجبة بعد افصاح اتليس بعد افصاح ادين غير
 دين الله عز وجل اخلق غير خلق القرآن اهدى غير هدى النبى
 امثلى يمشى اليه الضراء ويدب اليه الحمراء ام مثلك ينقبض عليه الفضاء
 ويكسف في غيبه الضمراء فاهذه القعقة بالسنان وهذه الرعاعة
 باللسان انك جد عارف باستحقاق الله ولرسوله وخرجنا عن اوطاننا
 واموالنا واحبنا هجرة المالله تعالى ذكره ونصرة لبيه صلعم في زمان
 انت فيه في كن الصبا وحذ العذاراء غافل عما يشيب ويريب لا تعنى
 ما يراد ويشاء ولا تحصل ما يساق ويقاد سوى ما انت جابر عليه الى
 غايتك التي اليها وصلت وعندنا حطت رسلك اذ ذاك غير مجمل
 القدر ولا مجود الفضل ونحن في اثناء ذلك نغاني احوالاتنا في الرواسي

ونقاسى اهل التشيب النواصي خاضعين غمارها ركبين تيارها -
 تنجرع صابها وسراج هبابها وتكرع عبابها وتحكم اساسها ونغم
 اماسها والعيون تطرف بالحسد والاذنوف تقطس بالكيد والصدور
 تستعر بالغیظ والاعناق تتناول بالفخر والشفاه تشجر بالمكر والارض
 تميد بالخوف ولا تنظر عند المساء صياحا ولا عند الصباح مساء
 ولا تدفع في مجرام الابدان نحو الموت دونه ولا تنزع الى شئ الا بعد
 رجح العنص معه ولا يقوم منا احد الا بعد الياس من الحياة عنده
 وقد فادينا في كل ذلك رسول الله صلعم بالاب والام والخال والعلم -
 والنشب واللبد والهيمة والبلدة والسبد لطيب نفس وقرور عين
 ورجب اعطان وثبات عزائم وصحة عقول وطلاقة اوجه وذلاقة
 السن اهلا الى خفيات اسرار ومكنونات اجدار كنت عنها خافلا ولولا
 حدثه سنك لم تكن عن شئ منها ناكلا كيف وفوادك مشهور وعودك
 معجوم وعيبك مجبور والقول فيك مشهور والآن قد بلغ الله بك وجعل
 مرادك بين يديك وعن علم اقول ما سمع فارقت زمانك وعفاك
 بين غيبك وقلص اليه اراذك ودع التجسس والتجسس لمن
 لا يبلغ لك اذا اختطى ولا يترشح عنك اذا تقطى فالامر غرض والنفوس
 فيها مض وانك اديم هذه الامة فلا تخلم لجاها وسيفها العضب
 فلا تنيب اعوجاجا وماءها العذب فلا تحيل اجاجا والله لقد سالت
 رسول الله صلعم عن هذا الامر فقال يا ابا بكر هو لمن يرغب عنه لا لمن يند
 فيه ويباحش عليه ولئن ينضال له لا لمن ينتفع اليه - يقال هو لك
 لا لمن يقول هو لي - والله لقد شاورني رسول الله صلعم في الهم
 فذكر فتيا نا من قزليش - فقلت له اين انت من ابن ابي طالب فقال اني
 لا اكون لفاطة مبيعة شاباه وحدثه سنه فقلت له متى كفت يدك

ورعته حينئذ حفت بجمها البركة واسبغت عليها النعمة مع كلام
كثير خطبت به عنك ورعته فيك وما كنت عرفت منك في ذلك
حوجاء ولا لوجاء فقلت ما قلت وأنا اري مكان غيرك واجد لخدمة سواك
وكنت اذ ذاك خيرا منك الآن لي وان كان عرض بك رسول الله فقد
كنى عن غيرك وان كان قل فيك فما سكت عن سواك وان يجتلم في
نفسك شئ فعلمه فالحكم مرض والصواب ومسموع والحق مطاع ولقد
نقل رسول الله صلعم الى ما عند الله تعالى وهو عن هذه العصابة
راض وعيلها حذب يسيرة ما يسيرة ويكيدها ما يكيدها ويبيضيها ما يبيضيها
ويخططها ما يخططها اما تعلم انه لم يدع احدا من اصحابه وخلطائه
واقاربه وشجرائه الا انا به بفضيلة وخصة بكرمة وافردة بجلالة لو
اصفقت الامة عليه لكان عنده ابايتها وكفالتها وكرامتها وعزازته
انظرن انه صلعم ترك الامة بشراسة بدرا عدي عبا هل طلاحى منها
مفتونة بالباطل معونة عن الحق لانك ولا حائط ولا ساقى ولا واثى ولا
هادى ولا حادى كل والله ما اشتاق الى ربه ولا سأل له المصير الى رضوانه
حتى ضرب الصوي ولا وضعم للهدى وامن للهالك والمطامح وسهل
المبارك والماتح - وبعد ان شرخ يا فرخ الشراك باذن الله عز وجل
وشرم وجه النفاق لوجه الله تعالى وبعد ع الفتنة في ذات الله
تبارك اسمه وتقل في وجه الشيطان وصدد على فيه ويده امر الله
عز وجل - وبعد فهو آذال انصار والمهاجرون عندك ومعك في دار
واحدة وبقعة جامعة ان استقاموا بي لك واثاروا عندى بك فانا
واضع يدي في يدك وصانر لي رايمم فيك وان تكن الاخرى فادخل
فيها واخل فيه المسلمون وكن العون على مصالحهم والقائض لمغالقتهم والرشد
لضالهم والراوع لغاويهم فقد امر الله بالتعاون على البر والتقوى لا على

على الحق ودعنا نقضى هذه الحيوة الدنيا بصد وربية من العمل و
نلقى الله بقلوب سليمة من الضغن وبعد فالناس عامة فارفون بينهم
واحدن عليهم ولمن لم ولا تشق نفسك بنا خاصة فيهم واترك
ناجماً الحق حصيلاً وطائر الشرا فاعوا وباب الفتنة مغلقاً فلا قال ولا
قبل ولا لوم يتبع والله عز وجل على ما نقول شهيد وبما نحن عليه بصير
ابو عبیدہ کہتا ہے کہ میں چلنے کے واسطے اٹھا ہی تھا کہ عمر نے کہا
ذرا دروازہ پر ٹھہر جاؤ مجھے بھی کچھ کہنا ہے۔ میں ٹھہر گیا مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا
تھا کہ اس کے بعد کیا کہنیگے مگر فوراً میرے پاس پہنچ گئے اور خوشی کے آثار
انکی صورت سے ظاہر تھے اور مجھے کہا میری طرف سے ابن ابیطالب کو
یہ پیغام دو۔

الوقار حكمة والججاج ملكة والهيوى مفتحة ومامننا الا وله مقام معلوم
وحق شائع او مفسوم وبناء ظاهراً ومكتوم وان اكيس لكيس من منع الشا
تألفه وقارب البعيد تلافه ووزن كل امر بميزانه ولم يخلط جنه بعينه
ولم يجعل فتنة مكان شجرة ولا حيرة في معرفة مشوبة بتكرة فلا خير
في علم معقل في جهل اولسنا كجاذة عقد البعير بين العجاء والذنب وكل مال
بقارة وكل مسيل فالى قراره وما كان سكوت هذه العصاة الى هذه
الغاية لعي ولا شئ وكلامها اليوم لفتق اورتق فقد جدع الله بمحمد صلعم
انف كل ذى كبد وقصف ظهر كل جبار وقطع لسان كل كذوب فماذا
بعد الحق الا الضلال فما هذه الخنزرة التي في فراش رأسك وما هذه
الشيعة المعترضة في مدارج انفاسك وما هذه الوحرة التي اكلت شرا سيفك
والقذارة التي اغتشت باظربك وما هذه الدمس والرفس اللذان يبدلان
على ضيق الباع وخور الصياح وما هذا الذي لبست بسببه جلد النمر فتمت
عليه بالسخرى والتكرار ما استسريت اليها وسوت سيدى ابن القدر اليها

ان العوان لا تعلم الخمرة وان الحصان لا تكلم خبز وما اخرج الصلعا
 الى حال وما افقر الفراء الى حال لقد خرج رسول الله صلعم والامر مقيد
 محبس ليس الا جد فيه ملمس ولا مانس لم يسرفيك قولا ولم يستنزل
 فيك قرانا ولم يحزم في شأنك حكما ولسنا في كسر وية كسرى ولا قيصرية
 قيصرو لسنا كما خلا زفارس وابناء الاصفر قوم جعلهم الله خرزاسيون فانا
 وحرز الرماحنا ومومي لطعامنا وتبع السلطانا بل نحن في نور نبوة وضياء
 رسالة وثمرة حكمة واثرة رحمة وعنوان نعمة وظل عصمة بين امة مهدية
 بالحق والصدق ما مونة على الفتق والرتق لها من الله عز وجل قلب ابى
 وساعد قوي وبدينا صوة وعين باصوة - اتظن ان ابا بكر الصديق وثب
 على هذا الامر مفتاقا على هذه الامة خادجا لها متسلطا عليها تراه امتلح
 احلامها وازاغ ابصارها وحل عقدها واحال حقوقها واستل من مدورها
 حجبها وانتزع من الكبادها عصبتها وانتكث رشاها وانتضب ماءها واضلها
 عن هداه وساقها الى رداها وجعل نهارها ليلا ووزنها كيلا ونقظتها قاذ
 وسلاحها فسادا وانكنا هكذا فان سحره لمبين وان كيده لمبين - كلا والله يا
 خيل وجل وبابي سنان ونضل وبابي قوفة منه وبابي ذخ وعدة وبابي ايد
 وشدة وبابي عشيرة واسرة وبابي تدرع وبسطة ولقد اصبح عندك بما
 وسمته منيع العقبة رفيع العتبة لا والله لكن سلا عنها فولمت به وتطامن
 لها فقصت به ومال عنها فالت اليه واشتمل دونها فاشتملت عليه جوقا
 الله بها وعاقبة بلعه الله اياها ونعمة سبله الله جماله - ويد وجب عليه
 شكرها وامة نظر الله به لها ولطالما حلت فوقه في ايام رسول الله صلعم
 وهو لا يلتفت اليها ولا يدق قلب وقها والله اعلم بخلفه واران بعباد يختارها
 فان لهم الخيرة وانك بحيث لا يحجل موضعك من بيت النبوة ومعدن الوفاء
 وكعب الحكمة ولا يحد حقك فيما اتاك ربك ولكن . . . لك من نيراحك

بمنكبا اضعف من منكلهك وقرب اسفى من قريك وسن اعلى من سنك
 وشيبة ارفع من شيبك وسادة لها عرف فى الجاهلية وفرع فى الاسلام
 والشرعية وموقف ليس لك فيها من حمل ولا ناقة ولا تذكريها فى مقدمة
 ولا ساقه ولا تضرب فيها بذراع ولا اصبع ولا تخرج منها باذل ولا يجمع
 فان عذرت نفسك فى ما نقذ ربه شتقتك من ما غيتك فاعذرنا
 فيما تسمع منا فى لين وسكون مما لا يتعد منه ولا تناضل عليه ولئن خذيت
 بهذا نفسك ليتخمن عليك ما ينسينك الاولى ويهيك عن الاخرى وعلم
 من ظن به بما فى الفسالة وعليه لما سكن ولا اتخذت وليجة الى بعض الدت
 فاما الويكبر الصديق فلم يزل حبه فى سويدا قلب رسول الله صلى
 وعلاقة همه وعيبة سره ومتوى حزنه ومفرع رايد ومشورته وراحة
 كفه ومرمى طرفه وذلك كله محض الصادق والوارد من المهاجرين والانصار
 وشهرته مغنية عن الدلالة عليه ولعمري انك اقرب الى رسول الله صلى
 قرابة ولكنه اقرب قرابة والقرابة المحروم والقرابة روح ونفس و
 هذا فرق قد عرفه المؤمنون ولذلك صاروا اجمعين ومما شكت
 فيه فلا تشك ان يدا الله مع الجماعة ورضوانه لاهل الطاعة فاخل
 فيما هو خير لك اليوم وانفع لك غدا والفظ من فيك ما تعلق بلهايك
 وانفتت سجيمة صدره عن ثقاتك فان يكن فى الامل طول وفى الاجل فسي
 فستكلمه مريتا او غيرى وستشربه هنيئا او غيرهنى حين لا راد لقلوب
 الا من كان منك ولا تابع لك الا من كان طامعا فيك يمضى اهابك
 ويفرى على قادمك ويدرى على هديك هناك تفرع السن من مذموم وقبح
 الماء من وجابهم وحينئذ تأسى على ما مضى من عمره ودارج قومك فتود لو ان
 سقيت الكأس التى ايتها وردت للخال التى استبرئتها والله فينا وفيك امر هو بالغة و
 غيبها ومشاهدة عاقبة هو المرحول ضرتها وراها وهو الحميد الغفور الودود

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ مجھ پر اس وقت ایسا خوف غالب تھا کہ میں پیغام لیکے جاتا تو وہاں تھا مگر پاؤں میں لغزش ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں سر کے بل چل رہا ہوں غرض خدا خدا کر کے امیر المؤمنین کے پاس پہنچا اور غلوت میں تمام بیان سنا دیا اور امانت سے بری ہو گیا۔ مگر نہایت نرمی سے باتیں کرتا رہا۔ جب آپ سن چکے تو جواب میں یہ تقریر کی۔

حلت معلوطة و ولت مخلوطة - حل لاحتیت النفس ادنی لها من قول لعا۔

احدی لیا لیک فہیں حیس لاتنعمی للیلۃ بالتقریریں۔

نعم یا ابا عبیدہ اکل هذا فی النفس القوم یحئون علیہ و یطیعون بہ۔ ابو عبیدہ نے کہا جی میرے پاس آپ کے کلام کا جواب نہیں ہے میں فقط پیغام پہنچانے آیا ہوں۔ اور اسلام کی شکستگی کو جوڑنا چاہتا ہوں۔ اور امت میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اس کے مرمت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس بات کو خدا خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں کس قدر اس سبب سے اختلاف ہو رہا ہے۔ اور میرے نفس کو کس قدر تلخی گذرتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا :- واللہ ما کان فعودی فی کسر هذا البیت فصل الخلافة ولا انکارا للمعروف ولا رزیة علی مسلم بل لما وقد فی بہ رسول اللہ صلعم بفراقہ و اودعی من الحزن بفقدہ و ذاک انی لہما مشہدا بعدہ مشہدا لا جدد لی حزنا و ذکر فی شیخوہ و ان الشوق الی المحاق بہ کاف عن الطمع فی غیرہ فقد عکفت علی عہد اللہ انظر فیہ و اجمع ما تنزع منه رجاء ثواب معد لمن اخلص عملہ و سلم لعلہ و مشیئة ربہ علی انی ما علمت التظاهر علی واقع ولا عن الحق الذی سینق الی رافع و اذ قد افعم الوادی بی وحشد النادی من اجل فلا رجاء بما سار احد من المسلمین و فی النفس کلام لولا سابق قول و سالف عہد لث

فیظی بخنصری و بنصری و خضت لجتہ بالخصی و مغرقی لکنی بلجر
الی ان القی ربی عزوجل و هذا احتساب ما نزل بی و انا عادل الی
جماعتکم و مبالغ لهما حکمکم و صابدا علی ما سألنی و سرکہ لبقضی اللہ
اگر کان مفعول و کان اللہ علی کل شیء شہیدانہ

ابو عبیدہ یہ جواب سن کے ابو بکر کے پاس واپس آیا اور پورا
قصد بیان کر دیا اور کوئی حرف بھی چھپا نہیں رکھا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ
کل وہ مسجد میں آئینگے۔

جب بھیج ہوئی تو ابن ابیطالب صفوں کو چیرتے ہوئے ابو بکرؓ
کے پاس آئے اور بیعت کر لی۔ اور کچھ کلمات تعریفی کہے۔ پھر وہ اس سے
اٹھے تو عمرؓ حضرت کو نیلے لئے دروازہ تک گئے۔ ابن ابیطالبؓ نے
حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں جو اس وقت تک بیعت کرنے نہیں آیا تھا۔ تو مجھے
کچھ کراہت نہ تھی اور نہ اب کچھ ابو بکرؓ سے ڈر کے آیا ہوں۔ اور جو کچھ بھی میں
کہتا ہوں وہ بات ماننے یا اپنے آپ کو طمع دلانے کی غرض سے نہیں کہتا
بلکہ میں اچھی طرح اپنی حد نظر اور رفتار قلم اور کشش کمان اور نشانہ تیر سمجھتا
ہوں۔ لیکن میں نے محض خدا پر ہر و سا کر کے اپنی تلوار روک رکھی ہے کہ
وہ مجھے دینا اور آخرت میں اسکا اچھا ثمرہ دیگا۔

حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا: کفکف عزمک واستوقف

سبک و ادع العصا بلعناھا والدلاء برشاھا فانما من خلفھا وودناھا
ان قد حنا ورینا وان منحننا ورینا وان جرحنا دمینا وان نصحننا برینا
ولقد سمعت امانیک التي تعوت بها عن صد اکل بالجوی ولو نشئت
قلت علی مقاتلتک ما اذا سمعته ندمت علی ما قتلته نعمت انک قد
فی کسر بیتک ما وقد ک بصر سول اللہ صلعمہ بفراقہ افراق و سول
اللہ وقد ک وحدک ولم یقلد سواک بل مصابعا عظمی و اعظمی و اعظمی و اعظمی

ومن حق مصابه ان لا يبعد شمل الجماعة بكلمة لاعصام لها ولا يذرى
على اخبارها بما لا يؤمن من كيد الشيطان في عقباها هذه العرب مولنا
والله لو تداعت علينا في مصبح يوم لم نلتق في مسمى وزعت ان الشوق
الى اللحاق به كاف عن الطمع في غيره فمن الشوق اليه بضرة دينه وموانة
اوليا الله تعالى ومعاونتهم فيه وزعمت انك عكفت على عهد الله
عز وجل تجمع ما تبذره منه من العكوف على عهد النصيحة لعباده
والإلفة على خلقه وبذل ما يصلحون به ويرشدون اليه وزعمت
انك لم تعلم ان التظاهر عليك واقع ولا عن الحق الذي سبق اليك
دافع فاي تظاهر وقع عليك واي حق لك ليمهد دونك قد علمت
ما قال الاضمار لك بالامس سرا وجهرا وما تغلبت اليه بطنا وظهرا فحل
ذكرتك وإشارت بك او وجدنا رضاها عنك هو الامم المهاجرون من
الذين قال بلسانه نصلح لهذا الامر اوحى بعينيه او همهم في نفسه انظروا
ان الناس قد ضلوا من اجلك وعادوا كفارا زهدا فيك وياعوا الله
عز وجل ورسوله صلعم فحامله عليك الا والله لا يقال انك اعتزلت
تنتظر الوحي وتتوكل من اجابة الملك لك فذلك امر طواه الله عز وجل
بعد محمد صلعم كان الامر معقودا بالشوطة او مستندا وباطراف
لسطة كلا والله ان الغيبة للمحققة وان الشجرة لمورقة ولا عجماء بعد
حمد الله الا وقد فصحت ولا عجماء الا وقد سمعت ولا بلهاء الا وقد فطنت
ولا فتوة الا وقد نفخت ومن اعجب قولك انك لو لا سباق قول وسائق
عهد لشفيت غمظي وهل ترك الذين الاحد من اهل الله ان يبتغى غيظه بلسانه
وبيرة تلك جاهلية قد استأصل الله شافتها ودفع عن الناس آفتها وقلع
جروتها وهولها وغور سيلها وابد لنا منها الروح والريحان والهدى
والبرهان وزعمت انك ملجم فلم يدرى ان من اتقى الله عز وجل وانذرناه

وطلب ما عنده أمسك لسانه وأطبق فاه وجعل سعيه لما واراہ۔
 حضرت ابن ابیطالبؓ نے فرمایا واللہ ما بدلت عزی وانا اريد
 قلۃ ولا اقررت وانا اريد حولا عنده وان اخسر الناس صفقة عند
 الله من آثر التفاق واخفن الشقاق وبالله سلقه من كل كارث
 وعليه التوكل في كل الحوادث ارجع يا ابا حفص نافع القلب فسيج
 البال مبرود الغليل فصيح اللسان فليس وراي ما سمعته وقلته الا
 ما يشد الازر ويخط الوزر ويضع الامى ويجمع الالفه ويدفع الكلفه و
 يدفع الزلفه بمعونة الله عز وجل وحسن وقفيقه۔

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ بعد وفات رسول کریمؐ کے کوئی امر اس سے زیادہ سخت
 مجھ پر نہیں گذر جیسا کہ اس سوال وجواب کے لئے آنے لیجائے اور باہمی مکالمہ
 میں گذر رہا ہے۔

ابو منصور نے یہی روایت کی ہے کہ عمرؓ سے مکالمہ کے بعد ابن
 ابیطالبؓ ابو بکرؓ کے پاس واپس آئے اور کہا کہ یا ابا بکر ان عصابة
 انت فيها المحصومة وان امة انت فيها المرحومة ولقد اصبحت عزيزا
 عيلينا كويلنا نخاف الله اذا سمخنت وندجوت اذا رنبت ولولا اني
 شتهت لما اجيب اليه ولقد خط الله عن فخرى ما انقل به كاهلك
 وما اسعد من نظر الله اليه بالكفارة وانا اليك لمحتاجون وبفضلك
 عالمون والى الله عز وجل في جميع الامور راعون۔

غرض رشتہ سلطنت ابو بکرؓ مذکورہ صدر کے ماتھے میں مستحکم ہو گیا۔ اور اور
 نہایت اطمینان سے تخت خلافت پر سترہ ہجری مطابق ۳۳ء میں بیٹھ
 پھر کوئی جھگڑا باقی نہ رہا۔

جس زمانے میں کہ ابو بکرؓ تخت خلافت پر بیٹھے تھے وہ ایسا سخت
 وقت تھا کہ ازندا عام طور سے پھیلا ہوا تھا۔ اور اوہر اوہر عیال بنوت

پھر رہے تھے۔ اسی وجہ سے پہلا کام تو ابو بکرؓ نے ہی کیا کہ مزین سے لڑائی شروع کی اور سلیہ کذاب (مدعی نبوت) پر فتیاب ہوئے۔ اس کے فلسطین اور برشام پر چڑھائی کی۔ اور انکو مار کے تمام جہاتیں انکی نکالیں اور ناحق لوٹ مار قتل و قتال کی عادت جو انہیں جاہلیت کے زمانے سے چلی آتی تھی دور کر دی اور ہر محفل و مجلس میں دین اسلام کو رونق دیدی۔ لیکن چونکہ تمام آرزوؤں پر کامیابی حاصل ہونے لگی۔ بہت بڑی روک موت کی ہو۔ لہذا دو سال تین مہینے حکومت کر کے اور جو جو کام شروع کئے تھے پوری معطل چھوڑ کے عالم بقا کو چلے گئے۔ مگر انکی حیات تک حیرت فتح ہو چکا تھا۔ اور وہاں کے لوگوں کو امان دیدی گئی تھی۔

اس کے بعد خلیفہ عمرؓ نے بیت المقدس کو امان کے ساتھ فتح کر لیا۔ اور اراضی فلسطین پر بھی قابض ہوئے۔ پھر تمام مصر کے مالک کو چار ہزار مسلمانوں سے عمرو بن عاص کی کمان میں فتح کیا۔

امام مغیرہؓ لکھتے ہیں کہ مصر کا ملک ایک عربی قافلے نے فتح کیا تھا۔ باوجودیکہ مصر میں اسوقت ایک لاکھ لشکر رومیوں کا علاوہ قبطیوں کے رہتا تھا۔

مورخین اسلام نے لکھا ہے کہ عمرؓ نے جب بیت المقدس کو فتح کر لیا تو ایک عہد نامہ صف و نویس بطریق (لارڈ پارسی) کو لکھا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ:۔ بضاری اپنے دین پر قائم رہیں اور اچھے اپنے ذالفر ادا کرتے رہیں مگر کوئی نیا گمانہ بنائیں نہ دیر کی تعمیر کریں نہ قلابہ بنائیں۔ نہ راہبوں کے واسطے علیحدہ عبادت خانہ تیار کریں اور جو صومعہ گر گیا ہو۔ یا مسلمانوں کی آمد و رفت کی راہوں میں ہوا سکی دوبارہ مرمت نہ کریں جو مسافر اور راہگیر گہماؤں میں ٹھیرنا چاہیں تو انھیں ٹھہرنے دیں۔ اور اگر کوئی مسلمان وہاں جائے تو یقیناً شب تک اسکو مہمان رکھیں اور دعوت دیں۔

کسی جاسوس کو اپنے عبادتخانوں میں نہ رہنے دیں۔ مسلمانوں سے اُسکو نہ چھپائیں۔ اپنی اولاد کو قرآن مجید نہ پڑھائیں۔ اپنی شرع کو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ اور نہ کسی کو نضارہ سی ہونے کی رغبت دلائیں۔ اپنے قزاقوں کو مسلمان ہونے سے روکیں۔ مسلمانوں کا اعزاز کریں۔ اگر کوئی مسلمان اُنکے پاس آجائے تو اپنے پاس اُسکو جگہ دیں۔ مشابہت مسلمانوں سے کسی بات میں نہ کریں۔ نہ لباس ویسے پہنیں۔ نہ کلاہ ویسی دیں۔ نہ نعلین ویسی پہنیں۔ نہ اُنکی طرح بات کریں نہ اُنکی جیسی کنیت اپنی رکھیں۔ نہ زین پر سوار ہوں نہ گردن میں تلوار لٹکائیں۔ نہ اپنے ساتھ کسی قسم کا ہتھیار لیکے چلیں۔ نہ اپنی انگوٹھوں پر عربی زبان میں مہر کندہ کرائیں۔ نہ شراب پیئیں۔ اور اپنے سر کے بال آگے سے ترشوا ڈالیں۔ اپنے قدیم لباس پر باقی رہیں جہاں کہیں رہنا چاہیں۔ کمر میں زنار باندھیں۔ اپنی صلیبیں ظاہر نہ کریں نہ اپنی کتابیں مسلمانوں کے بازار اور راسوں میں کسی کو دکھلائیں۔ ناقوس زور سے نہ بجائیں۔ اپنی میتوں کے ساتھ آواز بلند سے شور کرتے نہ چلیں۔ مسلمانوں کی آمد و رفت کی راہ میں آگ نہ روشن کریں۔ مسلمانوں کے مقبروں کے قریب اپنے مقبرے نہ بنائیں۔ جن غلاموں پر مسلمانوں کا حصہ ہو گیا ہے اُنکو نہ خریدیں۔ اپنے مکانات کی چھتوں پر نہ چڑھیں۔ ان شرطوں سے اگر کسی شرط کی مخالفت کرینگے تو پھر مسلمان اُن کے ذمہ وار نہ رہیں گے۔

اسکے بعد یہ دو شرطیں پڑھائیں کہ نضارہ سی مسلمانوں کے قیدیوں کو نہ خریدیں۔ اگر کوئی مسلمان اُنکے ماتھے سے مارا جائیگا۔ تو یہ عہد نامہ منسوخ سمجھا جائے گا اور مسلمان ذمہ وار نہ ہونگے۔

کہتے ہیں کہ ان شرط پر امام ابن ابیطالب نے صاحب شریعت اسلام علیہ کی ایک حدیث کے مطابق یہ شرطیں اضافہ کیں۔

کوئی مسلمان کسی نضارہ سی کی عیادت کو نہ جائے۔ جلسہ میں برا بھلا

نہ بٹھلائے۔ اُنکے جنازے کی مشابہت نہ کریں۔ اگر وہ کسی مسلمان کو گالی دیں اور اُسکے بدلے میں مارے جائیں۔ اگر کسی مسلمان کو ماریں تو اُسکے عوض میں قتل کئے جائیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے یہ شرط اضافہ کی پالان پر عرصہ ایک شق سے سوار ہوں۔ یعنی دونوں پاؤں ایک طرف رکھ کے پالان پر بیٹھیں۔ اور اپنے تمام عاملوں کو لکھ بھیجا کہ نصاریٰ سوائے اہل قرآن کے اور کسی کو تولیہ نہ دیں۔

شافعی کے تابعین نے یہ شرطیں اضافہ کیں کہ نصاریٰ اس طرح کی ٹوپیاں پہنیں کہ مسلمانوں کی ٹوپوں سے تفرقہ رکھتی ہوں۔ اور اپنے اپنے گلوں میں تانبے یا رنگے کی انگوٹھی یا گھنٹی ڈالے رہیں تو حمام میں داخل ہوں۔ عمامے نہ باندھیں۔ طلیسان نہ اوڑھیں۔ عورتیں انکی چادر کے اوپر یا نیچے زنا رہاں نہ ہوں۔ اور جب حمام میں جانے لگے تو اُسکے گلے میں انگوٹھی بھی ضرور ہو۔ ایک پاؤں کا جوتا سیاہ اور دوسرے پاؤں کا سفید ہو۔ کسی مجلس میں آکے صدر میں نہ بیٹھیں۔ پہلے سلام نہ کریں۔ تنگ رانوں میں چلا کر یہ مسلمانوں کے مکانوں سے اپنے مکانات اونچے نہ بنائیں۔ البتہ برابر بنا سکتے ہیں کسی اونچے مکان کو خریدیں بھی نہیں۔ شراب۔ سور۔ ناقوس وغیرہ مکروہ چیزوں کو ظاہر نہ کریں۔ فورٹ اور انجیل کو بلند آواز سے نہ پڑھیں۔ حجاز کی سرحد میں نہ رہیں۔ (یعنی مکہ۔ مدینہ۔ یامہ) اگر جزیرہ دینے سے انکار کریں تو اقرار نامہ منسوخ سمجھا جائیگا۔ اور اگر کسی مسلمان عورت سے زنا کرینگے یا نکاح یا کسی کا فرحہ کو پناہ دینگے یا مسلمانوں کے عیوب کے کسی سے بیاہی کرینگے یا کسی مسلمان کو دھوکا دیکے عیسائی کرینگے۔ یا کسی مسلمان کو قتل کرینگے۔ یا کسی مسلمان کو لوٹ لیں گے تو یہی عہد نامہ اہل سمجھا جائیگا۔ اور مسلمانوں کی ذمہ داری نہ رہیگی۔

ہندی نے ایک کتاب نصاریٰ کے رو میں لکھی ہے اُسیں امان نامہ
عہد امیر بن عمر کا اس طور سے نقل کیا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ هذا ما اعطى عبد الله ابن عمر امير
المؤمنين اهل ايليا (اورشليم۔ بيت المقدس) من الامان، امان لا يقسم
وكتناشهم وصلبانهم سقيمها وبرها وساند ملتها ان لا تشكن كتناشهم ولا يقسم
ولا ينقض منها ولا من صلبانهم ولا يثني من اموالهم ولا يكرهون على
دينهم ولا يضاروا احد منهم ولا يسكن ايليا احد من اليهود وعلى اهل ايليا ان
يعطوا الجزية كما اعطوا اهل المدائن وعليهم ان يخرجوا منها الروم والاصو
فمن خرج منهم فهو امن على نفسه وماله حتى يبلغوا ما امنهم ومن اقام منهم
فهو امن وعليه مثل ما على اهل ايليا من الجزية ومن احب من ايليا ان يسير
بنفسه وماله مع الروم ويخلى بيعتهم وصلبانهم فانهم امنون على انفسهم وعلى
بيعتهم وعلى صلبهم حتى يبلغوا ما امنهم ومن كان فيما من اهل الارض فمن شاء
قعد وعليه مثل ما على اهل ايليا من الجزية ومن شاء رجع الى ارضه وان
لا يؤخذ منهم شئ حتى يحصدوا حصادهم وعلى ما في هذا الكتاب عهد
الله وذمته وذمة رسوله صلى الله عليه وسلم وذمة الخلفاء وذمة
المؤمنين اذا اعطوا الذي عليهم من الجزية شهد على ذلك من الصحابة
رضي الله عنهم محمد بن خالد بن الوليد وعمرو بن العاص وعبد الرحمن بن عوف
ومعاوية ابن ابى سفيان۔

الغرض عمر کے بعد عثمان بن عفان کی خلافت کا دورہ ہوا۔ اور فارز
کے ہلاک فتح کئے گئے۔ کسری اکبر کے تحت وناج و سیرق پر قبضہ لگیا۔
عبد الملک بن مروان کے زمانے میں افریقیہ کی لڑائی فتح ہوئی۔
قرطاجہ وغیرہ بحری بلاد مر ہو گئے۔ ہسپانیہ فتح ہو گیا۔ طارق ابن زید نے
جبل طارق کو فتح کر لیا۔

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ صاحب شریعت اسلامیہ کی وفات کے بعد بارہ برس کی مدت میں مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے اپنے قبضے میں کر لئے۔ چار ہزار گرجا علاوہ ہیا کل عبادت اور شہروں کے ویران اور منہدم کر دیئے۔

تاریخ القرون میں لکھتے ہیں کہ عرب نے جو فتوحات اسی برس کی مدت میں کیں۔ رومانیوں کو وہ فتوحات آٹھ قرن میں بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ یہ تو عرب کی بری قوت کا حال تھا اب بحری قوت کا حال سنئے۔

پیشتر کے زمانے میں عموماً عرب دریاؤں کا سفر کرتے تھے۔ اور اسی ذریعے سے ہند میں آتے اور تجارتی اسباب لاتے اور بیچ بایچ واپس چلے جاتے۔ مگر انکو بحر متوسط کا مال بالکل نہ معلوم تھا۔ انکی کشتیاں چھوٹی چھوٹی ہوتی تھیں اور چمڑے سے منڈھی جاتی تھیں۔ کیلوں کا استعمال بالکل نہیں ہوتا تھا۔ اسکے ذریعے سے پانچ برس کی مدت آنے اور جلنے میں صرف ہو جاتی تھی۔

کشتی انکی کنارے کنارے پر چلا کرتی وسط سے کہیں نہ جاتے تھے کیونکہ طوفانی ہوا انکے کشتیوں کو غرق کر دیتی تھیں۔ البتہ تاریخ مسیحی کے قرن اول میں وسط دیا سے بھی کشتی لیجاتے تھے۔ (شاید انکی کشتیاں طوفانی ہواؤں اور سمندر کی موجوں کا مقابلہ کر سکتی ہوگی۔)

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے جب مصر کے شہروں کو فتح کیا تو عمرو بن خطاب نے عمرو بن عاص کو خط لکھا کہ ذرا مجھ کو دریائی کیفیت لکھو۔ عمرو بن عاص نے جواب میں لکھا:-

ان البحر خلق عظیم یرکبه خلق ضعیف دود علی عود فاوعز
جیفذ یمیع المسلمین من رکوبه فلو یرکبه احد الامم افات علی عمر
(دریا ایک عظیم الشان خدا کا مخلوق ہے اور اسپر خدا کا کمزیر مخلوق

سوار ہوتا ہے۔ گویا وہ کیرے میں جو لکڑیوں پر سوار ہیں۔ لہذا اے خلیفہ مسلمانو! نوکریا کے سفر سے روک دو۔ اس وقت سے سخت ممانعت ہو گئی کہ کوئی مسلمان دریاکا سفر نہ کرے۔ اور جو کوئی سفر دریا کرتا اپنے کئے کی سزا بگھتا۔ جب عرفجہ بن ہرثہ اسدی کے ساتھ کیا گیا جبکہ اُس نے عمان کی جنگ دریاکے ذریعے سے کی۔

جب معاویہ بن ابوسفیان کا دورہ ہوا تو مسلمانوں کو عام اجازت بحری سفر اور جہاں کی دلچسپی۔ اس وقت لوگوں نے بحری ضرورتوں سے کچھ مالح ملازم رکھے اور ان سے سیکھتے رہے۔ تھوڑے دن بعد خود بھی ماہر ہو گئے اور نئی نئی قسم کی کشتیاں بنوائیں۔ یہاں تک کہ فقط معاویہ کے عہد میں ایک ہزار سات سو کشتیاں آلات حرب اور فوج سے بھری ہوئی موجود تھیں۔ اور جو شہر اور ثغور کہ دنیا سے قریب تھے یا کنارہ دریا پر واقع تھے۔ مثلاً شام افریقہ مغرب اندلس وغیرہ کہ وہاں جنگی کشتیاں رہنے لگیں۔

عبدالملک بن مروان نے یہ زیادتی کی کہ ٹیولنس میں بحری آلات حرب کی تیاری کے واسطے کارخانہ کھولنے کا حکم دیا۔ اُس مکان کو صاحب قیادۃ الاساطیل کہتے تھے۔ جبکہ اب قیودان ہاشمی کہتے ہیں اور انگریزی میں ملند اسی طرح سلسلہ دار بحری قوت عربوں کی یکے بعد دیگرے بڑھتی رہی یہاں تک کہ یہ قوت بھی انکی اعلیٰ درجے پر پہنچ گئی اور بہت سے قارہ کے معاملے کو فتح کر لیا۔ اور تجارتی دنیا انکی بہت اعلیٰ درجے سے آباد ہو گئی۔ ایک مدت دراز تک شمالی افریقہ میں دول عرب کی قوت رہی۔ انگریزی کشتیاں جو دیارے روم کہ طرط سے آتی تھیں لوٹ لیجاتی تھیں اور نصاریٰ قید کر لئے جاتے اور غلام بنا کے فروخت کئے جاتے تھے۔

اُس زمانے میں مقام ٹیولنس اور الجزائر تمام عیسائیوں سے بھر پڑا تھا۔ جس عزت سے کہ اپنے شہروں میں رہتے تھے اُسکے مقابلے میں

یہاں ذلت اٹھاتے تھے۔

یہی دستور ایک مدت تک رہا۔ آخر یہ عجب ہر کمالے راز دے
ہر بہارے رازاں۔ جب بنو ہمایوں اور عبید بن سلطنتوں کا زوال
شروع ہوا۔ اور عیسائیوں نے اپنے ہاتھ بحرِ شرقی کے جزیروں کی
جانب بڑائے۔ اور اپنے قبضے میں کر کے شام کے سوا مل کو بھی
جنگ صلیبی کی اشنا ہیں۔ لیا۔ اور انکی وہی اصلی قوت پھر لیٹ
آئی۔ اسوقت عرب کی بحری قوت بالکل ٹوٹ گئی۔ اور سلسلہ ہجری
مطابق ۳۳۰ قرن میلادی میں تو بالکل خاتمہ ہی ہو گیا۔

اس کے بعد جب فرانس نے الجزائر کے شہروں پر ۳۳۰ ہجری
مطابق ۱۷۰۷ء میں قبضہ کر لیا تو رہے یہے جو آثار تھے بھی وہ بھی
تشریف لے گئے۔ کیونکہ فرانس نے ۳۵۰ ہجری مطابق ۱۷۰۷ء
میں دولت عثمانیہ کے ساتھ شرط کر لی تھی کہ ہم ضرور ان تختیوں کا بدلہ
لینگے جو اہل مغرب نے ہمارے ساتھ کی ہیں۔ کیونکہ وہ کشتیاں لوٹ لیا
کرتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کی توہین دولت عثمانیہ کی نہیں
ہو گی۔

نواں باب

عرب کے دول قدیمہ و جدیدہ اور مونیبن کی امارت
و خصوصیات اور ترتیب عدالت و دیوانہ اور چند مالی امور
اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول

قدیم زمانے میں بھی عرب میں حکومتیں رہی ہیں اور بڑے بڑے
حکمران ہو چکے ہیں مگر ان کے آثار تک اب ایسے مٹ گئے کہ متنا
کو سوائے اسکے کہ وہ اتنا جان لیں کہ ان پیشتر بھی بنی اسرائیل
ورکنغاں میں داخل ہونے سے قبل یہاں بادشاہ تھے اور کچھ نہیں
وسکتا۔ ان چند کتابوں میں ان کے حالات مندرج ہیں مگر ان پر پورا
نہیں کیا جاسکتا۔

صناعاء میں۔ جسے قدیم زمانے میں ایال کہتے تھے۔ جب حبشیوں
رف میں آیا۔ اور ادھول نے وہاں عمارتیں اور قلعے وغیرہ بنوائے تو کہنے لگے
افا صنعتہ (میں نے اسے بتایا) اسی وجہ سے اسکو صناعاء کہنے لگے۔ جاہلیہ

زمانے میں یہ مقام اور قلعہ تعز جزیرہ سے جنوبی سمت میں واقع ہے۔ بادشاہ
 یمن یعنی تبا لجہ اور اڈوا کا دار السلطنت تھا۔ (تبا لجہ یعنی جنین سے ہر ایک
 بادشاہ کو تیج کہتے تھے۔ اور اڈوا وہ میں جنکے نام میں ڈوکالفظ بہت استعمال ہوا
 جیسا کہ پانچویں باب کی چوتھی فصل میں بیان ہو چکا ہے) یہ سلطنت عرب کی
 بڑی مملکت اور حکومت سمجھی جاتی تھی۔ اور تھوڑے دن قبل تک یہ حکومت
 مستقل بغیر کسی کی ماتحتی کے قائم تھی۔ کیونکہ اسلام میں اگرچہ اسکو فتح کر لیا۔ اور
 ایوبی کردیوں کے قبضے میں رہے۔ مگر آخر میں پھر ۳۲۰ھ ہجری کے قریب
 مستقل ہو گئی تھی۔ پھر ۳۲۰ھ ہجری مطابق ۹۳۳ھ میں سلطان مراورایہ
 نے سید حسنا بن محمد علی کو منعار کے تخت پر بٹھلایا۔ مگر سلطنت عثمانیہ کے ماتحت
 ہی رکھا۔ تمام احکام انکے بجائے خود جاری رہتے تھے۔ اسکے بعد بھی برابر
 بالاستقلال حکومت چلی آتی تھی۔ مگر بہت سے شہر شمالی اور مشرقی حصہ میں
 یمنی حکومت کے قبضے سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ خود سر بن گئے تھے۔
 تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ سلطنت عثمانیہ یمنی حکومت کے استقلال کو توڑ کر
 اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔

عرب کا دوسرا دار السلطنت حیرہ تھا یہاں لغھی بادشاہ راکم تھے
 انہی میں سے جذیہ ابرش بھی تھا۔ دراصل یہ شخص ابرص تھا۔ مگر ادب کی وجہ سے
 اسکو ابرش کہتے تھے۔ اور وضاح بھی کہتے تھے۔ (کیونکہ وضاح کے معنی بھی
 ابرص ہے) یہ بادشاہ ازدی الاصل تھا۔ اس نے پہلے پہل قضاہ پر قبضہ
 کیا۔ اور جو تاپینے کا رسم نکالا۔ اور رات کا سفر مقرر کیا۔ اور شمع بنوائی مگر پہلے
 پہل جس نے حیرہ کو اپنا پایے تخت قرار دیا وہ اسکا بہانجامرین عدی تھا۔
 جسکا ذکر چند مقام پر آچکا ہے۔

اور پہلے پہل یہاں کے بادشاہوں میں سے جس نے عیسائی مذہب
 اختیار کیا وہ امر الفیس بن عمرو مذکور الصدق تھا۔ اور انی بادشاہوں کا اصلی

قیام گاہ ۱۵ بنائیں تھا۔ (ویجو پہلے باب کی تیسری فصل)
 تیسرا دار السلطنت شام تھا۔ یہاں غسانی بادشاہ رہتے تھے جو دراصل
 قبیلہ روم کی طرف سے عامل تھے۔ انہی میں سے مارث بھی تھا۔ جس نے بولس
 رسول کی گرفتاری کا ارادہ کیا تھا۔ (۲ کو ۲۲۱ و ۲۳)
 انکے علاوہ بھی عرب کے چند بادشاہ تھے۔ مثلاً بادشاہان جرم۔ بادشاہ کنہ
 بادشاہان حجاز وغیرہ۔ مگر کمزور و کمزور تھے۔ مقصود نہیں ہے۔
 اسلام کے بعد کئی ایک سلطنتیں گزری ہیں۔

بلاد مشرق میں جبکہ راس و رئیس خلفائے اربعہ تھے۔ انکے بعد بنی امیہ
 ہوئے۔ پھر بنی عباس۔ انکی سلطنت ابتداً تو مغربی بلاد پر تھی لیکن جب
 یہ سلطنتیں انکے قبضے سے نکل گئیں تو دوسری سلطنتیں انکی قائم مقام
 بنیں یعنی بنی امیہ کے بعض اشخاص نے اندلس پر قبضہ کر لیا۔ اور علیحدہ ایک
 سلطنت بنالی۔ اور قیسیہ اور قیروان میں عبیدیوں نے حکومت جمائی۔
 ہسپانیہ میں موحدین نے۔ اور ایک علیحدہ سلطنت عبیدیوں کی مصر
 میں قائم ہوئی۔ بنی حفص کی ٹونس میں۔ زناٹہ کی مغرب میں۔

بیعت کا طریقہ جو بادشاہوں میں جاری ہوا تھا۔ بظاہر یہ طریقہ بجا بلیت
 کے زلمے میں بھی تھا۔ مگر اسلام نے اسکو پسند کیا۔ بیعت کا طریقہ یہ تھا۔ کہ
 حاکم ماتحت اپنے بالا دست بادشاہ سے اقرار کرتا تھا کہ میری جان اور میرا
 مال سب آپ کے حوالے ہے اور حکومت کے امور بھی آپ کے قبضہ میں ہیں
 اور میں کبھی آپ کی عدول حکمی نہ کروں گا۔

مگر صدر اسلام میں بیعت کا طریقہ یہ ہو گیا کہ پہلے معاہدہ سے کرتے تھے اس کے
 بعد افسر کے ماتہ میں اپنا ہاتھ دیتے تھے۔ گویا اس کے معنی یہ تھے کہ معاہدہ پختہ
 ہو گیا۔ جس طرح سے کہ بالغ اور شتری میں ہوتا ہے (بیعت کے معنی یحید یا یحیٰ
 گویا اپنی جان و مال کو بادشاہ کے ماتہ یحید والا۔)

اسلام میں پہلے پہل بیعت کا رسم صاحب شریعت اسلام نے ایسا ہی لایا تھا۔ اور ایک درخت کے نیچے جاری کیا۔ اُنکے بعد اسلام میں عام ہو گئی۔ موقع بے موقع جہت بیعت موجود۔ مگر خلفاء جب اپنے بعد کسی کو ولیعہد بناتے تھے تو اُس سے عہد لے لیتے تھے اور بہت سی قسمیں خلافت اور ولیعہد کی کے بارے میں دیتے تھے۔ اور ایک رشتا ویز بھی اُسے لکھ کے دی جاتی تھی۔

تحقیق الفاظ

جاہلیت کے زمانے میں رد فقیل کے خلیفہ کو کہتے تھے اور قیل اور خزمر۔ صدیق اور صدیق بادشاہ کو کہتے تھے مگر جو عامل (ملک اعظم) سے کم درجہ میں ہو۔ قبطن اولاد۔ حشم۔ قنق۔ قنقا بادشاہ کی عمدہ خدمت کیا۔ مقتوون بادشاہی ملازمین۔ واحد اسکا مقتوی۔ مقتی۔ مقتوین ہے۔ حاکم بادشاہ کا جلیس جمع احبار۔

جاہلیت میں رد ف کا مرتبہ وہی تھا جو اسلام میں وزیر کے لئے سمجھا جاتا تھا۔ روت کی دو قسمیں تھیں۔ ایک تو وہ جسکو بادشاہ اپنے گھوڑے پر بیچے بٹھالیتا تھا۔ دوسرے وہ جسکو اپنے ہاتھ بگدینا تھا۔ اور یہ بھی قاعدہ تھا کہ جب بادشاہ شراب پیتا تو بعد اسکے وزیر پیتا تھا۔ اور جب بادشاہ کسی لڑائی پر جاتا تو وزیر اسکی جگہ پر قائم مقامی کرتا اور تمام کام سلطنت کے انجام دیتا۔ اور جب فتحیابی کے بعد لشکر واپس آتا تو مال غنیمت میں سے چوتھائی حصہ (رد ف) وصول کر لیتا۔

وزارت کا مرتبہ اسلامی سلطنتوں میں بہت ہی بڑا مرتبہ تھا۔ اور تمام بادشاہی اعزازوں میں اسکا حصہ ہوتا تھا۔ وزیر کے فعلی معنی معاون مددگار کے ہیں۔ موازرة سے مشتق ہے جسکے معنی پشت پناہی کر نیکیے ہیں۔

بادشاہ سے شوق ہے جسکے معنی بوجھ کے ہیں۔ یعنی تمام سلطنت کا بوجھ اُسی کی پیٹھ پر ہے۔

بادشاہ ان سابق جب کسی وزیر بناتے تھے تو پہلے اُسکو خلعت دیتے تھے جس میں ایک جتہ اور ایک عمامہ ہوتا تھا۔

وزارت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ وزیر کے متعلق حمایت سلطنت کے تمام امور اور اُسکے اسباب مثلاً فوج کی دیکھ بھال آلات حرب کی دینی لڑائیوں کا انجام اور انتظام وغیرہ ہوں۔ اس قسم کی وزارت تو قدیم اسلامی سلطنتوں میں تھی۔ اور اسی کے پاس شاہی مہر بھی رہا کرتی تھی۔

دوسری وہ جسکے متعلق بیرونیات کے کاموں کا انجام دینا مثلاً دول خارجہ سے کسی امر میں گفتگو۔ تجارتی مالوں کی آمد و رفت کی دیکھ بھال وغیرہ ہوں۔ اُسکو کاتب کہتے تھے۔

تیسری جسکے متعلق مال کا جمع کرنا اُسکی تحصیل وصولی خزانہ کی محافظت اسکا صرف کرنا ملازمین کو سلطانی تنخواہ تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ ہوں۔ اُسکو صاحب المال والجبایہ کہتے تھے۔

چوتھی بادشاہ تک آنے سے لوگوں کو روکنا تاکہ ازدحام کر کے اُسکو تلخیف نہ پہنچائیں۔ جسکے متعلق ہو وہ واجب ہیں۔

پہلے پہل معاویہ بن ابوسفیان نے حاجب مقرر کیا اُسکے بعد پھر یہ رسم ہی ہو گیا۔ لیکن آخر میں جبکہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا تو یہ درباری بجائے

سنگین پہرے کے ہو گئی۔ نا کے بندیاں اور محمولات مخصوصہ اور کھانے پینے کا حساب کتاب انہی لوگوں کے متعلق اور عام کاموں کی انجام دہی ہوتی

اسلام میں صاحب شریعت اسلام علیہ السلام کا وزیر ابوبکرؓ کو جانتے تھے جیسا کہ دول قیصر و کسری و نجاشی میں دیکھا تھا۔ کیونکہ اسوقت تک یہ قیود اور شرائط وزیر کے واسطے نہ تھے۔ نو خلفاء نے رفتہ رفتہ بڑائے تھے۔

عرب کی ایک یہ بھی بات تھی کہ تلوار کے سامنے علم کی ضرورت نہیں
 ہاں مال اور تحریر کے لئے علم ضرور درکار ہے۔ مال میں تو حساب کتاب
 کے واسطے اسکی ضرورت ہے اور تحریر میں بلاغت و فصاحت سمجھنے کی جو
 بے علم کے ہونہیں سکتی۔ لہذا دو غرضیں پوری کر نیکے واسطے ایک آدمی
 پڑھا لکھا اپنے ہاں مقرر کر لیتے تھے۔ اور وہی انکا وزیر و مشیر ہوتا تھا۔

انکے ہاں دو قمر اسلات کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اُس زمانے میں خط و
 کتابت کو کون پوچھتا تھا۔ انکی بدویہ کب رخصت دیتی تھی کہ شہری مذاق اختیار
 کریں۔ البتہ اسکی ضرورت اسلامی سلطنتوں میں بہت ہوئی۔ اسوجہ سے
 بڑے بڑے منشی ان سلطنتوں میں رہتے تھے۔ اور اکثر کاتب منشی وہی
 شخص ہوتا تھا جو بادشاہ کا قرابت دار ہوا اور اسکے قبیلے کے معزز لوگوں میں شمار
 کیا جاتا ہو۔ جیسا کہ خلفاء کے زمانے میں تھا اور شام و عراق کے امراء صحابہ
 میں بھی یہی طریقہ تھا۔ کیونکہ ایسے لوگوں پر امانت داری اور راز داری پر
 بہ نسبت اوروں کے زیادہ بہرہ و سہا ہو سکتا ہے۔

امیر المسلمین مالک موسیٰ بن یوسف ابی حمزہ بن زیان العبد الوادی نے
 اپنے ولی عہد کو جو وصیتیں کی تھیں منجملہ انکے منشی کی بابت بھی وصیت
 تھی جسکی بعینہ عبارت یہ ہے۔

واعلم انک انک فلتحتز منہم لاسرک کاتبان وجوہ بلدک موفی الغرضک
 ومقصدک فیصح اللسان جری الجنان یلیغ البیان عارفا بالآداب سالکا
 طریق الصواب بارع الخط حسن الضبط عالما بالحل والربط کا تمام الاسرار
 متعلما بحلی الوقار ذاعقل وافر وفہم حاضر و ذہن ثاقب وفکر صائب
 حلوا المشائل موفی بالفضائل جمیل الحیثۃ واللباس والمواالات للناس
 لانہ الکاتب عنوان المملکۃ وبہ تتبہن الامور المشتبکہ ومن کذلک یستدل
 علی عقلک ویعترف بعزمتک وفصلک فہذا اقل ما یشرط لکاتب

وَيَكُونُ فِي حَقِّهِ وَحَقِّكَ مِنَ الْوَاجِبِ فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ الْكَاتِبُ لِهَذِهِ اللَّتَابَةِ
صَلَحَ أَنْ يَكُونَ أَهْلًا لِلْكَتَابَةِ وَأَنْ يَخْلُ بِهَذِهِ الشَّرْطِ كَانَ جَدِيدًا بِالتَّأَخُّرِ
وَالسَّقُوطِ لَا خِلَالَهُ بِكَتَابَتِهِ وَعَدَمِ أَصَابَتِهِ وَكَانَ ذَلِكَ وَصَامًا فِي حَقِّ مَعْنَى
وَدَلِيلًا عَلَى جَهْلِهِ فِي تَقْدِيرِهِ - (اپنے لئے منشی ایسے منتخب کرو جو تنہا راز
راز سے لکھنے والے ہوں مگر اپنے ہی شہر کے معزز لوگوں میں سے ہوں -
تنہا رازی غرض اور مقصود کو اچھی طرح ادا کر سکتے ہوں - فصیح زبان ہوں - قوی
دل - بلیغ - ادب دان ٹھیک رستے پر چلنے والے خوشنویس - صاحب حافظہ
بیچارہ باتوں کے کھولنے باندھنے والے - راز دار - صاحب عزت و وقار و تعقل
ذی فہم - ذہین - صحیح للرامی - نیک خصال - صاحب فضائل - خوش وضع - خوش لب
لوگوں سے انس و محبت پیدا کرنے والے ہوں - کیونکہ منشی سلطنت کا عنوان ہے
اسی کے ذریعے سے بیچارہ اور مشتبہ باتیں حل ہوتی ہیں منشی ہی کی عبارت
دیکھ کے بادشاہ کی عقل کا اندازہ کیا جاتا ہے - اور اسی کی فضیلت سے بادشاہ
کی بھی فضیلت اور معرفت و ریافت ہوتی ہے - پس کم از کم اتنی صفات منشی
میں ہونی لازم ہیں اور اسی کی رعایت لازمی بات ہے - جب کاتب اس
صفت کا ہوگا تو یقیناً اچھی تحریر لکھ سکیگا - مطلب کو عمدہ طور سے اچھے لفظوں
میں ادا کر سکیگا - اور اگر ان صفتوں سے عاری ہوگا تو لا محالہ اُسے لکھنے
ہونگی - اور تحریر مفہام میں بیٹھو کریں کھا کے گرے گا - اور ٹھیک راہ پر نہ
پہنچے گا - جسکے سبب بادشاہ کی نہایت ذلت اور سبکی کا باعث ہوگا - اور اُسکی
حراقت و جہالت کو ثابت کر دے گا -)

بعد میں جب عربی زبان بالکل فاسد ہو گئی اور وہ بلاغت و فصاحت
جاتی رہی - اور انشاء پر دوازی مستقل ایک فن بن گئی کہ جو کوئی جانتا ہو وہ تو لکھ
سکتا ہے اور جو کوئی ناواقف ہو وہ بالکل ہی ادا نہیں کر سکتا - اسی وجہ سے
مناخرین ہیں ویسے ہی لوگ منشی ہونے کے لئے منتخب کئے جاتے تھے جن کو

اس فن سے خاص لگاؤ ہوتا تھا۔ اور اسی عجیب کے ذبیحہ کے واسطے منشی عبد الحمید بن یحییٰ بن سعید نے (جو کہ ابو العلاء کا دوست تھا اور فن انشا پر داری و بلاغت میں ضرب الثقل بن گیا تھا۔ اور اسی نے اخیر زمانے میں انشا پر داری کے فن کو فوت دی اور بلاغت کے اسلوب کو درست کیا۔ اور مختلف رسالے نہایت حسن و خوبی سے لکھے۔ یہاں تک کہ کاتب اور منشی کچھ جانیکا متقی ہو گیا ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انشا پر داری کے ضرور کو جمع کیا ہے۔ اور اہل قلم کو تحریک کاؤ ہنگ سکھایا ہے۔ اگرچہ وہ رسالہ بہت لمبا ہے۔ مگر چونکہ عام نفع رسانی کا خیال ہے اسوجہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

اصل سالہ کا ترجمہ

بعد حمد خدا و لغت رسول معلم کے۔ اے انشا پر دازان دیوان سلاطین (خدا تمہاری حفاظت کرے اور اپنی حمایت میں رکھے تمکو توفیق دے۔ اور راہ راست پر لگائے۔) اس بات پر تو ہمیں مطلع ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے بعد انبیاء و مرسلین اور بادشاہان دنیا کے رتبوں کے تمام آدمیوں کی بہت سی قسمیں کی ہیں۔ اگرچہ فی الحقیقت انسان ہونیکی حیثیت سے سب برابر ہیں اور سب کے واسطے ایک ایک صنعت و حرفت مقرر کر دی ہے اور خاص خاص طریقے معاش پیدا کرنے کے بنا دیئے ہیں۔ دروازے رزق کے کھول رکھے ہیں۔ سچلہ اُنکے تمہاری صنعت پر ہی ہے۔ تمہیں خدا تعالیٰ نے اہل قلم اہل مروت بنایا ہے۔ تمہاری ہی وجہ سے سلطنت کے امور میں انتظام ہوتا ہے۔ تمہاری ہی اصلاح سے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قوت اور غلبہ دیا ہے۔ اور شہروں کو آباد کرتا ہے۔ کوئی ملک ایسا نہیں جس میں تمہاری ضرورت نہ ہو۔ اور کوئی شخص اپنا کام پورے طور سے انجام نہیں دے سکتا جب تک تم سے مدد نہ لے۔ تم لوگ بادشاہوں

کان اور آنکھ کے قائم مقام ہو۔ نہیں سے وہ دیکھ سکتے ہیں اور نہیں سے سن سکتے ہیں۔ نہیں آنکھی زبان ہو۔ وہ نہیں سے بات کر سکتے ہیں۔ نہیں اُنکے ماتھے ہو۔ جسے وہ اپنی لطیف و مہیت دکھلا سکتے ہیں۔ کیونکہ پروردگار نے آنکھ اور تمہاری صنعت کو خاص نقیبت دی ہے۔ اور جو کچھ ہم نے اوپر لکھا ہے وہ سب افضالِ خدائی ہے جو نہیں دیا گیا ہے جیسی ضرورت باوٹا ہوں کو ہے اور جو خوبیاں تمہاری صنعت میں ہیں وہ اور کسی صنعت کو حاصل نہیں۔

اے منشیانِ کاروانِ اولیٰ آنکھو چاہیے کہ مقامِ علم اختیار کرو۔ اور کسی حکم لگانے کے وقت خوب سمجھ لیا کرو۔ آگے بڑھنے کے مقام میں آگے بڑھو۔ پیچھے ہٹنے کے محل پر پیچھے ہٹو۔ پرہیزگاری۔ عدل۔ انصاف کو اپنا طریقہ بناؤ۔ اپنے اور مالک کے راز کو پوشیدہ رکھو۔ سختی کے وقت میں رفا و بخور و واقعات و حوادث کے موقع پر اچھی طرح دیکھ بہال رکھو۔ ہر کام اُسکے موقع پر کرو۔ ہر نئی بات اُسکے محل پر صرف کرو۔ فنونِ علم میں سے ہر فن میں غور و تدبر سے کام لو۔ اور نہایت مضبوطی کے ساتھ اسکو یاد رکھو۔ اور اگر استحکام نہ پیدا کر سکے تو فقط بقدر کفایت ہی حاصل کرے۔ اور اپنی عقل اپنی ادبائی اپنے تجربہ سے ہر نئے واقعے کو اُسکے دفع سے پہلے ہی جان جائے۔ اور انعام اُسکا پہلے ہی سے سوچ رکھے۔ تاکہ جب وہ واقعہ پیش ہوا اُسکے متعلق جو کچھ کرنا ہو کر سکے۔ اور ہر طور سے اُسکے پہلو و جانب کو درستی سے انجام دے سکے۔

اے اہلِ انشا! نہیں چاہیے کہ ہر قسم کے آداب کی تحصیل میں غیبت کرو۔ دین کے علوم میں دستگاہ پیدا کرو۔ پہلے پروردگار کی پاک کتاب کو پڑھو اور اُسکے ذرائع کو سمجھو۔ پھر عربیت کے متعلق جو علوم ہیں اُنکو حاصل کرو۔ کیونکہ اُن سے تمہاری زبان کی اصلاح ہوگی۔ پھر خوشنویسی میں کمال پیدا کرو۔ کیونکہ

یہ تمہاری تحریک از یورپ ہے۔ اثنار عرب کی روایت کرو۔ اُنکے معانی اور لغات کو یاد کرو۔ عجم و عرب کی لڑائیوں کے واقعات تاریخیں اُنکے متعلق قصے و ریافت کرو۔ کیونکہ اُنکے سبب تمہاری ہمنیں بڑھیں گی۔ مگر حساب یکینے میں اپنا وقت نہ صرف کرو۔ کیونکہ وہ دفتر خراج کا کام ہے اسلئے تلو عیش لا لچ اپنی طبیعتوں سے نکال ڈالو کسی بڑی چیز کا لالچ ہو یا چوٹی کا۔ ذلیل اور حقیر کاموں کی طرف توجہ نہ کرو۔ کیونکہ اس میں تمہاری ذلت ہے۔ اور تمام منشیو نیپر اس سے دہبتہ لگیگا۔ اپنی اس صناعت کو دناؤ اور زرقمعی سے نکالو۔ بدگوئی اور چٹانخوری کی عادت کو اپنی طبیعتوں سے دور کرو جن کاموں میں جہلا مشغلہ رکھیں اُس سے تم کنارہ کش رہو۔ تکبر کا کبھی نام بھی نہ لو۔ کیونکہ اس سے لوگوں کو تم سے عداوت ہو جائیگی۔ خدا کی خوشی کے واسطے عام بندگان خدا سے دوستی اور محبت کا برتاؤ کرتے رہو۔ اور ایک دوسرے کو ان باتوں کی وصیت کرتے رہو۔ جو اہل فضل اہل انصاف اہل بزرگی و جلالت کے واسطے لائق ہے۔ اگر تمہارے امثال میں سے کسی سے زمانہ برگشتہ ہو گیا تو اسپر مہربانی کرو۔ اُسکی غمخواری کرو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی اصلی حالت پر آجائے۔ اور اپنا ذاتی کام کرنے لگے۔

اگر تم میں سے کوئی بوڑھا ہو جائے اور کسی قسم کا پیشہ نہ کر سکے۔ اپنے دوستوں سے ملاقات نہ کر سکے تو خود تم اُسکی زیارت کو جاؤ۔ اُسکی تعظیم و تکریم کرو۔ اُن سے مشورہ لیا کرو۔ اُن کے تجویزوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور تم میں سے جو کوئی کسی سے مدد لے تو اُسکی ضرورتوں کے اوقات میں بہ نسبت اپنی اولاد اور بہائیں نہیں کے زیادہ احتیاط سے کام لو۔ اگر کام عمدہ انجام پا جائے تو اُس شخص کی تعریف کرے جس سے مدد ملی ہے اور اگر بگڑ جائے تو اُسکو اپنے سر رکھے تمہیں لازم ہے کہ خواری و ذلت و ملال سے بغیر احوال کے اوقات میں بچتے رہو۔ کیونکہ تمہارے فرقے کو بہت جلد عیب لگایا جاتا ہے۔ اور یہ تمہاری عزت و آبر

کھو دیتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص تم پر احسان کرے۔ روپے پیسے دے تو تم کو اُسکے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟

مذہب تمہیں لازم ہوگا کہ اُسکی وفاداری کا خیال رکھو۔ اُسکا شکریہ ادا کرو۔ اُسکے غیظ و غضب و سختی کا تحمل کرو۔ اُسکو خیر ہو پانچاٹھنے کا وہ بیان رکھو۔ اُسکی رازداری کرو۔ اُسکے کام کی اصلاح کرو۔ تیرے ہو۔ اور غلامہ ہوں جو اُسکے حق کا عزم ہو سکے سب ادا کرو۔ پھر جس وقت تمہیں ضرورت ہوگی اور مضطرب ہو گئے تو وہ ان باتوں کا خیال رکھو گا۔ اور ان باتوں پر اپنے آپ قیاس کر کے سختی و آسانی محرومی و غنم داری و احسان و خوشی تکلیف و مسرت کی حالت میں دیکھو۔ پس جس شخص میں یہ نادانیاں ہوں وہ کبسا پاک اور نیک بن سکتا ہوگا۔

اور اگر تم میں سے کسی کو بندگان خدا اور عیال خدا کے کام انجام دینے کے لئے اختیار دیا جائے تو ہر وقت خدا کا وہ بیان رکھو۔ اُسکی عبادت کو ہر کام پر مقدم رکھو۔ کمزور پر نرمی کرے۔ مظلوم کا انصاف کرے۔ کیونکہ جتنے بندگان خدا ہیں وہ سب عیال خدا ہیں۔ اور خدا کو بہت ہی پسند ہیں۔ وہ خود اپنے عیال کے ساتھ نرمی سے بڑتاؤ کرتا ہے۔ پھر چاہیے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص مال کم مقرر ہو تو انصاف سے حکم کرے۔ اشراف کی تعظیم و تکریم کرتا رہے۔ ملک میں دو متمذول کے زیادہ ہونے سے فکر کرے۔ شہروں کو آباد کرے۔ رعایا میں الفت و اتحاد پیدا کرے۔ کسی قسم کی ایذا نہ دے۔ اپنے حلیہ میں تواضع و انکسار سے بیٹھے۔ حزان کے دفتر اور حقوق کی تحصیل کے کہ غذات میں نرمی سے بڑتاؤ کرے۔ اگر کسی کو اپنا صاحب بنایا چاہے تو پہلے اُسکے عادات و اخلاق کا امتحان کرے۔ اگر اُسکے اخلاق پاک ہیں تو اُسکے مطابق بڑتاؤ کرے اور بُرے میں تو اُسکی اصلاح اچھے عنوان سے کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ اُسکو ناگوار گذرے۔

تم خود جانتے ہو کہ اونٹ گھوڑوں کی داشت کرنے والا۔ جسکے متعلق
 اُنکے تمام کام کی انجام دہی ہے۔ جب بچہ بھی طرح اُسکی داشت کے طریقے جانتا
 ہوگا۔ تو خود اپنے جانور کے اخلاق پر پہلے اطلاع حاصل کرے گا۔ پس اگر
 اُسے لات مارنے کی عادت ہوگی تو ہرگز اُسکو جھڑولائیگا۔ جبکہ اُسپر سوار
 ہوگا۔ اور اگر نہایت شوخی اور جوانی کی سستی پر چڑا ہوا ہوگا تو کہیں اُسکے منہ
 کے سامنے سے نہ جائیگا۔ اور اگر اُسکے ہانگنے سے ڈرتا ہوگا تو اُسکے لگام کا
 زیادہ خیال رکھیگا۔ اور مضبوط پکڑے رہیگا۔ اور اگر بد مزاج ہوگا تو اُسکی
 تنہی کو نرمی سے کم کرے گا۔ اور اگر وہ ہمیشہ راہ سے کچھ چلتا ہو تو اُسکی بالوں
 کا انتظام کئے رہیگا۔

اسی طور سے جو شخص کسی آدمی یا کسی شہر و قریہ پر حاکم ہو اُسکو بھی چاہیے
 کہ اسی سائیس سے سبق لے۔ اور موقع محل کے ساتھ اہل شہر و قریہ کے ساتھ
 نیک معاملہ کرتا رہے۔

منشی دیوان کا فن چونکہ نہایت شریف فن ہے۔ انسان کو اسی علم
 کی بدولت اور وہ فیضیت حاصل ہے۔ خود منشی کو جو شرف ہے وہ اور ذکو
 نہیں ہو سکتا۔ اس نظر سے چاہیے کہ جس سے بات کرے یا مناظرہ کرے
 یا کچھ بات دریافت کرنی چاہیے۔ یا اُسکے غصے اور سطوت سے ڈرتا ہو اُس
 سے بہت ہی نرمی کے ساتھ برتاؤ کرے اُسکی مدارات میں کسی قسم کی کمی
 نہ کرے۔ آہستہ آہستہ اُسکی کجی کو ٹھیک کرے۔ اور اُسکو بہ نسبت سائیس
 حیوانات زیادہ ملاطفت کا استحقاق ہے۔ حالانکہ اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ
 حیوانات بالکل بات نہیں کر سکتے۔ نیک و بد کو نہیں پہچان سکتے۔ کسی
 کی بات نہیں سمجھ سکتے۔ فقط اسی قدر سمجھ لیتے ہیں جسے اُنکا سائیس اشارہ
 سے نہیں بتاتا ہے۔ بایں ہمہ اُنکے ساتھ ایسے برتاؤ کرنے پڑتے ہیں جہاں تک
 آدمی جو تمام نیک و بد حسن و قبح کو سمجھ سکتا ہے۔ پھر کیونکہ نہ اُسکے ساتھ

پوری سیاست برتی جائے۔

اے کاتبانِ دیوان ! خدا تم پر رحم کرے۔ جہاں تک تم سے ہو سکے
بندگانِ خدا کے امور پر غور کرنے میں رفعت و ملاحظت سے کام لو۔ اور جہاں تک
ممکن ہو سوچ بچار۔ فکر و غور کو ہر کام میں دخل دیا کرو۔ تب البتہ اپنے ہمراہیوں
کے ظلم و استغفال سے امن میں رہ سکتے ہو۔ اور وہ تمہارا موافق بن سکتا ہے
تم انکے کشفیق ہو سکتے ہو۔

تم میں ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے درجے اور قدر و عزت کے مطابق
اپنی مجلس کے ہمیشہ اپنا لباس۔ سواری۔ اکل و شرب۔ خدم و ختم وغیرہ رکھے۔
صدر سے تجاوز نہ کرے۔ کیونکہ اب بھی باوجودیکہ تمکو خدا نے بہت بڑی
فضیلت اور عزت دی ہے مگر تاہم خدا متنگاری ہی کی حد میں ہو۔ اگر کسی قسم
کی تقصیر تم سے ہو جائے گی تو معاف نہ کئے جاؤ گے۔ اور ابھی تک تم ایک
دیانتدار ارادوار ہو۔ اگر کچھ منافع کرو گے تو ہرگز تمکو معاف نہ کیا جائیگا۔ پھر
کیوں نہ اپنے مصارف میں حد وسط اختیار کرو۔ تمکو لازم ہے کہ جو کچھ ابھی
ادھر لکھا گیا ہے اس پر عملدہا کرکھو اس میں تمہارے لئے بچاؤ کی صورت ہے۔
اور ہمیشہ اسراف و فضول خیرگی کے انجام سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ یقیناً اس کا
انجام مفلسی ہے۔ بالفور اسکی انتہا ذلت ہے۔ خصوصاً اہل انشا و صفا
آداب کے واسطے تو حد کا ذلیل کرنے والا ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایک چیز کے مشابہ بہت سی چیزیں ہوا کرتی ہیں
بعضی ان میں سے بعضی پر دلیل ہو جاتی ہیں۔ ان سے ایک کو دیکھ کر دوسری
کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ لہذا کسی کام کے شروع کرنے کے وقت اپنے سابق
تجربے سے کام لو۔ اور تدبیر کی راہ چلو۔ مگر جو راہ زیادہ واضح ہو اور جسکی دلیل
زیادہ روشن ہو اور جسکا انجام قابلِ مدح ہو۔
یہ بھی جان لو کہ تدبیروں کے لئے بھی ایک آفت ہے۔ وہ یہ ہے کہ

آدمی اپنے علم اور اپنی فکر سے کام نہ لے سکے تو چاہیے کہ اپنی مجلس میں کلام کم کرے۔ یعنی میانہ روی اختیار کرے۔ نہ بالکل زیادہ نہ بالکل کم۔ ایجاز و اختصار سے کام لے۔ خواہ خود شروع کرے یا کسی کی بات کا جواب دیتا ہو۔ مگر اپنی کلام تمام محضوں اور دلیلوں کو ملحوظ رکھ لے۔ اسی میں اُسکے لئے مصلحت ہو۔ اور زیادہ گوی سے جو فکر کو نقصان پہنچتا ہے اُسکے بچاؤ کی یہی صورت ہے۔ اور پروردگار کی جناب میں اُسکی توفیق اور امداد عطا فرماتے کے عوض میں نہایت انکسار اور عاجزی سے سر جھکاے اور اپنے حال کی درستی کے لئے دعا کرے۔ تاکہ ایسی غلطی میں واقع ہونے سے بچے جس سے اُسکو جسمانی یا روحانی نقصان پہنچتا ہو۔ کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا خیال کرے گا کہ اس خوبی سے جو کام انجام پارا ہے یہ محض میری تدبیروں اور ادب دانیوں اور قوت و مافیہ کا نتیجہ ہے۔ تو ضرور پروردگار عالم اپنی توفیق سلب کر لیگا۔ اور اس غرور کے عوض میں اُسکو اُسکی جہاں پر چھوڑ دیگا۔ پھر وہ ایسا ہو جائیگا کہ کوئی تدبیر اُسکی پیش نہ جائے گی۔ اور ہرگز تم میں سے کسی کو مناسب نہیں ہے کہ اپنی عقل و دانائی کا غرور کرنے۔ اور یہ سمجھے کہ جتنی تدبیروں اور کوششوں کے بار میں وہ سب میں اکیلا اٹھائے سکتا ہوں۔ عاقل وہی شخص ہے جو اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے بلکہ اپنے ساتھیوں کو اپنے سے زیادہ عقل والا جانتا ہو بہر حال ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کا اعزاز کرے۔ اپنے عقل پر مغرور نہ ہو جائے۔ اپنے ہم پیشہ پر مغرور نہ ہو جائے نہ کہ کسی دوست آشنا یا قبیلہ والوں پر۔ اور اُسکی حمد و ثناء سے کہیں غافل نہ ہو۔ کیونکہ اُسکی عظمت، شان و جلال قدس کا اعزاز لازم ہے ہمیشہ اُسکے آگے انکسار و تذلل، خضوع و خشوع کرتا ہے۔

اب میں اپنے کلام کو اس مثل پر ختم کرتا ہوں کہ من تلزمہ النصیحة
یلزمہ العمل (جس شخص کو خلوص نصیحت لازم ہے اُسکو عمل بھی لازم ہے)

یہی ہمارے اس رسالہ کا جوہر ہے۔

غرض پروردگار عالم ہم اور تم کو اسے اہل قلم و علم اپنی سعادت و ہدایت سے سرفراز کرے۔ کیونکہ یہ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (انتہی)

خلاصہ کلام یہ کہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جس میں اہل قلم کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ جعفر بن یحییٰ برکی کو دیکھئے جو کہ مارون رشید کا وزیر تھا۔ اس قدر اس کی قدر و عزت تھی کہ تمام کاغذات پر مارون رشید کے سامنے توفیق لکھتا تھا۔ اور کاغذ کو صاحب کاغذ کے سامنے اٹھانے کے چھینک دیتا تھا۔ اس کی توفیق کے بلنے پر بلغا، فصحا، ٹوٹے پڑتے تھے۔ تاکہ جعفر کے اسلوب کلام اور حسن تحریر و فصاحت و بلاغت کو دیکھیں۔ کہتے ہیں کہ اس کی توفیقات ایک ایک اشرفی کو فروخت ہوتی تھیں۔

اُس زمانے میں کاتب دیوان ہی فرمان جاری کرتا تھا۔ آخر میں اُس کو اپنا نام اور نیچے بادشاہ وقت کی مہر ہوتی تھی۔ یہ مہر کسی چیز پر کھدی ہوتی تھی یا اُس میں بادشاہ کا نام کندہ ہوتا تھا یا اور کوئی علامت جس سے معلوم ہو کہ شاہی مہر ہے اُس کو پانی میں گھلی ہوئی سرخ مٹی میں تکر کے فرمان کے کنارے پر اُس کے بند کرنے اور چپکانے کے وقت چھاپ دیتے تھے۔

اس کے بعد فقط بادشاہ کے دستخط سے فرمان جاری ہوتا تھا۔ کاتب فقط اپنی ایک نشانی ابدا یا آخر میں بنا دیتا تھا۔ پھر اسی طرح سے رفتہ رفتہ کاتب کا مرتبہ گھٹنے لگا۔ کیونکہ ان کی جگہ پر اُردو اور لوگوں کی زیادہ عزت ہوئے لگی۔

آخری زمانے میں بجائے مہر کے فقط نشان بنا دیا جاتا تھا۔ کیونکہ اُس کا تکر و غور و راسخ کو جائز نہیں سمجھتا تھا۔ کہ دستخط میں اپنا نام لکھیں۔ عرب کے بادشاہوں اور وزیروں اور عام امراء کی بھی یہ ایک لازمی عادت

تھی کہ چند مبہاجین فقہ خوافی۔ داستان گوئی اور تخریج غرض سے ملازم رکھے تھے۔
 مگر وہ لوگ معمولی گہاس کہو دینے والے نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ اہل ادب و خوش
 مذاق۔ شاعر شیرین بیان۔ اہل زبان ہوا کرتے تھے۔ وہ برابر اپنے مالکوں کے
 پاس حاضر رہتے اور ہر موقع پر مناسب کلام کرتے جس سے انکے دل پر کسی بے
 صدمہ بھی اگر آیا ہوتا تو انکی شیرین کلامی سے زائل ہو جاتا تھا۔ اور جب بادشاہ
 یا وزیر کو یہ منظر دیکھتا کہ اب علبہ برخواست کر دیا جائے تو انکے واسطے ایک
 خاص اشارہ عین تھا۔ جسے اہل مجلس سمجھ کے فوراً اٹھ جاتے تھے۔ مثلاً بادشاہ
 نے مندریل مانگی یا مندر پر لیٹ گیا تو اہل علبہ سمجھ لیتے تھے کہ اب ہمکو چلے جانا چاہیے
 امیر یا بادشاہ جب کسی سے کہتا کہ عذمت علیک ان تقول کذا وکذا
 یا عذمت علیک ان تغدثنا بما تعلم من الشئ الفلانی تو اس شخص کو لازم
 ہو جاتا تھا کہ جس واقعہ کی بابت بادشاہ نے قسم دی ہے اسکو سچ بیان
 کر دے۔ کیونکہ بادشاہ کی قسم کو وہ لوگ بہت ہی عظیم الشان سمجھتے تھے حرر
 عذمت علیک کے معنی یہ ہیں کہ میں تمکو قسم دیتا ہوں کہ فلاں امر کو مفصل بیان
 یا جیسا جانتے ہو ویسا ہی بیان کر دو۔

دوسری فصل

امیر المؤمنین کا ذکر۔ اور ان کی چند خصوصیات

ہم نے پانچویں باب کی چوتھی فصل میں لکھ دیا ہے کہ جاہلیت کے زمانے
 میں عرب جاہلی صاحب شریعت اسلامیہ کو امیر کہتے۔ امیر مجاز کہتے تھے۔ جب انکا
 انتقال ہوا اور ابو بکر انکے بعد متولی خلافت ہوئے تو اپنا نام خلیفہ کے نام سے

مشہور ہو گیا۔ پھر جب عمر تختِ تین ہوئے تو اپنے نام کے ساتھ امیر المؤمنین کا لقب بڑھایا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ ابوبکرؓ کو تو عام طور سے لوگ خلیفہ کہتے تھے جب اُنکے بعد عمر خلافت پر بیٹھے تو قاعدہ ہو جب چاہتے تھے کہ اُنکو خلیفۃ الخلیفہ کہا جاتا اور جو اُنکے بعد ہوں وہ خلیفہ خلیفۃ الخلیفہ کہے جائیں۔ یہ بات عمرؓ کو ناگوار معلوم ہوئی۔ بغیر وہاں حاضر تھا کہنے لگا کہ ہم لوگ مؤمنین ہیں اور آپ اُنکے امیر ہیں لہذا آپ کو امیر المؤمنین کہنا چاہیے۔ پس اُنھوں نے یہی لقب اپنے واسطے پسند کر لیا۔ اُنکے بعد کے خلفاء کو بھی امیر المؤمنین ہی کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ مگر بعد تادمی زمانہ کے امیر المؤمنین کے معنی لاکھ لاکھ یا شاہنشاہ کے ہو گئے تھے۔ کیونکہ خلفائے عباسیہ کے زمانے میں صوبہ دار وغیرہ یا اطراف کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران ہی سلطان یا ملک کہے جاتے تھے۔ لہذا امیر المؤمنین کے معنی سلطان السلاطین کے سمجھے گئے۔

جن خلفاء کے فرائض میں سے حفاظتِ دین اور سیاست تھی اُنہی کے فرائض میں سے قضاء (فیصلہ کرنا) بھی تھا۔ کیونکہ منجملہ دینی اخلاق کے جیشِ نمازی۔ فتوے دینا۔ جہاد کرنا۔ کسی کو امیر کا خطاب دینا۔ کسی کو وزیر بنانا۔ مخالفینِ اسلام سے لڑنا۔ خراج وصول کرنا۔ بڑی بڑی مسجدوں کے معاملات پر نظر کرنا۔ سک بنوانا۔ اور اسی کو معاملات کا چلانا ہی تھا۔ اپنے نام سے سک بنوانے کی یہ ضرورت تھی کہ عام لوگ لین دین میں غش اور آمیزش کرتے تھے۔ اور جب بادشاہی سک ہوگا تو پھر کسی کو آمیزش ممکن نہ ہوگی۔ نہ کسی کو نقصان پہونچے گا۔

منجملہ اُن کے فرائض کے یہ بھی تھا کہ جو شخص کسی فعل بد کا مرتکب ہو اسکو سزا دیں۔ رہزنیوں کو لوٹنے مارنے سے روکیں۔ حمالوں اور کشتیباؤں کو حد سے زیادہ بار لا دینے سے منع کریں۔ جو مکانات قریب انہدام ہوں اُنکو

گے وادیں۔ جس چیز سے خزر ہونچے کا خوف ہوا سکون پہنچ دیں۔ جو معلّٰی کے
مدرسوں میں چھوٹے چھوٹے بچوں پر زیادہ ظلم کرتے ہیں اُنکے اُمتوں پر
مارنا۔ مقدمات اور دعاوی غش اور تلبیس وغیرہ جو ترازو باٹ پیمانہ وغیرہ
کے متعلق ہوتے تھے اُنہیں حکم لگانا وغیرہ وغیرہ بھی تھا۔

لیکن اخیر میں خلفائے اِن تمام کاموں کی انجام دہی کے واسطے وزیر
مقرر کئے۔ اور سب جہگڑے انہی کے ذمے رکھے۔ پہلے پہل مقدمات کے
فیصل کر نیکے واسطے خلیفہ عمر بن خطاب نے قاضی مقرر کیا (اور نہ پہلے خلیفہ
ابوبکرؓ فقنا کا کام خود ہی انجام دیتے تھے)۔

خلیفہ عمرؓ نے جسکو محکمہ فقنا میں متعین کیا تھا اُسکے نام ایک خط
لکھا تھا جس میں یہ فقرات بھی تھے۔ البینہ علی من ادعی والیمین علی
من انکر۔ والصلی جان بن المسلمین الاصلھا احل حراما او حرم حلالا
وان یدرج لنفسه فیما یقتضی و یدرج لی الحق وان المسلمین حد ول۔
بعضہم علی بعض الامن کان مجلودا فی حد او مجرؤا علیہ شہاقہ زور۔
او ظینا فی نسب اولاد۔

اُس زمانے میں منصب فقنا فقط مدعی مدعی علیہ کے جہگڑوں کو
فیصل کروینے تک محدود تھا اُسکے بعد نہ یہ تھا بہت ہی امور قاضیوں کے
سپرد کئے گئے۔ مثلاً مجوز علیہم دیوانے ایتام مفلسین بے عقل لوگوں
کے مال کی نگرانی مسلمانوں کی وصیت اور اوقاف کی دیکھ بھال یواؤں
بن بیامیوں کی تزویج جبکہ اُنکے اولیا موجود نہ ہوں۔ سڑکوں مکانات
کی صفائی و مرمت گواہوں کے حالات کی تحقیقات امین و نواب وغیرہ کو
پرکھتے رہنا۔ یہ بھی اُنکے متعلق کیا جاتا تھا۔

کہیں کہیں یہاں ہی ہوتا تھا کہ قاضی صاحب کے متعلق فوج کی کمان بھی کی جاتی
تھی۔ (کہاں قاضی صاحب کہاں فوج کی کمان) (بقا) تہا تاج ہوا کا پادشاہ ہے

قاضی صاحب کو یہ بھی حق حاصل ہوتا تھا کہ تنبیہی سزا میں سزا کے واقع ہونے سے پہلے کسی شخص کو دے سکیں۔ اور حدود جاری کر سکیں بقضاص اور دیگر معاملات پر اپنا حکم نافذ کر سکیں۔ تعزیرات کا انکو پورا اختیار ہوتا تھا۔ غرض جو جو باتیں خلفاء کی خصوصیات میں سے تھیں وہ سب قاضی کے حوالے تھیں۔

صدر اسلام میں احکام کا اجرا وہی شخص کر سکتا تھا جو قرآن و حدیث کو اچھی طرح جانتا ہو۔ لہذا جو مقدمہ کہ خلیفہ ابو بکرؓ کے پاس پیش ہوتا تھا اُس میں اپنے علم کے بموجب فیصلہ کرتے اور اگر نہ معلوم ہوتا تو اور کسی صحابی سے دریافت کرتے جو صاحب شریعت اسلامیہ کے زمانے میں فتوے دینے کے قابل تھے۔ اور اگر انکو بھی نہ معلوم ہوتا تو آپؐ ٹھیکے اجتہاد کرتے صاحب شریعت اسلامیہ کے زمانے میں قابل فتوے افتخار تھے۔

ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ عبدالرحمان بن عوف۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ عمار بن یاسر۔ حذیفہ بن الیمان۔ زید بن ثابت ابوالدرداء۔ ابو موسیٰ اشعری۔ سلمان فارسی۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

جب ابوبکرؓ کا انتقال ہو چکا اور عمر بن خطابؓ وارث خلافت ہوئے تو صحابہ رسولؐ علم اول ان شہروں میں بھیجے جاتے تھے جو ابوبکرؓ کے وقت میں فتح ہو چکے تھے۔ مگر مقدسات مدینہ ہی میں پیش ہوتے تھے۔ پھر اگر کوئی محالی فیصلہ کر سکتا تھا تو بہتر ذرا انہی شہروں کے حکام کے پاس بھیج دیے جاتے تھے اور وہ اپنی رائے سے فیصلہ کرتا تھا۔ حالانکہ اکثر ان مقدمات کے احکام بعض بعض صحابہ کے پاس ہوتے تھے۔ جو دوسرے کو نہ معلوم ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ اسلامیوں نے حدیث کے جمع کرنے و بصورت کتاب لکھ رکھنے کی ضرورت سمجھی۔ چنانچہ پہلے پہل جس نے حدیثیں جمع کیں محمد بن جہاب زہری تھا۔ اور پہلے پہل جن لوگوں نے علم حدیث میں کتاب تصنیف کی اور ابواب و فصلیں

علحدہ علحدہ کر دیں۔ سعید بن عروبہ۔ اور سیح بن سیح بصری اور معمر بن راشد یمنی اور ابن جریج کئی ہے۔ اس کے بعد سفیان ثوری کوئی۔ حماد بن سلمہ بصری ولید بن معلم شامی جریر بن عبد الحمید رقی۔ عبد اللہ بن مبارک مروی وخراسانی۔ اور ہشیم بن بشر واسطی۔ ہوئے۔ مگر نسب کی تصنیف سے بہتر تصنیف ابوبکر بن ابی شیبہ کوئی کی ہے۔ اس نے نہایت خوبی سے تصنیف و تالیف کے کام کو انجام دیا ہے۔ اسی وقت سے احادیث دور دور کے شہروں میں نقل ہو ہو کے جانے لگیں۔ اور جس کے پاس پہونچ گئیں اس پر ایک محبت قائم ہو گئی جس میں عدم سموعیت کا عذر نہیں قبول ہوتا تھا۔

پہلے پہل جس نے علم فقہ وغیرہ علوم بطور درس کے پڑھے ابوجعفر منعم عباسی کا پہلا خلیفہ تھا۔ اسی نے امام مالک بن ابی عامر بن حنظلہ صبحی کو ہدایت کی تھی کہ فقہ میں ایک کتاب لکھو۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر ایسا نہ کیا تو جان لو کہ پھر فقہ کا علم دنیا سے اٹھ جائیگا۔ کیونکہ آج اگر کوئی شخص عالم کے پردے میں عالم ہے تو یا میں ہوں یا تم ہو لیکن چونکہ فلائت کے کاموں سے امتیٰی فرصت نہیں مل سکتی۔ لہذا انہیں ایک ایسی کتاب لکھو جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ مگراس میں ابن عباس کی عام اجازتیں اور ابو عمر کی سختیاں نہ پائیں۔ یعنی احکام نہ تو بالکل سہل ہوں نہ بالکل سخت۔ ووطنہ للناس توطنہ۔ ایسی کتاب بناؤ جس پر سب آسانی عمل کر سکیں۔ ابن مالک نے فوراً قبول کیا اور اسی لفظ وطنہ سے مشتق کر کے اپنی کتاب کا نام موطناً رکھا جو آج موطن ابن مالک کے نام سے مشہور ہے مگر شہرت کے بعد فلائت مارون رشید میں مسئلہ مطابقت سنہ ۱۷۱ میں انتقال کیا۔

امام مالک کے بعد مارون رشید کے زمانے میں امام ابو حنیفہ کا ظہور ہوا انھوں نے ایک علحدہ ہی اپنا مذہب قائم کیا۔ جو اب تک مشہور ہے۔ اور اسی

مذہب کے ماننے والے زیادہ ہیں۔

امام شافعی (جس کا ذکر آئندہ ہوگا) نے کہا ہے کہ تمام دنیا کے لوگ پانچ آدمیوں کے عیال میں داخل ہیں۔ جو شخص فقہ میں کمال پیدا کرے گا وہ ضرور ابو حنیفہ کے عیال میں ہوگا۔ جو شخص شافعی میں تبحر پیدا کرے گا وہ زبیر بن ابی سلمہ کے عیال میں ہوگا۔ جو شخص حنفی میں تبحر پیدا کرے گا وہ علی محمد بن اسحاق کے عیال میں ہے۔ جو شخص بخاری میں کمال پیدا کرے گا وہ کسائی کے عیال میں داخل ہے۔ جو شخص علم تفسیر میں کمال پیدا کرے وہ مقاتل بن سلیمان کے عیال میں سے ہے۔

ابو حنیفہ اسی خلیفہ کے عہد حکومت میں منصب قضا کے نہ قبول کرنے پر قید کیا گیا۔ اور نہ روزوں کوڑے لگائے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قید ہی میں مر گیا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ زہر دیکھے شدہ میں مارا گیا۔ ان کے بعد امام محمد بن اور یس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی معروف بہ امام شافعی کا مذہب مامون کی خلافت کے زمانے میں سنہ ۲۰۱ مطابق ۸۱۶ء میں مشہور ہوا۔

ان کے بعد امام احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی نے اپنا مذہب الگ قائم کیا۔ اور متوکل عباسی کے عہد میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ ان کے انتقال کا سن ۲۴۱ مطابق ۸۵۵ء ہے۔

یہی چار مذاہب عام اسلامی شہروں میں رائج ہیں۔ ان کے واسطے مدرسے اور خانقاہیں وغیرہ بنائی گئی ہیں۔ طلبہ انہیں پڑھتے ہیں۔ جو مختصر سالانہ مذاہب میں سے کسی پر اگر مطلع نہ ہو تو اس کو محکمہ قضا میں جگہ نہیں دی جاتی نہ اس کی گواہی مستعمل سمجھی جاتی ہے۔ نہ خطبہ خوانی اور پیش نمازی کے واسطے منتخب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان چار مذاہب والوں نے بڑی کوشش صرف کر کے احکام میں کئے ہیں۔ اور اپنے احکام کے تین حصے بنائے ہیں۔

ایک عبادات ہیں۔ دوسرا معاملات میں تفسیر اخلاف میں۔ یعنی فقہیم ترکہ وغیرہ میں۔

مارون رشید عباسی کے زمانے میں جب ابو یوسف یعقوب بن ابیہم بن حبیب القناری (جو کہ ابو حنیفہ کا رفیق اور در دست عالم تھا) کو منصب قضا ملا تو اسی کے ساتھ خطاب بھی قاضی القضاۃ کا دیا گیا۔ پہلے پہل انہی کو یہ خطاب حاصل ہوا ہے۔ اسی نے علمائے عرب کی لباسی ہیئت کو تبدیل کر دیا۔ جو اس وقت تک باقی ہے۔ اور پہلے عالم دنیا ہل سب کے لباس ایک طرح کے ہوا کرتے تھے۔ اس کا انتقال ۲۷۰ھ مطابق ۸۹۰ء میں ہوا۔

تیسری فصل

تدوین دواوین اور ترتیبات مالہ

ابن خلدون مغربی نے فتوحات اسلامیہ کی غنیمتوں کی بابت لکھا ہے کہ جب قدر لوٹ کا مال ان فتوحات سے حاصل ہوتا تھا کہ بہی ایک ایک فوجی آدمی کو تین تیس ہزار اشرفیاں ملتی تھیں۔ اور فوج کا یہ قاعدہ تھا کہ جب قدر مال غنیمت ملتا تھا اس کا پانچواں حصہ مجسمہ رسدی خلفا کے پاس بھیج دیتے تھے۔ تاکہ وہ اپنی اور اور ضرورتوں میں صرف کریں۔ جب مال کا خمس خلفا کے پاس آ جاتا تھا تو اس کے حصے کر کے اہلبیت رسول صلعم۔ صحابہ۔ مہاجرین اور انصار کو دیئے جاتے تھے۔ اور علی نہا القیاس جو کوئی صلاح و مشورے وغیرہ میں جہاد کے شریک ہوتا اس کو بھی حصہ ملتا۔ اور خود بہت کم اپنے پاس

رکھتے۔ چنانچہ عمر کی بابت لوگوں نے لکھا ہے کہ اُنکے کپڑے میں چمک کے پوند لگے ہوتے تھے۔ مگر جب بحرین کی فتح کے بعد ابوہریرہ پانچ لاکھ درہم خمس کی تدبیر لیکے عمرو کے پاس آیا تو خیال کیا کہ اگر اس قدر درہم خزانہ میں جمع ہوں تو بہت مناسب ہو۔ چنانچہ ممبر پر جا کے کہا اے اللہ! اسے جو مال

کثیر امان مشتمل کرنا لکھا کیلئے اوان ششہ عدد دنا لکھ عددا

غرض جب اس مال کی تقسیم میں تکلیف بہت ہوئی تو ہرمزان فارسی کو بلوایا اور دریافت کیا کہ تمہارے اُس روزنامہ اور حساب کتاب کا کاغذ کیونکر لکھا جاتا ہے۔ ہرمزان نے بیان کیا کہ ہمارے اُس ایک قسم کا بھی لکھا جاتا ہے جسکو ماروز کہتے ہیں۔ اُس میں تمام حساب لکھے جاتے ہیں۔ اسی کے مطابق عربی میں اُس کا نام مورخ رکھا گیا۔ اور برابر استعمال ہونے لگا اسکے بعد یہ تلاش ہوئی کہ ابتداء کس زمانے سے کیجائے۔ غرض بحث کے بعد طے ہوا کہ سنہ ہجری سے ابتداء ہونی چاہیے۔ چنانچہ اُسی کے مطابق عمل درآمد کرنے لگا۔ اور ہر چیز سنہ ہجری کے مطابق لکھی جانے لگی۔

اسکے بعد خلیفہ مثنیٰ نے اسی ہرمزان مذکور الصدر کی صلاح سے بیت المال کھولا۔ اُسی وقت سے دیوان (دفتر) کی ابتداء ہوئی۔ چند روز بعد فوج کے انتظام کا دیوان (دفتر) کھلا۔ جیسا کہ ایران کے ممالک میں تھا۔ اور کچھ قریشی فوج کی تعداد لکھنے اور انکی پُھرتی کرنے کے وقت اُنکے نام لکھنے کیواسطے مقرر ہوئے۔

دیوان کا لفظ دراصل فارسی ہے اور دیوانہ (مجنون) کے لفظ سے

لیا گیا ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ کسی ایرانی بادشاہ نے اپنے حساب کے دفتر میں کچھ لوگوں کو حساب کرتے دیکھا تو انکی یہ قطعہ تھی کہ اپنی انگلیوں پر بانوں سے کچھ جوڑتے کچھ لکھتے۔ کہہی اپنے آپ سے مخاطب ہو کے کہہ دیتے (مثلاً ماں۔ یہ۔ ٹھیک۔ اب پورا ہوا۔ اے اے)

اتنی مشکل کے بعد تو طے ہوا، بادشاہ نے کہا یہ سب دیوائے ہیں اُس وقت سے حساب کے دفتر کا نام دیوان پڑ گیا۔ فقط حرف (ہ) اسمیں سے نکال دیا گیا ہے چچ اسکی دوا دین ہے۔ مگر ایک اور شخص نے یوں بیان کیا ہے کہ اصل میں یہ لفظ فارسی میں دیو (بھوت) کی جمع ہے۔ تو گویا مطلب یہ ہوا کہ منشی اور حساب کتاب والے لوگ دیو بھوت ہیں۔ کیونکہ جس طرح دیو بھوت بہت جلد جس چیز میں چاہتے ہیں سما جاتے ہیں اُسی طرح یہ لوگ ہر بات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں اور متفرق کما کچا کر لاتے ہیں۔

اور پہلے پہل جس نے دیوان مہر اور خط و کتابت کا دفتر الگ مقرر کیا معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ اُس وقت تک خطوط کی اتنی نگہداشت نہیں ہوتی تھی۔ اسکا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ معاویہ نے عمر بن زبیر کو زیاد سے ایک (مائد الف) ایک لاکھ درہم یا دینار دلو اسے تھے اور خط اسکو لکھ کے دیا تھا عمر نے یہ چالاکی دکھلائی کہ جہٹ خط کو کھول ما، تو کو ما، دین یعنی ایک لاکھ کے دو لاکھ بنا دیے اور کو ف میں جا کے زیاد سے دو لاکھ اُسی خط پر وصول کر لئے زید نے جب سال تمام کا حساب پیش کیا۔ تب معاویہ نے سمجھا کہ یہ عمر کی چالاکی ہے اُس وقت سے خطوط کا بند کرنا اور مہر لگانا مقرر ہوا۔

معاویہ کے ہی زمانہ سلطنت میں چہبی رساں بلاد اسلامیہ کے واسطے مقرر ہوئے اُسکی ابتداء ۳۸ھ ہجری مطابق ۶۵۷ء سے ہے۔ مگر مغربی نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ چہبی رساں کا عہدہ اور پوسٹ آفس محمد ہدی عباسی کے زمانے میں ایجاد ہوا۔ اُس نے مکہ و مدینہ اور یمن کے درمیان ڈاک مقرر کر دی تھی۔

جمع خیم کا دفتر دمشق میں بنایا گیا تھا پہلے رومی زبان میں تھا اور اُسی صورت سے فلغائے امویین کے زمانے میں رہا۔ جب عبدالملک بن مروان بادشاہ بنا تو رومی سے عربی میں نقل کر لیا۔ ناقل اسکا البو ثابت سیامان

بن سعد کا نائب رسالہ تھا۔ جب رومی کا بتوں کی ہزرت نہ رہی تو وہ ایک طرف سے برطرف کر دیئے گئے۔ معاویہ کے زمانے میں جبکہ متعلق جمع خرچ لکھنے کا کام تھا اسکا نام سر جوں بن منصور لفظی تھا۔ اُسکے بعد منصور بن سر جوں مقرر ہوا تھا۔ عراق کا دیوان پہلے فارسی میں تھا۔ چونکہ اُس زمانے میں حجاج بن یوسف ثقفی معاویہ کی طرف سے عراق کا حاکم تھا لہذا اس نے فارسی سے عربی میں اُس دفتر کو نقل کرایا۔ کیونکہ خود نہیں سمجھ سکتے تھے۔

جب مامون عباسی کو منصب خلافت ملا تو چند دیوان اس عہد میں بھی لکھے۔ مثلاً دیوان انشاء دیوان اعمال وغیرہ۔

اپنے مکان ہی میں ایک بہت بڑا وسیع کمرہ بنوایا تھا۔ جس میں ایک مقام پر تحریرات صاف ہوتی تھیں۔ ایک مقام پر معاملہ طے ہوتا تھا۔ ایک جگہ حساب کا دفتر تھا۔ ایک جگہ خزانچیوں کا دفتر تھا۔ اور انہیں سے ہر محکمہ کے کئی کئی کاتب مقرر کئے تھے۔ جو نیکے کام کرتے تھے۔ اور اکثر غفلت میں دہو کہ دیکھو اس کمرے میں بھی آکے دیکھتے کہ ملازمین اپنے اپنے عہدوں کو کس طرح انجام دے رہے ہیں قابل تعریف ہیں یا قابل گوشمالی۔ اسی وجہ سے عمال ہر وقت ہی ڈرتے رہتے تھے۔

صدر اسلام میں دفاتر کی تحریریں مدرج ہو کر تھیں۔ یعنی بڑے بڑے چٹروں پر لکھنے کے لیپ دیجاتی تھیں۔ مگر بنی امیہ کا دورہ ختم ہونے کے بعد جب سفر کو سلطنت کا متغیلا۔ اور خالد بن برمک کو ابوسلمہ حنفی بن سلیمان خلخال کے بعد وزیر بنایا تو اس نے کھال کی باریک جھلیکیاں نریشوا حساب کتاب اور خطوط وغیرہ لکھوانا شروع کئے۔ اور وہ لپیٹنے والا سلسلہ توڑا اُسکے بعد جب جعفر بن یحییٰ برمکی کو رشید عباسی کے عہد میں ہزارت ملی تو اس نے تمام دفاتر میں کاغذ کو رواج دیا۔ پھر اسکے بعد تو عام رولج کاغذ ہی کا ہو گیا۔ ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ کاغذ بنوانے کی رائے فضل بن یحییٰ برمکی

(جو جعفر کا بھائی تھا) نے دی تھی۔

کہتے ہیں کہ عرب قدیم زمانے میں تحریرات میں حروف ہجا جو لوہے کی کیلوں کے مشابہ ہوتے تھے استعمال کرتے تھے۔ ان حروف کو علماء التقدیش (سیاح اور ہر چیز کی حقیقت دریافت کرنے والے) نے لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں حروف پر سپولیسیہ (فارسیہ) کہتے تھے۔ پھر یہ حروف حمیریہ حروف کیسوت میں بدل گئے جو غلغہ عمدہ لکھے جاتے تھے۔ (جیسے ناگری کے حروف) پھر عمر سے انبار میں مستقل ہوا۔ پھر انبار سے حیر میں۔ حیر سے اہل طائف اور قریش نے لیا۔ مگر چونکہ یہ لوگ محض وحشی اور بدوی تھے اسوجہ سے صدر اسلام تک یہ حروف مستحکم ہی رہے۔

اکثر مورخین کی یہ رائے ہے کہ پہلے پہل جس نے عربی لغت میں لکھنا شروع کیا اسمیل ذبیح بن ابراہیم فلیل تھے۔ مگر بعض مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ عرب کو حضرت ایوب صدیق کے وقت سے کتابت کا علم تھا۔ اور اسکی تائید میں بعض انگریزوں اور متاخرین کا بتوں کی رائے پیش کرتے ہیں۔ ایک شخص اور لکھتا ہے: "میرا گمان ہے کہ عرب عموماً بہت قدیم زمانے سے چونکہ علوم طبعیات و فلکیات و نظم اشعار میں مافلت رکھتے تھے۔ کیونکہ حضرت ایوب صدیق کے مکالمات اور نیز انکے شاگردوں کی تقریریں صاف بتاتی ہیں کہ انکو تمام ان علوم میں ذہل تھا۔ حالانکہ وہ سنہ عیسوی کے شروع ہونے سے ۱۵۷۷ برس پیشتر تھے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ عرب کو فن کتابت ہی آتا تھا۔"

ایک اور شخص نے یوں لکھا ہے کہ مورخین و علماء انگلستان نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ تمام شعرا کی بہ نسبت حضرت ایوب صدیق کی فصاحت و بلاغت بڑی چڑھی تھی۔ حتیٰ کہ او میرس شاعر یونان۔ اور شکسپیئر شاعر انگلستان جکی شاعری آج دنیا میں مشہور ہے ان پر حضرت ایوب صدیق کو فوق حاصل تھا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ایوب صدیق ان دونوں سے قبل گذرے ہیں

جسکی شہادت اُنکے صحیفے دیتے ہیں۔ کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ صحیفے اصل عربی زبان میں تھے۔ مگر حضرت ایوب نے عبرانی زبان میں ترجمہ کر لیا تھا۔ اور وہ اصل عربی زبان اور نیز وہ صحیفے مفقود ہو گئے جس سے نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ حمیری زبان میں تھے یا مضر کی زبان میں۔

پھر ان قواعد و آداب لغت ادبیہ کو دیکھ اور جاہلیت کے زمانے کی حالت اسکے ساتھ شامل کر کے کہتے ہیں کہ جب جاہلیت میں باوجود جہالت محض کے یہ سلیقہ و کمال حاصل تھا تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ اسی طرح فن کتابت بھی قدیم ہو گا۔ اگرچہ ہم بتا نہیں سکتے کہ کب سے ہے۔ باقی رہا شاید اسکی بابت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جو نیکہ بالکل مفقود ہو گئیں اسوجہ سے ہم پیش نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ فقط او میرس شاعر کا کلام دیکھ کر کہا جاتا ہے کہ یونان میں بھی یونانی زبان کا ادب نہایت تہذیب و متانت سے او میرس سے قبل مرتب تھا۔ اگرچہ ہم اُن کتابوں کو نہیں پیش کر سکتے۔ جنہیں اُنکی فصاحت و بلاغت پر گفتگو کی جاسکے۔ کیونکہ جب وہ لوگ ہی فنا ہو گئے تو اُنکے علوم اور کتابیں بھی معدوم ہو گئیں۔

ابن خلدون نے طبری سے نقل کیا ہے کہ ضم بن آرام کی اولاد طائف میں رہتی تھی۔ مگر جب اور عام لوگ وہاں کے فنا ہو گئے تو وہ بھی صحر قنا میں ہل بہن گئے۔ انہی میں یہ فن کتابت بھی تھا۔ اور وہ لوگ عربی خط میں تحریریں لکھتے تھے۔ (مگر یہ سب اقوال محض کہانی ہیں محققین انکو تسلیم نہیں کرتے) محققین کی رائے یہ ہے کہ ایک شخص مہر بن مرہ نے جسے مردہ بھی کہتے تھے (بنی طے میں سے تھا۔ یا بنی مرہ میں سے) انبار میں پہلے پہل فن کتابت داخل کیا اور وہیں سے عرب میں پھیل گیا۔

اور یہ شل بو مشہور ہے امانا خدش الحدوش الودش (مخدوش کے معنی نشان و اثر کے ہیں اور انودش بن شیث بن آدم کے بیٹے کا نام تھا)

تو اگرچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل لکھنا انہی سے شروع ہوا ہے مگر اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ عربی خط ہی انہی کا ایجاد ہے بلکہ عربی خط اسلام سے کچھ ہی قبل ایجاد ہوا ہے کیونکہ جب اسلام شروع ہوا تھا تو میں میں ایک بھی ایسا آدمی نہ تھا جسکو لکھنا پڑھنا آتا ہو۔ اس بات پر تمام مورخین اسلام متفق ہیں البتہ اس بات سے انکار نہیں ہے کہ مصر میں ایک قسم کا حرف (مسند کے نام سے مشہور) تھا۔ مگر اسکے الفاظ ملائے نہیں لکھے جاتے تھے جس طرح اب عربی کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ بلکہ ہر حرف اسکا علاحدہ علیحدہ ہوتا تھا۔ وہ اپنا فن کسی کو سکھاتے بھی نہ تھے۔ اگر کوئی سیکھنا چاہتا تو اسکو لازم تھا کہ ان سے اجازت حاصل کر لے۔ یہ فن سلاطین تباۃ کے زمانہ میں نہایت استحکام اور جودت سے جاری تھا۔ پھر وہاں سے حیرہ میں آیا کیونکہ یہاں بھی سلاطین تباۃ کے فرماندار رہتے تھے۔ جنہوں نے عراق کی سرزمین پر عربی حکومت قائم کی تھی۔ لیکن اس فن میں اتنی قوت ان کے ہاں نہ تھی جتنی کہ تباۃ کے وقت میں تھی۔ پھر حیرہ سے اہل طایف اور قریش نے لیا۔ جبکہ سلسلہ اسی مرام بن مرہ سے شروع ہوتا ہے۔

زید بن ثابت کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اسکو ابو بکر نے حکم دیا تھا کہ قرآن کو جمع کرو تو اسوقت عرب میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے قرآن کو لکھا جائے۔ وہ کہتا ہے کہ میں چاروں طرف مارا مارا پھرتا تھا کہہی خمار کی چھال کو دیکھتا تھا کہ شاید اسپر لکھنا ممکن ہو کہہی سہید تہروں کو دیکھتا تھا کہہی کوگوں سے دریافت کرتا تھا۔ کہ آخر کوئی چیز ایسی ممکن ہے کہ جسپر قرآن لکھا جاسکے۔

روزنی نے لکھا ہے کہ انجام کار کپڑے کو لیکے اسپر لپی لگاتے اور ملک کر کے مہرہ کرتے اور اسی پر قرآن کو لکھتے تھے۔ اس کپڑے کا نام اسوقت مہرق تھا (یعنی مہرہ کردہ) جو فارسی معرب بنایا ہوا ہے۔ اسکی جمع مہارق

آتی ہے۔ عرب نے تو کاغذ کا استعمال جبھی جانا جبکہ حجاج نے اپنی مختصریات میں اسے استعمال کیا اور وہی پہلا شخص ہے جس نے کاغذ پر لکھنا شروع کیا ہے۔

غرض جب اسلامی عرب نے تمام مشرقی مغربی شہروں کو فتح کر لیا اور ملک عظیم پر قبضہ پا چکے تو لامحالہ کتابت کی بھی ضرورت ہوئی۔ اسی وجہ سے انکو فن خط کی ضرورت ہوئی۔ پہلے تو حمیری خط کی تعلیم حاصل کی۔ اُسکے بعد کچھ تصرف کر کے خط کوفی کی شان درست کی۔ اور زبیر، زبر، پیش، جزم وغیرہ حركات ایجاد کئے۔ نقطے لگانا شروع کئے تاکہ حروف متشابہ میں تمیز ہو سکے جیسا کہ ہم نے زبدۃ الصالحات فی اصول المعارف کے صفحہ ۷۰ میں لکھا ہے اسوقت یہ خط اچھی صورت میں نمایاں ہوا۔ مگر پھر بھی کمال کو نہ پہنچا تھا۔ پھر حبیب مسلمانوں نے اندلس اور افریقہ کو فتح کر لیا۔ اور ابو جعفر منصور عباسی نے بغداد پر قبضہ کر کے دارالاسلام اور علوم عربیہ کا مرکز بنایا۔ اسوقت خط بغدادی شروع ہوا۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص سمی شیخ علی بن ہلال سمانی نے حروف ہجاء کو ایک دوسرے سے وصل کر کے لکھنا شروع کیا۔ جیسا کہ آجکل رائج ہے ورنہ پہلے الگ الگ حروف لکھے جاتے تھے۔ مگر چند اور مورخین نے لکھا ہے کہ خط کوفی سے پہلے پہل جس نے اس صورت حال میں خط کو بدلا وہ شیخ علی بن ہلال شاگرد ابو علی محمد بن علی بن الحسین معروف بہ ابن مقلہ (مقلینہ) مقتدر کا وزیر) تھا۔ اسی وجہ سے یہ شخص حزب النثل ہو گیا تھا۔ اب جبکہ خوشنویسی کی تعریف کرتے ہیں تو اسی کی مثل دیتے ہیں مثلاً فلان فی حسن خطہ اجدو من خط ابن مقلہ۔ اسکا انتقال ۳۲۰ھ ہجری مطابق ۹۳۱ء میں ہوا۔ اب اگر زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب زبدۃ الصالحات کو ص ۱۱۱ لغایت ص ۱۱۵ دیکھو۔

ترتیبات مالیہ

بطرح دیوان و دفاتر کی ترتیب عمر بن خطاب کے عہد میں ہوئی
اسی طرح مالیات کے دفاتر اور خزانہ اور بیت المال کی ترتیب بھی اُسی
زمانہ میں ہوئی۔

مورغین لکھتے ہیں کہ صاحب شریعت کے زمانے سے جو ہر ایک شخص
پر فردہ مقرر تھا۔ اُسکو چوڑا کے تجارت پر ٹیکس لگایا۔ یہ ٹیکس ہر قسم کے ہاجر
سے لیا جاتا تھا۔ خواہ مسلمان ہوں یا نصاریٰ۔ یا کفار حربی ہوں۔ مگر درجات
ٹیکس میں کمی بیشی تھی۔ مثلاً حبشی تاجروں سے اُسکے پورے سرمایہ کا دسواں
حصہ ٹیکس میں لیا جاتا تھا۔ انہی کے وقت میں غلاموں اور گھوڑوں پر
ٹیکس باندھا گیا۔ اور جزیہ کی مقدار مقرر ہوئی۔ یعنی اپنے عامل کو جو بھرہ
میں رہتا تھا (عثمان بن حنیف لکھ بھیجا کہ نصاریٰ پر ٹیکس کی مقدار مقرر کر لو۔
چنانچہ عثمان نے امیر عیسائیوں پر اڑتالیس درہم اور ان سے کم مرتبے والوں
پر چوبیس۔ جو ان سے بھی کم درجے کے تھے انہیں بارہ درہم ٹیکس لگائے۔
(بارہ درہم کا ایک دینار ہوتا تھا۔)

یہی قول ابو حنیفہ اور احمد بن حنبل کا ہے اور نیز شافعی کا بھی ایک قول
یہی ہے۔ مگر یہ لوگ قائل تھے کہ امام وقت کو جائز ہے کہ جب قدر چاہے بڑا کرے
لیکن اس قدر سے جسے عمر بن خطاب نے مقرر کیا ہے گھٹانا جائز نہیں ہے
اور یہ مقدار جزیہ کے مردوں ہی پر ہے۔ عیسائی عورتیں اور بچے اور دیوان
اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عمروؓ نے عراق کے حبشیوں پر بھی ٹیکس مقرر کیا تھا۔ یعنی جب قدر زمین
مکھی کاشتیں ہو اسیں فی جریب ایک صاع گہوؤں یا جو اور ایک درہم
ٹیکس دیں۔

ایک قانون یہ بھی بنادیا تھا کہ جو زمین کسی خاص شخصیت کی کاشت میں ہو اگر وہ شخص تین سال تک اُس میں کاشت نہ کرے اور دوسرا کوئی دوسرا زراعت کرے تو پھر پچھلا شخص اُس زمین اور اُسکی زراعت کا مستحق ہوگا۔ انہی نے دریائے نیل کو جو ان العرب سے خلیج قلزم کے ذریعے سے ملا تھا جیسا کہ بطلیموس اور فراعنہ اور طرایانوس نے کیا تھا۔

مصر کی تہائی آمدنی پل اور حوضوں کے بنوانے کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔

جب عثمان بن عفان کو خلافت ملی تو زمینوں کی پیمائش و اراضی کے خرید و فروخت کا سلسلہ قائم کیا۔

عبدالملک کے مروان کے زمانے میں درہم و دینار کے سکے بنوائے گئے اور ۷۹۵ھ مطابق ۶۷۵ء سے چلنے شروع ہوئے۔

اس سے قبل سونے اور چاندی سے خرید و فروخت ہوتی تو ہتی مگر سکے کی صورت نہ تھی بلکہ وزن کے حساب سے۔

مہدی عباسی کی خلافت میں شرابخواروں پر ٹیکس لگایا گیا۔ یہ پہلا خلیفہ رسول ہے جس نے شراب پر ٹیکس لگایا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ۔

دسوال باب

عربی لغات اور عرب کی فلسفہ دانی

(اس میں چھ فصلیں ہیں)

فصل اول

لغت عربیہ کا ادب کسے تیار ہوا اور اُس کے کیا کیا سبب تھے

یہ بات ابھی طرح ظاہر ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کی صحت فکر فصاحت - انتقال - ذکاوت - فطری اعلیٰ درجے پر پہنچی ہوئی تھی۔ انکی فصاحت پیدا کی ہوئی نہیں تھی بلکہ فطرت نے انہیں کوٹ کوٹ کے یہ باتیں بھردی تھیں اسی وجہ سے انکو شعر گوئی میں سوچنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی بلکہ بے ساختہ جب چاہتے تھے شعر کہہ دیتے تھے۔

اور چونکہ کوئی کام انکو ایسا نہ کہنا پڑتا تھا جس میں انکے اوقات مصروف رہتے۔ اور بالکل بے فکری ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے انکو اپنی زبان کی اصلاح اپنی لغات کی تہذیب و تعفن کا بہت اچھا موقع ملا۔ اور اس قدر ترقی کی جو خیال سے بھی باہر علوم سمجھتی ہے۔ ایسے ایسے نکات و رموز پر اپنی زبان کو مرتب کیا ہے۔ ایسی ایسی لطافت اور خوبیاں رکھی ہیں جسے سوائے صاحبان فن کے کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا حالانکہ خود

کوئی صاحب فن صاحب علم نہ تھے۔ کسی چیز کے واسطے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا تھا۔ لیکن جو بات کرتے تھے نہایت باقاعدہ ہوتی تھی۔ اور قیل و سکو تسلیم کر لیتی تھی۔ اسی سبب سے کہ عرب کی زبان الفاظ کے لحاظ سے تو معقول مانی جاتی ہے مگر قاعدے اور احکام کے لحاظ سے بالکل معقول ہے (دیکھئے ایک چھوٹی سی کتاب مراجع الارواح کیونکہ اس نے تمام قاعدوں کو عقلی بنا کے دکھلا دیا ہے اور معقول کو عامہ معقول کر دیا ہے)

انہیں سات قبیلے ایسے ہیں جنکی عربیت اور زبان دانی پر اس زمانے میں بھی وفاق کیا جاتا تھا۔ اور عام لوگ انہی کی متابعت کرتے تھے۔ قریش۔ بنی ہاشم۔ کنانہ۔ بنی نضیم۔ فہس۔ غیلان دین۔ یہ قبائل چونکہ اوساط عرب سمجھے جاتے تھے اسی وجہ سے انکی زبان مغربہ ہے۔ باقی اور قبیلوں کی زبانیں بھی الفاظ سے مختلف تھیں۔ مگر ایک اور مخرج نے لکھا ہے کہ قابل اعتبار بنی فہس تھیں۔ اسد اور بنی طے کے چند آدمیوں کی زبانیں تھیں۔

بالجملہ سلام سے قبل عرب کی زبان دو قسم کی لغتوں پر مشتمل تھی۔ ایک حمیری

لغت اور ایک قریشی لغت۔ قریشی لغت تو مکہ اور اسکے گرد و پیش میں مستعمل تھی۔ اور حمیری زبان یمن کے شہروں میں رائج تھی۔ گرجب سے قرآن مجید قریشی زبان میں اترا۔ اسوقت سو حمیری زبان کو بہ نسبت قریشی زبان کے ضعف ہونے لگا۔ اور عموماً خطوط تالیفات اشعار وغیرہ میں قریشی ہی زبان استعمال ہونے لگی۔

مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی پیدا ہو گئی کہ بول چال عرب کی بالکل بگڑ گئی۔ زبان فقط قلم ہی قلم میں رہ گئی کیونکہ اسلام کی آمد و رفت مختلف قبیلہ کے اور سب کا میل جول بلکہ عجمی لوگوں کا آنا جانا رہنا سہنا اس قدر بڑھ گیا کہ سب کی زبانیں مل جل کر اور عربی لغت بالکل فاسد و تباہ ہو گئی۔ البتہ تجزیات و لفظیات پر دایاں خطوط نویسی میں وہی زبان باقی رہی۔ لہذا سخت ضرورت و اسی ہوئی کہ اس زبان باقی

کی حفاظت کیجائے نہیں تو قحطی سے دنوں بعد تیرہ دن میں سے بھی نکل جائیگی۔
 اسی خیال سے قواعد بھی مرتب کئے گئے۔ کتا جس بھی لکھی گئیں لغات بھی جمع ہو
 قرآن مجید و اسلامی دین کا اصل اصول ہے۔ وقت نزول سے ابوبکرؓ
 کی خلافت تک بغیر مرتب رہا۔ اور مختلف جگہوں میں لکھا ہوا تھا۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ
 لوگوں کے ذہنوں میں تھا (کیونکہ جن جن لوگوں نے جس جس طور سے سنا تھا
 بعینہ اُنکو یاد تھا) مگر ابوبکرؓ نے تمام قرآن کو صحیفوں میں لکھوانے کا ارادہ کیا۔
 اسکا منشاء یہ تھا کہ اسوقت جو لوگ حافظ قرآن ہیں اگر وہ مر جائیں گے تو بہت سا
 حصہ اڑکھا لٹ جائیگا۔ کیونکہ اکثر اصحاب لڑائیوں میں قتل ہی ہوتے رہتے
 تھے۔ اس سبب سے زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ خود تمام قرآن لوگوں سے پوچھ
 پوچھ کے لکھ لو۔ چنانچہ زید بن ثابتؓ نے اسکو مرتب کر لیا مگر سورہ قوبہ کا
 آخری حصہ نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ اصحاب میں سے کسی کو بھی یاد نہ تھا۔ مگر بڑی تفتیش
 کے بعد معلوم ہوا کہ ابو خزیمہ انصاری کو یاد ہے اُنکی زبانی نقل کیا گیا۔ اس سے معلوم
 ہوتا ہے کہ اگر ابوبکرؓ اس امر میں جلد انتہام نہ کرنے تو ضرور اسلام کے لئے سخت
 مصیبت کی بات ہوتی۔ اگر کچھ اجزا بھی اُسکے نقص ہو جاتے۔

جب عثمان بن عفان کی خلافت کا زمانہ آیا تو پھر حافظوں میں سخت اختلاف
 ہونے لگا۔ کوئی کسی قاعدے سے پڑھتا تھا کوئی کسی قاعدے سے۔ اسوقت
 عبداللہ بن ابیہان نے خلیفہ کو خبر دی۔ اُنھوں نے بھی زید بن ثابتؓ سے عہد اُردن میں
 سعد بن عاصؓ عبداللہ بن عمارؓ بن ہشامؓ کو حکم دیا کہ تمام صحیفوں کو ایکے ایکے
 صحیفے میں جمع کر دیں اور وسط قریش میں کوئل کے کھدایا کہ اگر تم لوگ آپس میں اختلاف
 کرو اور کسی لفظ یا قاعدے پر بحث ہو تو مناسب ہے کہ اسکو قریشی زبان کے موافق رکھو
 کیونکہ قرآن قریشی ہی زبان میں آیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قاسم بن معن نے لکھا ہے کہ قرآن کی ترتیب میں سوائے ایک مقام کے اور
 کہیں بھی قریش اور انصار کی لغات اور قواعد میں اختلاف نہیں ہوا۔ فقط لفظ

تا بوقت میں تھوڑا سا اختلاف رہا۔ قریش تو تا بوقت کہتے تھے اور انصار تا ابوہ۔ جب قرآن مجید کی مختلف نقلیں ہو گئیں تو عثمان نے وہ صحیفے موقوف کر کے حوالے کر دیئے اور ایک ایک صحیفہ ایک ایک شہر میں بھجوا دیا۔ اور اسکے علاوہ جو پیشتر کے لکھے ہوئے تھے انکو جلوا دیا۔ فقط ایک آیت سورۃ احزاب کی نہیں ماتی تھی۔ وہ خرمیہ بن ثابت انصاری کو یاد تھی۔ ان سے لیکے لکھ لی گئی۔ اور سورۃ میں شامل ہوئی۔

ابن فلدون مغربی نے لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں عربی خط بہت ہی کچا تھا۔ بلکہ نہایت ناقص تھا۔ کیونکہ اسوقت عربوں کی طبیعت سے بدوی پن رفع نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ان کو اس فن کی تکمیل کا خیال تھا۔ اسی وجہ سے قرآن کی رسم الخط میں عظیم اختلاف پڑ گیا تھا۔ کیونکہ ہر شخص اپنی اپنی رائے کے موافق لکھ لیتا تھا۔

ابن خلکان نے ابو عمرو بن علاء بن مسی مازنی بصری کے تذکرے میں لکھا ہے کہ مجھے قتادہ سدوسی نے بیان کیا ہے کہ صحیفہ قرآن لکھ کے تیار ہو چکا تو عثمان بن عفان کے پاس پیش کیا گیا۔ مگر اُسیں کسی قدر تعریف اور غلطی معلوم ہوئی تو کہا کہ خیر یہ عرب اپنے اپنے قاعدے سے موجب صحیح کر لینگے۔

ابن خلکان نے ابو الحسن بن عبد اللہ بن سعید عسکری کی کتاب التصحیف سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جس وقت سے عثمان نے قرآن کی ترتیب کرائی برابر تقریباً چالیس پتائیں برس تک اُسی کے موافق لوگ پڑھتے رہے۔ مگر جب عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جب زیادہ غلطیاں پھیلنے لگیں اور لوگ کثرت سے کچھ کا کچھ پڑھنے لگے تو پھر حجاز میں یوسف کو دوسرے طریق سے لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ لوگ غلطی سے بچیں۔ اور بہت سے لوگوں کو بلا کے کہا کہ ان حروف پر کچھ علامتیں اور نشانات لگاؤ۔ چنانچہ نصر بن عاصم نے حروف پر نقطے لگائے۔ کسی پر ایک کسی پر دو کسی پر تین۔ اُسکے بعد سے برابر نقطے و حروف لکھے جانے لگے۔

مگر پھر بھی تھوڑے دن غلطیاں ہونے لگیں۔ کیونکہ محض حروف کے لفظ اعرابی غلطی کو روک نہیں سکتے تھے۔ اسوجہ سے اعراب کے ایجاد کرنے کی بھی ضرورت ہوئی۔ اور جو لفظ مشتبہ رہ جاتا تھا۔ اُسکو مانتوں سے دریافت کر کے اعراب لگاتے تھے۔

نحو۔ ابو الاسود دؤلی جبکہ نام ظالم بن عمرو بن جندل بن سفین ابن طلس بن نفاثہ بن عدی بن دول بن مکر بن کنانہ متوفی ۳۹ھ مطابق ۶۵۹ء زیاد بن ابیہ حاکم عراقین کے بچوں کا معلم تھا۔ اور اُس نے علم نحو کے قواعد علی ابن ابیطالب سے سیکھے تھے۔ مگر اسقدر نحیل تھا کہ کسی کو بتانا نہیں جانتا تھا۔ زیاد نے بھی اس سے درخواست کی تھی کہ ان قواعد کو مرتب کر کے لکھ دے تاکہ قرآن خوانوں کو آسانی ہو جائے۔ مگر اُس نے انکار ہی کیا۔ ایک مرتبہ اتفاق سے کسی قاری قرآن کی طرف ہو کے گذرا۔ وہ حضرت آیہ قرآن ان اللہ بری من المشککین کو پڑھ رہے تھے۔ ابو الاسود نے جو ایسی فاش غلطی سنی تو اُسکو بہت ہی رنج ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں یہ نہ جانتا تھا کہ عرب کی ایسی حالت ہو جائیگی اور اس طرح اُنکی عقلیں ماری جائیگی۔ خزاوہاں سے اُسٹے پاؤں پھرا۔ اور زیاد سے کہا کہ جناب جو کچھ آپ نے حکم دیا تھا اب میں اُسکی تعمیل پر بسر و چشم آمادہ ہوں۔ مگر ایک کاتب بلوا اور بیٹھے زیاد سے ایک کاتب بلوا دیا۔ مگر ابو الاسود نے اُسکو نا پسند کیا۔ غرض دوسرا کاتب بلایا اُسکو پسند کیا۔ اور کہا کہ دیکھ جب میں منہ کھولا کروں تو خوف کے سامنے لفظ دینا۔ اور جب میں منہ بند کر لیا کروں تو نیچے لفظ دینا۔ کاتب نے ویسا ہی کیا۔

اور عاری نے ابرو میہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ علی ابن ابیطالب نے جو کچھ علم نحو سے متعلق مرتب کیا تھا وہ ابو الاسود کو دیا اور کہا کہ اِنھِ هٰذِی الْحَقِ (اس دھنگ پر لکھ) ابو الاسود نے اُسی طریقے سے اس فن کو مرتب کیا۔ اور نام اسکا نحو رکھا۔

علم نحو کی تعریف | نحو ایک ایسا علم ہے جس سے اُن الفاظ کی ترکیبیں اور ان کے معنی معلوم ہوتے ہیں جو عامل کے آنے پر ہر کلمہ کے آخر میں اختلاف و تغیر پیدا ہونے کی وجہ سے مختلف معنی دیتے ہیں۔

مناظرات | مشہور ہے کہ ابو جعفر منصور عباسی کے زمانے میں عبداللہ بن متقی نے کتاب کلید و سنہ تصنیف کی۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں یہ کتاب فارسی میں تھی۔ عبداللہ مذکور نے اسکا عربی میں ترجمہ کر لیا ہے۔

اور ابن قلدوان نے لکھا ہے کہ یہ کتاب اصل فارسی بھی نہیں تھی۔ بلکہ نو شیراز بادشاہ فارس کے زمانے میں بیچ دیوں کی زبان سے ترجمہ کی گئی تھی۔ اور یہ ترجمہ صاحب شریعت اسلامیہ کے زمانے میں ہوا ہے۔ صاحب تذکرۃ الحکم نے لکھا ہے کہ متقی ابو جعفر عباسی کا کاتب تھا۔ اسی نے منطق میں تین کتابیں ترجمہ کی تھیں اور اسی نے فزرویوں کی صورت کی کتاب ایسا غوجی بھی نہایت سہل عبارت اور عام فہم الفاظ میں ترجمہ کی اور کلید و سنہ کا بھی یہی زبان سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اسکی تصنیف سے ایک رسالہ ادب و سیاست میں اور ایک رسالہ طاعت سلطان میں بھی ہے۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ متقی ایک زندق (کافر) آدمی تھا۔ اسی کی تصنیف و ترجمہ ہے جو اپنے فن میں بے مثل کتاب ہے۔ اسکو سفین نے جو کہ بعد میں منصور کہ طرف سے حاکم تھا سترہ ہجری میں منصور کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ وہ اسوقت چچا کی خدمت میں تھا۔ اسکو متقی کہنے کی یہ وجہ تھی کہ یہ شخص قلع بنا کے پھنسا تھا۔ (قضاء ایک قسم کی زنبیل ہوتی ہے جو زیا کی چھال سے بنائی جاتی ہے۔ مگر اس میں عروہ نہیں ہوتا جسکو کڑکے اُٹھاتے ہیں۔)

خلاصہ یہ کہ کلیلہ دمنہ کو چاہو ترجمہ سمجھو یا اصل۔ متفق کی تالیف و تصنیف سمجھو۔ مگر بہر حال اس نے اسی کتاب سے علم محاضرات و مناقبات کو قائم کر دیا۔ جس کے بعد علمائے عرب نے بہت سی کتابیں اس علم میں لکھیں۔ یہ علم بھی منجملہ اُن مابہرہ علوم کے ہے جو علم ادب کی اجزاء ہیں۔ اور بغیر کسی ایک کے یہی علم ادب ناقص ہے۔ اکیس اُن میں سے علم متن لغت۔ صرف۔ سخن۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ عروض۔ قافیہ۔ خط۔ شاعری۔ خطوط انجمنی اور خطبہائی اور تاریخ۔ اسی تواریخ میں علم محاضرو بھی ہے۔ محاضرو کے لغوی معنی یہ ہیں کہ ایک شخص سوال کرے اور دوسرے سے جو جواب بن پڑے وہ بیان کرے۔

علم انشا ابو جعفر منصور عباسی کے عہد میں منشی عبد الحمید بن یحییٰ بن حمد جو مروان بن حکم کے خاص اہل مجلس سے تھا۔ اور فن انشا پر داری میں استاد۔ اسی نے اس فن کو گویا ایجاد کیا اور ترقی دی یہاں تک کہ ضرب المثل ہو گیا۔ مگر ابو جعفر کے حکم سے قتل کیا گیا۔

۱ علم انشا اُس فن کو کہتے ہیں جس سے معانی کے استنباط اور تالیف کلام کی قوت مطابق متفقہی حال و زمان کے پیدا ہو۔

علم لغت خلیفہ مارون رشید کا ایک معلم ابو عبیدہ نامی تھا۔ اسحق بن ابراہیم موصلی ندیم بادشاہ نے اسمعی کو مارون کے دربار سے نکلوانے کے اسکو مقرر کرایا تھا۔ (حالانکہ اسحق مذکور پہلے اسمعی کے اقوال کو مستند جاننا اور اسے کلام کی سند اسی کے کلام سے لانا تھا۔ مگر باہم کو یہ عداوت ہو گئی تھی اسوجہ سے اسمعی کو نکلوا دیا۔ اسی نے پہلے پہل لغت میں ایک کتاب لکھی ہے۔ کیونکہ اسکو غریب کے اجزاء اور انکی لڑائیوں کے حالات اور لغات کثرت سے یاد تھے۔

علم متن اللغۃ خلیفہ مارون رشید کے عہد میں ابو علی محمد بن مستنیر بن احمد نحوی لغوی المعروف بہ قطرب شاگرد سیبویہ

(جو کہ علم نحو میں بصریوں کا معتد تھا) گذرا ہے۔ اسکی تصنیف سے بہت سی کتابیں
ہیں۔ بمثلہ اُنکے متن لغت بھی ہے۔ اسکے بعد پھر اور اور علمائے اسکی تقلید سے
متن لغت میں کتابیں لکھیں۔

(متن لغت اُس علم کو کہتے ہیں جس سے الفاظ عربیہ اصل اور بنا معلوم ہو۔
یعنی مفردات الفاظ کس طرح بنے اور کیا کیا تصرف ہوئے)

معاذ بن مسلم ہر شیخ کسائی جو علم نحو میں کو فیوں کا معتد
گذرا ہے۔ علم صرف کا موجد ہے۔ مگر ایک شخص نے

علم صرف

یہ بھی لکھا ہے کہ علم صرف کا موجد ابو عثمان بکر بن محمد بن عثمان بن حبیب
بازنی بصری ہے۔ جبکہ انتقال ۱۷۸ھ ہجری مطابق ۷۸۷ء میں ہوا۔
(علم صرف اُس علم کو کہتے ہیں جسکے الفاظ عربیہ کے اختلافات (جسے
سحانی مختلفہ پیدا ہوتے ہیں) کے احکام کو بتائے)

خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں خلیل بن احمد بن عمرو بن
ایتم فراہیدی (یا۔ فرہودی) ازدی۔ سجدی گذرا ہے۔

علم العروض

کنیت اسکی ابو عبد الرحمن ہے۔ اسی نے علم عروض کی ابتدا کی۔ اسکی تصنیف
سے لغت میں ایک مشہور کتاب کتاب العین ہے۔ اسکی معمولات علم موسیقی
ونغمہ وایقاعات میں اچھی تھی۔ اسی علم سے فن عروض کی بنیاد اسکی سمجھ
میں آئی۔ کیونکہ دونوں فن تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ اس فن سے شعر کے وزن
اور میح و غلط ہونا اسکا معلوم ہوتا ہے۔ اس علم کا نام عروض اسوجہ سے رکھا
کہ عروض اُسی کو کہتے ہیں جسکے سامنے کوئی دوسری چیز پیش کیجائے۔ چونکہ
صحت و سقم دریافت کرینکے واسطے اشعار اسکے سامنے پیش کئے جاتے ہیں
اس وجہ سے اسکو عروض کے نام سے موسوم کیا۔

بعض آدمیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ خلیل بن احمد نے چونکہ اس فن کو
عروض یعنی مکہ معظمہ میں مرتب کیا تھا اسوجہ سے اس کا نام عروض رکھا۔

علم عروض میں خلیل ضرب النثل ہے۔

علم قافیہ علم قافیہ بھی خلیل بن احمد کی ذکی طبیعت کا نتیجہ ہے۔ اس علم سے متناسب اور محیوب اشعار کے مصرعہ ثانیہ کے آخری جزو

کا معلوم ہوتا ہے۔

علم بدیع خلیفہ معتز عباسی کے عہد میں خلیفہ کا بہائی ابو العباس بن المعتز تھا جس نے علم ادب بڑے بڑے لائق ادیبوں سے حاصل کیا تھا اور

اعلیٰ درجے کا شاعر۔ بیخ وادب ماہر اور شعر گوئی پر قادر تھا۔ اسکے اشعار میں الفاظ بہت سہل و آسان ہوتے تھے۔ طبیعت نہایت عمدہ تھی۔ اور بدیع گوئی میں اسکو

اچھا ملکہ تھا۔ اسکے شعروں کا ایک دیوان بھی ہے۔ اسی کی تصنیف سے کتاب

مکاتبات الاخوان (نظم) کتاب الذہر۔ کتاب الرياض۔ کتاب الجوارح والصيد۔ کتاب

السرقات۔ کتاب اشعار الملوك۔ کتاب الاداب۔ کتاب علی الاخبار۔ کتاب طبقات الشعراء

کتاب الباجع فی الفنا وغیرہ ہے غرض اسی نے پہلے پہل علم بدیع میں بھی ایک کتاب

لکھی ہے۔

اس علم سے کلام کو خوشنما بنانے کے طریقے معلوم ہوئے ہیں۔

عبد القادر جرجانی نے خلیفہ مقتدی عباسی کے عہد میں

معانی بیان فن معانی و بیان میں کتاب دلائل الاعجاز تصنیف کی۔ بیخ وادب

نہایت لائق فائق تھا۔ اکثر علوم میں اسکو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اسکا انتقال ۳۸۱ھ

مطابق ۹۹۰ء میں ہوا۔

علم معانی سے الفاظ عرب کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جنسے آدمی

اپنے کلام کو مقتضائے حال و زمان کے مطابق کر سکتا ہے اور علم بیان سے

ایک لفظ کو چند طور سے ادا کر نیکاطریقہ معلوم ہوتا ہے۔ انہی دونوں فنون سے

علم بلاغت کو کمال حاصل ہوا ہے۔

باقی فنون اسی طرح سے رفتہ رفتہ جعفر زمانہ گذرنا رہا اور علوم کو ترقی دی

اُسی طرح مختلف علوم بھی ایجاد ہوتے رہے۔ کچھ اسی زمانے کی اثنا میں ایجاد ہوئے اور کچھ بعد میں۔ مثلاً علم اشتقاق۔ علم اصول الخوفرض الشعر (شعر گوئی) شتر نوہی علم فصاحت علم محاضره۔ علم مقاطع الحروف وغیرہ۔ ہم نے ان سب کا ذکر اپنی کتاب زبدۃ الصالحات میں تفصیل کر دیا ہے۔ جب کا جی پائے دیکھ لے۔

علم الکلام یہ بات بھی ظاہر ہے کہ صدر اسلام میں مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا علم نہ تھا جس سے وہ توحید باری تعالیٰ یا نبوت کو ثابت کریں۔ چر جائیکہ اور بہت سی باتیں مثلاً صفات پروردگار عالم پر بحث۔ صفات نبوت پر بحث۔ قیامت کا اثبات۔ امامت میں گفتگو۔ کہاں سے ہوتیں۔ بس ایک قرآن لکے پاس تھا۔ جس سے پورے طور سے انکو استدلال کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ اور نہ کسی نے اس طرف توجہ کی۔ مگر جب مامون رشید عباسی کو علوم قدیمہ کا شوق پیدا ہوا اور یونانی فلسفے کی کتابیں عربی میں ترجمہ کرائیں۔ اور عام لوگوں میں مشہر ہوئیں۔ اور عام طور سے عرب کے تمام شہروں میں پھیل گئیں۔ تو ایک مرتبہ بدعتی لوگ مثل معتزل۔ قرامط۔ جہینیہ وغیرہ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اور امور توحید و نبوت و معاویہ میں غور و خوض کرنے لگے۔ اسکا نتیجہ ایسا سخت خراب پڑا کہ جسکی کوئی انتہا نہیں۔ مثلاً اسی غور و خوض سے ایک فرقہ قدریہ پیدا ہو گیا۔ جو کہتے تھے کہ بند اپنے افعال کے خالق ہیں۔ پروردگار کو اس میں کوئی مدافعت نہیں۔ جبریہ فرقہ اسکے مخالف پیدا ہوا۔ کہ جو کچھ کرتا ہے پروردگار ہی کرتا ہے۔ آدمی کو کچھ اختیار ہی نہیں معطلہ فرقہ نے پروردگار کے صفات بلالی کی بالکل نفی کر دی۔ مشبہ فرقہ نے پروردگار مثل ایک آدمی کے فرض کر لیا۔ مرجیہ فرقہ نے عذاب کی مدہی درمیان سے اٹھا دی۔ معتزلہ فرقہ داسی عذاب کا قائل ہو گیا۔ ناصبی فرقہ نے علی ابن ابیطالب کو امامت ہی سے ہٹا دیا۔ غالیہ فرقہ نے انکو خدا ہی بنا دیا۔ سنی فرقہ نے ابوبکر کی خلافت پر مباہلہ کرنا شروع کر دیا۔ رافضی فرقہ نے ابوبکر کے کفر کا فتویٰ دیدیا۔ خلافت و امامت کو کون پوچھتا ہے۔ غرض علوم فلسفہ کے پھیلنے ہی سبب

میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اور چار و نظرف شغلہ ہائے فتنہ بھڑکنے لگے۔ وہ ہمیشہ لوگوں میں کثرت سے بڑھ گئی۔ باہمی عناد و شدت سے پھیل گیا۔ ایک دوسرے کو لعنت کرنے لگے۔ ایک مسلمان کا مال لوٹ کھانا دوسرا مسلمان جائز سمجھنے لگا۔ بادشاہوں سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ اور ایک دوسرے کے استیصال کے درپے۔

اُسی زمانے میں ابو منصور محمد بن محمود مازیدی خفیہ فرقہ کے امام سر قندہیں اور ابو الحسن اشعری شافعیہ فرقہ کے امام بصرہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اہل سنت و جماعت کے راس و رئیس بن گئے۔

ابو الحسن اشعری معتزلہ فرقہ کے امام بن گئے۔ انکا مسلک یہ تھا کہ پروردگار عادل و منصف اور وحدہ لا شریک لہ ہے۔ کوئی صفت اُسکی ذات پر نازل نہیں بلکہ ذات اُسکی عن صفات ہے۔ اور معارف ربانہ سب عقلی ہیں خواہ شریعت کے پردے میں ہو کے مانویا خارج از شریعت دیکھو۔ اور اُن کی تحصیل واجب بھی ہے۔ اور اکثر ان میں سے اس بات کے قائل ہوئے کہ امامت ختمیذات بات ہے۔ غرض اسی طور میں فرقے تیار ہوئے۔ جنکا تقبیلی ذکر ہماری کتاب سوسنہ سلیمان فی اصول العقائد والایمان میں مندرج ہے۔

فرقہ معتزلہ کا بانی اول و اصل بن عطاء تھا۔ یہی پہلے پہل حسن بصری کی مجلس درس سے اٹھ آیا تھا۔ اور اُسکی صحبت فرمودی تھی۔ اور اسی نے پہلے پہل اپنے فرقہ کا نام معتزلہ رکھا۔ مشہور ہے کہ اس نے ابوالثم عبد اللہ بن محمد بن الخفیہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ مگر باب امامت میں انکا مخالف تھا۔

اسکے مذہب کے چار دکن ہیں۔ نفی صفات۔ کل فعل بندہ آپ ہی آپ کر سکتا ہے پروردگار رکھا میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ منزلیہ بین منزلتین۔ شاید اس سے مراد یہ ہے کہ عذاب دائم اور نجات دائم کے درمیان بھی واسطہ موجود ہے۔ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اور چونکہ اکثر اس شخص کو سکوت رکھتا تھا اس سبب سے لوگوں کو وہ ہوا
ہوتا تھا کہ شاید گونگا تو نہیں ہے۔ ۱۳۱ ہجری مطابق ۱۷۷۶ء میں جہان
کو الوداع کہی۔

ایک فرقہ اور بھی معتزلہ کے مخالف پیدا ہوا تھا جسے مشبہ یا مجسمہ کہتے
تھے۔ اس فرقے سے بھی سات فرقے نکلے تھے مگر سب کے سب پروردگار
عالم کے واسطے حسیت اور اوصاف حسیت ثابت کرتے تھے۔ پھر ابو الحسن
اشعری خلق قرآن کے مسئلہ کا منکر ہوا تو علحدہ ایک وسیع کتاب اہل سنت
و جماعت کے اعتقادات پر لکھے۔ مقررہ نے لکھا ہے کہ ابو الحسن نے پچپن کتابیں
لکھی ہیں۔ منجملہ اُنکے کتاب الملح۔ کتاب الموجز۔ کتاب الفلاح البرہان۔ کتاب
تبیین علی اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اہل الاطک والتفصیل۔
کتاب الابانۃ۔ کتاب تفسیر القرآن وغیرہ ہیں۔

ایک اور شخص نے لکھا ہے کہ اسکی تصنیف سے ستر کتابیں ہیں۔ سنہ
انتقال ۳۴۶ ہجری مطابق ۱۷۷۶ء ہے اور موقع انتقال بغداد۔

ابو الحسن کے مذہب کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اُس نے ایک متوسط طریقہ
دونوں طریقوں (اعتزال اور تجسیم کے درمیان میں اختیار کیا تھا۔ نہ تو بالکل معتزلہ
تھا نہ بالکل پروردگار کے جسمیہ ہونے کا قائل۔ مذہب اسکا قریب ستم ہجری
مطابق ۱۷۷۶ء کے مشہور ہوا تھا۔ اسکے تمام معتقدات ہماری کتاب سوسنہ
سلیمان میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

القصد یہی زمانہ علم کلام کے زور کا تھا۔ اسی کے بعد تمام علماء کو اس فن کا شوق
پیدا ہوا اور بڑی بڑی تصنیفات و تالیفات اُنکی مشہور ہوئیں۔ اس علم میں اُن
علوم شرعیہ سے بحث ہوتی تھے جو ذات باری تعالیٰ اور اُسکی صفات اور ممکنات
کے علامات اور مبدع و معاد کی تفصیل اسلامی قانون کے مطابق بتلائیں۔
ایک مصنف نے لکھا ہے کہ اسلامیوں نے اس طریقے میں ارسطاطالیس حکیم

یونانی کی ہمدردی کی ہے جس نے علم منطق کے اصول قائم کئے تھے۔ اسی سے علم منطق حاصل کیا۔ اور بہت سے نفیس مطالب علاوہ اسکے بیانات کے اس علم میں اضافہ کئے۔ اور انہی کی پیروی سے انگریزوں نے بھی قواعد و اصول فلسفہ جو آجکل یورپ کے کالجوں میں پڑائے جاتے ہیں لئے۔ اور اسکا نام علم کلام سکولاشکی رکھا (یعنی لائوت مدرسی)

علم تاریخ | علم تاریخ اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے تین درجے رکھتا ہے۔ اول ماضی گذشتہ زمانے کا علم اور اسکی تاریخ مکررات و حوادث سے کچھ بحث نہیں۔ دوم سلسلہ زمانہ اور تاریخ اہل زمانہ اور انکی ترتیب اور ہر زمانہ کی قوموں کے حالات کا دوسرے زمانے کی قوموں سے مقابلہ اور نسبت دیکھنا۔ سیوم۔ زمانہ گذشتہ کے لوگوں کی سیرتوں طبعیوں اور واقعات کی تفصیل۔ غرض ان تینوں حالتوں کو تاریخ کہتے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی جاہلی زمانہ میں نہ تھی۔ فقط ظہور اسلام کے بعد اسکی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہوئی۔

زمانہ جاہلیت کے حالات جقدر بھی بیان کئے گئے ہیں انہیں اب تک کوئی تحقیقی زمانہ نہ ثابت ہو سکا۔ سوائے اسکے کہ تقریباً حکم و گایا جائے کہ کم از کم یا زیادہ سے زیادہ اسقدر گذرا ہو گا۔ اور وہ بھی کسی قرینہ حاکم کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی غیر عرب کو ان سے کسی قسم کا تعلق رہا ہو یا کسی عام حادثے اور واقعے سے عرب کے اس حادثہ کو بھی تعلق دار تباط ہو۔ اسکا سبب یہ تھا کہ یہ چارے جاہلی عربوں کو اتنی ہی تیز نہ تھی کہ اپنے واسطے کوئی خاص زمانہ لینے واقعات کی یاد رکھنے کے واسطے مقرر کر سکیں۔ البتہ آٹا ہوتا تھا کہ سال بسال کے واقعات کے واسطے انھوں نے ستارے مقرر کر رکھے تھے۔ جبکہ طلوع پر معلوم کر لیتے تھے کہ فلان واقعہ کو ایک سال ہو چکا۔

• مثلاً کسی کو کچھ دینے لینے کا معاملہ ہے اور اسکا وقت کسی ستارے کے طلوع پر مقرر کیا گیا ہے تو جب ستارہ طلوع کرے گا اسوقت سہجہا جائیگا

کہ معاملہ مذکورہ کا وقت آگیا۔

اسی سبب سے کوئی واقعہ ایسا کسی زمانے کو نہیں بتلاتا جیسا کہ آجکل کے جاہل لوگ قدیم زمانے کے کسی واقعہ کو بیان کرتے ہیں مگر یہ نہیں جان سکتے کہ کب واقعہ ہوا۔ اسی طرح سے عرب بھی اپنے واقعات اور لڑائیوں کی کیفیتوں کو بڑے زور شور سے اپنے ہلسوں میں بطور قصہ کہانی کے بیان کرتے تھے مگر اس کا زمانہ نہیں بتلا سکتے تھے۔ اور نہ جان سکتے تھے کہ ان واقعات میں سے کونسا قبل گذرا اور کونسا بعد۔ اُن اس قدر تیز ضرور ہوتی تھی کہ ہر واقعہ کے نام مقرر کر رکھے تھے۔ مثلاً یوم کدید (کدید کی لڑائی) جو بنی سلیم اور بنی کنانہ میں ہوئی تھی۔ یوم البیدار جو حمیر اور بنی کلب میں ہوئی تھی۔ اسی طرح عموماً واقعات و واقعات انہی مقامات کے نام سے مشہور ہیں جہاں جنگ واقع ہوا اور کبھی کسی اور علامت سے بھی پہچان لیتے تھے۔ مثلاً عام الفیل۔ بنیان الکعبہ وغیرہ سے اپنے کسی واقعے کا زمانہ دریافت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ تاریخ مسیحی سے پہلے کا ایک واقعہ بھی پنا عرب کو یاد نہیں ہے۔

ایک مورخ لکھتا ہے کہ عرب کے قبیلوں میں سے قبیلہ کنانہ نے کعب بن لوی کے انتقال سے اپنے واقعات کا حساب کرنا شروع کیا تھا۔ جب ابراہیم کا واقعہ ہوا (اور اُس نے اُقبیلوں کے ذریعے خانہ کعبہ کا انہدام چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکا) ابا بیلوں نے اپنے بچوں میں کنکریاں لے لے کے اس قدر اُسکی فوج کو مارا کہ پسپا ہو گئی (اس وقت سے اپنے سن کا نام عام الفیل رکھا۔ عام الفیل اور موت کعب بن لوی میں ۵۲۰ برس کا فاصلہ ہے۔ اور عام الفیل اور جنگ فجار میں چالیس برس کا فاصلہ ہے۔

اس کے بعد اُخول نے ہشام بن مغیرہ کے انتقال سے سن کا شمار شروع کیا۔ اور اگلے سالوں کو چھوڑ دیا۔ اُس سن سے کعبہ کی بنائے تک نو برس کا فاصلہ ہے اور بنائے کعبہ سے ہجرت تک پندرہ برس کا۔

ہجرت سے مراد صاحب شریعت اسلامیدہ کا مکہ کو چھوڑنے کا زمانہ کوآباد کرنا ہے۔ یہ واقعہ فاضل رفیع کے بیان کے بموجب روز جمعہ سولہویں ماہ تموز ۶۲۷ء کا ہے۔ اسی واقعہ کو مسلمانوں نے اپنی تاریخ کی ابتداء کا زمانہ مقرر کیا ہے۔ (جیسا کہ ہم نے نوٹس باب کی تیسری فصل میں لکھا ہے)

ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ ابتدائے خلقت عالم کی تاریخ اگرچہ آخر میں مسلمانوں کو معلوم ہو گئی تھی مگر بیچارے ضعیف اخباری لوگ اُسکو وجود ابوالبشر کی تاریخ سمجھتے ہیں۔ (جیسے انسانی خلقت کی ابتداء ہوئی ہو) انکا یہ خیال ہے کہ عام مخلوقات کی تاریخ پیدائش یہ نہیں ہے۔ ابارے میں اُن لوگوں کو اُن فلاسفوں کی تقلید ہے جو قدم عالم کے قائل ہیں اور اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ابوالبشر سے پہلے ہی کسی عالم گذر چکے ہیں مثلاً عالم جن و ناس اور عالم طم وغیرہ۔

اب چونکہ تاریخ کے پہلے سے ہی ہمکو معلوم ہو گئے جنہر تاریخ کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور وہ اسلامی عرب کی بدولت کیونکہ جاہلیت میں تو اسکا مذاق ہی نہ تھا۔ تو ہمیں تاریخ کے دوسرے سے اور تیسرے سے معنی سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسوقت یہی ضرورت ہے کہ عرب نے جو علوم و فنون عباسیوں کی سلطنت کے زمانے میں حاصل کئے ہیں اُن کو بیان کر کے ناظرین کو بخوشی دلائیں۔

اس مقام پر ایک تعجب خیز بات یہ بھی ہے کہ تاریخ کا فن بھی اگرچہ علوم و فنون میں مفصل تھا۔ مگر اسکی ترقی عرب اسلامی میں بہت پیچھے ہوئی ہے خیرام علوم و فنون کے متعلق تو بعد میں لکھیں گے۔ سر دست ہم اُن لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جن لوگوں کو جاہلیت کے واقعات سے اطلاع تھی اور اُسکے سلسلے کو بیان کرتے تھے۔ (علاوہ اسکے جو دینیات کی کتابوں میں مذکور ہے) ابن خلدون کہتا ہے کہ جاہلی عربوں نے پاس کوی کتاب تو ہی نہیں جس

وہ اپنے واقعات لکھتے جاتے۔ فقط انکے اشعار جو اسلامی راویوں نے یاد رکھے اور بوئسے پرانے لوگوں سے دریافت کئے وہی انکے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔

مگر یہ مورخین جنکو محض راوی واقعات و اشعار کہنا پڑا ہے۔ اگرچہ عرب کے تمام قبیلوں میں پھر کرتے اور انکے لغات دریافت کرتے انکے واقعات اور جنگوں اور باقی معاملات کو پوچھتے۔ انکے آداب جلسہ۔ آداب طعام وغیرہ حالات مویشی علوم و انساب وغیرہ معلوم کرتے۔ اور بڑی کوشش سے ان باتوں پر کامیاب ہوتے تھے۔ لیکن پھر بھی جو کچھ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اسکو ایک تاریخ سے نہیں جمع کر سکے بلکہ حکایتوں کے طور پر ان حالات کو لکھا ہے۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ بے انتہا مبالغے اور مزخرفات بھی اپنی تالیفات میں بھر دیے ہیں۔ کیونکہ جس طرح پرانے سے بیان کیا جاتا تھا۔ جہٹ اسکو قلمبند کر لیتے تھے۔ خواہ جوئے واقعات ہوں یا سچے۔ اسی وجہ سے ان پر اعتماد بہت کم ہو سکتا ہے۔ علاوہ اسکے بہت ہی باتیں اُن سے بظاہر ہی ہیں۔ مثلاً غزوہ والا قصہ وغیرہ۔ اور بظاہر اسکا سبب یہ ہے کہ انکی طبیعتوں میں ہی عشق۔ اور کرم اور استقلال و شجاعت و مفاخرت سمائی ہوئی ہے اسوجہ سے وہ جس واقعہ کو سنتے تھے سچ سمجھ لیتے تھے۔

الغرض بخلاف ان راویوں کے جسے زمانہ جاہلیت کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔

ابلیث حماد رومیہ ابو الغنم بن میسرہ بن مبارک بن عبیدہ دلمی کو فی مولیٰ بن بکر بن دائل ہے۔ حافظ اسکا اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اپنے حفظ میں ضرب الش تھا۔ عرب کے واقعات اسکو خوبی سے یاد تھے۔ تمام اشعار اور خبریں اور لغات وغیرہ اس کے دماغ میں بھری ہوئی تھیں۔ اسی نے سب سے پہلے جمع کئے ہیں مشہور ہے کہ بادشاہ بنی امیہ اسکو بہت معزز سمجھتے اور بڑی

قدر کرتے تھے اور اکثر امور میں مشورہ بھی لیتے تھے۔ یہ انکی مصاحبت کیا کرتا تھا۔ وہ اسکے بدلے میں بہت کچھ انعام و اکرام سے اسکو خوش کرتے تھے مگر شہار کی روایت میں قابل اعتبار نہ تھا۔ کیونکہ اسکو یہ بھی مرض تھا کہ اپنی طرف سے اشعار پڑھ دیا کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ کوفہ میں تین شخص تھے جنہیں حمادون کہتے ہیں۔ ایک تو یہی حماد ہے۔ دوسرا حماد عجوی۔ تیسرا حماد بن زبرقان ہے۔ یہ تینوں شخص ایک مقام پر جمع ہوتے۔ خوب شرابیں پیتے شعر خوانی کرتے۔ نہایت لطیف صحبت ہوتی۔ اور پھر جلدیتے تھے۔ عام لوگ انہیں زندیق سمجھتے تھے۔ حماد راویہ کا انتقال ۱۲۸ھ ہجری مطابق ۷۴۵ء میں ہوا۔

دوسرا راوی ابو عبد الرحمن یثیم بن عدی طائی ثعالی بصری کوئی ہجری یہ شخص بھی بہت بڑا اخبار دان راوی تھا۔ مذہب اسکا فاربی تھا۔ اسکی تصنیف سے کتاب التائب۔ کتاب العربین۔ کتاب بیوتات العرب۔ کتاب بیوتات الفزنیہ۔ کتاب ہبوط آدم و افتراق العرب و نزولہا و سنازلہا۔ و کتاب نزول العرب بنجران و السواد۔ و کتاب نسب ملی۔ کتاب مایع اہل الشام۔ تاریخ العجم۔ تاریخ بنی امیہ۔ کتاب من تزوج من العالی من العرب۔ کتاب الوفود۔ کتاب خط الکوفہ۔ کتاب تاریخ الاشراف الکبیر۔ تاریخ الاشراف الصغیر۔ کتاب طبقات الفقہاء و المحدثین۔ کتاب کنی الاشراف۔ کتاب خاتم الخلفاء۔ کتاب قضاۃ الکوفہ و البصرہ۔ کتاب اللوایم۔ کتاب الخوارج۔ کتاب النواذر۔ کتاب التاریخ۔ علی السنن۔ کتاب اخبار الحسن بن علی بن ابیطالب۔ کتاب اخبار الفرس۔ کتاب عمال الشترطراء العراق۔ وغیرہ ۲۵ کتابیں ہیں۔ اسکا انتقال ۱۲۸ھ ہجری مطابق ۷۴۵ء میں ہوا۔

تیسرا راوی مسیحی ابو سعید عبد الملک بن قریب بن عاصم بن عبد الملک بن مہر بن مہر بن رباح بن عمر بن عبد الصمد ہاملی ہے (ہامد کا قبیلہ خثعم میں مشہور تھا۔ اسی وجہ سے ایک شاعر نے کہا ہے

لوقیل للکلب یا باہلی عوی الکلب من لوم ذالک النیب
 اہمعی اروس رشید اور مامون عباسی کے عہد میں تھا۔ صورت تو اسکی انتہا
 درجہ کی بدمنظر تھی۔ مگر علم میں بھی انتہا درجہ کا قابل تھا۔ اسکی تالیف سے تقریباً
 دوسو جلدیں ہیں جنہیں عرب کی روایات اور واقعات اور اخبار وغیرہ وضع
 کئے ہیں۔ وسعت روایت اور کثرت حکایات و لواوہ میں ضرب المثل تھا۔
 اسکی تالیف سے کتاب خلق الانسان کتاب الاجناس۔ کتاب الانا
 کتاب الہمزہ کتاب المقصور والمدود۔ کتاب العزق۔ کتاب الصفات۔ کتاب الثواب
 کتاب البیسر والغدح۔ کتاب خلق الفرس۔ کتاب الخیل۔ کتاب الابل۔ کتاب الشار
 کتاب الاغیہ۔ کتاب الوحوش۔ کتاب غل واخل۔ کتاب الامثال۔ کتاب الاغذ
 کتاب الالفاظ۔ کتاب السلاح۔ کتاب اللغات۔ کتاب میاہ العرب۔ کتاب النوا
 کتاب اصول الكلام۔ کتاب القلب والابدال۔ کتاب جزیرۃ العرب۔ کتاب الاشتقاق
 کتاب معانی الشعر۔ کتاب المعاور۔ کتاب الاراجیز۔ کتاب الخلع۔ کتاب النبات
 کتاب ما تفق لفظه واختلف معناه۔ کتاب غریب الحدیث۔ کتاب لواوہ الاعا
 یہ ۲۵ اور اور کن ہیں۔ اسکا انتقال ۱۷۰ ہجری مطابق ۷۸۶
 میں ہوا ہے۔

چونکہ اروی ابو عبیدہ معمر بن یثربی تھیں بصری نحوی ہے۔ پہلے پہل
 اسی نے ان الفاظ کی تشریح لکھی ہے جنکے معانی بغیر تباہ ہوئے سمجھ میں
 نہیں آ سکتے۔

واجظ نے اسکی بابت لکھا ہے کہ تمام خارجیوں اور متیوں کے علماء میں
 اس سے بڑا ہوا کوئی عالم نہ تھا۔ مذہباً خود خارجی تھا۔ اور مدخل النیب
 (نسب بکا ٹھیک نہو) مدخل الدین بھی تھا۔ اسکی گواہی کہیں نہیں قبول
 ہوتی تھی۔ ہمیشہ میل کچیلار مینا تھا۔ ناخن بڑے ہوئے سر کے بال لمبے لمبے
 ایک عجیب بدخوارہ بنا رہتا تھا۔ اگر اسکو کوئی شخص ابو عبیدہ کہتا تو بہت ہی

چڑھتا تھا (کیونکہ ابو عبیدہ ایک یہودی کا نام تھا) مگر اسکو عام لوگ اس سبب ابو عبیدہ کہتے تھے کہ دادا اسکا یہودی تھا۔ اور عربوں سے دشمنی رکھتا تھا۔ عرب کے عیوب و مہنوں ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

ہاشمی مصنف کتاب الثعانی نے لکھا ہے کہ طالب العلم جب اصمعی کے پاس آتے تھے تو سوق البعر سے اُسکے واسطے دودھ مول لیتے تھے۔ اور اُسکی

بڑی خاطر کرتے تھے کیونکہ انشا پر وادی اور زمین کلام اور سخن میں بے مثل تھا۔ حالانکہ نوادر اس سے کم حاصل ہوتے تھے۔ پر خلاف ابو عبیدہ کے کہ اسکی عبارت بالکل خراب ہوتی تھی۔ مگر علوم اور فوائد اسکے پاس اصمعی سے کہیں زیادہ تھے۔ پہلے پہل اسی خوبی کا ثقت مرتب کیا ہے۔ جیسا کہ

ہم نے ثقت کے بیان میں لکھا ہے۔ تصنیفات اسکی تقریباً دوسو ہو گئی۔ منجملہ اُسکے کتاب مجاز القرآن۔ کتاب غریب القرآن۔ کتاب معانی القرآن۔ کتاب غریب الحديث۔ کتاب الیسیاج۔ کتاب التاج۔ کتاب الحدود۔ کتاب خراسان۔ کتاب خواص البعین والیامہ۔ کتاب الموالی۔ کتاب البدل۔ کتاب الضیقان۔ کتاب مرج رابط۔ کتاب المناظر۔ کتاب القبائل۔ کتاب خبر الیمن۔ کتاب القرآن۔ کتاب البازی۔ کتاب الحمام۔ کتاب الحیات۔ کتاب العقارب۔ کتاب النواکح۔

کتاب النواشر۔ کتاب حضرت الخلیل۔ کتاب الاعیان۔ کتاب بیان بابلیہ۔ کتاب بابوی الاذو۔ کتاب الخلیل۔ کتاب الاہل۔ کتاب الانسان۔ کتاب الزرع۔ کتاب اہل

کتاب الدلو۔ کتاب البکرة۔ کتاب السرح۔ کتاب اللجام۔ کتاب الفرس۔ کتاب السیف۔ کتاب الشوارہ۔ کتاب الاختلام۔ کتاب مقاتل الفرسان۔ کتاب مقاتل الاشراف۔ کتاب الشعور والشوار۔ کتاب فعل واصل۔ کتاب المثالب۔ کتاب

خلق الانسان۔ کتاب الفرق۔ کتاب الحف۔ کتاب مکہ الحرم۔ کتاب اہل و صیفین

کتاب بیویات العرب۔ کتاب اللغات۔ کتاب الغارات۔ کتاب العائبات۔ کتاب السلاوات۔ کتاب الاضداد۔ کتاب ماثر العرب۔ کتاب ماثر غطفان۔ کتاب

ادعیۃ العرب کتاب مقتل عثمان۔ کتاب اسامی الخیل۔ کتاب فی الفخفۃ۔ کتاب فضاۃ البصرۃ۔ کتاب فتوح الایہود۔ کتاب فتوح آرمینیہ۔ کتاب لصوص العرب۔ کتاب اخبار الحجاج۔ کتاب قصۃ الکعبہ۔ کتاب الخمس من قریش العرب۔ کتاب فضائل الفرس۔ کتاب ماہن فیہ العاتۃ۔ کتاب السواد وفتحہ۔ کتاب من شکر من العمال وحمیر۔ کتاب الجمع والتغنیہ۔ کتاب الاؤس والمخرنج۔ کتاب محمد و ابراہیم۔ کتاب الایام الصغیر۔ کتاب الایام الکبیر۔ کتاب ایام ابن مازن و اخبار ہم۔ وغیرہ۔ انتقال اسکا بصرہ میں ۲۱۰ھ ہجری مطابق ۸۲۵ء میں ہوا۔

پانچواں رلوی ابو الفرج اصبہانی علی بن الحسین بن محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن ہشیم بن عبدالرحمان بن مروان بن محمد بن الحکم ہے۔ اسکا مادامروان آخری خلیفہ بنی عباس تھا۔ اہل میں یہ اصفہانی ہے مگر بغداد میں نشوونما پائی ہے اخبار عرب پر اسکو بڑی توجہ تھی۔ اسی نے کتاب افغانی میں جلدوں میں لکھی ہے جسپر تمام علمائے سلف و خلف نے اتفاق کر لیا ہے کہ اس سے بہتر کوئی کتاب اس مذاق میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ ابو الفرج سیف الدولہ ابن حمدان کے زمانے میں تھا۔

اسکی سلامات، اشعار۔ افغانی (عرب کی گیتیں) اخبار، آثار۔ احادیث، اسناد، اسباب عرب، لغت، نحو، متشوات، سیر، غزوات، علم حواری، علم عطاری، نجوم، طب، شرب سازی، وغیرہ میں بھی تھی۔ اسکی شاعری میں بھی عالمانہ ظرافت شاعرانہ سب ہی رنگ موجود تھے۔

اسکی تصنیف سے کتاب القیان۔ کتاب الامام الشواعر۔ کتاب الدارات۔ کتاب دعوتہ البخاری۔ کتاب جود الافغانی۔ کتاب محظۃ البرکی و مناقب الطالیین۔ کتاب الحانات و آداب العزیز۔ کتاب نسب بنی عبد شمس۔ کتاب ایام العرب (جسکا ذکر آٹھویں مقالہ کی تیسری فصل میں آچکا ہے) کتاب التعلیل والانتصاف فی مآثر العرب والامثال۔ کتاب جمہرۃ النسب۔ کتاب نسب بنی شیبان۔ کتاب

نسب الہالیہ (جو کہ بادشاہان بنی امیہ کے وندار تھے) کتاب نسب بنی ثعلب و نسب بنی کلاب۔ کتاب العلماں المغنیہ وغیرہ میں۔ اسکا انتقال ۳۵۷ھ ہجری مطابق ۹۶۶ء میں ہوا۔

دوسری فصل

فن تطریع یعنی سیقتی

ابن خلدون مغربی لکھتا ہے کہ غنا (گانا) عموماً کثیر آبادیوں میں ہوتا ہے۔ جبکہ خوش آوازی بڑے کے ترنم اور کمالی تک پہنچ جائے۔ اور اس فن کی تکمیل وہ لوگ کر سکتے ہیں جنکو بالکل فراغ بال کامل اطمینان حاصل ہو۔ معاش کی فکر نہ ہو۔ گہریار کی فکر نہ ہو۔ اسی کی تحصیل میں مستغرق رہے۔ اسی وجہ سے عرب کو اس فن میں مداخلت نہیں ہوئی۔ اور فقط شہرک پر انحصار رہا۔ جہیں اجزائے متناسب کا باہم اسطور سے ملانا پڑتا ہے جس میں حرکات سکناات۔ وصل فصل کا پورا لحاظ کرنا لازم ہوتا ہے۔ اور اسکا ہر ایک حصہ اپنے معنی کے افادہ میں دوسرے کے ملائے کا محتاج نہیں رہتا۔ جسے بیت (شعر) کہتے ہیں اور چونکہ اجزاء اسکے علو و علو ہوتے ہیں اپنے معنی اچھے بنا سکتے ہیں۔ مختصر طور سے مطلب ادا ہو جاتا ہے۔ مقاطع و سبادی (شعر کا آخری اور اولی حصہ) اسکے باہم متناسب ہوتے ہیں طبیعت کو بہت پسند آتا ہے اور دل اسطورت بے اختیار متوجہ ہوتا ہے۔ اسی سبب سے نظم کا اثر نسبت شعر کے دلوں پر بہت پڑتا ہے۔ انہی خیالات سے عرب نے شاعری کا مذاق پیدا کیا۔ اور اپنی اور منشور کلام سے اعلیٰ درجے کے کمال تک اس کو پہنچا دیا۔ اور

اپنی حکمتوں اور واقعات و اخبار و شرف کا دیوان بنالیا۔ اسی کے ذریعے سے اپنی طبیعتوں کو لطیف معافی اور عجیب اسلوب کے پیدا کرنے پر قادر کر دیا اور اسی طریقے پر ہمیشہ قائم رہے۔ مگر کوئی تازہ بات ایجاد نہ کی حالانکہ فن موسیقی کے اصول شاعری کے اصول کی بہ نسبت ایسے ہیں جیسے دریا میں ایک قطرہ۔ کیونکہ جیسا تناسب اجزاء لحاظ متحرک و ساکن شعر میں ہے ویسا ہی بلکہ اُس سے بہت کم موسیقی میں ہے۔ اور موسیقی اسی شعر سے نکلا ہی ہے۔ مگر چونکہ کوئی علم اُنکو نہ تھا۔ علما و حکماء کی صحبت نہ اُٹھائی تھی۔ کوئی فن سیکھا نہ تھا۔ اسوجہ سے اُنکا ذہن اس طرف نہ گیا۔ اور اپنی ہی دہن میں پڑے رہے حالانکہ اگر چاہتے تو بآسانی ممکن تھا۔ لیکن آخروں نے انہیں اونٹوں کے دوڑانیکے واسطے کچھ حدی خوانی شروع ہوئی۔ اور لونجوان لڑکے تنہائی میں بیٹھ بیٹھ کے اپنے شعر وں کو مزے لے لے کے پڑھنے لگے۔ اُسی میں کچھ ترنم اور گلگلی بھی پیدا ہو گئی۔

چند مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جاہلیت میں بھی ایک قسم کا سخن تھا جو حدی خوانی سے بھی زیادہ لطیف اور پُر اثر تھا۔ اہل موسیقی اُسے سلک اور انصاف العرب کہتے ہیں۔

شعر کو خوش آواز سی سے پڑھنے کو غنا کہتے تھے۔ اور ہلہ یا اندر کسی قسم کی عبارت میں ترنم کرنے کو تغیر کہتے تھے۔ کبھی ایسا ہی ہوتا تھا کہ گانے کے وقت غمنوں میں مناسبت بسط یا بیدار کرتے تھے۔ جو خاص موسیقی کا گڑ ہے۔ (مگر چاہے قاعدت نہیں جانتے تھے)۔ اور اُسی کو ساد کہتے تھے۔ اکثر شعرا جنکو غنا و ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے۔ جو خفیف میں ہوتے تھے۔ کیونکہ ایسے اشعار رقص میں اور دف دستا پر بہت اچھی طرح رواں ہوتے ہیں۔ اور گلے میں ہلکے معلوم ہوتے ہیں۔

آلات طرب (گانے بجانے کے اسباب) اُنکے نفاذ و مدد تھے۔ ایک بلبل

دوسری ستار۔۔ ہمیشہ ہی دو باجے مغربی عربوں میں رائج رہے۔ اسی کی آواز
لڑکیاں گاتی تھیں۔

خوش آوازی میں دو شخص جاہلیت کے زمانے میں مزب الشل تھے۔
ایک بدینج۔ دوسرا جذیبہ بن سعد خزاعی۔ اس کو نہایت خوش آواز ہونیکے
سببے مطلق ہی کہتے تھے۔

مشہور ہے کہ نعمان کے پاس دو بیہرا سیں تھیں جنہیں جرادتان کہتے تھے۔
انہی سے گانا شروع ہوا۔ جب آ کہ پشہ ۱۰ صیف یازمبی نے لکھا ہے۔ مگر میدانی
جمع الامثال میں لکھا ہے کہ دونوں معاویہ بن بکر علیقی کی میرا سیں تھیں (جو کہ
عالم کا سردار تھا۔ مخالف پہلے مکہ میں رہتے تھے) اور نام دونوں کا قیاد۔ یاد۔
تھا۔ اور قاضی بیضاوی نے تفسیر سورہ اعراف میں لکھا ہے کہ ایک کا نام
ورہ اور دوسری کا جراوہ تھا۔ تقلیباً دونوں کو جرادتان کہا گیا۔ (جیسے سرور
قمر کو شمسین یا قمرین کہتے ہیں) اور یہ دونوں عبدالمد بن جدعان کی سہیر
تھیں۔ جاہلیت میں انہی سے گانا شروع ہوا۔ آخر میں عبدالمد نے ان
دونوں کو امیہ بن ابی صلت کے حوالے کر دیا تھا۔

پھر جب اسلام کا دورہ ہوا۔ اور عربوں کو بڑے بڑے ملکوں پر قبضہ مل گیا
عیش سے زندگی بسر کرنے لگی۔ حاشیہ نشین کثرت سے پیدا ہو گئے۔ پھر تو
ایران و روم سے آ آ کے گویوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اور سب حجاز میں آ کے جمع
ہو گئے۔ اور اپنی خوش آوازی و خوش الحانی عربوں کے بار احباب بن گئے
عود۔ ہر لبط۔ طنبومہ۔ ستار پر گانے لگے۔ نب عربوں کو یہی شوق پیدا ہوا۔ اور
وہ بھی اپنے اپنے اشعار کو اسی طرز پر گانے لگے۔ اُسکے بعد نبط فارسی۔ طویسر
ساب۔ حار (جو عبدالمد بن جعفر کا بہائی تھا) کا نمانہ آیا تو ان لوگوں نے
بھی عرب کے اشعار سن سن کے یاد کئے۔ اور اچھے اچھے لہجوں میں ادا کرنے لگے۔
پھر ان سے معبد معنی۔ طبقہ۔ ابن سرتج وغیرہ نے سیکھا۔ غرض اسی طور سے

رفتہ رفتہ اس فن کو ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ بنی عباس کے زمانے میں ابراہیم مہدی۔ ابراہیم موصلی۔ اسحق بن ابراہیم موصلی۔ حماد بن اسحق بن ابراہیم موصلی کی وجہ سے تو فن موسیقی اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور یہیں سے مغربی ممالک میں پھیلا۔

پھر اسکے متعلق ناچنے کے اسباب بھی درست کئے گئے۔ عجیب و غریب لباس۔ اور چھڑیاں (معلوم نہیں انکا کیا مصرف ہے) تیار ہوئیں، اسی ڈھب کے اشعار بھی بنائے گئے۔ بلکہ اسکی صنف ہی ایک علیحدہ سنگ سے قائم ہو گئی۔ ناچنے کے سامانوں سے ایک چیز ہے اور جسے کچ کہتے ہیں ایسی زمین کسی نہوئی گھوڑوں کی تصویریں لکڑی کی ہی نہیں۔ گانے کے وقت رنڈیاں جو پیشواڑ پہنتی ہیں اُسپر وہ تصویریں لگائی جاتی تھیں۔ جس سے وہ گھوڑے کی طرح دوڑتیں اور منٹیں کرتیں (اسکی صورت بعینہ ایسی سمجھ لیجئے جیسے ہمارے ہندوستان میں گھوڑی کا نشاہ ہوتا ہے۔ جسے بعض شہروں میں پک بھی کہتے ہیں)۔

اسکے علاوہ اور بھی بہت سے لہو و لعب کے سامان تیار کئے تھے۔

تیسری فصل

اسلامی عربوں کو فلسفی علوم کی طرف کیونکر راہنمائی ہوئی

اس سے پہلے کہ ہم عربوں کے علوم و فنون کی طرف مائل ہونے کو سامان کریں۔ خصوصاً فلسفہ کی طرف جس سے انھوں نے آخر میں اپنے تمام ممالک کو روشن کر دیا۔ اور علم کی ایک نئی دنیا قائم کر دی۔

اس بات کو ظاہر کریں کہ ان بہادر عربوں نے کس کس طرح علوم غریبہ کو اذیت پہنچائی اور کیسی اسکی مٹی پلید کی ہے۔ اور کیونکر اپنی جہالت کی وجہ سے قدیم آثار کو مٹایا ہے۔ جو نہایت ہی حیرت اور آٹھ آٹھ آنسو بہانے کی بات ہے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب ہم تھوڑی دیر اپنی نظر کو عرب کی تجارتی اور ملکی ترقی سے پھیر لیں اور ان مصائب پر غور کریں جو اُنکے ہاتھ سے آسیا افریقہ یورپ پر پڑے ہیں تو ہمیں کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جسکو ہم اُن بلاؤں کے مقابلے میں اُن شہروں کے سامنے پیش کر کے اُنہیں تعزیت دے سکیں اور اُنکے جلے ہوئے دلوں کو پھپھو لوں میں ٹھنڈک پیدا کر سکیں کیونکہ ان جاہل عربوں نے اپنی بے علمی اور ناقدر دانی علم و مہر سے ایسی ایسی نفسیں چیزیں ان مفتوحہ بلاد کی ضائع کر دیں۔ ایسے ایسے ذخیرے عجائبات کے تلف کر دیئے۔ جنگی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اور جنیر شفیق مکان عجائبات آج تک انوس کرتے ہیں اور یہ سب باتیں علاوہ قتل کر کے لوٹ لینے اور غلوٹن کو قیدی بنالینے کے تھیں۔

تقریباً ڈیڑھ قرن تک مسلمانوں کی یہی حالت رہی کہ لوٹنے مارنے ملک گیری کتنے چلے جاتے تھے۔ اور علم و مہر کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ یہاں کہ ہوشیار ہوئے اور علم کی طرف مائل ہوئے تو اپنے ملکوں میں کچھ نہ پایا۔ کیونکہ سب علم و مہر کی معادن کو تو بہرہ بردار کر چکے تھے۔ آخر یونان سے علوم و فنون کے ترجمہ کرانے کے محتاج ہوئے۔

پہلی محبت اور بختی جو کتب خانہ بنی آئی ہے اُسکا باعث عمرو بن عاص تھا۔ جس نے خلیفہ عمر کے حکم سے اسکندریہ کا پورا کتب خانہ جلوادیا۔ (دیکھو تاریخ ابوالفضل جلد اول ص ۱۸) اسکے علاوہ ابن قلدون مغربی نے علوم فارس کے ضائع ہو جانے پر بھی بہت تاسف کیا ہے جو عثمان بن عفان کے حکم سے بہرہ بردار کیا گیا۔ اُنکے سوا ہر جو کتب خانے افلاکیہ۔ میروث۔ قیصریہ میں تھے وہ بھی

علم اسلام دیکھتے ہی دنیا سے نیت دنا بود ہو گئے۔

دمشق کے کتب خانے کو یزید بن عبد الملک اموی نے سرائے میں برباد کر دیا۔

مارون رشید نے یہ بھی قصہ کر لیا تھا کہ دیوان کسریٰ کو منہدم کر دے جسکی بابت مورخین اسلام لکھتے ہیں کہ اس یوان کو سا بور ذوالا کثاف نے بنوایا تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ مارون نے جب اس عمارت کے انہدام کا ارادہ کیا تو پہلے یحییٰ بن خالد ربکی سے اس بارہ میں رائے لی۔ (اُس دن) میں یحییٰ اسی مارون کے حکم سے قید تھا یحییٰ نے منع کیا۔ مگر اُس نے خیال کیا کہ شاید یحییٰ نے پاک نیتی سے یہ رائے نہیں دی ہے۔ اس خیال سے ایوان مذکور کے گرا دینے کا قصد کر لیا۔ بلکہ ہزاروں آدمی اس کام کے انجام دینے کو مقرر کئے۔ مدتوں تک کوشش ہوتی رہی۔ لوہے کے سینکڑوں آلات کام آئے۔ پھر آگ لگا دی گئی۔ اُسکے سرکہ ڈال کے چاگروادیں مگر ذرا بیشتر بھی نہ ہوئی۔ اب یہ خیال ہوا کہ اگر اور بھی کچھ دن تک کوشش کرتے رہے اور ناکامیابی رہی تو سنت بدنامی کی بات ہوگی۔ پھر یحییٰ سے دریافت کیا۔ اُس نے یہ کہلا بھیجا کہ امیر المؤمنین سے کہہ دو کہ اب تو ضرور اسکو منہدم کرادیں کہ یونکو اگر ایسا نہ ہوا تو لوگ کہیں گے کہ مارون رشید سے ایک ذرا سی عمارت نہ منہدم ہو سکی۔ جسے محمدی عقول کی قوتوں نے بنایا تھا۔ اس پیغام کو سن کے رشید کسی قدر شرمندہ ہوا اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔

مامون رشید بھی باوجودیکہ اخیر علوم و فنون کا بہت بڑا شائق ہو گیا تھا اور فلسفہ کا جان دادہ تھا۔ پھر بھی اُس نے امارت سلطنت میں مصر کے مشہور اہرام کو گودانیکا حکم دیا تھا لیکن اُسکی کوشش بھی ناکام رہی۔ سوائے اسکے کہ اتنی محنتوں کے بعد فقط چھوٹا سا ایک گڑھا ہو گیا۔ جو اب تک باقی ہے۔

مفریزی لکھتا ہے کہ عثمان بن صلاح الدین، ایوبی جو اپنے باپ کے بعد مصر

حاکم ہوا اگر اس بات پر قیاد ہو مگر تاکہ اہرام مذکورہ کو گروادے تو کبھی نہ چوکتا۔
 لیکن کیا کیسے پیارہ محبوب تھا۔ اسکے امکان ہی سے یہ بات باہر تھی کیونکہ
 اس نے چھوٹے مینار کے گروادے کا ارادہ کیا تھا لیکن سوائے اسکے
 کہ مزدوری دیتے دیتے سارا خزانہ خالی ہو گیا۔ اور کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔
 انکے علاوہ اور سلاطین نے بھی آثار قدیمہ اور عجائبات مکت فلاسفہ
 کے مٹانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ کسی نے تو اس طبع میں عظیم الشان عمارتیں
 گروادیں کہ شاید انکے نیچے سے خزانہ نکلے جیسا کہ ولید اموی نے منارہ فار
 اسکندریہ کے گروانے سے غرض ملحوظ رکھی تھی۔ اور کسی نے اس سبب سے
 کہ سوسائی یا عیسائی عبادت گاہیں اور کفار کے بتوں کا قاتم رہنا کہ وہ سمجھتے
 تھے۔ جیسا کہ شیخ محمد صائم الدین شرنشہ ہجری میں کیا۔ اہرام مصر کے پاس ہی
 ایک بت سسی ابا الھول تھا اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کسی کی غرض یہ تھی کہ
 ان عمارتوں کو توڑ کے انکے اجزاء کسی اور مقام میں استعمال کریں۔ جیسا کہ
 امیر بلطاع نے سلسلہ ہجری مطابق ۱۱۱۱ھ میں مسکی سیر یہ ایک بت کو توڑ کے
 اپنی مسجدناحری کی چوکھٹ اور ستون وغیرہ بنوائے۔

اس بیان سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ان عربوں کو کچھ قدیم آثار و
 عجائبات ہی سے عداوت تھی۔ نہیں بلکہ وہاں تو یہ دستور تھا کہ ہر کچھ بابت
 گذشتہ بادشاہ کی یادگار کو مٹا دیتا تھا۔ اسی سبب سے اکثر شہر اور آبادیاں
 ایسی مٹ رہی تھیں کہ آج انکا کہیں نشان بھی نہیں ہے۔

بہی حال جاہلیت کا اور ایرانی بادشاہوں کا۔ اور آخر تک اسلام میں
 بھی اسی بیماری کی شکایت رہی۔ چنانچہ عثمان بن عفان نے عثمان کے
 گرجا کو اور مدینہ کے اطام کو گروادیا۔ زیاد بن ابیہ نے ابن عامر کے جعفر
 مکانات اور عمارات عجیبہ مصر میں تھے سب کو منہدم کر دیا۔ بنی حباس نے
 بنی مرزبان کی آبادی کو ہڈی بستیوں جعفر شام میں انھیں سب کو مچڑا دیا۔

ایسی حرکات و خشیانہ کے ظہور کا سبب ابن فلدون نے کیا خوب لکھا،
 چونکہ عوب کی قوم نہایت وحشی قوم تھی۔ علم و ہنر سے خود بالکل عاری تھی۔
 کسی چیز کی قدر نہیں سمجھ سکتی تھی۔ اس وجہ سے جس ملک پر انکا قبضہ ہوتا تھا
 اُسکو توڑ چھوڑ لوٹ کھسوٹ اور بچ ناپچ کے رکھ دیتے تھے۔ یہ بات گویا
 اُنکی طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ جو کسی طرح جدا نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ فعل اُن کو
 بہت ہی اچھا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جیسر غالب آئیں اُسکے نام و نشان تک کو
 مٹا دیں۔ تاکہ شہور ہو جائے کہ فلاں شخص فلاں پر غالب رہا۔ اور اُسکے
 ساتھ ایسے بڑا ورکے۔ یہ بیچارے مکان میں نور بہتے ہی نہ تھے جو مکان
 کی قدر جانتے۔ عمارتوں کو گرہ کے اُنکے پتھروں کا چولہا بناتے اور اُسپر
 کھانا پکاتے تھے۔ (کیا قدر کی ہے واہ) چھتوں کو گرہ کے لکڑیاں اپنے
 جنموں کے ستونوں میں صرف کرتے تھے۔ غرض اسی حالت میں سب پتھر
 تھے۔ نہ تو کسی صنعت کی اُنکی رائے میں کوئی قیمت تھی نہ قدر تھی فقط یہ خیال
 بڑا بردوست اُنکے دلوں میں جما ہوا تھا کہ حکومت بلجائے اور تمام دنیا پر قبضہ ہو جائے۔
 اس طمع کی یہ حالت تھی کہ اپنے باپ یا بہائی تک کو حکومت کا مالک
 بنانا نہیں پسند کرتے تھے۔ بلکہ اس خوف سے کہ شاید غفلت میں یہ ہو جاوے
 پہلے ہی یا قید کر دیتے یا کسی حیلے سے مار ڈالتے تھے۔

اسی وجہ سے ہابجا حکام خود سر ہو رہے تھے۔ اور جہاں تک اُنکا دسترس
 ہوتا وہاں ان و تباہ کر دیتے۔ مین کو دیکھو جو کہ فارس انہی عربوں کا سکھن و
 ماوی تھا مگر وہاں کے شہروں کو ایسا خراب و برباد کیا کہ شاید اب تھوڑے
 ہی سے شہر باقی بچے ہونگے۔ عراق عرب جو فارس اہل فارس کے قبضہ میں تھا
 اُسکی آبادی بھی اسی طرح مٹا دی۔ شام۔ افریقہ۔ مغرب۔ اندلس وغیرہ بھی بنی
 اور بنی سلیم کی چڑائی سے جو کہ سنہ ہجری میں ہوئی تھی۔ تباہ و برباد ہو کے
 رہ گئے۔

جبکہ عربوں کی طبیعت میں یہ جہالت اور وحشت دہشی ہوئی تھی تو پھر کونچو ممکن تھا کہ انکی توجہ کبھی بھی علوم و فنون کی تحصیل کی طرف ہوتی۔ مگر اسکا سبب بھی ظاہر کئے دیتا ہوں۔

میری رائے میں عمدہ سے عمدہ سبب جو قابل اعتبار ہو سکتا ہے یہی ہے کہ چونکہ انکو پہلے سے نجوم کے افحال و مرکبات پر اعتقاد تھا۔ اور اکثر جاہلی عرب بھی ستاروں کے افحال و خواص کے نجوم سے جانتے تھے اور چند الزامات سے کوہچاٹتے تھے۔ جنکے طلوع و غروب پر حرارت برودت ہوا۔ غبار۔ طوفان وغیرہ کا حساب انہی ستاروں سے لگا لیتے تھے۔ اسوجہ سے پہلے انکو یہی خیال تھا کہ فلکیات میں پوری مداخلت پیدا کرنی چاہیے۔ کیونکہ اسکے ذریعے سے سلطنت کا زوال و بقا۔ غالب مغلوب کی شناخت۔ نزول حوادث وغیرہ معلوم ہونگے۔ اور اسکی غھوڑی سی تائید ان طیبیوں نے بھی کر دی جو روم و فارس سے بلوائے گئے تھے اور برابر انکے ہاں معالج کرتے تھے۔ کیونکہ ان طیبیوں کو جعفر بھی نجوم میں دخل تھا۔ اس سے عربوں کی کارروائی ہو جاتی تھی اور انکا یہ بھی خیال تھا کہ کوئی شخص طیب نہیں ہو سکتا جب تک منجم نہ ہو۔ اور کبھی منجم کمال نہیں ہو سکتا جب تک فلسفی نہ ہو۔ انہی وجوہ سے جب عربوں کو طلب کا شوق ہوا تو نجوم کا شوق بھی بڑھا۔ اور جب نجوم کا شوق پیدا ہوا۔ تو اسکے ساتھ باقی علوم فلسفہ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔

ہماری اس کلام کی سندیں یہ بات کافی ہے کہ خلفائے عباسیہ میں پہلے پہل جو کتاب ترجمہ کی گئی ہے وہ سندھند تھی۔ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے عہد میں ترجمہ ہوئی۔

اسی طرح پہلے پہل ماموں رشید نے بھی جو عرب میں فلسفہ کی اشاعت کا بانی تھا کسی فلسفی علم میں کمال نہیں پیدا کیا سو اسے علوم فلکیات و نجوم کے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اصلی غرض انکی فقط فلکیات ہی کے حاصل

کرنے کی تھی۔ مگر چونکہ فلکیات کی تفصیل ریاضیات پر موقوف ہے اسوجہ سے اس علم میں مداخلت کرنی پڑی۔ پھر ریاضیات سے رفتہ رفتہ فلکیات تک پہنچ گئے۔

خلاصہ یہ کہ عباسیوں کے زمانے سے فلسفے کی بڑی قدر عرب میں پھیلی اسی وقت سے کتابوں کی حفاظت کتب خانوں کی محافظت شروع ہوئی۔ بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اس فن کی کتابوں کو سمجھنے لگے۔

اس ترقی کی ابتداء خلیفہ مارون رشید (جو عباسیوں میں پانچواں خلیفہ تھا) کے وقت سے ہوئی۔ خلیفہ موصوف نے بہت بڑی رغبت اپنی علم کی طرف ظاہر کی۔

ایک مصنف لکھتا ہے کہ مارون رشید جب باہر نکلتا تھا تو سوا عالم اس کے ارد گرد ہوتے تھے۔ اپنے شہروں میں علم کا سینار قائم کر دیا تھا معلوم کے واسطے بہت اچھے لپچھے قانون بنا دیے تھے۔ اور حکم دے دیا تھا کہ جو کچھ ہو سکے پہلو میں ایک مدرسہ بھی ضرور بنوایا جائے۔ ان تدبیروں سے علم کو ایسا عروج ہوا کہ کہنا چاہیے نئی روح عرب کی علمی طاقتوں میں پھونک دی گئی۔

چوتھی فصل

قدیم کتابوں کا جمع کرنا اور ان کا ترجمہ

خلیفہ مارون رشید نے جبکہ شہر انقرہ کو فتح کیا تو بخل اور مال غنیمت کے بہت سی کتابیں بھی فتح کے ساتھ میں آئیں۔ جو قدیم زمانہ سے خزانہ میں جمع تھیں۔ انکو لٹانا ویں لے آئے اور یوحنا بن ماسویہ طبیب کو حکم دیا کہ ان

کتابوں کو عربی زبان میں ترجمہ کریں۔ چنانچہ یوحنا اور جعفر برکی وزیرِ مملکت اور چند اور اشخاص بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور بڑی کوشش سے ان کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اسی بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے۔

اولادِ یحییٰ اربعہ کارِ بیع الطبایع
فہم اذا اخبرتم طبائع الصنائع

ہاں یہ جو کام خلیفہ مامون نے کیا وہ مارون کے زمانے میں نہیں ہوا تھا۔ اس خلیفہ نے خود بھی بہت سے علوم میں ملکہ حاصل کیا تھا۔ اور فلسفہ کا اعلیٰ درجے کا فدا فی تھا۔ جہاں سنتا کہ فلاں جگہ کوئی عالم ہے کسی نہ کسی طور پر مراد اپنی سلطنت میں بلوانا اور انکو اپنے پائے تخت کی زینت بنانا۔ علماء کو اطراف و جوانب میں کتابوں کی تلاش کے واسطے بھیجتا اور جہاں سے کوئی کتاب مل جاتی اُسکو منگواتا۔ اور ترجمہ کرا کر اس کے اپنے اہل ملک کو دیتا۔ اور پڑھواتا۔ غرض اپنی تمام عمر علم ہی میں مصروف رہا۔ یہی علماء کی محبت چھوڑ کے اور کسی محبت میں نہیں بیٹھا۔

میر خن نے بالاتفاق لکھا ہے کہ مامون نے ثناء و فیلس قیصر قسطنطین کے پاس سولوزیہ اشرفیوں کے بھیجے تھے اور کہا تھا کہ ملاؤں یہ راضی ہو ہمیں دے دو۔ مگر وہ بھی ایسا علم کا قدردان تھا کہ کسی طرح راضی نہ ہوا بلکہ بہت سخت جواب دیا۔ جسکا مصل یہ ہے کہ ہمیں ہرگز روا نہیں ہے کہ اپنے اہل کے اہل علم کو ایک جاہل بربر ہی قسم کے پاس بھیجیں۔

گزشتہ کراۃ الحکم میں کیتقداس قول کی مخالفت کی ہے۔ غلامہ اسکا یہ ہے کہ مامون نے بہت سے شخص اور بدعے بادشاہِ روم کے پاس بھیجے تھے اور کہلایا کہ آپ اپنے اہل کی فلسفی کتابیں جو کتب خانہ اثینا (ایک قصبہ یونان) میں موجود ہیں بھیج دیجئے۔ چنانچہ اُس نے بہت سی کتابیں بھیجیں۔ اور نوکریاں اُنکا ترجمہ کرائیا۔

اسکے بعد بھی بعض فلسفائے اسکا را دے کیا اور کچھ ترقی دی اور عام لوگوں کی خواہش بھی اس علم کی بابت بڑی۔ اسکی تفصیل اور مطالعے میں پوری توجہ صرف کی۔ یہاں تک سینکڑوں بلکہ ہزاروں علما فلسفی ہو گئے۔ اور ایک عجیب نیا عالم علوم و فنون کا پیدا ہو گیا۔

لیکن پھر بھی عربوں کو تمام فلسفیانہ کی کتابیں دستیاب نہیں ہوئیں۔ یہ تو فقط انہی حکما کی کتابیں ترمیمہ ہوئیں جو یونان کے باشندے تھے۔ کیونکہ یونانی زبان کے جاننے والے انکو زیادہ دستیاب ہو گئے تھے۔ ہر اس زبان سے عربی میں ترجمہ کرتے تھے۔ اور چونکہ کلدانی اور بابلی اور قبطی زبان کے سمجھدار جاننے والے دستیاب نہ ہوئے۔ اسوجہ سے ان مقامات کے حکما کی مصنفات تک مسلمانوں کی دسترس نہیں ہوئی۔ (ابن خلدون) جن لوگوں نے کرویانی سے عربی میں ترجمہ کئے۔ ان میں سے چار شخص بہت ہی اچھے مترجم تھے۔

جین بن اسحاق عبادی جو خلیفہ مامون کا طبیب تھا۔ (اسکا ذکر طبیبوں کے بیان میں آئیگا)۔ اسکو یونانی زبان بہت اچھی آتی تھی۔ عربیہ میں بھی کامل تھا۔ عربی علوم کو اس نے خلیل بن احمد سے حاصل سے کیا تھا (جو علم و دین کا موجد تھا)۔ جب بغداد میں آیا تو مامون نے اسکو چند کتابوں کے ترجمے کا حکم دیا۔ بنغلہ ان کے ایک کتاب اقلیدس تھی۔ جسکو بعد میں ثابت بن قرة حرا نے خوش اسلوبی سے درست کیا۔ دوسری کتاب محیطی تھی۔ ان دو کے علاوہ اور بھی حکما اور اطباء کی کتابوں کا ترجمہ اس نے کیا تھا۔ کیونکہ خود بھی اسکو بڑا شوق تھا۔

یعقوب بن اسحاق کندی بنجم ہے جو کہ اسلامی فلسفی بھی تھا۔ اسکا ذکر آئندہ آئیگا۔

ابوالحسن ثابت بن نذیر بن ہارون۔ یا زہرون بن ثابت بن کریا بن

مارینوس بن مالاجریوس عاصب حکیم حرافی تھا۔ اس شخص پر فلسفہ بہت غالب تھا اسکی تصنیفات سے ہی تقریباً بیس کتابیں ہوئیں۔ اس نے حنین کی ترجمہ کی ہوئی کتاب اقلیدس کو نہایت مہذب عبارت اور سلیس لفظوں میں تیار کیا اور حنفیہ متعلق باتیں لکھی تھیں انکو صاف عبارت میں سمجھا دیا۔ بغداد میں آنے سے قبل یہ شخص صابی الذہب تھا۔ مگر چونکہ اس نے ایک کتاب صابلیں کے حال میں لکھی تھی اسلئے اپنے شہر سے نکلا گیا۔ راہ میں محمد بن موسیٰ شاکر سے ملاقات ہوئی جو کہ روم میں فلسفی کتابیں لینے کی غرض سے گیا تھا۔ اس نے ابو الحسن ثنابت کو بھی ساتھ لیا اور بغداد میں پہنچا۔ خلیفہ صاحب کو جب خبر معلوم ہوئی تو اسکی بڑی قدر و عزت کی اور اپنے سمجھین کی جماعت میں اسکا نام بھی لکھ لیا۔ ۳۳۰ھ ہجری میں اسکا انتقال ہوا۔

علم ابن فرجان طبری ہے۔

لیکن حنین کا ترجمہ ان سب کے ترجموں سے زیادہ واضح اور سلیس عبارت میں ہوتا تھا۔ اس نے کئی کتابیں بقرط اور جالینوس کی ترجمہ کیں اور نہایت خوبی سے مطلب ادا کیا۔

حنین کا ایک بیٹا سسی اسحق تھا۔ اسکو بھی لوگ اسکے باپ کا قدم بقدم چلنے والا جانتے ہیں۔ لغات دانی اور فصاحت میں اچھی دستگاہ رکھتا تھا۔ الحکمت کی کتابیں اس نے بھی اپنے باپ ہی کی طرز ترجمہ کی ہیں۔ مگر حنفیہ طبی کتابیں اسکی ترجمہ کی ہوئی ملتی ہیں اتنی ارسطاطالیس کی کتابیں اسکے ترجمہ کی نہیں ملتیں۔ ۳۹۹ھ ہجری مطابق ۱۰۰۷ء میں مقتدر کے عہد خلافت میں اسکا انتقال ہوا۔

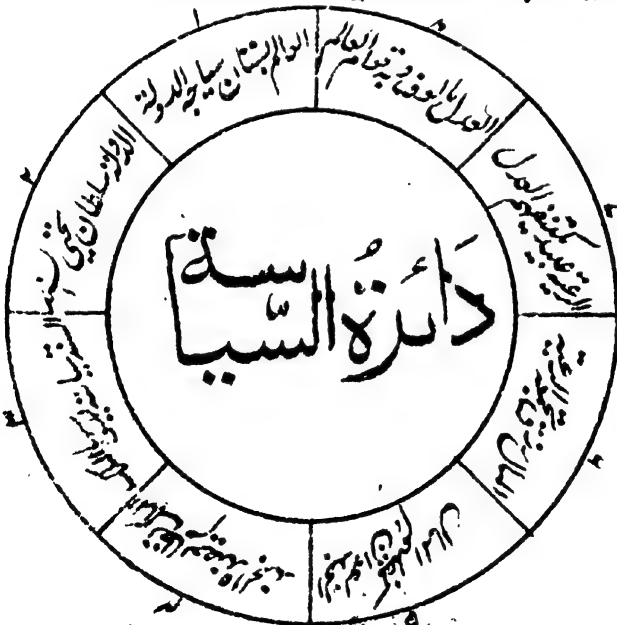
اگرچہ بہت سی کتابیں فلسفہ یونان کی ان لوگوں نے عربی میں ترجمہ کی ہیں مگر جن کتابوں کا نام دیا منت ہو سکا ہے وہ ذیل میں مندرج ہیں۔
۱۔ فیناخورس۔ کیر مولفات ارنیما طبعی (غالباً ارنیمیک مراد ہے) اور علم سیمی

وغیرہ علوم ریاضیہ۔

۲۔ افلاطون کی تالیفات۔ کتاب النفس۔ کتاب السیاسة المدیہ۔ طیمائوس البرہان فی تزیین عوالم الثلاث۔ عقلیات یعنی عالم ربوبیتہ۔ عالم عقل۔ عالم نفس۔ طیمائوس الطبیعی کی ترکیب العالم الطبیعی۔

یہ دونوں کتابیں افلاطون نے اپنے شاگرد طیمائوس کو پڑھائی تھیں اسوجہ سے اسی کے نام سے مشہور ہو گئیں۔

۳۔ ارسطو کی تالیفات۔ کتاب علم منطق و اشکال۔ جو تمام علوم فلسفیہ کا آلہ سمجھا جاتا ہے۔ کتاب الخطوط۔ کتاب الکون والفساد۔ کتاب العالم والسماء۔ کتاب سبع الکلیان۔ کتاب الآثار العلویہ۔ کتاب الحيوان۔ کتاب النبات۔ کتاب الحس۔ کتاب النفس۔ کتاب الصحة والسقم۔ کتاب الشباب والدم۔ کتاب فی السیاسة۔ جس میں ایک یہ بھی دائرہ ہے جو ذیل میں مندرج ہے۔



نوٹ۔ اس دائرہ میں یہ بات قابلِ غماز ہے کہ ہر علم کا آخری الغاۃ و سرچلچلے کی ابتداء پڑی ہے جس سے پہلے پہلے چلے کی طرف عود کر سکتے ہیں۔ (م)

۴۔ بقراط کی تالیفات۔ کتاب الفضول۔ مقدمۃ العزیزۃ کتاب اقیہیما
کتاب مار الشعر۔ کتاب الجنین وغیرہ۔

۵۔ جالینوس کی مولفات۔ سو سے بھی زیادہ ہیں جنکی تفصیل ابجگہ
نہیں ہو سکتی۔

۶۔ دلیقوریڈس کی تالیفات۔ ادویہ کے بیان میں۔

۷۔ اقلیدس کی تصنیفات۔ جس نے ہندسہ ایجاد کیا ہے۔ کتاب لداخل
کتاب الارکان۔ کتاب السنج۔ کتاب مساحۃ الدائرہ۔ کتاب الاکثرۃ والاسطونۃ
والمحزوط وغیرہ۔

۸۔ بطلمیوس کی کتابیں۔ (بطلمیوس مدرسہ اسکندریہ میں بہت بڑا ستارہ ذو
فیلسوف تھا) اسکا ظہور سنہ ۸۷ء میں فیصر اندریا اوس کے عہد میں ہوا تھا
نجوم و فلکیات میں اسکو اعلیٰ درجے کا کمال تھا۔ اسکی تصنیفات بہت سی
ہیں۔ بمجلد کے کتاب المناط۔ کتاب المقالات الاربعۃ فی احکام النجوم۔ کتاب
الموسیقی۔ کتاب الانوار۔ کتاب الفناون۔ محسّطی۔ (یہ کتاب بہت طولانی اور
مفصل ہے۔ علم ہیئت میں اس سے بڑی کتاب شاید کم ہوگی۔ محسّطی کے سنہ
اعظم (یعنی بہت بڑا) کے ہیں۔ اسکی شرح فضال بن حاتم تبریزی نے کی تھی۔ پھر
اسکی التحفص محمد بن جابر شیبانی نے کی۔ اس التحفص کی تین جلدیں ہیں۔ ایک
علم ہیئت اور حرکات نجوم میں ہے۔ دوسری ارسطو کے فن منطق میں ہے
تیسری سیبویہ بصری کی نحو میں ہے۔

مغربی علمی ترقی | اسی اثنا میں کہ عرب اپنی علمی ترقیوں میں مشغول
تھے اور ابھی ہجرت کی تیسری صدی تمام نہ ہوئے

پای اُتی کہ یہ ہوا مغربی شہروں کو بھی الگ گئی۔ اور عبد الرحمن الاخریٰ ملقب
بہ ناصر نے بھی (جبکہ اندلس کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور شہر قرطبہ کی بنیاد ڈالی۔
جسے اپنا پاسے تخت بنانا مقصود تھا۔ اور بغداد کے مشابہ تیار کرنا چاہتا تھا)

رومانس تعمیر قسطنطنیہ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور اس سے ایک ایسا شخص طلب کیا جو اندلس میں آکے ناصر کے غلاموں کو تعلیم دے۔ تاکہ نزعہ کا صیغہ یہاں بھی کھولا جائے۔ تعمیر نے ایک راہب مسیحی لقبولا کو بھیج دیا۔ اسکے بعد ناصر نے افریقیہ۔ بلاد فارس۔ مصر۔ بلاد عرب۔ میں اپنے آدمی دوڑا دیئے اور کہہ دیا کہ جس طرح سے ہو سکے کتابیں جمع کرو چاہے قیمتاً بلیں یا نقل کے ذریعے سے۔ اور خود بھی مصنفین وقت کو اپنے ہاتھ سے خطوط لکھ کر آپ لوگ اپنی اپنی تصنیفات عنایت کریں۔ ان لوگوں نے بھی کتابوں کا بڑا ذخیرہ دیا۔ اور بے انتہا انعام و اکرام سے معزز ہوئے۔ محفوزے ہی دنوں میں ناصر نے چار لاکھ کتابیں اور بقولے چھ لاکھ جمع کر لیں۔ اور اپنی پچاس برس کی سلطنت میں ایسے ایسے سامان ترقی علم کے مہیا کر دیئے جس سے اپنی خواہش کے موافق اپنی زندگی ہی میں کامیاب ہو گیا۔

ایک مورخ لکھتا ہے کہ عرب نے جس روز سے کہ اندلس کو فتح کیا تھا۔ برابر ایک حاکم رہا کرتا تھا۔ جسے دمشق کے خلفا تخت نشین کیا کرتے تھے یا افریقیہ کے عمال صیغہ وراثت سے انکو تخت نشینی نہیں ملتی تھی۔ اور لقب بھی سوائے امیر کے اور کچھ نہیں ملتا تھا۔ اپنی تمام عمر لڑائیوں ہی میں صرف کرتے تھے۔ اگرچہ اسی طرح کے بیس شخص یکے بعد دیگرے والی ہوئے مگر سب بن ملک خولانی کی سی کسی نے بھی علمی ترقی نہیں کی۔ یہ البتہ علم فلاحت اور علم سیرابی زراعت میں مصر اور اشور وغیرہ کی اصطلاح کے بموجب مداخلت رکھتا تھا۔ اس نے خلیفہ کو ایک عجیب و غریب خط بھی لکھا تھا جس میں اندلس کی پوری کیفیت درج تھی۔ اور غلطی کی پیداوار اسکے استعمال کا طریقہ بھی لکھا تھا۔ لیکن اسکے وقت میں بھی اعلیٰ ترقی علمی یا ملک کا امن و امان نہیں حاصل ہوا لیکن جب سے کہ بنی امیہ کی سلطنت و ماں قائم ہوئی۔ اور امیر عرب درحمان ناصر نے اپنا لقب خلیفہ رکھا۔ اور ملکی انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت سے ایک عجیب

تغیر اندسی زمین میں پیدا ہو گیا۔ اور علوم و فنون نے اعلیٰ درجے کی ترقی پائی۔

ناسخ کی طرف بے توجہی | اگرچہ عربوں نے یونانی کتابوں کا ترجمہ کر لیا اور فلسفی علوم کو بڑی

ترقی دی مگر کسی نے بھی ناسخ کی طرف توجہ نہ کی۔ اور نہ اثینا اور رومیہ کے شاعروں کے دیوانوں کا ترجمہ کر دیا۔ سبب اس کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکی طبیعتوں میں چونکہ تکبر اور نخوت اس حد پر تھے کہ دوسروں کے حالات سے مطلع ہونا۔ یا گذشتہ بادشاہوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنا سخت عیب سمجھتے تھے۔ انکو اپنی ہی شجاعت اپنی ہی دولت اپنی ہی شرافت پر گھنڈ تھا۔ کہ کہی کسی کی حالت پر غور کرنا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اسوجہ سے فقط فلسفہ قدیم کو پسند کیا۔ اور اُس میں پوری مہمت صرف کی۔ جو میرس (امپرس) اور فیو جیل کے اشعار و آداب پر نظر بھی نہ ڈالی۔

اور چونکہ اسلامی فرقہ عباسیہ و فاطمیہ و امویہ عموماً اُس زمانہ میں اُتیا کی طرف متوجہ تھے کہ ایک دوسرے کو مغلوب کرے اور گروہِ ناس کی قوت کو توڑ سکے خود ہی دنیا پر قابض ہو جائے۔ اور اپنے دین کے سوا تمام ادیان کو مٹا دے اس وجہ سے انکو سخت ضرورت اس بات کی پڑی کہ حکماء کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور اچھی طرح سمجھ کے اُنکے موافق عمل کریں۔ تاکہ سلطنت کی قوت اسکے سبب سے بڑھے۔

ابن خلدون مغربی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کی علمی ترقی کا میدان جہاں اسکا علم عالیشان بڑے زور شور سے بلند تھا پانچ شہر تھے۔ بغداد۔ قرطبہ۔ قیروان۔ البصرہ۔ کوئٹہ۔

غرض جب علمی دریا کا جوش بڑا اور اقطارِ عالم میں اسکی لہرائی جاری ہو چکی ہو تو ترقی کے آسمان پر علم کا آفتاب عالم افزو بڑی چمک دکھ

روشنی ہوا پھر کہا کہ ہناتھا۔ ہزاروں ہی کتب خانے بن گئے۔ لاکھوں ہی کتابیں تصنیف ہونے لگیں۔ خوشنویس بھی ہزاروں ہی پیدا ہو گئے۔ قلمی کتابیں بڑی حسن و خوبی سے کہی جانے لگیں۔ بڑے بڑے مکانات اور خانے ان جو اہر بنے یہاں سے ملو ہو گئے۔ جسکا اندازہ کرنا آج مشکل ہے۔

اس ترقی پر ہی انکا شوق کتابوں کے جمع کرنے کی بابت کم نہیں ہوا۔ بلکہ اور بھی بڑھتا رہا۔ برابر اہل علم و فضل چاروں طرف غیر ممالک میں کتابوں کی تلاش میں پھرا کرتے۔ اور جہاں جہاں فلسفی کتابیں بلجاتی تھیں لے آتے تھے جیسا کہ اس زمانے میں انگریزوں نے کیا ہے کہ ہزاروں سیاح چھوڑ دے۔ پیسے ہر عالم میں پھرتے ہیں۔ اور جہاں سے کوئی نئی چیز یا نئی کتاب بلجاتی ہے گھر میں لے آ کے جمع کرتے ہیں۔

ابن خلکان ناقل ہے کہ ابو عبد اللہ محمد اور انکے دونوں بہائیوں احمد اور حسن (موسوی بن شاگرد کے بیٹے تھے) سنے بہت سے کمالات علمی حاصل کئے تھے۔ علوم مہندسہ۔ علوم طلسمات و حرکات۔ علم موسیقی۔ علم نجوم۔ میں اعلیٰ درجے کی دستگاہ رکھتے تھے۔ انکی تصنیف علم حیل (طلسمات) میں ایک کتاب بھی نہایت عجیب و غریب موجود ہے۔

مہم تن انکی ہستیں قدیم علوم کے حاصل کرنے اور فلسفہ متقدمین کی کتابیں جمع کرنے کی طرف معروف تھیں۔ روم میں اسپنخاومی بیچ بیچ کے کتابیں نقل کرائیں۔ بڑے بڑے دور سے خوشنویس بلوائے۔ اور اپنے پاس علوم قدیمہ کا ذخیرہ جمع کر کے سلاطین کو پیش کیا اور اپنی علمی قوت کو کمال تک پہنچایا۔ محمد بن کور الصمد نے سلاطین کو بھری مطابق مشورے میں انتقال کیا۔

احمد بن یوسف سیلمی منازمی۔ ابو نعیم احمد بن مردان کردی (مصنف

تاریخ میان فارغین و دیار بکرا و وزیر ہوا۔ اور قسطنطنیہ میں کئی مرتبہ خطوط بھیج بیچ کے کتابیں طلب کیں۔ اور میان فارغین اور آمد کی جامع مسجد میں کتب خانہ

جمع کیا۔ احمد نے ۳۲۰ ہجری مطابق ۹۳۲ء میں انتقال کیا۔
 کتابوں کی کثرت ان ممالک میں اس قدر ہو گئی تھی کہ خزانہ شاہی اور
 کتب خانہ امراء و وزراء کو چھوڑ کے عام لوگوں کے پاس بھی بڑے بڑے کتب
 ہونگے تھے جس کا ساتھ لے آنا۔ لے جانا دشوار تھا۔ چنانچہ اصفیٰ کی زبانی
 ابو الفرج اصفہانی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے ابراہیم موصلی سے (جبکہ وہ
 ہارون رشید کے ساتھ رقیہ کو گیا تھا) دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ سفر میں
 کتنی کتابیں ہونگی۔ اُس نے کہا فقط اٹھارہ صندوق ہیں۔ میں نے کہا
 کیا اس سے زیادہ بھی کہنے کا ارادہ تھا۔ موصلی نے کہا اگر زیادہ بار ہو جانے
 کا خیال نہوتا تو اس سے کمی گنا زیادہ کتابیں ساتھ لیتا۔

صاحب الباقسم اسماعیل بن ابی الحسن بن عباد بن العباس بن عباد
 بن احمد بن ادیس طالقانی کی حکایت لکھی ہوئی ہے کہ نوح ابن منصور
 (جو کہ بنی سامان میں سے تھا اور بادشاہ وقت ہی تھا) نے صاحب مذکور
 کو وزیر بنانے کی غرض سے بلوایا تھا۔ صاحب مذکور نے یہ عذر کیا کہ میرا آنا
 دشوار ہے کیونکہ چار سو اونٹ فقط میری کتابوں کے لیجانے کے واسطے
 چاہئیں۔ انکا انتقال ۳۲۰ ہجری مطابق ۹۳۲ء میں ہوا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جب ملک کی یہ حالت ہو۔ اور اس قدر طلباء
 علم اور راغبین کی کثرت ہو تو کیا تعجب ہے اگر اندلس کی بابت بیان کیا
 جائے کہ ۳۲۰ ہجری تک وہیں کی تصنیفین کی تصنیفات سے ستر کتب
 بھر گئے تھے۔

صاحب مقتطف لکھتا ہے کہ عرب میں علمی شوق کچھ امراء و رؤساء ہی
 میں محدود نہیں تھا بلکہ عام لوگوں کو بھی پیدا اس کی طرف رغبت تھی۔ لہذا
 بے بضاعتی کے سبب سے اُس کمال تک نہ پہنچ سکتے تھے۔
 قریب کے بیان میں ابن سعید نے لکھا ہے کہ اندلس کے شہروں میں

جس قدر کتابیں قریبہ میں تھیں۔ اور جتنے آدمی یہاں کے علوم کی طرف متوجہ تھے اور کسی شہر میں یہ بات نہیں تھی بلکہ یہاں تک انتہا تھی کہ جس امیر و رئیس کو ذرا بھی علم سے لگاؤ نہ تھا۔ وہ بھی اپنے خزانے میں کتابوں کا انبار جمع کئے رہتا تھا۔ فقط اس غرض سے کہ لوگ کہیں فلاں کے کتب خانے میں اس قدر کتابیں ہیں۔ یا فلاں کتاب انکے کتب خانے میں ایسی ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ یا فلاں کتاب فلاں خوشنویس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے ویسی دوسرے کے پاس نہیں ہے۔

ایک دفعہ ابن رشد اور ابن زہرہ میں کتابوں پر مناظرہ ہو گیا تھا۔ دونوں عرب کے بہت بڑے فلسفی تھے، ابن رشد نے کہا کیوں خواہ مخواہ قریبہ پر ناز کرتے ہو۔ وہاں کی تو یہ حالت ہے کہ انشیلکیہ کا جب کوئی عالم مر جاتا ہے اور اس کی کتابیں نیلام ہوتی ہیں پس جہٹ مول لیکے قریبہ میں بھردی جاتی ہیں۔

پانچویں فصل

عرب نے یونان کے کون سے علوم میں مہارت حاصل کی تھی

عرب نے اپنی علمی ترقیوں کا دارِ انہی فلسفیوں کی کتابوں پر رکھا تھا۔ جنکا ذکر سابقہ ہو چکا ہے۔ اور زیادہ تر منطق۔ ہندسہ۔ فلکیات۔ طبعیات۔ کیمیا۔ نباتات۔ اور طبعیات (اکہیات) میں کمال پیدا کیا تھا۔ اور یہی علوم انکی ملکی اور مالی ترقی کی بنیاد تھے۔

عرب کا علم منطق اور فلسفہ

منطقی علوم تو عرب نے ارسطاطالیس (ارسطو) سے لیا ہے جس طرح سے

کہ شیخ بوعلی سینا اور ابن رشد نے اُسکی شرح کی تھی۔ اور بظاہر کسی قسم کی زیادتی اس علم میں انھوں نے نہیں کی۔

پہلے پہل منطق کا ترجمہ یونانی زبان سے عربی میں عبداللہ بن مقفع خطیب فارسی نے کیا ہے۔ (یہ شخص ابوجعفر منصور کے زمانے میں مسلمان ہوا تھا اور عیسیٰ بن علی کا جو خلیفہ مذکور کا چچا تھا منشی تھا) یہ شخص بلاغت و فصاحت میں بہت مشہور ہے۔ بہت سی اچھی اچھی تصنیفات اسکی علمی لیاقت کی شاہد ہیں۔ منصور ہی کے حکم سے اس نے ارسطو کی تین کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔ (جو کہ منطق میں تھیں)

منطق کا علم بھی منجملہ اُن علوم کے ہے جنکی بہت بڑی قدر کی گئی ہے اس علم کو میزان بھی کہتے ہیں۔ اس سبب سے کہ جب طرح میزان (ترازو) کسی چیز کی کمی بیشی کو بتا دیتی ہے اُسی طرح اس علم سے صحت و سقم کسی مضمون کا معلوم ہوتا ہے۔

منطق کی تعریف | المنطق آلة قانونية تقصده مراعاة افعال الذهن عن الخطأ في الفكر۔ اس علم کو دل سے وہی نسبت ہے جو علم نحو کو زبان سے ہے اور عربیوں کو نظم سے۔ اسکی وجہ سے فکر کی غلطی سے انسان بہت اچھی طرح سے بچ سکتا ہے۔

منطق جب سے عربی زبان میں ترجمہ ہوئی اور شافعیین کے ہاتھ میں آئی اُسوقت سے ایک عجیب و غریب حالت میں ہو گئی اور اسقدر چرچا اسکا پھیلا کہ شاید حکماء سابقین کے وقت میں بھی نہ تھا۔ لیکن آخرو زمانہ میں لوگوں نے فقط اسکے ابتدائی مسائل پڑھنے پر اکتفا کر لی تھی جو بہت سے شکوک پیدا ہو جانے کا باعث ہوئے تھے۔ چنانچہ مثل ہے من منطق تزدنق
۲ جس نے منطق پڑھی زندیق ہو گیا،

جن جن لوگوں نے عرب میں اس فن کی اشاعت کی تھی منجملہ اُنکے ایک تو

ابو نصر فارابی ہے۔ اس نے ارسطو کی ایک کتاب کا ترجمہ اپنی کتاب مسمی الثمانیہ میں کیا ہے اور اسکی شرح بھی لکھی ہے۔
دوسرا ابن رشد مذکور الصمد ہے۔ اس نے بھی ارسطو کی اسی کتاب کا خلاصہ کیا ہے۔

تیسرا جنین بن اسحاق سیسی (مذکور الصمد) ہے۔ اسکی بھی ایک کتاب مسمی کتاب المسائل منطق میں ہے۔ اسکے بیٹے اسحاق نے کتاب تقلیدس کتاب مقولات۔ کتاب ایسا غوجی کا خلاصہ کیا ہے۔

یعقوب بن اسحاق کنذی کا ذکر اسکے بیان میں آئیگا۔ یعقوب کے بعد بھی بہت سے لوگوں نے منطق میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور متاخرین نے بھی بہت کچھ اس پر اضافہ کیا ہے۔ منجملہ کتب مختصرہ کے عین القواعد (از مسکانی) کتاب المنہاج (از اوحدی) کتاب القسطاس (سمرقندی) کتاب التجوید۔ (نصیر الدین طوسی)

اور منجملہ متوسط کتابوں کے کشف الاسرار (محقق نصیر الدین طوسی) اسپر ابن بدیع بندی نے بہت سے ضروری حاشیے لکھے ہیں۔ کتاب جامع الدقائق (مکاتبی) کتاب نخبۃ الفکر (ابن واصل)

اور منجملہ مبسوط کتابوں کے المنطق الکبیر (امام رازی) کتاب شرح القسطاس (سمرقندی) شرح کشف الاسرار (مکاتبی) مگر سب سے مطول اور مشروح بوعلی سینا کی منطق الشفا ہے۔

اور منطق کی وہ کتابیں جنہیں الہیات اور طبعیات کا مزہ آئے یہ ہیں جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

کتاب کشف الحقائق (از نصیر الدین ابہری) کتاب تنزیل الافکار (از) کتاب التلوکجات (از سہروردی) کتاب التلخیص (از فخر الدین رازی) اس کتاب پر ابہری نے بہت اچھی اچھی حاشیے بھی لکھے ہیں۔ کتاب مطالع الانوار۔

(ازار موسیٰ) کتاب الحکمت الجدیدہ۔ (از ابن کوند) کتاب المغیر (از ابوالبرکات)
مطولات۔ شفا۔ شرح التلویحات (از ابن کوند) شرح الملخص (از مکاتبی)
شرح الانشارات والتنبیات (از محقق نصیر الدین طوسی) شرح مطالع الانوار
(از ملا قطب الدین رازی) وغیرہ۔

اس علم کے متعلق باقی بحث ہم نے اپنی کتاب زبدۃ الصالحین کے صفحہ ۹۵
میں لکھی ہے۔ یہاں اسے نقد پر اکتفا کیجاتی ہے۔ البتہ یہ بات کہنے کے قابل
ہے کہ ان علمائے منطق سے جو لوگ پہلے گذرے ہیں ان کا یہ قول تھا کہ عربوں
کی منطق کی منطق میں سوائے لفظی بحثوں کے معنوی بحثیں بہت کم ہیں اسوجہ
سے بعضوں نے انکو حکماء، الالفاظ کا خطاب دیدیا تھا۔ اور بعضوں نے نادین
(انکو) اسی وجہ سے عرب میں بہت سے لوگ اس عیب کے مٹانے کی غرض
سے ارسطو کے فلسفے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر وہی فلسفہ جو کہ ان کے اصول مذہب
سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔

مجملہ آٹکے یعقوب بن اسحاق کندی ہے جو ان سب میں زیادہ مشہور فلسفی
تھا۔ اسکو فلسوف العرب کہتے تھے۔ صاحب تذکرۃ الملکم نے یعقوب کی بات
لکھا ہے کہ اسلام میں فلسفیانہ مذاق میں جیسی شہرت اس نے حاصل کی۔
کسی کو اسکے بعد نہیں ہوئی۔ اسکی تصنیف سے اکثر علموں میں تقریباً پچاس
کتابیں ہوئی۔

مجملہ آٹکے کتاب فی المنطق۔ کتاب التوجید معروف بہ لغم مذہب۔ کتاب
فی الروعی الذین یدہون مذہب الازلیتۃ القدیمۃ۔ کتاب الوسیقۃ۔ کتاب
فی اثبات النبوت۔ کتاب فی الادب۔ رسالہ تسلیۃ الاحزان۔

ابن خلیکان نے اس ترجمے میں لکھا ہے کہ یعقوب بن اسحاق کندی
فلسوف اسلام اشعث بن قیس کوئی کی اولاد سے ہے۔ بعد ازیں اسکے
اس نے علوم فلسفہ کو حاصل کیا۔ اور متقدمین حکما کی کتابوں کی شکلات

حل کر دیا۔ قدم لقمہ ارسطو کے چلتا تھا۔ تصنیفات اسکی بہت سی ہیں۔ مگر سب میں عمدہ اور قابل قدر کتاب اقسام العقل الانسی۔ کتاب الجوامع الفکریہ کتاب الفلسفۃ الادلی ہے۔

ایک انگریز مورخ نے بھی بہت کچھ یعقوب مذکور کی تعریف کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اسکی تصنیف سے کتاب الفلسفۃ الادلی فی مادون الطبیعات والتوجید۔ کتاب الفلسفۃ الداغلیۃ والمسائل المنطقیۃ و ما فوق الطبیعات۔ رسالۃ فی ان الفلسفۃ لاتنال الابد الیاضیات۔ کتاب الحث علی تعلیم الفلسفۃ رسالۃ فی کیمتہ کتب ارسطو۔ کتاب فی قصدا ارسطو من المقولات۔ و رسالۃ فی سفیناس العلمی۔ کتاب فی اقسام العقل الانسی۔ کتاب فی ماہیتہ العلم و اقسامہ کتاب فی ان افعال الباری تعالیٰ کلہا عدل لاجور فیہا۔ کتاب فی ماہیتہ الشیء الذی لانہایتہ۔ کتاب فی الفاعلۃ والمنفعلة من الطبیعات الاول۔ کتاب فی عبارات الجوامع الفکریہ۔ کتاب ایساخوجی لفرزویوس۔ کتاب فی المدخل المنطقی۔ اور انکے علاوہ بھی بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں جو شاید ڈامی سوتک تقریباً پہونچتی ہیں۔ ان کا مفصل ذکر کتاب عبون الانبیاء فی طبقات الاطباء میں ہے۔

دوسرا فلسفہ عرب ابونصر محمد بن طرفان بن اوزلغ ہے جسے فارابی بھی کہتے ہیں۔ یہ شخص ہی بہت بڑا فلسفی اور اسلامی فلاسفوں کا سرگروہ تھا تذکرۃ الحکم کی عبارت سے معلوم ہے کہ اسلامی حکماء میں کوئی ہی اسکے رتبہ کو نہیں پہونچا حکیم مذکور ترکی الاصل شہر فاراب کا رہنے والا تھا اسکا قول تھا کہ انواع اشیا کہیں فنا نہیں ہو سکتے۔ اور کائنات عالم کبھی معدوم نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً النوع انسانی پر تو کبھی عدم آنے ہی کا نہیں اسی قول کو حکماء اندلس نے بھی پسند کیا تھا۔ اور بہت سی دلیلیں بھی لکھی تھیں مگر شیخ ابوعلی بن سینا نے سب کو رد کیا ہے

فارابی نے ارسطو کی بہت سی کتابیں مخرع کر کر کے اپنے شاگردوں کو لکھوا دی تھیں۔ پہلے یہ حزان میں چلا گیا۔ وہاں یوحنا بن خیلان حکیم نصرانی کے پاس رہ کر فلسفی علوم حاصل کئے تھے۔ اسکی تصنیف سے ایک کتاب بہت ہی معزز اور قابل قدر ہے جس میں اُس نے تمام علوم کا ذکر کیا ہے اور سب کی تشریف اور اُنکے پڑھنے کی غرض بیان کی ہے۔ دوسری کتاب اہل سیانہ مدن میں ہے۔ ایک انگریز مورخ نے لکھا ہے کہ فارابی نے ارسطو کی کتاب کا خلاصہ اپنی کتاب سسی ثنائیہ فی المنطق میں کیا ہے۔ اور اس پر شرح بھی لکھی ہے۔

اسی نے قانون (ایک با جا ہے) بھی ایجاد کیا تھا۔ جواب بھی مروج اور بطور ہدیہ کے سیف الدولہ بن حمدان عدوی کے پاس بھیجا تھا۔ اُس نے بہت کچھ اس پر انعام دیا تھا۔ شہر دمشق میں ۳۲۹ ہجری مطابق ۹۴۰ء میں اسکا انتقال ہوا۔

متیسرا فلسفی شیخ رئیس ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا بخاری علم ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ میں اسکو بہت اچھی دستگاہ تھی۔ حکیم عبداللہ ناتلی سے تعلیم حاصل کی تھی (یا ابوسہیل سیسی جرجانی سے) غرض ان دونوں میں سے کسی کے پاس رہ کے منطق۔ اقلیدس۔ مہملی پڑھی۔ اور آخر میں اسقدر بڑھ گیا کہ بہت سے رموز و نکات خود سمجھا اور ناتلی کو بتایا جنہیں وہ جانتا تک نہ تھا۔ ان علوم سے فراغت پالینے کے بعد طبیعیات و اکہیات کا شغل شروع کیا۔ پھر طب کا علم حاصل کیا۔ ابھی جرجان ہی میں تھا کہ ایک کتاب سسی اوسط اس نے تالیف کی۔ اُسکے بعد کتاب قانون کتاب الشفاء۔ نجات۔ اشارات وغیرہ لکھیں کہتے ہیں کہ اسکی تصنیف سے تقریباً سو کتابیں ہیں۔ اسی کا ایک قصیدہ مشہور ہے جسکا مطلع یہ ہے

(نفس نا طعہ کی تعریف لکھتا ہے)

مہبطت الیہ من العمل الرفع ورقاء ذات فقر زومتع

اسی کی بابت بعض مؤرخین کا گمان ہے کہ نوح بن نصر سامانی والی خراسان کا کتب خانہ (جبکہ اسکے سوا لکھ سکے واسطے خراسان میں رہتا تھا) بلایا تاکہ انکوں کا نام مٹ جائے پس میں ہی میں مشہور رہوں۔

کہتے ہیں کہ اس نے فارابی کی تالیفات سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا، مگر مسئلہ انقراض النواع (النواع عالم کا فنا ہو جانا) میں اسکی مخالفت کی ہے اور اسکی رو میں ایک رسالہ سمسیتی بن یقظان لکھا ہے (ابن خلدون کے نزدیک یہ رسالہ قابل اعتبار نہیں ہے حالانکہ رائے میں یہ دونوں متضاد ہیں) شیخ کی بابت یہ بھی تہمت لگائی گئی ہے کہ قدیم کتابوں میں بہت کچھ تصرف کیا کرتا تھا۔ اکثر چیزیں اُس میں حذف کر کے اپنی من گھڑت اضافہ کرنا تھا۔ انتقال اسکا ۳۸۷ھ ہجری مطابق ۹۹۷ء میں ہوا۔

چوتھا اسلامی فلسفی ابو حامد محمد بن محمد بن احمد غزالی زین الطوسی فقیہ شافعی حجتہ الاسلام ہے۔ اس نے فلسفہ یونان کی سخت مخالفت کی ہے۔ اسکی مصنفات سے وسطی۔ بسیط۔ وجیز۔ خلاصہ فی الفقه۔ کتاب احیاء العلوم۔ (یہ کتاب بھی نہایت اعلیٰ درجے کی کتاب ہے)۔ مستغنی (اصول فقہ) متخول۔ منقول (علم جہل میں) نہایتہ الفلاسفہ محاکم النظر۔ المقاصد۔ المفضون بہ علی غیرہ۔ المقصد الاسنی فی شرح الاسماء الحسنی۔ مشکوٰۃ الاذکار۔ المنقذ من الضلال۔ حقیقۃ القولین وغیرہ وغیرہ ہیں۔ انکا انتقال ۳۸۷ھ ہجری مطابق ۹۹۷ء میں ہوا۔

پانچواں فلسفی ابن رشد ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی ہے۔ اندلس کے اسلامی فلاسفوں میں بہت مشہور اور لائقِ گذرا ہے۔ اس نے اپنے زمانہ کے مشہور فلاسفوں سے تفصیل علم کی نہی۔ طب اور فقه اور فلسفہ میں کمال پیدا کیا تھا۔ ابن عربی فیلسوف اور ابن طفیل اور ابن زہر کے اور اسکے

درمیان میں بہت یار نہ تھا۔ اسکو منظور باہر سے (شبیلیہ سے) ایک شخص کے چغلی کھانے پر نکلوا دیا تھا۔ آخر حاکم مراکش نے اسکو اپنے پاس بلا لیا کیونکہ اسکو اقوال فلاسفہ متقدمین کے مطالعہ کا بڑا شوق پیدا ہو گیا تھا۔

ابن رشد کی یہ بھی رائے تھی کہ ارسطویونان کے تمام فلسفیوں سے فوق لیگیا تھا۔ اسوجہ سے زیادہ تر اس نے ارسطو ہی کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ حالانکہ ارسطو کی تالیفات خود اس بات کو بتاتی ہیں کہ وہ افلاطون کا مقلد تھا۔ اس فلسفہ کے مبادی کو ہماری کتاب زبدۃ الصالحات ص ۱۵۱ میں یا شیخ رئیس کی شرح (رجوزہ) کو دیکھو

اس نے غزالی کی تہافتہ الفلاسفہ کی ہی رد کی ہے۔ جس میں یہ بات دکھلائی ہے کہ غزالی کا بیان بالکل قابل یقین اور برائی نہیں ہے۔ اور دوسرے مقام پر یہ بھی کہا ہے کہ غزالی جس طرح فلسفہ سے بے بہرہ تھا اسی طرح شریعت سے بھی بے بہرہ تھا۔

اسکی ایک کتاب فیصل المقال فی ما بین الشریعۃ والعلیۃ من الاتصال ہے۔ اس کتاب میں علم ہیئات سے بحث کی ہے۔ تلخیص کتاب الکون والفساد ہے۔ (اصل میں یہ دو مقلدے ارسطو کے تھے جسکی تلخیص اس نے کی ہے) کلیات ابن رشد ہے۔ مگاب اسکی تالیفات متاعری زبان میں بہت ہی نا اور الوجود ہیں۔ اکثر لاتینی زبان میں البتہ ترجمہ کر لی گئی ہیں۔ مغلہ ان کے شرح اقوال ارسطو علی الرد علی الغزالی ہے۔ اس کتاب کی گیارہ جلدیں ہیں۔ اور ہندوستان میں ۱۵۷۷ء میں چھپی تھی۔ اور اکثر کتابیں اسکی عبرانی میں ترجمہ ہو گئی ہیں۔ بہت سے انگریزوں نے بھی اسکی تحقیقات کو اس زمانے پر لیا تھا جبکہ اسکی تصنیفات ہسپانیہ اور کردوقا (مورے) بلاد میں سے ہیں (پس پڑائی جاتی تھی۔ اور جو لوگ کہ حرکات فلیکس کے استقبال کو مانتے ہیں وہ اس قول کو ابن رشد ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس نے اپنی تصنیفات

میں فلکیات کے متعلق بھی بہت کچھ لکھا ہے اور سب سے زیادہ معتد بہ وہ ہے جہاں کہ اس نے کلف آفتاب سے بحث کی ہے۔

اس زمانے میں رینان فرسنوی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ نام اسکا ابن رشد ہے۔ اس کتاب میں ابن رشد کی سوانح عمری اور اسکی تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ رینان نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن رشد قرون متوسط میں ارسطو کے تابعین میں سے بہت بڑا فلسفی تھا۔

یہ کتاب ۱۱۵۲ء میں سپرین میں چھپی تھی۔ ابن رشد کی وفات ۵۹۵ھ ہجری مطابق ۱۱۹۸ء میں ہوئی۔

چھٹا فلسفہ ابن زہر ابو بکر محمد بن ابی مروان عبد الملک بن ابی العلاء زہر بن ابی مروان عبد الملک بن ابی محمد بن مروان بن زہر ایادی اندلسی شیلی ہے۔ نعت دانی میں بھی بڑا مہر تھا۔ ذی الرتمہ کے اشعار اسکو بہت سے یاد تھے۔ طب میں بھی اعلیٰ درجے کی دستگاہ تھی۔

اپنے دادا ابو العلاء کی بابت اس نے لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا وزیر تھا۔ اور اسوقت کا بہت بڑا فلسفی بھی تھا۔ ۵۲۵ھ ہجری مطابق ۱۱۳۱ء میں مر گیا۔ پھر اپنے پردادا کی بابت لکھتا ہے کہ وہ مشرق میں علوم طبیبہ کی تحصیل کی غرض سے گیا۔ اور وہاں مدت تک اس علم کی تکمیل میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ بغداد میں ریاضہ طب اسکو دی گئی۔ پھر مصر میں رئیس الاطباء رہا۔ پھر قبردان میں۔ غرض اپنے زمانے میں اطباء سے علم طب میں بہت بڑا چڑھا تھا۔ قبردان ہی میں اسکا انتقال بھی ہوا۔

اسکے بعد اپنے پردادا کے باپ کی نسبت لکھتا ہے کہ محمد بن مروان بہت بڑا عالم صاحب رائے۔ ادیب۔ صاحب فتویٰ۔ مشوروں میں سب سے آگے رہنے والا۔ علوم و فنون میں ماہر تھا۔ علم روایت و درایت دونوں اُس میں جمع تھے۔ اور بطبریہ میں ۲۲۲ھ ہجری مطابق ۸۳۷ء میں مرا۔

خواہ ابو بکر کا انتقال ۳۰ھ ہجری مطابق ۶۳۲ء میں ہوا۔

ساتھ تو ان اسلامی فلسفی۔ ابو بکر بن باجہ نجیبی سر قسطنطنیہ معروف بہ ابن صالح اندلسی مسلمانوں کا آخری فلسفی ہے۔ عالم دینوں میں بہت بڑا ماہر تھا سیاست مدن کی طرف زیادہ توجہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ابو بکر بن باجہ مذہب غلط کا قائل تھا۔ (پروردگار کو معطل سمجھتا تھا) حکماء فلسفہ کے مذہب کو ترجیح دیتا تھا۔ اور شاید کہ وجود پروردگار کا بھی منکر تھا۔ اسکا اعتقاد یہ بھی تھا کہ زراعت و درکار نام ہے اور انسان بھی اس قسم کی نبات ہے جو زمین سے پیدا ہوئی اسکی تصنیفات ریاضی اور منطق میں بہت ہیں۔ شہر فارس میں زہر دے کے ۳۲۰ھ مطابق ۹۴۲ء میں مارا گیا۔

آٹھواں اسلامی فلسفی یحییٰ بن جش بن امیرک لمقب بہ شہاب الدین سہروردی ہے۔ یہ بھی فلاسفر اسلامین میں شمار ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکو فن شعبہ بازی میں مہارت تھی۔ لوگ اسکے عجائبات اور شعبہوں سے اسی طرح خوش ہوتے تھے جیسے کہ جکل بوسکو یورپین کی شعبہ بازیوں سے۔

حکایت۔ ایک دفعہ سہروردی شام میں جاتے ہوئے کسی شخص کے ساتھ ہولیا تھا۔ راہ میں دونوں نے ملکے کچھ تازے خرمے درم کو مول لئے۔ جب وہاں سے آگے بڑھے تو خرما بیچنے والا پیچھے پیچھے دوڑ آیا اور کہنے لگا۔ اجی حضرت باتو میرے خرمے واپس کیجئے یا دس درم اور بھی دیجئے۔ کیونکہ میرے خرمے میں درم کے فٹے۔ وہو کے سے آپ کو دس ہی درم کو دیدئے۔ سہروردی یس کے ٹھہر گیا۔ اور اسکو سمجھانے لگا۔ مگر ایسے کلیات بھی کہ جس سے خرمے والے کو غصہ آگیا اور اس نے سہروردی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

ہاتھ کا کھینچنا تھا کہ فوراً کلامی سے ہاتھ جدا ہو کے خرمے والے کے ہاتھ میں جاتا رہا۔ اور خرمن ٹپ ٹپ ٹپکنے لگا۔ یہ دیکھ کے وہ بیچارہ بہت ہی گھبراہٹا اور ٹوٹا ہوا ہاتھ پھینک گئے بھاگا۔ جب وہ سامنے سے چلا گیا تو سہروردی بھی

اپنا اتھ آستین سے نکالا اور ٹوٹے ہوئے اٹھ کوٹھا یا تو وہ ایک رومال نکال کر
 کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح کی اور بھی حکایات اسکی مشہور ہیں۔
 اسکی تصنیفات سے کتاب التفتحات (اصول فقہ میں ہے) کتاب التلویم
 کتاب البیاض کل کتاب حکمت الاشراق ہے۔ اور اسکا ایک رسالہ مسمیٰ غریہ
 بھی مثل رسالہ الطیر اور رسالہ حی بن یقظان شیخ ربیع کے ہے۔ اس رسالہ میں
 بہت بڑی بلاغت صرف کی ہے اور حدیث نفس کو بموجب اصطلاحات حکما
 کے بیان کیا ہے۔

اسکو لوگ زندیق جانتے تھے کیونکہ یہ ازلیت عالم کا قائل تھا ملاح الدین
 ایوبی نے اسکو علب میں قید کیا تھا۔ اور خفیہ طور سے شہرہ میں مار ڈالا۔

عرب کا علم الافلاک اور علم طبعیات

چونکہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کو کسی قسم کا علم نہ تھا۔ اس وجہ سے وہ بالکل
 اسبات کو نہیں سمجھ سکتے تھے کہ حوادث طبعیہ (مثلاً نباتات و اشجار کا پیدا
 ہونا۔ حیوانات کا نشوونما۔ درختوں میں پھل پھول آنا۔ صحت و مرض کا آنا جانا وغیرہ)
 اور نفسیات جوید (مثلاً پانی برسا۔ آندھی چلنا وغیرہ) کے اصلی اسباب کیا ہیں۔
 نہ تغیرات فلکیہ کا پورا احساس کر سکتے تھے۔ نہ عناصر کی ترکیبات اور کمونات
 علویہ و سفلیہ کا پورا ادراک کر سکتے تھے۔ ناں اتماء حضرت تھا کہ سرسری نظریں آنکی
 جو بات کسی ستارے کی حرکت پر مبنی معلوم ہوتی تھی اسکا ایک نہ ایک نام تجویز
 کر لیتے تھے۔ اور اُس سے انقلابات طبعیہ کا اندازہ کرتے تھے۔ (جیسا کہ ہم
 آئندہ اسکے متعلق کچھ لکھیں گے)

لہذا ہم یہاں اس بحث کے دو حصے کرتے ہیں۔ ایک حصے میں یہ دکھاتے
 ہیں کہ جاہلی عربوں کو کہاں تک فلکیات اور طبعیات میں وض تھا۔ اور دوسرے
 حصے میں یہ بتائیں گے کہ اسلامی عربوں نے یونانی کتابیں ترجمہ کرنے کے بعد ان

دونوں علموں میں کہا شک کمال حاصل کیا۔

جالی عربوں کا علم فلکی اور طبعی

یہ بات پہلے سے معلوم ہو چکی ہے کہ جالی عربوں کا اعتقاد انوار منازل میں ویسا ہی ہے جیسا کہ منجھن کو سیارات کی بابت ہے (جیسا کہ ہم نے چوتھے باب کی چوتھی فصل میں لکھا ہے) بس یہی ان کے علم فلکیات کی انتہا تھی۔ اور برابر اسی خیال پر باقی رہے۔ یہاں تک کہ اسلام نے آگے اس خیال کو مٹایا۔ (الفاء۔ منازل قمریہ سے ایک ستارے کے مغرب میں صبح کے ساتھ غروب کرنے اور دوسرے ستارے کے مشرق سے طلوع کرنے کو انوار کہتے ہیں) عرب سال کے پہلے نو کو بدری کہتے تھے۔ یہ نو نوزیں ایلول سے اٹھارہویں تشرین اول تک دہتا تھا۔

اور نوز سقوط الغرمین۔ بطح الحوت۔ وسمی۔ اٹھارہویں تشرین اول سے نوزیں کا نوز اول تک۔

اور نوز سقوط الشریین۔ بطین۔ ثریا۔ وبران۔ دلی۔ اٹھارہویں نسیان تک اور نوز سقوط الہفہ۔ ہنغ۔ ذراع۔ نشرہ۔ طرف۔ جبہ۔ زبرہ۔ صدہ۔ عوار۔ سواک غیر۔ نوز حزیان تک۔

نوز سقوط الفخسر۔ زبانی۔ اکلیل۔ قلب۔ ہبری۔ نوز حزیان سے پانچویں تموز تک۔

اور نوز سقوط الشول۔ نعام۔ بارس القیظ۔ پانچویں تموز سے تیرہویں آب تک۔

اور نوز سقوط بلدہ سعد ذاج۔ سعد بلج۔ احراق ہوا۔ تیرہ آب سے آٹھویں ایلول تک۔

اور نوز سقوط سعد السعود۔ سعد خبیہ۔ (یعنی بدری) سال کے تمام اوزار ہیں

پہلا نور ہے۔ جبکا ذکر پہلے ہو چکا۔

مجموع سیارات سب (سبعہ سیارہ) یعنی آفتاب، ماہتاب، مریخ، مشتری، زہرہ، عطارد، زحل کو۔ اور شیعہ بارہ بروج اور ماہتاب کی منازل کو بھی قدیم فلکاء کی رائے کے موافق تسلیم کرتے تھے۔

سال کی تقسیم بھی اسی طرح قمری حساب سے بارہ مہینوں پر کرتے تھے جس طرح کہ اسلام میں ہجرت ہے۔ مگر تقریباً دو سو برس اسلام کے پہلے سے کبیس شہور (لون) کا طریقہ بھی سیکھا تھا۔ اور ہر تیسرے برس ایک مہینا بڑا کرتے تھے۔ جیسے کہ ہندی لوگ کا مہینا ہوتا ہے۔ تاکہ قمری سال شمسی دورہ کے مطابق ہو جائے۔ اس وجہ سے حج اسکا ہر سال ایک ہی زمانے میں پڑتا تھا۔ اور انکی معمولہ عادات میں فرق نہیں آنے پاتا تھا۔

کبیمہ (لون) کے حساب کرنے والے سنہ لوگ ہوا کرتے تھے (سنہ انسی سے مشتق ہے یعنی مہینوں کے بھولا دینے والا) اس طریقہ میں یہ ہوتا تھا کہ چار دن مہینوں پر بحساب کسوڑ بڑا دیے ہیں جس سے تین برس میں ایک مہینہ پورا نکل آتا ہے۔ یہ طریقہ مصری عربوں میں اب تک رائج ہے۔ مگر اسلام نے اسکو لغو ٹھہرایا ہے۔ اور فقط کمری حساب رویت ہلال کے مطابق جاری رکھا ہے۔ اسلام کے تمام فرقے اپنے عام احکام شرعیہ میں رویت ہلال کا لحاظ کرتے ہیں سوائے شیعہ فرقہ کے۔

اسلامی سال محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے۔ اور عموماً ایک مہینہ تیس اور

سے معلوم نہیں شیعوں سے اس مقام پر کونسا فرقہ مراد ہے۔ اس واسطے کہ جو شیعہ امامیہ یا اثنا عشریہ کہتے جاتے ہیں وہ بھی اسی رویت ہلال پر اپنا تمام شرعی کام انجام دیتے ہیں۔ بلکہ شیعہ امامیہ رویت ہلال کا لحاظ نہ لیتے اور اسلامی فرقوں کے زیادہ ہے۔ شاید مولف کتاب نے شیعہ سے کوئی اور فرقہ علامہ امامیہ کے مراد لیا ہے۔ (مترجم)

لے یہ طریقہ بھی اسلام میں ردودہ سے مولف نے اس مقام پر بھی دہوکا کھایا ہے (مترجم)

ایک مہینہ اُن تیس دن کا حساب کیا جاتا ہے تاکہ قمری سال تین سو چوتھ روز اور ایک خمس اور ایک سدس کا ہو (۱/۲۵۴)

امام مقریزی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کہ کیوجہ سے مسلمانوں نے ذی الحجہ کے مہینے میں ایک دن کا اضافہ کر دیا ہے بشرطیکہ وہ کسرفین دن سے زیادہ ہو۔ اس سبب سے اُس سال میں ذی الحجہ تیس دن کا ہو جاتا ہے۔ اُس سال کو سال کیسے کہتے ہیں اس حساب سے پورے سال کے دن تین سو پچپن ہو جاتے ہیں۔ اسی جمع ہوتے ہوئے ستر تیس برس پر گیارہ دن بڑھ جاتے ہیں۔

مقریزی کا مطلب تیس برس سے قمری سال مراد ہیں جسے دو زبھی کہتے ہیں۔ ان تیس برسوں میں اُنیس برس تو بغیر کیسہ کے ہونگے اور گیارہ برس میں کیسہ پڑیگا۔ وہ گیارہ برس یہ ہیں۔ دوسرا سال۔ پانچواں سال۔ ساتواں سال۔ دسواں سال۔ تیرتواں سال۔ سولہواں سال۔ اٹھارہواں سال کیسواں چوبیسواں چھبیسواں۔ اونتیسواں

عرب کا پہلا مہینہ محرم آٹھویں۔ پندرہویں۔ بائیسویں۔ و انتیسویں میں اور قوموں کے مہینوں سے موافقت رکھتا ہے۔ لیکن اگر محرم مکینہ کے روز واقع ہو تو صفر کی پہلی کو رشتہ ہوگا۔ پہلی کو چار شنبہ ربیع الثانی کی پہلی کو جمعہ ہوگا۔ جمادی الاولیٰ کی پہلی کو چار شنبہ۔ جمادی الثانی کی پہلی کو دو شنبہ ہوگا۔ رجب کی پہلی کو رشتہ ہوگا۔ شعبان کی پہلی کو پچھشنہ ہوگا۔ ماہ صیام کی پہلی کو جمعہ ہوگا۔ شوال کی پہلی کو یکشنبہ ہوگا۔ ذی قعدہ کی پہلی کو دو شنبہ ہوگا۔ ذی الحجہ کی پہلی کو چار شنبہ ہوگا۔

اور اگر محرم کی پہلی دو شنبہ کو پڑی تو صفر کی پہلی کو چار شنبہ ہوگا۔ ربیع الاول کی پہلی کو پچھشنہ ہوگا۔ اور اگر محرم کی پہلی کو ہفتہ ہو تو صفر کی پہلی کو دو شنبہ ہوگا۔ اور ربیع الاول کی پہلی کو رشتہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس سب کو

عربی مہینوں کے نام۔ عرب عبا، (ٹھیکہ عرب) نے اپنے قمری مہینوں کے نام نائق۔ نفیل۔ بلیق۔ آرخ۔ آرخ۔ طاک۔ کسج۔ زاہر۔ لوط۔ حوت۔ بقیش۔ رکھے تھے۔ نائق سے مراد محرم ہے۔ اور نفیل سے مراد صفر۔ اور علیٰ ہذا القیاس۔

مشووی مہینوں کے نام۔ قوم مشور نے اپنے مہینوں کے نام موجب۔ مؤجر۔ مؤزو۔ ملزم۔ مصدر۔ ہوثر۔ ہوکل۔ مویا۔ ویر۔ وابر۔ صقیل۔ میل۔ رکھے تھے۔ موجب محرم ہے۔ مؤجر صفر وغیرہ۔ لیکن انکے ۱۱ سال کی ابتدا ویر (ماہ صیام) سے ہوتی تھی۔

اسی طرح باقی قبیلوں نے بھی یہ نام تجویز کر لئے تھے۔ موثر۔ ناجر۔ خوان۔ صوان۔ صنم۔ زبا۔ اہم۔ عادل۔ بائق۔ وغل۔ ہواع۔ برک (موثر کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر چیز کا محکوم ہو سکتا ہے۔ یعنی سال میں جو واقعات پیش آتے ہیں۔ ان سب کا مرکز یہی مہینہ ہوتا ہے۔ ناجر بخیر سے شوق ہے جبکہ معنی سخت گرمی کے ہیں۔ خوان خیانت سے شوق ہے۔ صوان۔ صیانہ (نگہداشت) سے شوق ہے۔ زبا سخت مصیبت۔

کچھ لوگ صوان کے بعد زبا۔ زبا کے بعد باندہ۔ باندہ کے بعد قوم پھر وغل۔ پھر باطل۔ پھر عادل۔ پھر رنتہ۔ پھر برک شمار کرتے ہیں۔

باندہ کو باندہ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس مہینے میں جنگ و جدال بہت ہوتا تھا۔ اور بہت سے لوگ مارے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے کسی لڑائی کے موقع پر یہ شل کہی گئی ہے۔ العجب کل العجب بین جمادی ورجب کیونکہ جنتی لڑائیاں ہوتی تھیں انکا فیصلہ رجب سے پہلے پہلے کر لیتے تھے۔ اور رجب کو اہم کہتے تھے۔ اسوجہ سے کہ لڑائی اس مہینے میں موقوف رہتی تھی۔ وغل اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو مجلس شراب میں بن کر شریک ہو۔ اسی مناسبت سے ماہ شعبان کو وغل کہا گیا کہ وہ ماہ صیام پر

جو کثرت سے شرابخواری کا مہینا تھا چڑھ آتا ہے۔ اس مہینے میں کثرت شرابخواری کی یہ وجہ تھی کہ اسکے بعد والے مہینے میں حج کرنے تھے۔ اور اُس میں شراب پینی چھوڑ دیتے تھے۔ تو اسکی کسر پہلے ہی پوری کر لیتے تھے۔ ماہ میما کو باطل اسوجہ سے کہا ہے کہ باطل شراب کے پھیلنے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس مہینے میں شراب کے پھیلنے کا کثرت سے استعمال ہوتا تھا لہذا اُس مہینے کو بھی باطل کہا گیا۔ عا دل حج کا مہینا تھا۔ اس مہینے میں تمام لغو امور سے باز رہتے تھے۔ زباہ اونٹ۔ گو سفند۔ بھیر۔ بکریوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس مہینے میں یہ سب جانور قربانی اور بخ کی غرض سے حلق کئے جاتے تھے۔ لہذا اُسکو زباہ رکھا۔ برک اونٹ کے بیٹھنے کو کہتے ہیں جبکہ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض جاہلی عرب محرم کو مؤخر۔ اور صفر کو ناجر۔ ربیع الاول نصار۔ ربیع الثانی خوان۔ جمادی الاولیٰ کو حتمن۔ جمادی الآخر کورمتہ۔ رجب کو اقم (یہ مہینا مضر کا سمجھا جاتا تھا جو ابو القباثل تھا۔ جاہلیہ میں اس مہینے میں روزہ رکھتے اور ایک دوسرے کی دعوت کرتے اور امن و امان میں رکھتے۔ مضر میں جاتے اور کچھ خوف نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اس مہینے میں لڑنا بھڑنا حرام سمجھتے تھے۔) شعبان کو عادل۔ رمضان کو ناقت۔ شوال کو دغل۔ ذی قعد کو ہواع۔ ذی الحجہ کو برک اور ابروک اور سیمون کہتے تھے۔

اسکے بعد عرب نے اپنے مہینوں کا وہ نام مقرر کیا جو اب مشہور ہے۔ یعنی محرم و صفر وغیرہ۔ محرم میں لڑنا حرام جانتے تھے۔ صفر میں اپنے اپنے مکانوں کو زور رنگ سے رنگیں کرتے تھے۔ کیونکہ اسی مہینے سے لڑائی پر چلنے کا ارادہ کر لیتے تھے۔ ربیع الاول اور ربیع الثانی بہار کے مہینے تھے۔ جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ میں مری سے پانی منجھ ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

فی لیلة من جمادى ذات الدینة لا یصور الکلب من ظلمة الطنبا
 رجب کا مہینہ وسط حالت میں تھا۔ شعبان میں لڑائی شروع ہوتی تھی۔ رمضان
 رمضان سے مشتق ہے جلتی ہوئی زمین کو کہتے ہیں۔ اس مہینے میں گرمی شدت
 سے پڑتی تھی۔ سوال منول سے مشتق ہے جسکے معنی اونٹ کے دم
 اٹھانے کے ہیں۔ اس مہینے میں اونٹوں کی شہوت زیادہ ہو جاتی تھی۔
 ذی قعدہ میں اپنے اپنے گھروں میں بیٹھتے تھے۔ لڑائی بند ہو جاتی تھی
 ذی الحجہ میں حج ہوتا تھا۔

ایک اسلامی عالم نے لکھا ہے کہ ماہ رمضان کو فقط رمضان کہنا جائز
 نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ حدیث میں آگیا ہے لا تقولوا رمضان فان رمضان
 اسم من اسماء الله تعالى ولكن قولوا جاء شهر رمضان (ماہ رمضان کو
 فقط رمضان نہ کہو کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا نام ہے بلکہ کہو شہر رمضان یعنی خدا
 کا مہینہ)

یہ بات بھی سمجھ لینے کی ہے کہ یہ اتفاقات جو خاص خاص مہینوں میں
 ہوتے تھے مثلاً ربیع الاول میں بھار کی فصل کا رہنا۔ جمادی الاولیٰ اور ثانیہ
 میں سخت سردی کا رہنا۔ یہ اسی حساب کے مطابق ہو سکتا ہے جیکہ لوگ کا
 حساب رکھا جائے۔ کیونکہ اس حساب سے قمری اور شمسی حساب تقریباً مطابق
 پڑتا ہے۔ اور اگر عام اسلامی طریقہ علاوہ کبھی کے رکھا جائے تو پھر یہ خصوصیت
 باقی نہ رہیں گی۔

جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کو ربیع الاولیٰ اور ربیع الثانی کے بعد
 اس وجہ سے رکھا ہے کہ بعض بعض عربوں کی یہ رائے تھی کہ جس فصل میں درختوں
 کے پھل پختہ ہوتے ہیں وہی ربیع (بہار) کی فصل ہے۔ اب لا محالہ اسکے
 بعد سردی کا زمانہ آئیگا اسکے جنم کی صیف (گرمی) کی فصل آئیگی۔ جسے اس دن
 میں ربیع کہتے ہیں۔ اسکے بعد قیظ (سخت گرمی) کی فصل آئیگی۔

کچھ لوگوں کی یہ رائے تھی کہ جس فصل میں پھل تیار ہوتے ہیں یعنی خریف میں وہ ربیع الاول ہے اور اُسکے بعد کی فصل شتار (جاڑا) ہے اور جس فصل میں پھول لگنے شروع ہوتے ہیں وہ ربیع الثانی ہے۔ غرض اکثروں کی رائے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ فصل کو ربیع کہتے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ہفنتہ کے دن اس حیثیت سے جیسے اب استعمال ہوتے ہیں۔ فرس۔ صغیر قبط کے زمانے میں نہ تھے بلکہ پہلے پہل اس کا استعمال برشام کے رہنے والوں نے کیا۔ جبکہ حضرت موسیٰؑ کو تو رایت میں یہ بتایا گیا کہ خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا ہے اور ساتویں دن راحۃ لی۔ اُسکے بعد سے پھر تمام گروہوں میں اسکا استعمال شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ عربوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہو گیا کیونکہ انکو بلاد شام سے ایک گونہ قرب اور ہمسائیگی حاصل ہے۔

وہ لوگ احمد (الوزار) کو اوحہ کہتے تھے۔ اور اشین (دو شنبہ۔ پہرا کو اہون۔ ثلثا، مثل) کو جبار۔ اربعاء (بڑھ) کو دبار۔ خمیس (پنجشنبہ۔ جمعات) کو مونس۔ جمعہ کو عربیہ۔ سبت (ہفتہ۔ شنبہ) کو شیار۔

عربوں کا خیال ہے کہ جمعہ کا نام عروبہ کعب بن لوی نے رکھا ہے۔ اور بعض آدمیوں کا یہ خیال ہے کہ جمعہ کو سریانی زبان میں عروبہ کہتے تھے۔ پھر عرب میں بھی استعمال کیا جانے لگا۔ شاعر کہتا ہے۔

علمت بان اموتی وان موتی باوہد او باھون او جبار

او التالی دبار او یوافی بمونس او عروبة او شیار

اور چونکہ عرب کے پہلے دورہ قمری کے حساب سے مقرر کئے گئے تھے۔ جسکی ابتداء پہلی تاریخ کو چاند دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اور چاند کا دکھائی دینا آفتاب کے غروب ہونے پر منحصر ہے۔ سو وہ سے ان لوگوں نے رات کو دوڑنے پہلے سہا ہے۔ اور ایک دن غروب آفتاب سے غروب آفتاب تک حساب کیا

رات کی تقسیم۔ رات کے پہلے حصہ کو نائشیہ اللیل اور شفق کہتے ہیں۔

اُسکے بعد عشوہ۔ اُسکے بعد غسق۔ اُسکے بعد ہذاۃ۔ پھر شروع۔ پھر خج۔ پھر زلفہ۔ پھر زریح۔ پھر عیس۔ اُسکے بعد سحر۔ اُسکے بعد فجر۔ آخر میں صبح ہو گئی۔

دن کی تقسیم۔ دن کی پہلی ساعت بکور ہے۔ دوسری بزوغ۔ تیسری راو۔ چوتھی

ظہی۔ پانچویں منوع۔ چھٹی ظہیرہ۔ ساتویں زوال۔ (اسے باجرہ ہی کہتے ہیں) آٹھویں اقیل۔ نویں عصر۔ دسویں طفل۔ گیارہویں حرقہ۔ بارہویں غروب۔

بروآن دن کی دونوں طرفوں کو کہتے ہیں۔ یعنی شام اور صبح۔ احصا وہ دن ہے جس میں آفتاب طلوع کرے۔ اور آسمان صاف رہے۔

مہینے کی راتوں کے نام۔ مہینے کی پہلی تین راتوں کو غر کہتے ہیں۔ اُسکے بعد کی تین راتوں کو نفل۔ اُسکے بعد

کی تین راتوں کو عشر اُسکے بعد میض۔ اُسکے بعد درع۔ اُسکے بعد ظلم اُسکے بعد

حناوس۔ اُسکے بعد درآرمی۔ آخری تین راتیں محاق کہی جاتی ہیں۔ چاند کی پہلی رات کو غرہ ہی کہتے ہیں۔ تیسری رات کو عفرآ۔ چودھویں شب کو لیلا۔ جس میں

چاند پورا ہو جاتا ہے۔ محاق کی پہلی رات (اٹھالیسویں شب) کو دجآ۔ اُنیسویں کو وہمار۔ تیسویں کو دلدار۔ ایک قول کے بموجب چودھویں شب کو سوار اور تیسویں شب کو سرار یا دادار کہتے ہیں۔

برا پہلی شب یا مہینے کی پہلی تاریخ۔ یا آخری شب یا آخری تاریخ کو کہتے ہیں۔ (اس میں اہل لغت کو اختلاف ہے) ابن البراء مہینے کی آخری رات یا آخری دن۔

لیلۃ اتمام جاڑے کی بڑی سے بڑی رات کو کہتے ہیں۔ یہ تین راتیں ہوتی ہیں جن کا گہنا محسوس نہیں ہوتا۔ اور مَس زمانے کی راتوں کو کہتے ہیں جبکہ

پورے بارگاہ یا کچھ زائد گزر کے صبح ہوتی ہو۔ تھوڑا رات کا ایک حصہ۔ جوش رات کا بڑا حصہ۔ جو غن رات کا پہلا حصہ یا وسطی۔ محراج کرکڑا تے جاڑے کی رات۔ محقات

وہ راتیں جنہیں شروع سے آخر تک چاندنی ہوتی ہے۔ اور شاید یہ بھی ضروری ہے

کہ رات بالکل صاف ہو۔ اور ابر نہ چھایا ہو۔ جس سے شبہ نہ ہوتا ہو کہ میچ ہو گئی۔ حالانکہ ابھی رات باقی ہو۔ خورشید بہت باریک رات۔

چاند کے سایہ کو ستر کہتے ہیں اور رات کی کہانی کو ستر۔ رات کے فقہ گویوں کو شمار بطرح سے کہ ظریف باتوں کو خز قبل کہتے ہیں اور جہول باتوں کو خز غفل اور ہنسی کی باتوں کو خز عجبہ اور مزاح کو خز عالج۔ حدیث خرافۃ ظریفانہ ستر (مذاہقہ) کو کہتے ہیں۔

مثل میں ہے۔ المحل من حدیث خرافۃ کہتے ہیں کہ خرافۃ قبیلہ عفرہ کے ایک شخص کا نام ہے۔ تھوڑے دنوں تک اسکو جن اٹھا لیکھا تھا۔ جب وہیں آیا تو اس نے اپنا قصہ بیان کیا۔ مگر سننے والوں نے تکذیب کی۔

دوسری مثل ہے لا آتینک التمر والقمہ میدانی نے احمسی سے نقل کیا ہے کہ ستر تاریکی شب کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس مثل کے معنی یہ ہو کہ میں تیرے پاس نہ تاریکی شب میں آؤں لگتا چاندنی شب میں تاریکی کی تفصیل اسوجہ سے ہوئی کہ اکثر بے فکرے اندھیری راتوں میں اکٹھے جمع ہو کے قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔

چاندنی شب کو ابن سمر یا ابن سمر کہتے ہیں (باختلاف لغات) اندھیری رات کو ابن جمیر۔ جمیر زمانہ۔ ابنا جمیر۔ رات دن۔ ابنا سمیر رات دن۔ کافر رات اللیلۃ الطلق یا اللیلۃ الطلقہ ایسی رات جس میں نہ سردی ہو نہ گرمی ہو۔ طروق رات کو کسی مکان میں آنا۔ تغلیس صبح تک چلنا۔ اذلاح اول شب سے سفر کرنا۔ اذلاح آخر شب کو سفر کرنا۔ تاویب دن کو سفر کرنا اور رات کو ٹھہرنا۔ سری فقط رات کو چلنا۔ اسار دن رات سفر کرنا۔ مقبل دوپہر کے وقت دم لینے کی واسطے لیٹا تنویر ٹھیک دوپہر کو استراحت کی غرض سے کسی مقام پر اترنا۔ تقریب لفظ شب پر کسی مقام پر ٹھہرنا۔ اغذا رات کو تیز چلنا۔ تہجد الصلی رات کو نماز نافلہ پڑھنا۔ استظلال۔ وہوپ سے بچنے کے واسطے کمیں سایہ میں دم لینا۔ استذبار

سردی سے بچنے کے واسطے کہیں ٹھہرنا۔ استگنان بارش سے بچنے کی واسطے کہیں بیٹھ رہنا۔

غزالہ آفتاب جبکہ بلند ہو۔ جوتہ آفتاب جبکہ غروب ہونے لگے۔ ہاجرہ گرمی کا سخت سے سخت وقت۔ حارستی۔ حمارۃ۔ حمر شدت کی پیش جندہ سخت گرمی (یہ لفظ حناذ سے مشتق ہے جسکے معنی آفتاب کے ہیں) انہلہ گرمی کے دو مہینے۔ شہر اقلع جاڑے کے دو مہینے جنہیں سخت سردی پڑتی ہے۔ ان دو مہینوں کو شیبان اور لمحان بھی کہتے ہیں۔ کلبۃ الشتاء سخت سردی۔ ماجور ماہتاب۔ اور سخت گرمی ماہ توذکی۔

جاڑے کے سات دن جنہیں بہت سخت جاڑا پڑتا ہے برہمچوڑ کہتے ہیں۔ اور عام لوگ مستقر ضاٹا۔ یہ دن پانچویں شباط سے شروع ہوتے ہیں۔ اور تیسری اذر تک رہتے ہیں انکے نام صین۔ صنتبر۔ وبر۔ آمر۔ موثر۔ مغل۔ مطنی الجور۔ یا کفنی الفعن ہیں۔

ربیع کے پہلے پانی کو دسی کہتے ہیں۔ اسوجہ سے کہ زمین پر اس پانی کو دسم ہو جاتا ہے۔ یعنی نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کے پانی کو ولی انہی دونوں لفظوں کو متبئی نے ایک شعر میں جمع کیا ہے۔

امنعمہ بالعودۃ الظبیلۃ التي بغیر ولی کان نالکھا الوسی

ابتدائی بارش رین۔ نیز بارش بڑی بڑی بوند سے وابل نیزی کے ساتھ بارش چھوٹی بوندوں سے۔ انہلال۔ حبوب بارش۔ حیا بارش کا پانی کیونکہ وہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔

قحط کے بعد کی بارش غیش۔ ٹھہر ٹھہر کے بہت دیر تک جو بارش ہوتی رہے۔ دیمہ اگر بہت زیادہ بارش ہو وہ تہتان ہے بلکی بارش دیمہ و دیمہ دیمہ ہوئی بارش بقات جو بارش سر زمین کو سیراب کر دے وہ جو دیمہ۔ ملک گیر بارش۔ حصر۔ ساقیہ ایسی بارش جس سے مکانات وغیرہ منہدم ہو جائیں۔ یلولی نواز بارش

شائبہ دفعہ دفعہ کر کے جو بارش ہو۔ مثل ہے ”نخن بواد غیشہ مزوس“۔
 اصمعی نے کہا ہے غیشہ مزوس سے یہ مراد ہے کہ زمین کے مختلف حصوں پر
 بارش ہو۔ مخوطی بہاں مخوطی دہاں جس سے اراضی کو عام نفع نہ پہونچے۔
 پیشل ایسے شخص کی بابت استعمال کیجاتی ہے۔ جسکا خیر کم ہو اور اگر ہو بھی تو
 قائم نہ رہے۔

اور فرس ہلکی بارش کو بھی کہتے ہیں۔ تنضاح۔ بشع بارش کی پھوار۔ شاعر
 کہتا ہے۔

کان فاہا عبقری باردس اور پچروض مسد تنضاح رک
 عبقر سے مراد اس شعر میں سردی ہے یا اولہ۔ مثل ہے ابد من عبقر
 اسکو حقر اور عبقر قبضہ بھی پڑا گیا ہے۔

عارض ابر۔ ساریہ شب کا برسنے والا ابر۔ وجن گھٹا۔ بکر جو ابر برستا ہو
 چلا جائے۔ مکفر۔ مکرمف تہ بتہ جیسے ہوئے ابر کے ٹکڑے۔ شیب سفید و سیا
 ابر۔ طخا، لکھا لکھا ابر جس سے تارے چھپ جائیں اور شب کے مسافر راہ
 بھٹکنے لگیں۔ کرقہ اسکی جمع کرانی ابر کا ایک قطعہ جو تہ بتہ جما ہوا ہو۔ جھام ابر
 بے آب۔ یا جسکا پانی سب برس چکا ہو۔

عوب عموماً اپنے خیموں کا رخ آفتاب کے مطلع کی طرف رکھتے تھے۔
 تاکہ جاڑوں میں دھوپ اچھی طرح آسکے۔ اور گرمیوں میں محفوظ رہیں۔ کیونکہ
 گرمیوں میں آفتاب کا مطلع بدل جاتا ہے۔ اسی سے انھوں نے پار قسم
 کی ہواؤں کے نام بھی بنالئے۔ جو ہوا خیمے کی داہنی طرف آئی اُسے جنوب کہا
 اور جو بائیں طرف سے آئی اُسے شمال۔ اور جو سامنے سے آئی اُسے صبا۔
 اور جو پیچھے سے آئی اُسے دبور۔

جریبار وہ ہوا ہے جو دبور اور شمال کے درمیان سے چلے۔ ہیفہ
 وہ ہوا ہے جو شمال اور صبار کے درمیان سے چلے۔ عشون ابداہی ہوا۔

حرف بہت سرد اور تیز ہوا۔ متناوبہ چوکھٹی ہوا۔ نیم لمبی لمبی ہوا۔ ناجائز
جس ہوا کی ابتدا ہی سخت ہو۔ عاصف سخت ہوا۔ زعزع جس ہوا سے درخت
ہلنے لگیں۔ عاصبہ جس ہوا میں سنگریزے اڑا اڑ کے گرتے ہوں یا جھیں
خاک اڑتی ہو۔ محفل۔ محفال بمقالہ جلد جلد جھونکوں والی ہوا۔ اعصار۔
بگولے دار ہوا۔ بلبل جس ہوا میں سردی کے ساتھ رطوبت بھی ہو۔
حور۔ سموم۔ گرم ہوا۔

قرآن میں بھی آٹھ ہواؤں کا ذکر ہے جنہیں چار تو ہوائے رحمت
ہیں۔ مبشرات۔ مسلمات۔ زاریات۔ ناشرات۔ اور چار ہوائے عذاب ہیں۔
صرصر۔ عقیق خشکی کی ہوائیں ہیں۔ عاصف قاصف دریائی ہوائیں ہیں۔
ہم نے اسلئے لکھا ہے کہ عوب کو اس بات کا بڑا فخر ہوتا تھا کہ اُنکے گہراگ
زیادہ روشن ہوتی ہے کیونکہ اس سے زیادہ مہاں نوازی کا ثبوت ملنا ہو
لیکن مہاں نوازی کی غرض کے علاوہ بھی کئی وجوہوں سے آگ جلا یا کرتے
تھے جسکے ہر قسم کے لئے ایک خاص نام ہے۔ مغلہ اُنکے نار الوسم ہے جس سے
لوہے کو گرم کر کے بادشاہوں کے اونٹوں کو داغتے تھے جس سے پہچانے
جاسکیں۔ اور بانی پلانے کے وقت پہلے اُسی کو گھاٹ پر لی جائیں۔ نار الوسم
یہ آگ اس غرض سے روشن کی جاتی ہے کہ پانی بر سے۔ نار القاف۔ یہ آگ
پہاڑ پر نرزدیک و دور کے آدمیوں کو آگاہ کرینکے واسطے روشن کی جاتی تھی۔
نار الغدرب کوئی شخص غدر کرتا تھا تو یہ آگ ایام حج میں مقام منی میں روشن
کی جاتی تھی۔ اور کہتے تھے کہ ہذا عذوقا فلان یہ آگ فلاں شخص کی نشوونما
ہے۔ نار السلامتہ جب کوئی سفر سے صحیح سلامت واپس آتا تھا تو اس کے
آنے کی خوشی پر یہ آگ جلائی جاتی تھی۔ نار الامل جب اہل خانہ چاہتے تھے
کہ یہ مسافر اب لوٹ کے نہ آئے تو یہ آگ روشن کی جاتی تھی۔ نار الاسد یہ آگ
شیر سے خوف کے مقام میں جلائی جاتی تھی۔ کیونکہ شیر جب آگ دیکھتا ہے تو

بھاگ جاتا ہے۔

نار انسلیم جب کسی کو سانپ کاٹ لیتا تو یہ آگ اُسکی سلامتی کی خال میں جلای جاتی تھی۔ اور یہ بھی غرض ہوتی تھی کہ وہ جاگتا رہے۔ نار انسلیم جبکہ اشرف کی عورتیں قید ہو جاتیں اور انکا فدیہ دیکھے چھوڑا لاسے تو انکے واسطے روشن کرتے کہ اُسکی روشنی میں گہزنک آئیں۔ نار انسلیم کی بابت ابو عبیدہ روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جاہلیت میں کسی محفوظ مقام میں آگ روشن کی جاتی تھی اور وہاں دربان بیٹھتے تھے تاکہ عام لوگ وہاں نہ آسکیں۔ فقط انہی لوگوں کو وہاں جانے کی اجازت تھی جن کو کسی خاصیت کے سبب سے قسم کھانے کی ضرورت ہو۔ دربان اُس آگ پر نیک چھڑکتا تھا۔ اور قسم کھانے والے کے گرد اسکو پھرتے تھے۔ کیمت شاعر کہتا ہے

کھولۃ ما وقد للمخلفون لدی الخالفین وما هو لوا

اگر کسی کی حسن کی تعریف کرنی منظور ہوتی ہے تو آگ سے تشبیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں فلان احسن من النار اور اگر کسی کی حرارت مزاج کا وصف بیان کرنا ہو تو کہتے ہیں فلان احمر من الجمر اور ایک مثل اخلف من نار الجاحب بھی ہے۔ (یعنی فلاں شخص ایسا چوٹا ہے جیسے جاحب کی آگ جاحب اُس آگ کو کہتے ہیں جو پتھر سے نکلتی ہے۔ جبکہ گھوڑا سپر اپ مارے۔

چند الفاظ زمین کے متعلق یہی ہیں اور سب کے

زمین کے نام

کون۔ کمرہ۔ معمرہ۔ مسکوندہ۔ عالم۔ دنیا۔ بادیہ۔ خلیفہ۔ اگر زمین برابر ہو تو اُسے محب۔ صغید۔ بہل۔ اگر نرم ہو تو دشتہ اور اگر پست ہو تو وہلہ اسکی جمع وہاں آتی ہے۔

قد آح زمین بے آب و گیاہ۔ قفر زمین غیر آباد۔ بقعہ زمین کا ایک قطعہ (جمع اسکی بقیع) مہکا رجب زمین میں نباتات بہت جلد نکلتی ہیں۔

فلانہ چوڑی کشادہ زمین جس میں نہ پانی ہو نہ کوئی آدمی رہتا ہو۔ تنوٰفہ زمین سبز
 شجہ زمین باغ جس میں حوضین بھی ہوں۔ ہو جل جہاں کچھ بھی نہ ہو بلکہ مثیل
 میدان ہو۔ حزن سخت و نامہوار زمین قد قد۔ غلط۔ بلد زمین نامہوار و سخت
 برقعہ۔ برقار۔ ابرق کنکری نامہوار زمین۔ عوجنہ وہ زمین جس میں کوئی مکان نہ ہو
 روزار و درگی زمین۔ جزار جس زمین میں زراعت نہ ہو۔ بادوہ۔ صحرا، مفادہ
 زمین بے آب جس میں آدمی پیاس سے مرعاسکے۔ مہمہ بہت لمبا چوڑا میدان
 مرت زمین بے گیاه۔ نجد۔ نشر زمین بلند۔ یفاع بلند اور چوڑی زمین۔
 مصفص وسیع اور برابر زمین۔ برث نرم اور برابر زمین۔ غضار جس زمین کی
 سٹی بہت اچھی ہو۔ حقل قابل زراعت زمین۔ لور غیر قابل زراعت زمین۔
 غل جس زمین پر پانی نہ برسا ہو۔ حط جس زمین پر اس وقت سے پیشتر کوئی
 آفت نہ آئی ہو۔ حادثہ جس زمین پر نہ زراعت کیجاتی ہو اور نہ آبادی ہو۔
 سبخہ شورہ زار زمین۔ شجہ جس زمین پر بہت سے درخت ہوں۔ امعر
 چھوٹے چھوٹے سنگریزے دار زمین۔ حجرہ جس زمین میں پتھر بہت ہوں۔
 صخرہ جس زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں ہوں۔ محفصہ جس زمین میں غلہ
 بہت پیدا ہوتا ہو۔ شبرہ پھلدار زمین۔ اریضہ خوشنما۔ آنکھوں کو بہلی لگنے والی
 زمین۔ عزاقہ جس زمین کی آب و ہوا بہت اچھی ہو۔ وبلکہ جس زمین کی آب و ہوا
 خراب ہو۔ وبنیہ جس سر زمین میں وبا پھیلی ہو۔ عامرہ۔ غنا، جس زمین پر
 بہت سے لوگ آباد ہوں۔ مختلف صنعتیں بھی ہوتی ہوں۔ خراب۔ عامرہ خلاۃ
 بلقع جس زمین پر نہ کوئی صنعت ہوتی ہو نہ آبادی ہو۔

خاک کے نام | بو غار و قنار نرم اور باریک خاک۔ شرمی۔ نراب نناک
 سٹی۔ بشرطیکہ گیلی ہونے سے کچھ نہ ہو گئی ہو۔ موزرہ

خاک جسے ہوا اسطرف سے اسطرف امد اسطرف سے اسطرف اڑا اڑا کے
 ڈالتی ہو۔ ہباء باریک باریک ذرے جو ہوا میں اڑتے رہتے ہیں ہوائی

باریک غبار۔ مافیا غبار جو ہوا سے اڑ کے زمین پر گرے۔ جو ٹوٹتے چھوٹیوں کی جمع کی ہوئی خاک۔ عفا عفر جس خاک سے نشانات زمین کے مٹ جاتے ہیں اور غام بالو بہری ہوئی خاک۔ ساد بناتا ت اور شجار پر پڑی ہوئی خاک۔ نفع گہوڑے کی ٹاپوں سے اڑی ہوئی خاک۔ عجاہر ہوا کی اڑائی ہوئی خاک درج غبار جنگ۔

ٹیلوں کے نام | فکتہ معمولی زمین سے کسی قدر بلند حصہ۔ رابیتہ نکتہ کی نسبت بلند۔ جمع اسکی روآبی اور بی آتی ہے۔ رابیتہ سے کسیدہ راو بلند را کہ جسے تہر کا ٹیلہ کہتے ہیں جمع اسکی اکام سے تن خاک اور بالوکا ٹیلا کشیب۔ دغص خالص بالوکا ٹیلہ۔ اس سے بلند عجب پھر اس سے بلند راج۔ اس سے بھی بلند یقینہ ہے۔ سفیتہ دراصل پہاڑ ہے بشرطیکہ چھیل ہوا ہو۔ (جمع اسکی سفنب۔ مہتاب آتی ہے) اس سے بھی بلند کت ہے جو چھوٹی سی پہاڑی ہو۔ اس سے بلند جبل۔ اس سے بھی بلند طود اور علم سے دیاوہ عظیم الشان پہاڑ خشب۔

پہاڑ کی تقسیم | حقیق پہاڑ کا پچھلا حصہ۔ سفح حقیق مکا اوپر کا حصہ۔ یعنی دامن کوہ۔ سند بہ نسبت سفح کے بلند حصہ۔ کبج پہاڑ کا عرض۔ ریت پہاڑ کا کنارہ فضا سے ملا ہوا۔ حید پہاڑ کا پہلو۔ رعن پہاڑ کی چوٹی شفعہ۔ دروہ۔ قنہ پہاڑ کے تمام حصوں سے بلند حصہ۔

زمین کی دوسری تقسیم | منہل پانی پینے کا گھاٹ۔ جمع منال۔ بطیم بطار۔ ایلچ پانی پینے کی ماہ جسیں سنگریزے بھی ہوں۔ جمع اباطح۔ بطاح۔ بطارح۔ واوی ووپاڑوں کے درمیان کی راہ جس سے پانی بہتا ہو۔ جمع اوویہ وویان۔ رجبہ الکمان صحن مکان۔ واوی مطلق اُس راہ کو بھی کہتے جہاں سے پانی بہکے کسی اور جگہ کو جاتا ہو۔ موبق۔ برترخ کسی دو چیزوں کے درمیان میں جو مائل ہو۔ شامہ زمین کا وہ حصہ جو اصلی رنگ کو

زمین کے خلاف ہوجمع شام۔ اجنبہ۔ قلابہ۔ بیشہ شیر حرث جو زمین کہ گہوڑوں کی ٹاپوں سے کھد گئی ہو۔ یا دراغت کے واسطے کہوڑی گئی ہو۔ بیشہ جزیرہ شبہ الجوز جو جزیرہ کہ کسی ایک طرف سے خشکی سے جاملتا ہو۔ جرقار ڈھیروں اور دودھ کی

دریا کی مغلق لغات غلط غفتم بہت بڑا دریا سے ذخار۔ طبع۔ فلیج بڑی نہر۔ جسر۔ بڑی نہر۔ (جسے چوٹی نہر کو بھی کہتے

ہیں۔ یہ لفظ اعداد میں سے ہے مگر سمندر شہ چشمہ جہیں بہت پانی ہو۔ وادراخ بھرا ہوا دوی۔ بحر طام۔ بحر طام جس دریا اور نہر کا پانی بہت ہو۔ حفرس بھرا ہوا پانی۔ اور اگر پانی ابر سے برتا ہو تو کہیں گے الماریج۔ اور اگر چشمہ سے جاری ہو تو مینج کہیں گے۔ اگر تپہ سے نکل کے جاری ہو تو تہجس اور اگر نہر سے جاری ہو تو یفینس اور اگر چنٹ سے ٹپکتا ہو تو یجف اور اگر رشک وغیرہ سے گرتا ہو۔ تو یسرب۔ اور اگر کسی برتن سے گرتا ہو تو یسرج۔ اور اگر بڑے چشمے سے جاری ہو تو نیگب۔

پانی کے متعلق مثل مشہور ہے۔ احق من لائق الماء و فاعل مصفۃ۔ جس شخص کی زیادہ تحقیق کرنی ہوتی ہے تو یہ مثل استعمال کرتے ہیں (لوق پلٹا عشی شاع کہتا ہے

کنا لح مصفۃ یوما لیفلما فلم یضرها و اھی قنۃ اول

دوسری مثل ہے۔ احل من ماء العذات

یعنی فلاں شے اس قدر باح اور جائز الاستعمال ہے جیسے میٹھا پانی۔ تیسرے انیب من القابض علی المار۔ زیادہ تر ناکامیاب بربت اس شخص کے جو پانی کو ٹہنی سے پکڑنا چاہے۔

نوٹ۔ یہاں جعفر الفاظ و استعمالات کہے گئے ہیں۔ وہ بہت محقر ہیں۔ کیونکہ اگر سب کو لکھا جائے تو بہت بڑا ایک لغت بنانا پڑیگا

اسلامی عربوں کا علم ہیئت

اسلامی عربوں میں سے جو لوگ کہ علم ہیئت کی تحصیل میں مشغول ہوئے انکی تعداد بہت ہے۔ اور سب کا ذکر یہاں نہیں ہو سکتا۔ اس علم میں زیادہ استغراق کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کو اسلام سے بہت پہلے سے ستاروں کے آثار کا اعتقاد تھا۔ بعد و غرض۔ آئندہ و گزشتہ حالات کا اندازہ بھی اسی کرتے تھے۔ حالانکہ علم نہ رکھتے تھے۔ اور یہ بات کچھ عرب ہی پر موقوف نہ تھی بلکہ دنیا کے اکثر ریاست تمام حصوں میں اسکا چرچا تھا۔ (چنانچہ اب بھی بعض مشرقی ملکوں میں اکثر لوگ اس علم کے جاننے والے موجود ہیں) اسی سبب سے اسلام کے بعد تمام علموں سے قبل اسی طرف انکی توجہ مصروف ہوئی۔ کیونکہ قبولیت کا مادہ تو موجود ہی تھا فقط علم کی کسر تھی۔ وہ بھی ابو جعفر منصور عباسی کے وقت میں پوری ہو گئی۔

ابو جعفر عباسی نے محمد بن ذراوی سے جو کہ فلسفہ میں بڑا ماہر شخص تھا۔ ہندوستان کی کتاب نجوم کا ترجمہ کرایا تھا۔ جسکا نام سندھند کھا گیا تھا۔ اسوقت یہ کتاب بہت بڑی اور نجوم کے متعلق تمام ضروری امور کی جامع تھی۔ اسوقت سے برابر یہی کتاب لوگوں کی معمول پر تھی یہاں تک کہ خلیفہ مامون عباسی کا زمانہ آیا۔ چونکہ ان کے زمانے میں علم کا بڑا چرچا پھیلا (بلکہ عرب میں علم فلسفہ پھیلنے کا باعث یہی تھی) تو منجملہ اور علوم کے کتاب سندھند کے خلاصہ کرنے کا حکم بھی محمد بن موسیٰ خوارزمی کو دیا۔ اس نے بڑی خوبی سے اسکا خلاصہ کیا۔ جس سے بہت اچھی طرح سے ستاروں کی حرکات اور فلک کے آثار و افعال معلوم ہو سکتے ہیں۔ (یہی کتاب اصل اصول عرب کے علم ہیئت کا ہی) اسکے بعد پھر خلیفہ موصوف نے محبطلی کے ترجمہ کا حکم صادر فرمایا جس میں زیادہ گہرائی کے مترجم میں اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ اسحق بن حنین نے

ترجمہ کیا ہے۔ اور کچھ خازن بن یوسف کو اسکا مترجم بتاتے ہیں۔ جب یہ دونوں کتابیں ترجمہ ہو گئیں اور شائقین کے ہاتھوں میں آئیں تو لوگوں نے ترقی کرتی شروع کی۔ اور بطلیموس رائے کے موافق عملدرآمد کرنے لگے۔ بہت سے نتیجے اور بہت سے رموز و شکات دریافت سکے۔ مثلاً زمین کے نقطہ راس و جنوب کا منتقل ہونا۔ دائرۃ البروج کا خط استوا پر مائل ہونا وغیرہ۔

اسی علم کے ذریعے سے اوقات کی تعیین بھی کی۔ یعنی گھنٹہ گھڑی منٹ۔ سیکنڈ وغیرہ۔ اور بغداد و قرطبہ میں رصد خانے بھی بنوائے۔ یہیں کا فیض یورپ تک بھی پہنچا۔ چنانچہ پبلی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر ملا نور الدین کی کتاب بیان کردہ میں نہ ہوتی تو کبھی کیبلر صاحب کو یہ بات نہ حاصل ہوتی کہ اہلیلیجیہ افلاک سیارات کی بابت جو نین حکم لگائے ہیں۔ اُن میں کامیاب ہو سکتے۔ اور اگر سیارات و ثوابت کی بابت عرب کی سچ نہ ہوتی تو کبھی فوٹو بائیولی کی سچ نہ تیار ہو سکتی۔

ابن رشد نے جبکہ ذکر پہلے ہو چکا ہے آفاکے کلف کو بندر لیدہ رصد کیجا تھا۔ حالانکہ اُس وقت تک اہل یورپ کو اسکی خبر ہی نہ تھی۔ خلاصہ یہ کہ عرب نے اس فن میں بڑی ترقی کی تھی اور آج یورپ وغیرہ میں جو کچھ بھی ترقیاً اس علم کے متعلق ہیں وہ سب انہی کے تصدیق میں ہیں۔

اس علم کے ماہرین اگرچہ بہت سے اسلامی عرب تھے مگر سب سے مقدم اہل مشہور عالم علم ہیئت فلیفہ مامون عباسی تھے۔ اگرچہ انکی رغبت عمومی فلسفی علوم و فنون کی طرف تھی۔ مگر بالخصوص اس فن میں انکو بہت اچھی دستگاہ تھی۔ شناسیہ میں جو کہ نواحی شام میں ہے ایک رصد خانہ بھی بنوایا تھا جس سے ستاروں کے حالات اہل انکی رفتار کا پتہ چلے۔ اس رصد خانہ میں تمام وہ آلات موجود تھے جو فلکی حرکات و اوضاع کے دریافت کر چکے تھے۔ صرف وہی سچتے ہیں۔ اور یحییٰ بن ابی منصور۔ عبدالملک۔ اور عباس بن سعید

جمہری کو تلام بخین کا (جو کہ دربار میں ملازم تھے) افسر بنایا تھا۔ ان ہی دونوں کی محنت سے زتیج جدید تیار ہوئی تھی۔

اسلامی رصد خانوں میں پہلا رصد خانہ تھا جو مامون نے شام میں بنوایا تھا۔ مودنین لکھتے ہیں کہ دائرۃ البروج کے میل کو مدترتہ خلیفہ مامون نے رصد سے دریافت کیا۔ ایک مرتبہ بغداد میں اور دوسری دمشق میں۔ ہندو کی دفعہ یحییٰ بن ابی منصور اور سناو اور عباس بن سعید کے متعلق اسکی انجام دہی تھی۔ اس دفعہ دائرۃ البروج کا میل ۲۳۔۲۵ معلوم ہوا تھا یا ۲۳۔۳۳۔ (باختلاف ناقلین) اور دمشق کی دفعہ خالد بن عبدالملک اور سناو۔ اور ابوالطیب اور ابن عسلی کا رکن تھے۔ یہاں ۲۳۔۳۳۔۵۲ کی نسبت دریافت ہوئی تھی۔

۱۔ خلیفہ مامون ہی کے وقت میں احمد بن عبداللہ ہندادی اس فن میں مشہور ہوا۔ اسکی تصنیف سے تین کتابیں ہیں۔ ایک زتیج ہندی سے اہل ہند کے قواعد کے موافق۔ دوسری زتیج مستحسن ہے۔ یہ کتاب بھی بہت مشہور ہے۔ تیسری زتیج صغیر ہے۔ ایک رسالہ اسطرلاب کے بیان میں بھی اسکی تصنیف سے ہے۔

۲۔ عمر بن فرغان طبری بھی اسی خلیفہ کے وقت میں مشہور ہوا تھا۔ علم ہند سادہ ہدیت و نجوم میں بہت کامل تھا۔ اسکی تصنیف سے کتاب مدخل کتاب جامع ہے (اس کتاب میں مجسطی کے معنایں کو نہایت شیریں الفاظ میں لکھا ہے)

۳۔ ان دونوں کے بعد ابو معشر جعفر بن محمد بن عمر بنی فلکی کا دور دورہ ہوا (اسکا ذکر چوتھے باب کی چوتھی فصل میں ہو چکا ہے)

۴۔ انکے بعد ثابت بن قمرہ حرانی ہے جسکا ذکر مترجمین کتب میں آچکا ہے اس کے واسطے خلیفہ مامون نے بغداد میں ایک رصد خانہ بنوایا تھا۔ اس نے

آفتاب کی حرکت دریافت کی اور بحی سال ۱۶۶۵ء و ۱۶۶۷ء گہری مشق
اسکینڈ کا حساب کیا۔ اور دائرۃ البروج کے میل کو ۲۳° ۲۳' ۲۰" دریافت
کیا۔ اور قدیم زمانے کی ہیت سے مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حرکات ہر دو
میں بدلتے رہتے ہیں اور دونوں نقطہ اعتدال برہمی اور اعتدال خضعی
کی ایک حرکت مستقیمہ اور دوسری قمریہ محسوس کی جاتی تھی۔

۵۔ محمد بن جابر بن سنان ابو عبد اللہ حجازی معوف بتانی تھا۔ (ہتان ایک
تعبیہ کا نام ہے جو حیران میں واقع ہے) یہ شخص بھی بہت بڑا مخم حساب دان
مشہور تھا۔ اسی کی تصنیف سے بیچ صابی ہے۔ طلسمات اور رمودانی میں
کامل تھا۔ اسکی بابت مورخین لکھتے ہیں کہ سلسلہ ہجری مطابق ۱۱۷۷ء سے
۱۱۷۸ء مطابق ۱۱۷۹ء تک رصد کرتا رہا۔ اور ان ستاروں کو دریافت
کیا جنکا ذکر اپنی زینچ میں کیا ہے۔ جو ۱۱۷۹ء مطابق ۱۱۸۰ء میں تیار ہوئی تھی
اسکا رصد خانہ رقعہ اور انطاکیہ میں تھا۔ انتقال اسکا ۱۱۸۱ء مطابق ۱۱۸۲ء
میں ہوا۔ مذہب کا صابی تھا۔ اسکی تصنیف سے کتاب الذکر فی البصریات
ہے سات جلدوں میں لاطینی زبان میں ۱۱۷۹ء میں چھپی تھی۔ اس کتاب میں
اصول کے موافق شعل نور کے انکسار کو ثابت کیا ہے۔ اور اسکی مقدار کو
بتایا ہے۔ آنکھ کے متعلق بھی اس کتاب میں بہت اچھی بحث لکھی ہے۔

حائرہ نظر سے مریات (دیکھے جانے والی چیزوں) کے دیکھے جانے کی کیفیت
لکھی ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے اور اک حائرہ بامرہ کے واسطے بلوری
حالت کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ قوت باصرہ اسی
وقت کام آتی ہے جبکہ محسوسات ظاہرہ کو بذریعہ عصب بصر کے دماغ محسوس
کرے اور اشکال کے دکھائی دینے کی بابت لکھتا ہے کہ اگرچہ دونوں ایک
چیز کو دیکھتے ہیں مگر وہ ایک ہی دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ مقتضائے قاعدہ
یہ تھا کہ دونوں دکھائی دیتیں۔ اسکا سبب یہ لکھتا ہے کہ ایک ہی شعل

کے دو حصے پر وہ شبکیہ سے مچلتے ہیں اور شکل مرئی پر جا کے پڑتے ہیں۔
اور وہاں سے ایک صورت مجموعی دماغ تک لاکے پہنچا دی ہیں۔

فن انگسار میں فاذن اندسی اپنے تمام قدام سے بڑا ساما اور بہت سو
نکات اس سے پیدا کئے۔ مغلہ لکھی یہ ہے کہ انگسار شعاع اجرام سماویہ کے
ارتقاع میں ظاہر از یاد لی کرتا ہے۔ یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے اس بات کو
بتایا ہے کہ ہم محض انگسار شعاع کے باعث اجرام کو افق پر دیکھ سکتے ہیں اگرچہ
وہ افق کے نیچے ہوں۔ اور یہی انگسار افق اجرام کو کھڑا کرتا ہے۔ اُس
نے خود بھی لکھا ہے کہ مسئلہ انگسار شعاع دینا میں سب سے پہلے بھی کو معلوم
ہوا ہے۔

ابن خلدان نے اسکی بابت لکھا ہے کہ محمد بن جابر مذکور کا آخر عمر تک مسلمان
ہونا نہیں معلوم ہوا۔ اسکی تصنیف سے زتیج کے دو نسخے ہیں۔ ایک اولیٰ
اور دوسرا ثانیہ کر کے مشہور ہے۔ مگنا نینہ بن نبٹ اولیٰ کے بہتر ہے۔

دوسری کتاب معرفۃ مطالع البروج فی ما بین اربع الفلک۔ رسالۃ
فی مقدار الاقطالات۔ کتاب شرح فیہ اربعۃ اربع الفلک۔ رسالۃ فی تحقیق
اقدار الاقطالات۔ شرح اربع مقالات بطلمیوس وغیرہ۔

مصنف مقتطف لکھتا ہے کہ لیلینڈ (فزانس کے علمائے علم ہدیت مسیحی)
نے محمد بن جابر مذکور الہد کی بابت لکھا ہے کہ یہ بھی اُن میں فلاسفروں
میں سے تھا کہ جو علم ہدیت میں کامل اور مشہور ہوئے ہیں۔

علامہ اتنی نے پہلے محمد بن جابر مذکور الہد کی تصنیفات کی بڑی
سیر کی ہے۔ اسکے بعد وہ فیصلہ کرتا ہے کہ منجم مذکور اپنے زمانہ کا علامہ تھا
اُسکے ترقیقات عجیب و غریب ہیں۔ رصد میں بڑا تجربہ کار تھا۔ اتنی کے علاوہ
بھی لوگوں نے لکھا ہے کہ محمد کی زتیج بن نبٹ بطلمیوس کی زتیج کے زیادہ
صحیح ہے۔ اسی نے حرکہ اعتدال کا حساب ۱۰ فی ۶۶ برس کیا ہے۔ حالانکہ

اس سے پہلے ۱۰۰ فی ۱۰۰ برس حساب کرتے تھے۔ اس نے دائرۃ البروج کا
میل ۲۲° ۲۵' پایا ہے۔ اور جبکہ اختلافات افقی کو رفع کیا گیا تو ۲۵° ۲۳'
۶۴' ہوئے۔

اسی نے زمین اور آسمان کے بعد ۲۴۶۵ بحساب نصف قطر فلک

..... اس کے۔ اور نقطہ راس و ذنب کے انتقال کو۔ اور قمر کے واسطے

دو محاذ لیتیں ثابت کر دی ہیں۔ جیسا کہ بطلمیوس نے لکھا ہے۔ چاند گہن۔

سورج گہن کا حال ہی رصد سے معلوم کر لیا تھا۔ اسکی تمام رصدیں۔ اور

کشف رموز اسی کی ایک کتاب میں مذکور ہے جو عربی سے لاطینی میں ترجمہ

ہوئی۔ اور وہیں چھپی۔ عربی میں اب تک نہیں چھپی مشہور ہے کہ اصلی تصنیف

مصنف کے اہتہ کا لکھا ہوا سراے بابا (جو رومیہ میں واقع ہے) میں موجود

۶۔ منجم ابو محمد خاندی ۳۲۳ ہجری تک زندہ رہا۔ اس نے دائرۃ البروج

۲۲° ۲۲' حساب کیا ہے۔

۷۔ البوریان۔ قریب ۳۳۳ ہجری کے زندہ رہا۔ یا ۳۳۳ ہجری تک

(یا اختلاف مورخین) اس نے دائرۃ البروج کے میل کو ۲۳° ۳۵' حساب کیا

۸۔ ارزاغل ۴۹۹ھ تک دائرۃ البروج کو اس نے ۲۴° ۲۴' حساب کیا

۹۔ غازن اندلیسی ۳۵۵ ہجری کے آخر تک یا سنہ ۳۵۵ کے اوائل میں

تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اسکا زمانہ اب تک مجہول ہے۔ اسکی

تصنیف سے ایک فخر و شوق کے متعلق ہے۔ اس کتاب میں اس نے فخر و

شفق کے طلوع کا وقت یہ لکھا ہے کہ جب آفتاب افق سے ۱۹ درجے نیچے

اُتر جاتا ہے یا افق سے اوپر آئے کو اتنے درجے رہتے ہیں تب شفق

اور سفید صبح دکھائی دیتا ہے۔

اس نے ہوا کی بلندی ہی پیمائش کرنی تھی اسکے نزدیک بلندی ہوا

۱۰۔ ۵۱ میل تھی۔ کیونکہ دائرۃ ارض اسکی رائے میں ۲۴۰۰ میل تھا۔ اسکے

اتوال بہت سے مشہور ہیں۔ جنہیں سے کچھ تو محض غلط ہیں اور کچھ باطل صحیح ہیں۔ مہی نے شیشے میں کسی چیز کے بڑھنے کا قاعدہ بتایا تھا وہ کہتا ہے کہ جب کسی مادہ کو شیشے میں رکھو جو کہ اُس مادہ سے بہت بڑا ہو تو وہ مادہ پرورش پاکہ شیشے میں بڑھتا رہیگا۔ اور اس سے عجیب عجیب معائنات و نظارات حاصل ہوں گے۔

اسکی بابت بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں ایسا ایک آلہ بناؤں گا جس کو دیر یا بے نیل میں ڈالنے سے وہ ضرر جو لوگوں کو اُس کے سیلاب سے پہونچتا ہے نہ پہونچیگا۔ یہ خبر حاکم وقت کو معلوم ہوئی۔ چونکہ وہ عالموں کا بڑا قدر دان تھا اسلئے اسکو بڑی تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بلوایا اور قاهرہ مصر سے باہر تک استقبال کے واسطے آپ گیا۔ اور بہت کچھ اسکو دیا لیا۔ اور بہت سے کاریگر اور آلات ہتیا کر دیئے جس سے آسانی اپنے مطلب میں کامیاب ہو سکے۔ خازن نے تمام مالک مصر کی سیر کی مگر اسکو اپنے مطلب پر فائز ہونے کا کوئی ذریعہ نہ معلوم ہوا۔ آخر قاهرہ میں واپس آیا۔ اور حاکم کے خوف سے اپنے آپ کو مجنون ظاہر کیا۔ بیانتہا کہ حاکم مذکور فوت ہو گیا۔

پھر اسکے بعد خازن اسقدر محتاج ہو گیا تھا کہ بقدر قوت لامیونہ بھی مشکل سے دستیاب ہوتا تھا۔ بے چارہ کتابت کرنے لگا تھا۔ اور اُسی سے اپنی روٹی چلاتا تھا۔ سلمہ ہجری میں فوت ہوا۔

۸۔ ابو الحسن علی ابن ابوسعید بن عبدالرحمان بن احمد بن یونس بن عبدالاعلیٰ الصدیقی المصریٰ شہور مصنف زینج حکمی معروف بہ دینج ابن یونس ہے۔ کتاب مذکور چار جلدوں میں ہے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ تمام زینجوں میں اس سے بڑی کوئی زینج نظر نہیں آئی۔ اس کتاب کے لکھنے کا قلم خیز مصر (جو کہ حاکم مذکور الصدیک کا باپ تھا) نے دیا تھا۔

ابوالحسن کو علم نجوم کے ساتھ بہت بڑا تعلق تھا۔ شعر گوئی میں بھی یدِ طولی رکھتا تھا۔ اس نے یحییٰ بن منصور کی زینح کا اصلاح کر دیا تھا۔ اُسی کے موافق اہل مصر عمل کرتے تھے۔ اس کتاب کی تقدیل قاضی محمد بن نعمانی نے سنہ ۸۰۰ میں کی تھی۔ اس شخص نے اپنی تمام عمر رصد اور تیسیرِ موالید میں صرف کی۔ اور ایسے ایسے بے نظیر کام کئے جو بیان سے باہر ہیں۔ راتوں کو ستاروں کی حرکات دیکھا کرتا تھا۔ ابوالحسن بنجم طرانی ناقل ہے کہ میں ایک مرتبہ ابوالحسن مصری کے ساتھ کوہِ مقطم پر گیا۔ (مقطم ایک پہاڑ کا نام ہے جو مصر میں ہے) ابوالحسن مصری نہر کو دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے ایک دفہ اپنے کپڑے اُٹار دیے۔ عمامہ بھینک دیا۔ زنانے کپڑے پہن لئے۔ سرخ منقش اور ٹھلکا۔ ایک باجہ نکالا اور بجانے لگا۔ اور بنجور اپنے سامنے سلگایا۔

بنجم طرانی کے بیان کے موافق ابوالحسن مصری ابلہ (بے عقل) ہو کھلا تھا۔ عمامہ بہت لمبی کا اور باندھنا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اسکی ذکاوت اور تیز فہمی علم نجوم میں بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اسکا انتقال سنہ ۲۹ ہجری میں ہوا۔

۹۔ ابوالقاسم بہتاسد بن الحسین بن یوسف (یا احمد) ہے۔ اسطرلابی فن میں اسکو بہت اچھی دستگاہ تھی۔ شاعری میں بھی اسکو دانت تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسکو آلاتِ فلکیہ کے بنانے میں بڑی مہارت تھی۔ اسی ذریعے سے اس نے بہت کچھ روپیہ پیدا کر لیا تھا۔ اور جب مراٹھو کسی کو ہی اپنی اس صنعت کا خلیفہ نہ کر لیا۔ (جسکے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ ایسا بخیل تھا کہ کسی کو یہ فن نہ سکھایا) اسکا انتقال سنہ ۳۹ ہجری مطابق سنہ ۳۰۶ میں ہوا۔

اسطرلاب کا لفظ یونانی ہے۔ اسکے معنی میزانِ نجوم کے ہیں۔ پہلے پہل اس آلے کو بطلمیوس مصنفِ مجسطی نے ایجاد کیا تھا۔

جس زمانے سے کہ عرب نے علم ہیئت اور نجوم میں ترقی کی تھی اُس وقت سے برابر کہہ اور اسطرلاب کا استعمال ہوتا رہا۔ مگر جب شیخ شرف الدین طوسی کا

زمانہ آیا تو انھوں نے تمام کرہ اور اصطلاح کی ضرورتوں کو ایک خط میں ظاہر کیا۔ جس کا نام عصارہ کھا تھا۔ اور اُس کے واسطے مخصوص ایک رسالہ بھی لکھا غور کرنے کی بات ہے کہ پہلے تو علمائے ہدیت نے تمام علم ہدیت کو ایک کرہ اور اصطلاح میں گویا بند کر لیا۔ اور فی الحقیقت بڑے کمال کی بات ہے۔ پھر فقط سطح کرہ پر رہ گئی۔ یہاں تک کہ گہٹے گہٹے ایک خط میں آکے بند ہوئی فی الحقیقت یہ شخص بڑا کامل رہا ہوگا۔ اگر اس سے ممکن ہوتا تو شاید ایک نقطے میں تمام علم ہدیت کو ظاہر کر دیتا۔ مگر وہ تو ایک محال بات ہے۔ اسوجہ سے مجبور رہا کیونکہ نقطہ کسی خط کے کنارے کا نام ہے جو بالکل غیر منقسم چیز ہے۔

مشہور ہے کہ پہلے پہل جو اہر علویہ اور حرکات کو ایک میں ہر مس حکیم نے عود کیا۔ اور ہیا کل عبادت بنوائے۔ ابن خلدون انہی کو اور پس (پیغمبر) بتانا ہے اور کہتا ہے کہ نام انکا تورات میں اخنوخ تھا۔ عام لوگ صنعت خیاطی اور لوزر بانی کی انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جس طرح سے کہ بڑھئی کے مشہ کو حضرت لوزخ (پیغمبر) نے اختراع کیا۔ کیونکہ پہلے انہیں نے کشتی بنائی تھی۔

کہتے ہیں کہ ہر مس حکیم مذکور بو وسیر بن قبط (بادشاہ مصر) نے جبل القریہ کی طرف بھیجا تھا۔ انھوں نے دریائے نیل کے بہاؤ کے واسطے راہیں بنادیں۔ اور بطور کبرے (کسی نقطہ زمین کا نام ہے) کو برابر کر دیا کہ اُسی طرح سے نیل کے چشمے جاری ہوں۔ اور بلا دوا جانب آباد کیا۔

اسطون نے انکی کتاب کی شرح کی ہے۔ اور مصری زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اور جعفر حکمی طلسمی باتیں تھیں۔ اُنکا بھی ترجمہ کیا ہے انہی کی تصنیف سے کتاب اسطانیس بھی ہے۔ جس میں اوائل کی عبادت کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہفت اقلیم کے لوگ ایک ایک ستارے کی تہہ سیدہ سے عبادت کرتے تھے۔ اور سکو سجدہ کرتے تھے۔ بخود قربانی کرتے تھے

اُس ستارے کی روحانیت اُنکے کاموں کو انجام دیتی تھی۔
 اس کتاب میں شہزوں اور قلعوں کے طلسم کے ذریعے سے فتح ہونے کا
 ذکر کیا ہے۔ منجملہ اُن طلسمات کے ایک پانی برسانے کا بھی طلسم ہے۔
 دوسری کتاب اشطر شناس ہے جس میں چاند کا اپنی منازل میں جانا۔
 اور اُسکے اختیارات بیان کئے ہیں۔ ان دو کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں
 ہیں جنہیں اعضائے جوائیدہ اور احجار و نباتات کے خواص بیان کئے ہیں
 اسی قسم کی باتیں عربوں نے ان کتابوں میں
علوم فلکیہ کا زوال | دیکھ کے اور اُن پر اعتقاد کر کے ایسا اشتعال
 نجوم کے علم میں رکھنا شروع کیا۔ کہ آخر رفتہ رفتہ علوم فلکیہ اُنکے ماتحتوں سے
 بالکل جاتے رہے۔ کیونکہ فقط قدیم کتابوں ہی پر اکتفا نہیں بلکہ اپنی طبیعت
 سے ہی بہت سی چیزیں ایجاد کیں۔ مثلاً خطر مل۔ حساب نیم۔ زائرہ وغیرہ۔ اور
 اس بارے میں قدیم حکماء سے ضرور بڑھ گئے۔ مگر اصلی علوم کو بھی ماتحتی
 کھو بیٹھے۔

عرب کی جغرافیہ دانی

جغرافیہ دانی میں بھی عرب کو اچھی مہارت تھی۔ بطور ان کی تقدیر
 میں لکھا ہے کہ عربوں نے تمام مدو زمین کی سیر کر لی تھی اور اس بات کے
 دریافت کرنے میں پوری کوشش صرف کی تھی۔ خصوصاً آسیا اور افریقہ میں
 اسکا زیادہ چرچا تھا۔ صد اسلام میں خلفائے بھی اپنی فوجوں کے افسروں
 اور صوبہ داروں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ جن جن شہروں پر فتیاب ہوتے ہیں
 اُنکے حدود کا نقشہ بھی لکھا کریں۔

۱۱۷۱ ہجری مطابق ۱۷۷۷ء میں خلیفہ مامون عباسی نے حکم دیا کہ سنجار
 کے صحرا میں رتہ اور تغر تک کا درجہ عرض دریافت کیا جائے۔ چنانچہ اسکی سخت

کی گئی اور دوبارہ کوفہ کے قریب زمین کی مساحت ہوئی۔ اسی کے ذریعہ سے زمین کی مساحت معلوم ہوئی۔ ابن فلکان نے مساحت کا طریقہ یہی لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ مامون عباسی کی رائے بھی سابق حکما کی رائے کے موافق تھی۔ وہ پورے دورہ کرہ زمین کو چوبیس ہزار میل جس میں ہر تیرہ میل کا ایک فرسخ شمار کیا جاتا تھا۔ اُنھوں نے ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن شاگرد اُس کے دو بہائیوں محمد اور حسن مذکورین سے درخواست کی کہ وہ زمین کی مساحت کے طریقے کو لکھیں جسے اگلے فلاسفوں نے درست کیا ہے۔ ابو عبد اللہ وغیرہ نے تلاش کر کے زمین سنجار کو منتخب کیا۔ کیونکہ وہاں کی زمین بالکل مسطح تھی۔ اور اسی طرح کی مسطح زمین دطا کوفہ کی بھی تھی۔ عرض سنجار کے میدان میں پہلے گئے۔ اور ایک مقام پر پٹھر کے قطب شمالی کے ارتفاع کا حساب کیا۔ اور چند ڈوریاں میخوں میں باندھ کے اندازہ کیا۔ پھر اُس مقام پر آئے جہاں کہ ارتفاع قطب کیا اندازہ کیا تھا۔ تو دیکھا کہ ارتفاع سے ایک درجہ زیادہ ہو گیا تھا۔ بس اُس مقدار کی مساحت کر لی۔ جب قدر زمین سے اندازہ کیا تھا اُسکی مقدار ۶۶۶۶ تھی۔ اس سے انہوں نے معلوم کر لیا کہ آسمان کے ایک درجے کے مقابلے میں زمین کا اتنا حصہ پڑتا ہے اُسکی کے موافق جنوب کی طرف بھی امتحان کر لیا۔ تو دیکھا کہ قطب شمالی اول کی نسبت ایک درجہ گھٹ گیا ہے۔ اس سے اُنکو اپنے حساب کی صحت معلوم ہو گئی۔ اُس وقت سے انہوں نے یہ مقرر کیا کہ آسمان کے بارہ برج ہیں۔ اور ہر برج تیس درجے کا ہے جب مجموعہ تین سو ساٹھ کو ۶۶۶۶ میں ضرب دیا تو چوبیس ہزار ۲۴۰۰۰ میل جتنے آٹھ ہزار فرسخ ہوتے ہیں۔ جب یہاں پیمائش کر چکے تو مامون نے پھر کوفہ میں پیمائش کا حکم دیا۔ چنانچہ بعد حساب کے معلوم ہو گیا کہ یہاں اور وہاں کی پیمائش میں کوئی فرق نہ تھا۔ جس سے صحیح اندازہ قدامت کی تحریر کا ہو گیا۔

لمطرون نے یہ بھی لکھا ہے کہ کرسٹوفر کلمبوس سے پہلے کچھ لوگ

جنہیں مغزورون کہتے تھے بشونہ (اندلس میں ایک مقام کا نام ہے) ہوا
سیاحت اور دریافت حالات زمین کے لئے نکلے تھے۔ (وہ سب عرب تھے)
دریائوں کا سفر کرتے تھے۔ اور عجیب و غریب مقامات اور زمینوں کو تلاش
کر جو اٹلی کی میں تلاش کرتے پھرتے تھے۔

ملطرون نے ہی یہ بھی لکھا ہے کہ دریائی اور چین کی عجائبات بھی
عرب نے دریافت کر لئے تھے۔ چنانچہ یہیں دو شخص واقدی اور ابو زید نامی
ملے تھے جو زمین کے حدود کی پیمائش اور وہاں کی عجائبات دریافت
کرتے پھرتے تھے۔ ان دونوں شخصوں نے بڑی بڑی دور کا سفر کیا۔ اور آسیا
کے بلاد بعیدہ کی پیمائش کی۔ ان کا سفر ۲۳۵ھ سے لے کر ۲۶۶ھ تک تھا۔
”واقدی مذکور الصدر سے مراد غالباً ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد واقدی
مدنی مہدی بنی ہاشم یا مولیٰ بنی ہاشم بن اسلم ہے۔ اسکی تصنیف سے غزوات
میں کئی ایک کتابیں ہیں۔ اسکی تصنیف سے کتاب الروہ بھی ہے۔ اس
کتاب میں اس نے دکھلایا ہے کہ صاحب شریعت اسلامیہ کے بعد کون کون
مرتد ہو گئے۔ اور طلحہ بن خلید ازدی اور اسود غسانی اور سلیبہ کذاب کی لڑائیوں
میں کیا ہوا۔ اور کیونکر کامیابی ہوئی۔

اسکو مامون نے عسکر مہدی میں قاضی بنا کے بھیجا تھا۔ لیکن لوگ
اسکی حدیث کو ضعیف سمجھتے تھے۔ ۲۸۶ھ میں بغداد میں اسکا انتقال ہوا۔
مگر اسکی تاریخ وفات ملطرون کے بیان سے مطابقت نہیں ہوتی۔ اس صورت
میں یا تو کہا جائے کہ وفات یحیٰی میں سے ایک غلط ہے۔ یا جسکو ملطرون
نے لکھا ہے وہ واقدی مذکور کی اولاد میں سے ہو۔

اور ابو زید مذکور سے مراد عمر بن شبہ (اسکا نام زید اور لقب شبہ ہے) بن عبیدہ
بن زید ہے اسکو ابن رابطہ نمری ہی کہتے تھے۔ تاریخ البصرہ اسی نے لکھی ہے۔
اسکو عموماً لوگ سچا سمجھتے ہیں۔ انتقال اسکا ۳۳۵ھ میں ہوا ہے

اسلامی جغرافیہ نویسوں میں زیادہ مشہور قطب الدین مسعودی بن عقبہ ہے۔ نام اسکا علی بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن زید بن عقبہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ہے۔ فلیفہ مطبعہ لندن مقتدر علی کے زمانہ میں جغرافیہ نویسی شروع کی تھی۔ چنانچہ ایک کتاب مروج الذہب اور دوسری معاون الجہر فی تحت الاشراف والملوک و اہل الدریات لکھی۔ یہ ایک عام تاریخ ہے۔ دنیا کے تینوں حصوں کے مشہور و معروف ممالک کو اس میں ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب جغرافیہ کے متعلق بہت واضح اور بسیط کتاب ہے۔ خصوصاً افریقہ، ہند۔ ایشیائے وسطی کے متعلق تو بہت خوب لکھا ہے۔ اسکا انتقال ۳۷۰ھ میں ہوا۔

اسی زمانہ میں ابن حوقل مصنف کتاب المسالک والممالک والمفاوز والمہالک بھی ظاہر ہوا۔ اس نے کتاب مذکور ۳۷۰ھ میں لکھی تھی۔ اس کتاب کا ترجمہ پہلے فارسی زبان میں ہوا تھا۔ پھر انگریزی زبان میں کیا گیا۔ اس کتاب میں اسلامی شہروں کی جدیدی بہت اچھی طرح کی ہے۔ مگر اسکے علاوہ اور بلاد کی تحقیق میں بہت اجمال سے کام لیا ہے۔ اور اس بات کو بھی لکھ دیا ہے کہ میں اپنی اس کتاب میں نصاریٰ اور حبشہ کے بلاد کی بات بہت مختصر لکھوں گا۔ کیونکہ میرا انہماک مکت و عدل و دین و انتظام احکام میں مجھے اجازت نہیں دیتا۔ کہ میں انکی زیادہ شنائ و صفت بیان کروں۔ اسکے بعد شریف ادربی کا ظہور ہوا۔ جسے اہل فرنگ جزائی نوبی کہتے ہیں۔ اس نے ایک کتاب سہی نزمہ الشناق صقلیہ کے بادشاہ روجارنل کی خاطر سے لکھی تھی۔ یہ کتاب کرہ ارضیہ کی شرح ہے۔ پہلے ایک کرو چاندی کا بادشاہ مذکور الصدر کے حکم سے بنایا گیا تھا۔ اور تمام ملک کا نقشہ اس پر کھینچا گیا تھا۔ اسکے بعد شریف نے اس نقشے کی پوئی و شرح کر دی۔ اور

علاوہ نقشہ بلاد کی شرح کے ہر ملک کی نباتات کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ یہ کتاب
۶۱۱۵۳ء میں لکھی گئی تھی۔

پھر ابو عبد اللہ دیاقوت حموی بن عبد اللہ رومی جنس حموی المولد۔
بغدادی الوطن ملقب بہ شہاب الدین اس فن میں مشہور ہوا۔ بچپن میں اس کو
فیزک کے کسی نے بغداد کے ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ لیا تھا۔ اس نے اسے
خوشنویسی سکھائی تھی تاکہ اپنے کھانے کا سہارا خود ہی کر سکے۔ پھر اس نے
تاریخ و کچینی شروع کی۔ چند دن بعد جزائیہ میں ایک کتاب لکھی۔ یہ کتاب حروف
ہجاء کی ترتیب کے موافق ہے۔ نام اس کا معجم البلدان ہے۔ اس کے علاوہ ہی
ایک کتاب اس کی تصنیف سے ارتقاء الالباء فی معرفۃ الادباء ہے اس کتاب
کی چار جلدیں ہیں۔ دوسری کتاب اخبار الشعراء الغذا و المتأخرین۔ کتاب
معجم الشعر۔ اس کتاب معجم الادباء۔ کتاب المشترك وضعاً المختلف صفحاً۔ کتاب
المبادر والمآل فی التاریخ۔ کتاب الاول۔ مجموع کلام ابی علی الفارسی۔
عنوان کتاب الاغانی۔ منہ منقضب فی النسب۔ کتاب اخبار التنبی
اس کا انتقال ۶۲۶ء میں ہوا۔

اس کا دورہ تمام ہونے پر ابن وروی نے جزائیہ طبعی میں ایک کتاب
مسی خزیۃ العجائب لکھی۔ اس میں موالید ثلاثہ کے متعلق تمام باتیں لکھی ہیں
اور افریقہ و بلاد عرب و شام کے ارضی حالات بہت شرح و بسط سے بیان کئے
ہیں۔ مگر یورپ اور ہند و شمال آسیا کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ البتہ ایک نقشہ
تمام زمین کا لکھ دیا ہے۔ اس کا انتقال ۶۳۳ء میں ہوا۔

ان کے بعد ملک موید عماد الدین ابو الغذا سلطان حماہ ہوا۔ اس کی تالیفات
سے تقویم البلدان ہے۔ اس کتاب میں تمام زمین کی حدود و تفصیل وار مذکور
ہیں۔ اس کتاب کی پہلی جلد میں ہفت اقلیم کا ذکر ہے۔ اور تمام مقامات
کے احوال و کیفیات بھی لکھی ہیں۔ محمود اس علم ہیئت کا ذکر بھی اس کے مقدمے

میں کیا ہے۔ اور دنیا کے بڑے بڑے دریا اور شہور نہریں اور پہاڑ بہ تفصیل لکھے ہیں۔ شام میں چونکہ خاص وطن تھا سو مجھے اسکی تحدید و تخطیط بہ نسبت اور ملکوں کے بہت اچھی طرح سے کہی ہے۔ اور شام کے ملے ہوئے ملک عرب و عجم و مصر و مغرب کے حالات بھی صاف صاف بیان کئے ہیں۔ لیکن آثار اور چین کے حالات پورے نہیں بیان کئے۔ یورپ اور افریقہ وغیرہ جنہیں نصاریٰ اور حبشی ہوتے ہیں۔ وہاں کے حالات کو غیر قابلِ توجہ سمجھ کے چھوڑ دیا۔ اسکی تالیف سے ایک تاریخ عمومی (عام ملکوں کی تاریخ) حالانکہ فی الحقیقت اسلامیوں ہی کی تاریخ ہے۔ اسکا انتقال ۱۲۱۳ھ میں ہوا۔

نستہ جبری میں بخومی نے کتاب عجائب المولیٰ الفارسی ارشدہ جغرافیہ عین لکھی۔

لمطبون نے فقط اسقدر کے جغرافیہ دانوں کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ انکے علاوہ اور بھی اس فن کے عالم و ماہر گذرے ہیں جنکو فرانس کے جغرافیہ دانوں نے ذکر کیا ہے۔ مغلہ انکے ایک ابو الحق اصطخری ہے جسکی تصنیف ہے کتاب الاقالیم ہے۔ یہ کتاب ۳۱۵ھ اور ۳۱۹ھ کے درمیان میں تیار ہوئی دوسرا ابو القاسم عبد اللہ مصنف کتاب المسالک الممالک ہے۔ اسکا انتقال ۳۱۵ھ میں ہوا۔ تیسرا محمد جہانی مصنف کتاب المسالک فی معرفۃ الممالک ہے۔ اسکا انتقال ۳۱۵ھ میں ہوا۔ چوتھا ابو الفرج بندوسی مصنف تذکرہ ہے۔ اسکا انتقال ۳۱۵ھ میں ہوا۔ پانچواں قزوینی ہے۔ اور انکے علاوہ بھی جغرافیہ دان عرب گذرے ہیں۔

سیاح بھی عرب میں بہت سے گذرے ہیں مغلہ انکے ایک عرب کے سیاح ابن فضلان جس نے افریقہ تک سفر میں سیاحت کی ہے اور وہاں کے حالات مفصل لکھے ہیں۔

بیرونی ہے شیخ علم ہیت میں ماہر تھا ہند تک اس نے سفر میں

سیاحی کی ہے اور مفصل حالات ہند میں ایک کتاب بہت اچھی لکھی ہے۔
 اور پنہروں کے بیان میں بھی ایک کتاب اسکی تصنیف سے ہے۔
 ابن بطوطہؒ اس نے افریقہ اور ہندو چین دروہیا وغیرہ کا نقشہ میں سفر کیا ہے۔
 حسن بن محمد قرطبی معروف باسا فریقی ہے۔ اس نے بیتلہ میں تمام
 افریقہ اور آسیا کے ایک حصہ کی سیاحت کی ہے۔
 انکے علاوہ اور لوگ بھی سیاح گذرے ہیں جنہیں سے بعض نے علم سیاحت
 میں کتاب لکھی کسی نے اقسام معاملہ میں کسی نے ملکوں کے مبادرات و
 واردات شماری اور بلا شماری کے متعلق لکھا ہے۔ کسی نے شہسواری کے
 متعلق کتاب لکھی ہے اور کسی نے موسیقی میں کسی نے لغات عامہ میں کسی نے
 جغرافیہ و ہیئت و ریاضیات وغیرہ سب کو جمع کر دیا ہے۔ جیسا کہ ابوالفداءؒ نے
 اپنی کتاب میں یہی رنگ اختیار کیا ہے۔ اسلئے تمام عالم کے لوگوں نے بھی
 یہی روش اختیار کی۔

ملطرون لکھتا ہے کہ بعض بعض ایسی باتیں ہیں جنسے صاف ظاہر ہوتا ہے
 کہ پہلے پہلے یورپین جغرافیہ دان اور نقشہ کش عربی کتابوں ہی کے طفیل تھے۔ اور
 اسی پر واز پر اپنی کتابیں لکھتے ہیں۔

عرب کا علم نبات

عرب نے علم نباتات میں بھی مبالغت پیدا کی تھی۔ اس علم کا معدن جبل مر
 دیو سکوریڈس ہے۔ دیمیری اور قزوینی اور ابن ابی زاجر نے علم حیوانات و نباتات
 و زراعت میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ ابن بیطار طبیب نباتی تھا۔ اس نے
 یونان کا سفر کیا و نباتات جمع کر لایا۔ اور موسوم بادویہ معزودہ ایک کتاب علم
 نباتات میں لکھی۔
 ابو ذکریا اشبیلی نے علم زراعت میں بہت بڑی کتاب لکھی۔ تفسیر سنج

لکھا ہے کہ ابو ذکیا نے اہل عراق اور یونانیوں۔ رومانیوں۔ افریقیوں۔ اندلیسوں کے تمام معلومات زراعت کے متعلق اپنی کتاب میں جمع کر دی ہیں جن سے لوگ منتفع ہوتے تھے۔

اہل اندلس کو مٹی کے خواص اور زمینوں کی کیفیات اور کھاد بنانے کی ترکیبیں ہر زمین سے موافق مزاج اور زراعت کے عنوان اور درخت لگانے۔ باغ سیچنے کے طریقے بہت اچھی طرح سے معلوم تھیں۔ جسکے ذریعہ سے اندلس جیسے پٹیل بے آب و گیاہ مقام کو جنت نشان بنا دیا۔ درخت خراج کہی وہاں پیدا نہ ہو سکتا تھا اپنی کوششوں سے اسکے باغ تیار کرادیئے خراب۔ کپاس۔ لوت۔ گنا وغیرہ کی زراعت سکھائی۔ پستی سے بلندی پر پانی لانے کی ترکیب ڈول اور ربڑ کے ذریعے سے بتائی۔ یہاں تک کہ ہا اندلس یورپ کے تمام ملکوں کی بہشت حرفہ و صنعت۔ زراعت وغیرہ میں نہایت آباد ہو گیا تھا۔

خلیفہ معتذر عباسی کے زمانے میں ہندوستان سے ترنج منگایا گیا تھا اور عمان میں اسکے درخت لگائے گئے۔ پھر وہاں سے بھرہ اور عراق و شام لگے۔ مگر ابن خلدون نے لکھا ہے کہ شام و انطاکیہ و مصر وغیرہ میں جب ترنج کی کثرت ہو گئی تو وہ خوشبو اور رنگ جو ہندوستانی ترنجوں میں ہوتا تھا یہاں کے ترنجوں میں نہ رہا کیونکہ ہندوستان کی آب و ہوا اسکی مزاج کے موافق تھی اور وہ یہاں نہ مل سکی۔ اسکے بعد پرتگال (نارنگی یا سنگترے یورپ سے مشرقی بلاد میں لاتے تھے۔ پہلے پہل یہ درخت پرتگالیوں نے پیدا کیا تھا پھر وہاں سے یورپ کے اور شہروں میں پھیل گیا۔ اور جب عرب نے اسے اپنے اہل لکایا تو اسکا نام پرتقال کہ لیا۔

عرب کی ہندو حساب دانی

عرب نے جس وقت سے اقلیدس اور انخیدس اور ابولونیوس کی کتابوں کا

ترجمہ کیا اسی وقت سے علم ہندسہ میں پورا اشتغال پیدا کیا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ابو الوفا محمد بن محمد بن یحییٰ بن اسماعیل بن عباس بوزجانی صاحب علم ہندسہ میں نہایت مشہور و معروف شخص گذرا ہے۔ اس فن میں اس نے اچھی اچھی حدیں اور باریکیاں پیدا کی ہیں۔

علامہ کمال الدین ابو الفتح سیسی بن یونس ہندسی۔ ابو الوفا کی تصنیفات کی بہت تعریف لکھتا ہے۔ اکثر اسی کی تالیفات کا مطالعہ رکھتا تھا۔ اور اپنے اقوال پر اسی کے اقوال سے دلیل پیش کرتا تھا۔ کمال الدین کے پاس اُسکی تصنیف سے کئی کتابیں موجود تھیں۔ اسکا انتقال ۳۳۰ھ میں ہوا۔ صاحب مقتطف نے لکھا ہے کہ گہڑی کے رقاص کا استعمال عرب میں مدت سے ہوتا تھا۔ اُن یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اسکا موجد کون تھا۔ اس سے محال ہوتا ہے کہ جربرت راہب فرانسیسی نے جو رقاص دار گہڑی بنائی اور یورپ میں مشہور کی اہل میں اسکا طریقہ عرب ہی سے سیکھا ہے۔ جبکہ جربرت مذکور اندلس میں مدرس تھا۔

صاحب مقتطف نے یہ بھی لکھا ہے کہ حساب تثلیث بھی عرب سے ایجاد ہوا اور اب بھی اسی طرح ہے جو طرح اسوقت تھا۔ فقط یہ فرق تھا کہ اس زمانے میں وزاقواس مستعمل ہوتا ہے اور اگلے زمانے میں جیوب استعمال ہوتا تھا۔

ارزاضل مذکور العبد نے ایک جدول جیوب میں ایجاد کی تھی۔ اُس میں قطر کے تین سو چھ کئے تھے۔ اور جابر نے دو قضیہ اور بھی محکمے جس سے جدید فن مثلثات مرتب ہوا۔

بعض مورخین کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ پہلے پہل علم حساب کو ابو الفرج قدس بن جعفر بن قدامہ کا تب بغدادی نے ایجاد کیا۔ جو کہ معتز بن عباسی کے زمانے میں تھا۔ قدامہ فن بلاغت میں بھی ضرب المثل تھا۔

لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حساب اعتساریہ ہندیوں سے لیا ہے۔ لیکن اُس میں

اضافات اور اختراعات عرب نے ہی بہت کئے ہیں۔ اور رقوم سہندسیہ یونان میں عرب سے لگئیں۔

عربوں کو جبر و مقابلہ میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ یہ علم بھی انسانی عقل کی بہت بڑی بڑی ایجادات میں سے ہے۔ اس علم کی بابت عربیوں تک بھی مشہور رہا کہ اسکا موجد ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی ہے (اسکا ذکر پیشتر آچکا ہے۔ کہ یہ بھی اُن لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے قدیم کتا بوح جمع اور ترجمہ کرنے میں کوشش کی تھی۔ اور اسی نے مامون کے واسطے دورہ

کرہ زمین کا حساب تیار کر دیا تھا) مگر صحیح یہ ہے کہ اصل میں یہ علم یونان سے لیا گیا ہے۔ اگرچہ عربوں نے اسکی بہت کچھ اصلاح کر کے نہایت عمدہ عمدہ قواعد پر مبنی کر دیا ہے۔ جسکے سبب سے اب انہیں کی طرف منسوب ہوئے قابل ہو گیا۔ مگر اس بات کے کہنے میں کوئی تاثر نہیں ہے کہ عرب ہی سب سے پہلے اس علم پر ابو عبد اللہ مذکور ہی مطلع ہوا۔ اور اسی نے عام لوگوں تک اسکی پہنچایا

عرب کو ثقلِ نوعی کا بھی علم تھا۔ چنانچہ صاحبِ مقتطف نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر بلٹن نے شہر نیویورک کے اکاڈمیہ العلوم میں (شہر نیویورک امریکہ میں ہے) ایک تحریر بھیجی تھی جس میں اس بات کو دکھایا تھا کہ عرب کو ثقلِ نوعی کا بھی علم تھا۔ اور بہت سے نتائجِ فارسینی کی کتاب میزان الحکمت سے لیکے اُس خطا میں درج کیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بھی ہوا کا وزن جانتے تھے۔ اور اکثر قیاد اور مانع چیزوں کے نہایت باریک قاعدے ثقلِ نوعی دریافت کرنے کے ہانتے تھے۔

صاحبِ مقتطف لکھتے ہیں کہ کتاب میزان الحکمت میں کئی جدول بھی ہیں جنہیں آجکل کے معروف قاعدہ دریافتِ ثقلِ نوعی کو لکھا ہے۔ اور آلاتِ فلسفہ بنانے کی ترکیبیں ہی بتائی ہیں۔ سہجہ اُنکے ثقلِ مذکور الصدر کے دریافت کا بھی ایک خاص آلہ بتایا ہے۔

عرب کی طب

ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں کو علم طب میں معلومات تھیں خواہ وہ تجربے سے حاصل ہوئی ہوں یا ایران اور ہندوستان کی آمد و رفت سے اہل ایران و ہندوستان سے سیکھا ہو۔ بہر طور انکی طب میں کوئی شک نہیں۔

لیکن ان لوگوں میں زیادہ مشہور لقمان بن عادتھے۔ یہ حکیم وقت بھی تھے۔ بہت ہوشیار اور ذکی تھے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ سلسلہ نسب ان کا اسطور سے لقمان بن عاد بن بحین بن عاد بن عوص بن ارام بن سام بن نوح (علیہ السلام) عمر انکی ساڑھے تین ہزار سال کی تھی (جو سات گدوں کی عمر کے برابر ہو)۔

انہیں کے بعد تیم الراب محمود بن ابن حذیم ہوا ہے۔ طب میں بہت بڑا عاقل تھا۔ اور اس فن میں ضرب المثل بھی تھا۔ اسکی بابت ایک شاعر نے کہا ہے (اوس بن حجر)

فہل لکھ فی الی فانی بصیر بما یعی النطاسی حذیما

حرث بن کلدہ ہی بہت بڑا مشہور طبیب گذرا ہے۔ مگر تیم الراب کو اس سے زیادہ عاقل لکھا ہے۔ یہ طبیب بنی ثقیف سے تھا۔ اور طائف کا باشندہ تھا۔ فارس میں جا کے جذبیسا پور وغیرہ کے طبیوں سے جاہلیت ہی کے زمانے میں علم طب حاصل کیا تھا۔ اور فارس میں طبابت ہی شروع کی تھی اس فن کے ذریعے سے بڑی دولت پیدا کی پھر اپنے وطن کو واپس آیا۔ ۳۳۳ھ یا ۳۳۴ھ میں زہر سے مرا۔ اسکے مرنے سے ایک سال پہلے اسکو زہر دیا گیا تھا۔

ابن ابی رومیہ تیمی بھی طبیب اور حرث مذکور العدر کا معمر تھا۔

لقن بن الحوث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی بن ابلہ
 طیبوں میں سے تھا۔ بدر کی لڑائی میں گرفتار ہو کے مارا گیا۔ لقمان کا قول ہے
 ہر مرض کا انجام داغ ہے۔ اور یہی شل بھی مشہور ہے۔ آخر الطب الکئی۔
 حش بن کلدہ کا قول ہے من سوء البقاء ولا بقاء فلیبکم الغذاء۔
 ولینقص الرداء ولیقفل عشیان النساء (جبکو دوائی زندگی منظور ہو جائے
 یہ محال ہے۔ تو چاہیے کہ سویرے صبح کو کھانا کھائے۔ اور قرص کا بار اپنے
 اوپر نہ رکھے۔ اور مجامعت کم کرے)

انکے معالجات میں سے یہ بھی مشہور ہے کہ احوال (ہنگامہ) کو پھرتی ہوئی
 چکی کی طرف دیکھتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ انکا خیال تھا کہ ایسی چکی کی طرف
 نظر کرنے سے آنکھیں سیدھی ہو جاتی ہیں۔

اور غدار کا علاج یہ تھا کہ اُسکے بڑے سے بڑے دوست کو اُسکے پاس
 بلا لیا جائے (خدر ایک مرض ہے جس سے بدن کے کسی جزو خاص میں حرکت
 کی قوت نہ رہے) اسی مضمون کے مطابق ایک شاعر اپنی محبوبہ کو مخاطب
 کرتا ہے۔

رآنی اللہ یا سلمیٰ حیاتی وفي يوم الحساب سمارك

الی کہم یقرون فتی معنی اذا حذرت له رجلا عاک

پھر جب اسلام کا دورہ ہوا تو شریعت اسلامیہ نے یہی صیغہ طبابت کر جاری
 رکھا۔ بلکہ حکم بھی دیا کہ حدیث میں آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو مرض پیدا
 کیا ہے اُسکے واسطے کوئی نہ کوئی دوا بھی ضرور مقرر کی ہے۔ مگر بوڑھے
 کا علاج نہیں ہے۔

اور جب ولید بن عبد الملک کو خلافت ملی تو اُس نے مریض خانے اور
 دوا خانے وغیرہ بنوائے شروع کئے۔ (اسلام میں پہلے پہل ولید نے شفا خانہ
 بنوائے) اور بیمار خانوں میں طبیب ملازم رکھے۔ اُنکے واسطے تختہ میں مقرر

عہد امیوں کو باہر نکلنے کی ممانعت کر دی۔ اور انکے واسطے اور نیز اندھوں کے واسطے وظیفے مقرر کر دیئے۔ غرض اس وقت پوری توجہ علم طب پر مرکب ہونے لگی۔ اور عاقلین تلاش ہونے لگے۔ کیونکہ حدیث میں آگیا ہے کہ ہر صنعت کو اُسکے لائق اہل سے دریافت کرو۔

مشہور ہے کہ حرث بن کلدہ صاحب شریعت اسلامیہ کے زمانہ میں تھا اور سعد بن ابی وقاص نے جو کہ امویا میں سے تھا اپنی کسی مرض کی بابت اُس سے کچھ دریافت کیا تھا۔ اسی سبب سے مسلمانوں میں جائز سمجھا گیا کہ کفار سے بھی مشورہ لیا جائے۔ کیونکہ حرث مذکور اگرچہ اسلام کے زمانے میں تھا مگر مسلمان نہیں تھا۔ اسی سبب سے مدت تک بنی امیہ اور بنی عباس کی سلطنت میں یہود و نصاریٰ ہی طبیب ہوتے رہے۔ جب تک کہ مسلمانوں نے اس فن میں مہارت نہ حاصل کی۔

پہلے پہل اطباء یونان میں سے ایک راہب رومی مسمیٰ موریاؤس سلطنت اسلامیہ میں ملازم رکھا گیا تھا۔ اسی سے فن طب اور فن کیمیاء الہیئم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نے سیکھی۔ (اس طبیب کا ذکر اسلامی طبیبوں میں آیا گا۔)

موریاؤس کے بعد استفانوس ہوا۔ اس نے خالد مذکور کے واسطے کئی کتابیں یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیں۔

مروان بن الحکم کے زمانے میں ماسر و جویہ طبیب بصری سریانی اللغت یہودی المذہب تھا۔ علوم طبیہ میں اسکو مہارت کاملہ تھی۔ اسی نے قس اہرون کی کتاب کو سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی کی خدمت میں شیو ذکس اور شیو دون و رومی طبیب تھے۔ (یہ زمانہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کا تھا) شیو ذکس کو کئی شاگرد بھی تیار تھے۔ طب میں اس نے کتاب بھی لکھی ہے۔ فرات بن سنان

جو منصور کے زمانے میں ہوا ہے وہ شیوہ کس ہی کا شاگرد تھا۔ منصور عجب کے زمانے میں عالمکے بختیشوع گذرا ہے۔ اور ان سب سے پہلے جاوڑ جیوس بن بختیشوع جندیا پوری آیا تھا۔

مشہور ہے کہ جب خلیفہ منصور عباسی کے کسی مرض کا معالجہ کرتے وقت تمام اطباء عاجز ہوئے تو جاوڑ جیوس مذکور جندیا پور سے اس نے بلوایا تھا وہ بخدا میں آیا اور اُسکے ساتھ عیسیٰ بن شہنا تھا ہی تھا۔ جب دہلی میں حاضر ہوا تو فارسی اور عربی (دونوں زبانوں) میں بادشاہ کو عادی جس سے منصور کو بہت تعجب ہوا۔ پھر بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور پہلے اُس سے چند سوال کئے جنکا جواب شافی پایا۔ پھر اپنے مرض کو بیان کیا جسکے جواب میں طبیب مذکور نے کہا اذن ادباً بک بشیۃ اللہ (میں اب تمہارا علاج کر لوں گا) اسی وقت منصور نے ایک خلعت فاخرہ اُسکو مرحمت کیا۔ اور نہایت عمدہ مقام میں اُسکو ٹھہرنے کے واسطے جگہ دی اور بہت ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ اُس سے برتاؤ کیا۔ اُسی وقت سے جاوڑ جیوس نے اُسکا علاج کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ منصور بالکل صحیح و سالم ہو گیا۔ اس امر سے منصور کو بڑی خوشی ہوئی۔ ایک روز طبیب مذکور اُصعد سے دریافت کیا کہ یہاں تمہاری خدمت کون کرتا ہے۔ اُس نے کہا میرا ایک شاگرد ہے وہی میری خدمت کرتا ہے پھر دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ تمہاری بیوی نہیں ہے۔ اُس نے کہا میری بیوی زندہ تو ہے مگر بہت ہی بڑھیا ہے۔ اُٹھ بیٹھ نہیں سکتی۔ طبیب مذکور کچھ دواں سے چلا آیا اور اپنے گرجا میں عبادت کے واسطے چلا گیا۔ یہاں منصور نے فوراً اپنے خادم کو حکم دیا کہ حکیم صاحب کے واسطے ابھی تین نوجوان لڑکیاں لیجاؤ۔ مگر بہت خوبصورت اور رومی ہوں۔ اور ساتھ ہی تین ہزار اشرفیاں بھی لیجانا۔ خادم نے اُسی وقت تعمیل حکم کی۔ چونکہ جاوڑ جیوس اُس وقت موجود نہ تھا اسوجسے اُسکے شاگرد نے لڑکیوں کو اپنے ہی کمرے میں ٹھرا لیا۔ اور اشرفیاں بھی رکھو الیں جب طبیب موصوف واپس آیا تو شاگرد نے کل واقعہ بیان کیا اور لڑکیوں کو پیش کیا

جاوریوس کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور فوراً لڑکیوں کو واپس کر دیا اور اپنے شاگرد سے کہا۔ "اوشیطان کے شاگرد تو نے کیوں انکو میرے مکان میں گھسنے دیا۔ تو چاہتا ہے کہ مجھ کو خنس کرے جا بھی اور انکو نکال باہر کر۔"

غرض شاگرد نے ان لڑکیوں کو منصور کے خادم کے پاس پہنچا دیا۔ جب یہ خبر منصور کو پہنچی تو حکیم صاحب کو بلوایا اور واپس کر دینے کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ ہم نصاریٰ کی قوم میں ایک سے زیادہ بیوی رکھنی جائز نہیں ہے اور جب تک ایک بیوی زندہ ہو دوسری سے تو صل نہیں کر سکتے۔ یہ بات منصور کو بہت پسند آئی اور بنیت سابق اُسکی عزت بھی بڑھادی۔

۱۵۲ھ میں جاوریوس کسی مرض میں مبتلا ہو کر وطن کو جب جانے لگا تو خلیفہ نے اُسکے مسلمان ہو جانے کی درخواست کی اور کہا کہ اے حکیم! خدا سے ڈر اور مسلمان ہو جا میں ترے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ جاوریوس نے جواب دیا کہ مجھے وہی بگڑا زیادہ پسند ہے جہاں میرے باپ دادا رہتے ہیں خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ ہو۔ یہ سن کے منصور مہسا اور وہ اپنے شہر کو واپس گیا۔ مگر اپنے شاگرد عیسیٰ کو یہیں چھوڑ تا گیا۔ منصور نے اُسکو اپنا طبیب بنایا تھا لگتا خرمیں اُس نے لوگوں کی ایذا رسانی شروع کی۔ جب منصور کو یہ خبر معلوم ہوئی تو فوراً اپنے ملک سے اُسکو نکلوا دیا۔

اُسی زمانے میں منصور کے مصاحبوں میں سے نوبخت منجم فارسی بھی تھا۔ علم ہیئت میں ہی اُسکو اچھا دخل تھا۔ جب بوڑھا ہو گیا تو منصور نے اُس سے کہا کہ اب اپنے بیٹے کو بالکے اپنے قائم مقام کر دے۔ چنانچہ اُس نے بلا دیا۔ جب منصور کے سامنے حاضر ہوا اور نام دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ میرا نام "خزثافا" و طیمادہ بابا ذار خیبر و اہنشاؤ" ہے منصور نے پوچھا کیا اتنا بڑا نام ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ منصور ہنسنے لگا اور کہا کہ یا تو مجھے اجازت دے کہ میں تیرے اتنے بڑے لمبے چوڑے نام میں سے فقط طیمادہ کو منتخب کر لوں

یاد رکھو کہ کوئی خاص کنیت مثلاً ابوسہل وغیرہ معین کرلوں جس سے تجھے آسانی
پکار سکوں۔ اُس نے کنیت کو ترجیح دی۔ آخر کنیت ہی سے مشہور ہوا۔ اور نام
اسکا بہت کم لوگوں کو معلوم تھا۔ اور اگر معلوم بھی تھا تو کوئی اُس سے کام نہیں
لیتا تھا۔

جاور جیوس مذکور کے مرنے کے بعد اُسکا بیٹا نجیشوع قائم مقام ہوا۔ وہ
خلیفہ مارون رشید کا طبیب تھا۔

اسی خلیفہ کے زمانے میں یوحنا بن ماسویہ طبیب کامل گذرا ہے۔ اسکی
تصفیفات بھی بہت مشہور ہیں۔

نجیشوع کے بعد اُسکا بیٹا جبرائیل قائم ہوا۔ اُسکے بعد جاوریوس (جو
جبرائیل کا بہائی تھا) اُسکا قائم مقام ہوا۔ اُسکے بعد نجیشوع بن یحییٰ اُسکا جانشین ہوا۔
اسی طور سے ^{۱۰۵۳} تک براہِ فارسی اطباء ان سلطنتوں میں ملازم
ہوتے رہے۔ انکی تہنیفات ہی کثرت سے ہیں۔ انہیں سے کسی کی تصنیف
سے انجیل السج بھی ہے۔

اس زمانے کے مترجمین میں سے حجاج بن مطر ہے جس نے بطلیموس
کی مجسطی کا اور قلیدس کی کتاب کا ترجمہ کیا۔

بمخلہ اُنکے عبد المسیح بن نعیم اور بطریق اور ابو ذکریا یحییٰ بن بطریق بھی ہیں
یہ سب لوگ منصور کے زمانے میں گذرے ہیں۔

اس زمانے میں چند اطباء یہودی۔ فارسی۔ ہندی۔ نصاری۔ علاوہ
اُن لوگوں کے جبکا ذکر آ رہا تھا ہے۔ خلفاء کے پاس موجود رہتے تھے۔ بمخلہ
اُن کے منقہ۔ صالح بن بہلہ۔ عبدوس بن یزید۔ موسیٰ بن اسرائیل کوفی۔

عالمہ طبری۔ زین الدین طبری یہودی۔ ابویوسف یعقوب بن اسمعیل۔ سیاح
کندی مسیحی۔ قسط بن لونا۔ یحییٰ بن ماسویہ مذکور الصدر۔

ان لوگوں کے ذیل میں ابو زید حنین بن اسحاق عبادی طبیب کامل بھی

داخل ہے۔ یہ طبیب یوحنا بن ماسویہ مذکور کا شاگرد رشید تھا۔ ولادت اسکی ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ مارون رشید عباسی کے زمانے میں موجود تھا۔ ترجمہ میں اسکا ہی شہرہ ہو گیا تھا۔ طب میں اپنے وقت کا امام تھا۔ تصنیفات بھی اسکی بہت سی ہیں۔ اسکی حقائق میں سے یہ بات تھی کہ ہر روز حمام میں نہاتا۔ اور جب نہاد سو کے ٹھکٹا اور بدن خشک کر لیتا تو عود و عنبر کی دھونی لیتا۔ کھانے میں مرغ کا گوشت استعمال کرتا تھا۔ اور ہر روز چار رطل پُرانی شراب پیتا تھا۔ انواع و اقسام کے میوے خصوصاً سیب کا استعمال بہت رکھتا تھا۔ اسکا انتقال ۲۰۶ھ میں ہوا۔ وہ زمانہ متوکل عباسی کی خلافت کا تھا۔

ابوزید جنین کے دو بیٹے بھی تھے۔ ایک ابو یعقوب اسحق جو بہت بڑا فلسفی اور قدیم کتابوں کا مترجم گذرا ہے۔ اسکی تصنیفات بھی علم طب میں ویسی ہیں جیسی کہ اسکے باپ کی لکھی ہیں۔ دوسرا بیٹا داؤد تھا اسکو قلعہ علاج اعراف ہی میں بڑی مہارت تھی۔

ابراہیم بن ثابت بن قرۃ الحمرانی بھی کتب قدیمہ کے ترجمین میں سے ہے۔ مذہب اسکا مابائی تھا۔ مگر بہت بڑا حاذق طبیب تھا۔ اپنے زمانے کے اطباء میں سب سے فوقیت لیگیا تھا۔

ابراہیم مذکور پھینجا ابو الحسن ثابت بن سنان بن ثابت بن قرۃ حمرانی بغداد میں معز الدولہ بن بویہ کے عہد میں تھا۔ طب میں اسکو پورا کمال تھا۔ جالینوس اور بقراط کی کتابوں کا درس دیتا تھا۔ طب اور فلسفہ اور مہندسیر اپنے باپ کی تحقیقات کو ماننا تھا۔ قدیم ریاضی صنعتوں کو بھی خوب جانتا تھا۔ اسکی تصنیف سے ایک تاریخ بھی ہے۔

متقی بامراد عباسی کے زمانے میں امین الدولہ ابو الحسن مہتہ الدین صاعد معروف ابن تلمیذ نصرانی تھا۔ طب میں اسکو ایسا کمال تھا کہ بقراط اور جالینوس کے بعد کوئی بھی اسکا مثل نہیں نکلا۔ باوجود اس کمال کے طرافت

بھی اسکی مزاج میں تھی۔ آداب جلسہ سے خوب واقف تھا۔ بڑے بوڑھے لوگ اسکی صحبت کے شائق رہتے تھے۔ امرا و وزرا میں اسکی بڑی قدر تھی۔ اسکی تصنیفات میں سے ایک قرا با دین ہے۔ دوسری شرح کلیات ابن سینا۔ انہایت تعجب کی بات ہے کہ مقتنی کا زمانہ نو ۳۲۹ھ ہے اور شیخ بوعلی سینا کا زمانہ ۳۷۰ھ ہے پھر کیونکر شیخ کے کلیات کی شرح ابن التلمیذ نے کی؟

حکایت۔ ایک روز ابن التلمیذ کو خلیفہ مقتنی کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور اپنی شیریں کلامیوں سے مقتنی کو خوش کر رہا تھا اتنے میں ابو منصور جو البغدادی (مصنف کتاب ادب الکاتب والمکتب اور کتاب عروض اور تہذیب و تہذیب الخواص جیری) بھی آگیا۔ وہ مقتنی کو السلام علی امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے مخاطب کر کے سلام کیا۔ ابن التلمیذ نے ٹوکا وہ کہا کہ یہ حضرت امیر المؤمنین کو سلام کرنے کا نہیں ہے۔

ابو منصور نے یس کے ابن تلمیذ کی طرف تو کچھ توجہ نہ کی بلکہ مقتنی کی طرف ٹھٹھا ہو کے کہنے لگا کہ اگر کوئی شخص اس بات کی قسم کھائے کہ کسی بیوی یا نہرائی کو علم حاصل نہیں ہو سکتا اور علی کمالات سے اسکو بچا حصہ نہیں مل سکتا۔ تو ہرگز قسم کھائے واسے پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ اسکی قسم بالکل سچی اور فرمودہ خدا کے مطابق ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اطلاع دیدی کہ انکے دل و پیر مہر کردی ہے اور جسکے دل میں خدای مہر ہو وہ بغیر ایمان کے کسی طرح مٹ نہیں سکتی۔

خلیفہ نے کہا سچ کہتے ہو۔ پھر ابن التلمیذ تو گٹ کے رہ گیا اور ابو منصور کے رعب علم سے بالکل بات نہ کر سکا۔

ابو منصور نے ایک معما بھی تراژوکا لکھا ہے وہ یہی مدیہ ناظرین ہے۔

ما و احد مختلف الاسماء بعد فی الارض و فی السماء
یحکم بالقسط بلا ریا اعلمی یری الارشاد کل راء

اخرس لا من علة وحاء یعنی عن النصیج بالایمان
یحب ان نادا مذ وامتزا بالرفع والخفض علی اللذان
یفصحان علق فی المکار

مختلف الاسما سے مراد میزان شمس ہے جسے اسطرلاب بھی کہتے ہیں
جیسا کہ فی الارض والسماء سے بھی مراد ہے کیونکہ اسطرلاب سے زمین آسمان
کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ میزان کلام نحو ہے۔ میزان شعر عروض ہے۔
میزان معانی منطق ہے۔ میزان قراؤ۔ اور پیانہ اور گز کو کہتے ہیں

ہبتہ المدکی بابت ابن خلکان اپنی تاریخ میں بڑے زور سے لکھتا
ہے کہ یہ حکیم اپنے وقت کا بقراط اور جالینوس تھا۔ علم طب کا اپنے وقت
میں خاتمہ کر گیا۔ اس سے قبل والوں میں بھی یہ قابلیت نہ تھی۔ عمر اسکی
طولانی تھی۔ قدر و عزت بھی اسکی بڑی تھی۔ حسن و صورت بھی عذا و اد تھا۔
ظاہرہ باطن دونوں اسکا اچھا تھا۔ روح اسکی لطیف تھی۔ خوشنما بن تھا۔
ارادے اسکے اونچے اونچے تھے۔ بہت بڑی ہوئی تھی۔ ذکاوت انتہا درجہ
پر تھی۔ نگر اسکی صائب تھی۔ رائے اسکی بہت ٹھیک ہوتی تھی۔ عیاسیوں کا
راس و رئیس اور رئیس کامل تھا۔ علوم و فنون میں تفنن کی قوت بہت
رکھتا تھا۔ عقل اسکی متین تھی۔ تدبیر اسکی مستحکم ہوتی تھی۔ خلفا کی خدمت اس
بہت دنوں تک کی ہے۔ اسکی صحبت کو لوگ عموماً بہت غنیمت سمجھتے تھے۔
اشعار بھی اسکے دل بہانے والے تھے۔ اپنے نانا معتمد الملک ابو العز بن یحییٰ
بن تلمیذ لفرانی کا جانشین تھا۔ اسکا انتقال عید الفصح کے دن ۶۱۹ھ ہجری
میں ہوا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو اسکے جنازے میں نہ شریک ہوا ہو۔

اسکے بعد حمید عصر ابو البرکات ہبتہ المد بن علی بن ملک ان بہت بڑا
طبیب شہور ہوا۔ اسی کی تصلیف سے کتاب المغنبر فی الحکمتہ ہے۔ ابن التلمیذ
سے امداس سے سخت نقصانیت تھی۔

پچھیم مذہب میں یہودی تھا۔ آرمین مسلمان ہی ہو گیا تھا۔ ابن النکیز
بہت بڑا منکسر المزاج اور کیتاے زمانہ تھا۔ مگر موقع موقع سے تکبر بھی کرتا تھا۔
اسی کی بابت بدیع اسطرلابی نے یہ دو شعر کہے ہیں۔

ابو الحسن الطیب و مقتضیہ ابوالبرکات فی طرفی نقیض
خجہ نما بالتواضع فی الذریا و هذا بالتکبر فی الحضیض
شیخ ابن النکیز طیب ابو الحسن ہتھ اند بن سعید کی تصنیف سے کئی
کتابیں مشہور ہیں۔ بچلہ اسکے کتاب التخصیص ہے۔ دوسری معنی۔ تیسری
کتاب الاقناع ہے۔ معنی ایک جلد میں ہے اور اقناع چار جلدوں میں
یہ تینوں کتابیں علم طب میں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس زمانے میں مسلمانوں نے فلسفہ اور طب میں بڑے
زور سے محنت کرنی شروع کی تھی۔ اور ان تمام علوم کو انہی طبیبوں وغیرہ
سے پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں ہی بڑے بڑے نامی طبیب
ہوئے۔ اور اسوقت انکی حالت ایک حلقہ کی تھی جسکا سلسلہ یونانیوں اور
فرہنگ سے ملا ہوا تھا۔

اور اکثر چیزوں میں بقراط اور جالینوس کی تحقیقات پر عمل درآمد کرتے
تھے۔ فن تقطیر۔ فن تخمیر۔ تارایوں سے لیا تھا۔ کیمیاء و آلات ایسے بنائے
تھے جن سے باسانی کیمیاء بنانی ممکن ہو۔ علی کیمیاء کے بعض بعض طریقے ہی آپ
ہی آپ استنباط کئے۔

بعض موافقین لکھتے ہیں کہ عرب نے بہت بڑا مشغلہ علم طب میں پیدا کیا تھا۔
صدیدہ۔ اور کیمیاء بھی حاصل کی تھی۔ جدری (چچک) کی حقیقت اور چچک کے
ٹیکا لگانے کی ترکیب انہی نے سکھائی اس سے پہلے عورتیں اپنے اہلہ سے
بچوں کے اہلوں میں کانٹے سے ٹیکا لگاتی تھیں۔

چھوٹی چچک کی حقیقت ہی انہی نے بتائی۔ صدیدہ میں اپنے ماسنہ کا

بڑھ گئے تھے۔ علم طب میں بہت سی باتیں اصناف ہی کہیں۔ سنا۔ ریونڈ چینی۔
 ترہندی۔ (اہلی) اکا سیا۔ جو الطیب کبش القرفل وغیرہ کی ماہیت اور خاصیت
 انہی نے دریافت کی۔ عرقیات اور روغن۔ تفطیر اور تصعید سے انہی نے
 پہلے بنائے۔ دواؤں میں شکر کا استعمال انہی سے شروع ہوا۔ اس سے
 پہلے شہد کا استعمال ہوتا تھا۔ انہی نے علم کیمیاء کے اصول ایجاد کئے۔

طبی مدرسے بھی بہت سے قائم کئے تھے۔ اندلس کے حکام دفتر صید کے
 منجر ہوتے تھے۔ اور دوائیں اسکے واسطے تلاش کرتے تھے تاکہ میل اور
 غش نہ ہونے پائے۔ اور زرخ اسکا فقروں کے حسب حال رکھا تھا۔

انکی طبی ترقی اسقدر تھی کہ ابھی سکوا سبات کے ماننے میں کوئی عذر
 نہیں ہے کہ یورپ کی طبی ترقی پر عربی طبی ترقی کو ترجیح دیں۔ کیونکہ سائر لوگ
 مدرسہ انہی کے دم سے قائم ہوا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتے تو یورپ میں کبھی اس فن کو
 اتنی ترقی نہ ہو سکتی۔

البتہ علم تشریح میں انکو کم مداخلت تھی۔ اسوجہ سے کہ اسلامی شریعت
 میں انسان کے مردے کی چیر بچاؤ اور تجزیہ جائز نہیں رکھا گیا ہے۔ لیکن
 فن جراحی میں بڑے کامل تھے۔ بلکہ ابوالقسم کی تحریر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ
 اندلس کی عورتیں تک جراحی میں کمال رکھتی تھیں۔ اور اپنی لمبجنس عورتوں کا
 علاج کرتی تھیں۔ اسی نے اہل یورپ وامریکہ کو آج اس بات پر آمادہ کیا ہے
 کہ وہ عام ترقی اس فن کو دے رہے ہیں۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ آخر میں ان طبیبوں نے حجامت کا واسطہ۔ یعنی کیمیا
 کا ذبہ کی تلاش ہی شروع کی تھی۔ اس خیال سے کہ شاید تانبے اور قصدیر سے
 سونا اور چاندی بنجائے۔ اور دولت و ثروت میں زیادتی ہو۔ جس طرح سے علم نجوم
 میں کوشش کرتے تھے تاکہ آئندہ زندگی کے حالات ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔ بالکل
 ان دونوں میں انہیں ناکامیابی ہی رہی۔

باقیمانہ فلاسفر اور طبائے عرب

ہم نے اگرچہ بڑے بڑے
کاہلین کا تذکرہ اوپر لکھ دیا ہے

جنہیں شیخ ابو علی سینا اور ابن رشد وغیرہ داخل ہیں لیکن کچھ اور بھی رہ گئے
ہیں۔ جنکا ذکر نہیں ہوا حالانکہ وہ بھی فلسفیوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں۔
منجملہ ان کے ابو خالید یزید بن معاویہ اموسی ہے۔ قریشین میں اسکا علم
بہت تھا۔ کیمیا اور طب میں اس کے رسالے اسکی علمی لیاقت پر شاہد ہیں۔ اس نے
موریانوس راسب رومی مذکور الصدر سے پڑھا تھا۔ اس تعلیم کی بابت تین رسالے
اس نے لکھے ہیں۔ ایک میں موریانوس سے تحصیل علم کی کیفیت اور جو جو تاثر
اس کے اور موریانوس کے درمیان اثنائے تعلیم میں پیدا ہوتی رہیں مذکور ہیں
اور چند موزوں بھی ہیں۔

اس علم میں بہت سے اشتباہ بھی اس کے موجود ہیں سب سے پہلے میں اس کا
انتقال ہوا۔

احمد بن ابراہیم خلیفہ یزید بن عبد الملک کا طبیب تھا۔ قریب ۱۱۰ھ
کے اس نے شہرت پیدا کی تھی اور بقراط کی کتابوں سے منتخب کر کے ایک
کتاب مسمیٰ اصول الطب اور ایک رسالہ نباتات کی تحقیق میں جو کہ علاج میں مستعمل ہوتی
ہیں لکھی تھی۔

ابوبکر محمد بن سید بن بصری۔ اس کا باپ تانبا فروش جرجایا کا رہنے والا تھا
عین النمر میں کسی ضرورت سے آیا تھا۔ خالد بن ولید نے اسے مع چالیس آدمیوں کے
جواسکے ساتھ قید کر لیا تھا۔ جب مدینہ میں لایا تو انس بن مالک نے اسکو مزید لایا
اور ابوبکر کی لونڈی سماء صوفیہ سے نکاح کر دیا۔ اسی سے ابوبکر محمد مذکور الصدر پیدا
ہوا تھا۔ ولادت اسکی ۶۶۵ھ کی ہے۔ حدیث دانی اور تعبیر خواب میں مشہور تھا۔
انس بن مالک جب بصرہ کا گورنر مقرر کیا گیا تو بھی ابوبکر محمد اسکا منشی تھا۔
ایک عودت سے اسکے تیس بچے پیدا ہوئے تھے قرض دار ہوا بانیکی

وجہ سے قید بھی کیا گیا تھا۔ جب انس بن مالک مراہے تو اس نے وصیت کر دی تھی کہ کوئی شخص سوائے ابن سیرین کے مجھے غسل و کفن نہ دے۔ اور نہ نماز پڑھے۔ غرض ابن سیرین کو قید سے نکالا۔ اس نے تمام تجویز تکلفین کے کام کو انجام دیا اور قید خانہ میں واپس گیا

اسکی تصنیف سے کتاب تفسیر الاحلام ہے جسکا ذکر آئندہ لوگوں میں بہت رہا۔ (چوتھے باب کی چوتھی فصل میں اسکا ذکر آچکا ہے)

ابن ابی زاجر ہے۔ اسکا ذکر علم النبات کی بحث میں آچکا ہے۔ بیخض تقریباً ۱۲۵۰ء تک زندہ رہا۔

خالد بن مضع عیسیٰ بن علی (منصور عباسی کا چچا) کا کاتب تھا۔ اسکا ذکر سوویں باب کی پہلی فصل میں آچکا ہے) اس نے ایک کتاب احوال کے بیان میں لکھی ہے۔ اور ارسطو کی ایک کتاب کی شرح بھی لکھی ہے فارسی عربی میں ترجمہ کر لیگی ہے۔

ابو قریش حسد صید لانی خلیفہ عہدی کے عہد میں بغداد میں رہتا تھا علم طب میں ماہر نہ تھا۔ اطباء میں اسکا ذکر فقط اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے متعلق ایک ظریف حکایت ہے جس سے ہنسی آتی ہے۔

حکایت۔ ابو قریش صید لانی اسل میں بالکل غیر مشہور آدمی تھا اتفاق سے ایک دفعہ خیزران (زوجہ خلیفہ عہدی) کو کوئی شکایت لاحق ہوئی اس نے اپنی جاریہ سے کہا کہ میرا قارور کسی ایسے ضعیف کو دکھلا جو تجھے سچا پتا نہ ہو جاریہ نے قارورہ اٹھایا اور ماہر لیگی۔ ابو قریش بھی قہر شاہی کے پاس ہی رہتا تھا۔ جاریہ نے وہ قارورہ اسی کو دکھلایا۔ اس نے دریافت کیا قارورہ کہہ کا ہے۔ جاریہ نے کہا ایک ضعیف عورت کا ہے۔ ابو قریش نے اس کے جواب میں کہا "نہیں ہرگز نہیں"۔ بلکہ یہ قارورہ تو ایک علیل القہد ملکہ کا ہے جو دراصل حاملہ ہے اور اس سے ایک شاہزادہ پیدا ہوگا۔ جو خود بھی بادشاہ ہوگا

اسکا یہ کلام بالکل اٹکل بچھوٹھا۔ اسکو پہلے سے کچھ خبر نہ تھی (جاریہ نے پورا واقعہ خیزران سے آکے نقل کیا۔ وہ اُچھل پڑی اور مارے خوشی کے پھولی نہ سہائی۔ اور اپنی جاریہ سے کہا کہ اس شخص کی دوکان کا نشان دہنتہ یاور رکھنا اگر یہ قول اُسکا سچا نکلا تو میں اپنا طبیب اُسی کو بناؤنگی۔ چند روز بعد محل ظاہر ہوا۔ مہدی کو جب خبر ہوئی تو بہت خوش ہوا۔ خیزران اس خبر کے سچی ہونیکی وجہ سے دوبار سی غلعت ابو قریش کے پاس پہنچیں۔ (اب قسمت چکیتی ہے) اور نین سوا شرفیاں بھی دیں۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ ابھی اتنی اشرفیوں سے اپنا کاروبار چلا۔ اگر تیری خبر سچی نکلی تو ہم تجھے اپنا طبیب بنا بیٹینگے۔ ابو قریش تو یہ سنکے بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ دیکھو خدا کی شان۔ میں نے تو جاریہ سے یونہی بے سمجھے بوجھے کہہ دیا تھا اور وہاں واقعہ سچا نکل آیا۔ غرض جب خیزران کے ہاں موسیٰ ہادی پیدا ہوا تو مہدی کے سرور کی کوئی حد نہ تھی۔ اس موقع پر خیزران نے ابو قریش کی رجاء بالغیب خبر دینے کی حکایت بیان کی۔ مہدی نے اُسے بلوایا اور طبابت کے متعلق کچھ دریافت کیا۔ وہ بیچارہ تو جاہل تھا کیا بتا سکتا یونہی کچھ ٹوٹی بھوٹی باتیں صبر کے متعلق بیان کر دیں۔ بائیںہ مہدی نے اسکو اپنا طبیب بنالیا اور ہر وقت ساتھ رکھنا۔ تعظیم و تکریم بھی حد کی کرتا تھا۔

ابو عبد اللہ جعفر بن محمد بن علی الصادق۔ جبکا ذکر چوتھے باب کی چوتھی فصل میں آچکا ہے۔ انکی تصنیفات سے علم ہدیت۔ علم کیمیا۔ علم رمل میں کتابیں ہیں۔ مدینہ میں ۱۶۷ھ میں انکی وفات ہوئی۔

ابو موسیٰ جابر بن حیان بن عبد اللہ صوفی۔ طرطوس میں پیدا ہوا۔ اور

کوفہ میں اقامت اختیار کی۔ امام جعفر صادق کے شاگردوں میں سے تھا۔ علم کیمیا میں مشہور تھا۔ پانچ سو سالے امام جعفر کی تصنیفات سے ایک ہزار صفحے میں جن کیسے تھے۔ وہ تمام رسالے ۱۶۵ھ اور ۱۶۲ھ میں استر اسبرج میں چھپے تھے۔ اور حیان کی تصنیفات سے اصول کیمیا۔ اور نیز ابن سینا کی کتاب کیمیا باہل میں

۵۷۲ء میں چھپی۔ جابر کی ایک اور کتاب علم ہیئت میں نور سبرج میں ۵۷۳ء میں چھپی تھی۔

شیخ ابوبکر محمد بن زکریا رازی علم طب، علم منطق، علم ہندسہ، علم موسیقی میں ماہر تھا۔ بچپن میں غور و جاہ کیا کرتا تھا۔ پھر علم کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بغداد کے بیت الشفا میں رئیس الاطباء مقرر ہوا۔ پہلے اس نے مرلیستان رتی کی اصلاح کی تھی۔ علم طب کو اس نے حکیم ابوالحسن بن زین طرجی سے حاصل کیا تھا۔ جسکی تصنیف سے فردوس الحکمت ہے۔

ابن زکریا رازی کی تصنیف علم طب میں کتاب حادی ہے جسکی تقریباً تیس جلدیں ہیں۔ دراصل یہ کتاب بقراط کے اقوال سے منتخب کر کے جالینوس حکیم یونانی کے متفرق صحیفوں میں لکھا تھا۔ کیونکہ جالینوس سے پہلے علم طب کو بہت چمپاتے تھے۔ اور بطور اسرار کے کسی کسی کو بتاتے تھے۔ مگر جالینوس نے چاہا کہ میں اسے مشہور کر دوں۔ تاکہ خلق خدا کو عام نفع پہنچ سکے۔ اسی وجہ سے مشہور ہے کہ علم طب نو مرتبہ چکا تھا مگر جالینوس نے اسے زندہ کیا۔ یہ علم پہلے فقط بنی اقلیموس میں تھا۔ اور ایک دوسرے کو بطور راشت اپنے ہی خاندان میں بتاتے تھے۔ کسی غیر خاندان والے کو اس پر مطلع کرنا جائز نہیں جانتے تھے۔ غرض ابن زکریا کا جب دورہ آیا تو اس نے جالینوس کے متفرق لکھے ہوئے صحیفوں کو جمع کیا۔ اور اسکا نام حادی رکھا۔ پھر بھی یہ کتاب ناقص تھی شیخ بوعلی سینا نے اسے کامل کر دیا۔ اسی وجہ سے اسکو شیخ الرئیس کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکا پایہ اپنے ماقبل کے اطباء سے بڑا ہوا تھا۔

دوسری کتاب ابن زکریا رازی کی تصنیف سے کتاب الکجامع ہے۔

کتاب الاعصاب۔ کتاب المنصوری۔ اس میں علم و عمل دونوں مذکور ہیں۔ اس کتاب کو ابو صلیح منصور بن ابی نصر سامانی کے واسطے لکھا تھا۔

ابن زکریا کے نادر اقوال میں سے ہے کہ جب تک کسی مرض کا علاج غذا سے

ہو سکے اُسوقت تک دوا سے علاج نہ کرو۔ اور جب تک ایک دوا سے علاج ہو سکے اُسوقت تک مرکب دواؤں کو نہ استعمال کراؤ۔

اسکے متعلق ایک عجیب عبرتناک حکایت ایک کتاب میں لکھی ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ ابن زکریا نے منصور مذکور الصدر کے لئے ایک کتاب علم کیمیا کاؤب میں لکھی تھی۔ منصور نے کہا کہ اچھا بعد اُلات واسباب کنیفردت ہے اُسی میں مہیتا کئے دیتا ہوں۔ تو کیمیا تیار کر۔ آخر ابن زکریا نے کوشش کرنی شروع کی۔ مگر ناکامیاب رہا۔ منصور کو اس فعل پر غصہ آیا اور کہا کہ تو چاہتا ہے کہ حکمت میں ایک ایسی کتاب بھی شامل کروے جس میں سوائے جہوش کے اور کچھ نہ ہو اور وہ حکمت کے نام سے مشہور رہے۔ اور نہ زردل آدمیوں کو غلطی میں ڈالے۔

اسکے بعد منصور نے اُسکو مارنے کے واسطے کوڑا اٹھایا اور حکم دیا کہ وہی کتاب ابن زکریا پر باری جائے کُنا سکا سر ہیٹ جائے۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ اسکی ضرب سے ایسا صدمہ ابن زکریا کی آنکھوں پر پہونچا کہ دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اور پانی اُنز آیا۔ اور ^{۱۱۹۲} _{۱۱۹۲} میں فوت ہو گیا۔ ابوالقاسم زہراوی طبیب اندلسی ہے۔ رہبر الہ ایک مقام کا نام ہے جو قزلبک کے پاس ہے) میں ^{۱۱۹۲} _{۱۱۹۲} میں پیدا ہوا تھا۔ اور طب میں بہت مفید و عید رسالے لکھے ہیں۔ بجمہ انکے کتاب عورتوں کے امراض کے متعلق۔ دوسری جراحی کے متعلق ہے۔ ان دو میں سے ایک کتاب لائینی زبان میں ترجمہ ہو کے اکسورڈ میں ^{۱۱۹۲} _{۱۱۹۲} میں چھپ چکی ہے۔ تیسری کتاب استخراج ادویہ میں ہے۔ یہ بھی لائینی میں ترجمہ ہو کے ہندو میں ^{۱۱۹۲} _{۱۱۹۲} میں چھپ چکی ہے۔ ابوعلی عیسیٰ بن حزیلہ طبیب مصنف کتاب منہاج۔ ابوعلی نے اس کتاب کو بہ ترتیب حروف تہجی لکھا ہے۔ اور تمام دواؤں کے نام اس میں جمع کئے ہیں۔ اسکی تصنیف سے دوسری کتاب تقویم الایدان ہے۔ کتاب منہاج

فی مایستقلہ الانسان۔ کتاب الاشارة فی تلمیض العبارة۔ ایک رسالہ ہے جس میں طب کی بہت کچھ تفریع کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ علم شرع بالکل شرع کے موافق ہے۔ مشہور ہے کہ یہ شخص پہلے نصرانی تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا تھا اسکا اسناد ابو الحسن سعید بن ہبۃ احمد بن الحسن ہے۔ ابو علی مذکور اپنے اہل محلہ اور شناسائیوں کا علاج بغیر اجرت کے کرتا تھا۔ بلکہ اپنے پاس سے دوا پر شربت وغیرہ بلا قیمت دیتا تھا۔ فقر کی تلاش میں رہتا تھا۔ اور اُنکے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرتا تھا۔ ۱۱۹۹ھ میں فوت ہوا۔

ابو الصلت امیۃ بن عبد العزیز بن ابی الصلت اندلسی علم وادب میں بہت بڑا فاضل تھا۔ فن حکمت میں ماہر تھا۔ نظم میں بھی ایک دیوان اسکا موجود ہے۔ (یہ ابو الصلت اُس اسیر بن ابی الصلت کے علاوہ ہے جو کہ صدر اسلام میں بڑا شاعر گذرا ہے)

اسکی تصنیفات میں سے علم طب میں ایک کتاب ادویہ معروضہ کے بیان میں ہے۔ اس نے افضل مصری کے واسطے عمل اسطراب کا ایک رسالہ لکھ دیا تھا۔ تیسری کتاب الوجیز فی علم الہیۃ۔ چوتھی کتاب منطق میں تقویم الاذقان ہے۔ پانچویں کتاب الحدیث۔ یتیمۃ الدہر ثمالی کی طرز پر ہے۔ اسکا انتقال ۵۲۹ھ میں ہوا۔

امام مخدوم الدین رازی ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین بن الحسن بن علی تیمی بکری طبرستانی رازی۔ ولادت اسکی راز میں ہوئی۔ اپنے اہل زمانہ سے علم میں فائق تھا۔ علم کلام۔ معنولات۔ فلسفات وغیرہ میں ماہر تھا۔ کسی کئی فنون میں اسکی تصنیفات موجود ہیں۔ بلکہ اُنکے شرح کلیات قانون شیخ۔ شرح اشارات شیخ۔ لمخص۔ شرح عیون الحکمت۔ علم کلام کے متعلق المطالب العالیہ نہایت المعقول۔ کتاب الاربعین۔ محصل۔ کتاب البیان والبران فی الرد علی اہل اہل الزلیع والطغیان۔ کتاب المباحث العاویہ۔ کتاب تہذیب الدلائل کتاب

عیون المسائل۔ کتاب ارشاد النظر الی لطائف الاسرار۔ کتاب اہوتہ المسائل
 التجاریہ۔ کتاب تفصیل الحق۔ کتاب المذہبۃ۔ کتاب المعالم۔ اور علم طلسمات
 کے متعلق۔ التمر المکتوم۔ شرح اسماء حسنی۔ اصول فقہ میں۔ المحصول۔ المعالم
 نحو میں۔ شرح مفصل زکھشری۔ فقہ میں۔ شرح وجیز غزالی۔
 معری کی سقط الزند کی بھی شرح لکھی ہے اور اعجاز میں بھی اسکی ایک
 کتاب سی نہایت الاعجاز ہے۔ اور علم فراسہ وغیرہ میں بھی اس نے کتابیں
 لکھی ہیں۔ اسی کا یہ شعر بھی ہے۔

المزما دام حیا لیستعان بہ و یعظم الذر ذینہ حین یفتقد

انتقال اسکا ^{۶۱۲۰۹} شہادت میں شہرہات میں ہوا۔

ان تمام فاضلین و کاملین نے جعفر عرفی زبیری کے علم طب
 میں کتابیں لکھی ہیں۔ وہ کچھ علم طب کے ساتھ فاس نہیں ہیں بلکہ بیڑ
 (گھوڑے کا علاج) ازوقہ (چربیوں کا علاج) بزورہ (زراعت کے متعلق)۔
 فلاح (درخت لگانے کا فن) وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور اکثروں نے علم
 طبعیات سے بھی طبی کتابوں میں بحث کی ہے۔ کیونکہ بہت بڑا علاقہ
 باہمی ان دونوں علموں میں ہے۔ اور علم نجوم سے بھی بحث کی ہے کیونکہ
 ستاروں کا اثر بدن پر بہت پڑتا ہے۔ علم موسیقی سے بھی بحث ہے۔
 اسوجہ سے کہ نبض کے احکام میں اسکو بھی پوری مداخلت ہے۔ اور ہم نے
 اپنی کتاب زبدۃ الصحائف فی اصول العارف میں صاف صاف یہ
 لکھ دیا ہے کہ مشہور ہیں انہی کتابوں سے یورپ میں علم طب
 کو ترقی ہوئی۔

حصہ اول

عرب کے مدارس۔ اُن کا مشہور ہونا۔ اور اُن کا انجام کار

جس زمانے میں کہ عرب نے پوری توجہ تحصیل علوم کبیرف کی تھی اُس وقت مدرسے بھی بہت سے بنائے گئے تھے۔ اور علماء چاروں طرف سے بلا کے تعلیم کے واسطے مقرر ہوئے تھے۔ سب سے زیادہ مشہور۔ بغداد۔ بصرہ۔ بخارا۔ قاہرہ۔ مصر۔ مراکش۔ فاس کے مدرسے تھے۔

بغداد کے مدرسے میں سنہ ۷۷۵ھ میں چھ ہزار پڑھنے اور پڑھا نیوالے موجود تھے۔ فقط قزلبے میں تنصیر بن عبدالرحمان کی خلافت کے زمانہ میں سارلسے چارلسہ ہجری کے قریب اسی مدرسے تھے۔ قاہرہ مصر میں میں مدرسے تھے۔ مغلہ اُنکے جامع ازہر بھی ہے جو اس وقت سنہ ۱۹۰۶ء میں بھی اسلام کا بہت بڑا مدرسہ ہے۔ اس مدرسے کی بنیاد جوہر قائم نے ڈالی تھی جبکہ خلیفہ مغز عبیدی نے قاہرہ کو آباد کیا تھا۔

رفاعہ بیگ طوطاوی نے لکھا ہے کہ اس مدرسہ میں علم اصول علم توجید۔ علم فقہ۔ علم تفسیر۔ علم حدیث۔ علوم الہیہ مثل علوم عربیہ۔ علم منطق۔ علم وضع علم مناظرہ کے اور تمام۔ یا منیات اور اکلیات علم طب۔ علم ہیئت۔ تاریخ وغیرہ پڑائے جاتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں سوائے علوم شرعیہ کے اور کچھ نہیں پڑایا جاتا۔ البتہ چند علوم جو علم شرعی کے مفرد میں وہ بھی پڑائے جاتے ہیں۔ اور لنت عرب کی بھی تعلیم ہوتی ہے مشہور ہے کہ اگلے زمانے میں اس مدرسہ کے طالب علم بارہ ہزار کے قریب تھے۔ مگر اس زمانے میں

کبھی بارہ سو سے زیادہ نہو گئے۔

حبض مورخین نے لکھا ہے کہ بلاد مصر میں اسی مدرسہ کی بدولت علم و آداب کی ترقی ہوئی۔ اکثر غریب نادے بھی اس مدرسہ سے پڑھ کے اور فاضل ہو کے نکلے۔ اور اُس وقت سے ہنک کچھ نہ کچھ پڑھنے والے اس مدرسہ میں رہتے ہیں۔ اسی مدرسہ سے شیخ محمد ابو مصیری۔ شیخ محمد منیومی (جس نے لغت میں ایک بہت بڑی کتاب لکھی ہے) شیخ جلال الدین سیوطی بھی فاضل ہو کے نکلے تھے۔

مدرسہ مسمی دار الحکمة تھا۔ جیسے ابو علی منصور بن العزیز بالدرالی انصر نزار بن العزیز عبیدی نے بنوایا تھا۔ اس میں طالب العلم رہتے تھے۔ اور عمدہ عمدہ کتابیں بڑے بڑے کتب خانوں سے منگائے کہ یہاں جمع کیگی تھیں۔ فقہاء۔ منجمین۔ علمائے نحو۔ اہل لغت۔ اطباء۔ پڑانے پر بلا نام تھے۔ بہرین کی کتابوں کا ذخیرہ ایسا کافی موجود تھا۔ کہ اس طرح اجتماعی حیثیت سے دوسری جگہ ملنا ناممکن تھا۔ ملازمین اور مدرسین کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر تھیں۔ دواست۔ قلم سیاهی کاغذ۔ کاپی۔ سادی کتابیں وغیرہ ضروریات یہی طالب علموں کے لئے مہیا تھے۔ ۱۰۹۰ھ میں یہ مدرسہ تیار ہوا تھا۔ و شخص اس مدرسہ سے ہی بہت لائق ہو گئے تھے۔ ایک حمید بن کی فطیچی قضا (۱۰۹۰ھ) قاضی مصر کا ایک قضیہ تھا۔ دوسرا مسمی بنکات۔ لیکن ان دونوں کے اپنی ترقی کا یہ اصول سمجھ میں آیا کہ خدائی کا دعویٰ کرنا چاہئے۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور سیکڑوں آدمیوں کو بدکایا۔ جب یہ خبر فضل بن امیر الجبوش جمالی (مستصر حبیدی کا وزیر) کو پہونچی تو فوراً حکم دیا کہ مدرسہ دار الحکمة بند کر دیا جائے۔ اور وہ دونوں شخص گرفتار کئے جائیں۔ لیکن دونوں ایسے چھپے کہ گرفتار نہ ہو سکے آخر کار برکات تو اسی حالت میں مر گیا۔ اور اُس کے تابعین کو فضل مذکور نے قتل کر دیا۔ باقی زنا حمید قضا۔ وہ اُس وقت تک چھپا رہا کہ فضل نے قضا کی اور غلیفہ ابو علی منصور مذکور الصدر نے دوبارہ مدرسہ جاری کرنے کا حکم دیا۔

پھر جمید نے ہی اپنے آپ کو ظاہر کیا اور بہت سے لوگوں کو بہکایا۔ اور دعویٰ خدا کی کزنارہ۔ شعبہ ہائے کامل تھا۔ اسی کے ذریعے سے لوگوں کو بہکا تھا۔ لوگوں کی یہ کیفیت تھی کہ اس سے بہت خوف کھاتے تھے۔ اور اس کی صورت پر نظر ہر کر دیکھنا گناہ سمجھتے تھے۔ جب تک اس کے سامنے بیٹھے رہتے سر جھکائے رہتے تھے۔ آخر کار مامون خلیفہ عباسی نے اسکو پکڑا کر پھانسی دلوادی۔ اور اس کے معتقدین کو سولی دلوادی۔ یہ واقعہ ۱۹۵ھ کا ہے۔

پھر جب عبید یوں کا زمانہ ختم ہوا۔ اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر پر قبضہ کیا۔ اور رایت عباسیہ دوبارہ مصر میں لہرانے لگا۔ تو دار الحکومت پر قبضہ کیا۔ اور تمام مال و اسباب جو اہرات وغیرہ لے لئے۔

ابن خلد کان نے لکھا ہے کہ مجملہ جو اہرات کے ایک زمرہ کی چوڑی بھی تقریباً ڈیڑھ ہائنت کی تھی اور ایک یا فوٹ کی تھی۔ کتابیں بھی تقریباً ایک لاکھ جلدیں تھیں جو اپنی اپنی خوبی میں لاجواب تھیں۔ مگر ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار سفر تھے۔ انہیں عبدالرحیم بیانی کو جو کہ صلاح الدین کا منشی اور قاضی تھا حوالہ کر دیں۔ اور دار الحکومت کو گر دایا۔ پھر وہیں مختصر سا ایک مدرسہ شافعی مذہب کی کتابیں پڑانے کے لئے جو ادا کیا۔

والامید کہ جعفر مدرسے اور تعلیم گاہیں کہ عرب میں بنی تھیں خواہ آسیا و ہسپانیہ اور افریقیہ وغیرہ میں اور وہاں نایاب نایاب کتابیں جمع کر دیکھیں پھینر انہی کے ذریعے سے ستائیس میں بڑے بڑے کامل علماء تیار ہوئے مشہور ہوئے۔ اس وقت تک فلسفہ ارسطو کی بڑی ترقی تھی۔ کیونکہ اسی کی موتات ترجمہ ہوئی تھیں۔ اور اسی میں کچھ کمی دنیا دہی کر کے تعلیم دیا جاتی تھی۔

صاحب مخطوطے لکھا ہے کہ بہت اُن تمام مقامات کے مدرسوں کے اندس کی تعلیم گاہ بہتر ہے۔ اسوجہ سے اہل یورپ نے بھی فردن وسطی میں لبر کا سفر اختیار کیا۔ اور وہاں پچھنچ کے علوم حاصل کئے اور اپنے ملک میں واپس

سپتیمبر ۱۹۰۷ء میں ہر ٹوٹ رئیس و بر ماری غالن نے بہت سے
راہبوں کو حکم دیا کہ انڈس میں عباس کے تفصیل علم کریں۔ اُسکے حکم کے مطابق
بہت سے رہبان انڈس میں پہنچے۔ اور تفصیل علم کرنے لگے۔ لیکن سب
میں کامل اور لائق بابا سلیمتر و س ثانی فرانسیسی (نام اسکا بریٹ تھا) ہوا۔ اس
بڑے بڑے سفر تفصیل علم کی عرض سے کہنے۔ یورپ کے بہت سے ملکوں
میں اس کو ہر بے بہا کی تلاش میں بھرتا رہا۔ آخر سب انڈس میں پہنچا اور فرنگ
و انجیلیہ کے مدرسوں کی ترقی دیکھی۔ یہ کہانی جو سن کر تھا تو فراموش کیا۔ اور
تمام و کمال علم حاصل کر کے اپنے ملک میں آیا۔ اور بابا کے خطاب سے مستعد رہا
اس نے دودھ سے ایک ایٹا لیا اور دوسرا دیکھ کر کہیں جا رہی تھیں۔ اور علوم
فنون عربیہ اور ہندی ریاضات و نیز جو اس میں سے دیکھ سکے کیا تفسیر و تفسیر
شروع کی اُسکے بعد سے فراموش کیا اور فراموش کر گیا کہ یہ کچھ ہوا۔
ہر ملک سے طالبان علم انڈس پہنچے۔ اور علوم و ہنر و کمال سے بہت
پرکھ گئے۔ ساتھ پڑا۔

مذہب کے پیر و تاراج میں لگا رہا ہے۔ فرانسیسی کے ساتھ علوم ہیں انہیں سے
کوئی اور انہیں دیکھی بات نہ کیا ہا جسکے عرب سے ہمیں لیا گیا ہے۔
عرض ایٹا لیا میں جن لوگوں نے علوم کی اشاعت کی انہیں سے وکٹر
بیونا بھی ہے۔ اس نے علم ہیئت و علم طب۔ قدحہ۔ طباطبہ میں پڑا۔ اور محلی
کا ترجمہ کیا۔ محمد الدین رازی اور شیخ رئیس کی کتابوں کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا۔
دوسرا ایڈونا ڈیویری ہے۔ اس نے علم حساب اور جبر و مقابلہ عدلوں سے سیکھا
ہے۔ تیسرا آرنولڈ ویلانوئی ہے۔ اس نے علم ہیئت اور طبعیات و علم طب
عربوں سے پڑا۔

اہل انگلینڈ انہیں سے مسی بہ لارڈ راہب نے (جب تک دوسرا نام موری تھا۔ اور
اسکاٹ بھی اسکو کہتے تھے) علم کیمیا۔ فلسفہ۔ ریاضیات۔ عربوں کی کتابوں سے

ماہل کیا۔ در حسن خازن اندلسی کے اقوال پر اسکا عمل تھا۔ اسی طرح فیثلیو بھی بصریات میں مشہور تھا۔ اس نے بھی حسن مذکور سے علوم ماہل کئے تھے۔ انکے علاوہ اور بھی انگریز ہیں جنکا ذکر ذبذۃ الصغیر میں کیا گیا ہے۔

غرض اسی طرح سے دو دو چار چار آدمی اندلس وغیرہ میں جاتے تھے اور پڑھ لکھ کر اپنے شہروں میں واپس آتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اسی اثر میں جنگ صلیبی چھڑ گئی۔ اور اہل یورپ کو اندلس پر تخیلی چمکی۔ پھر کیا کہنا ہے۔ جب قدر انکے علوم و فنون کی کتابیں تھیں انکو لیکے اپنی زبان میں ترجمہ کر لیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ جب قدر عربوں نے یونانیوں سے لیا تھا۔ اور پھر اضافہ بھی کیا تھا و در سب یورپ والوں کے ماتھے آیا۔ اور تمام فلسفہ۔ علم۔ ہیئت۔ طبیعیات۔ ریاضیات۔ بصریات۔ کیمیا۔ طب۔ صید۔ جغرافیہ۔ زراعت۔ فراست وغیرہ میں ان لوگوں نے دستگاہ پیدا کی۔ کاغذ۔ باروت۔ شکر۔ برتن۔ دواسازی۔ کپڑا بنانے کی ترکیبیں سب انہی سے سیکھیں۔ ریشم کے کپڑے بھی وہیں سے لائے اور اس سے ریشم تیار کر کے کپڑے بنوائے۔ چالوں گنا۔ زعفران۔ کپاس۔ زار۔ بخیر وغیرہ بھی اسی زمین کی چیزیں تھیں جو یورپ میں پھیلیں۔ چھڑا بنانے اور دباغت کرنے کی ترکیبیں بھی انہی سے لگئیں۔ کیونکہ اہل ہسپانیہ نے جبکہ مسلمانوں کو اس جنگ کے بعد اپنی ولایت سے نکال دیا تو ان سے یہ فن بھی جاتا رہا۔ اور انگریزوں نے اسے سیکھ لیا۔ چنانچہ مدت تک دباغت کی ہوئی جلد (مور کو دکوروفان) ہی کہتے تھے۔ جسکے معنی یہ ہوتے کہ یہ صنعت مراکش اور قرطبہ کی ہے۔

یہی سبب تھا کہ اکثر علوم و مباحث میں عربی الفاظ استعمال ہوتے ہی اور اب بھی وہی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً سمیت۔ نظیر۔ سموت۔ مقنطرات اور ستاروں کے نام اور کھول تھلی۔ جبر۔ قطن۔ شراب۔ کیمیا وغیرہ۔ اور اوزان کے نام بھی عربی لغت سے مشتق ہیں۔ مثلاً قنطار۔ رنج۔ بشر۔ وغیرہ۔ اور پانی کے

حصوں کے نام مثلاً بحیرہ - برکہ - جب - قبیہ وغیرہ - غرض تہوڑی تہوڑی سی تحریف کر کے انہی عربی الفاظ کو اپنی زبان میں داخل کر لیا۔ اور اگر عربی الفاظ نہ ملتے ہوتے تو ہسپانیہ کی زبان کہی ان علوم و فنون کے ترجمہ کر دینے واسطے کافی نہ ہوتی۔

مورخ رابرٹسون وغیرہ نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں عربوں کو علمی ترقی تھی۔ اور انکی اُلوالعزمیوں کا آفتاب عالمتاب ہو رہا تھا۔ وہ زمانہ اہل یورپ کی بالکل خواب غفلت میں سوئے رہنے کا تھا۔ اسی جنگ صلیبی نے انکو جگا دیا کیونکہ اس لڑائی میں جبکہ انکا گذریو شلیم کی طرف سے ہوا۔ کہ اُنکے لہلہاتے سبزے اُسکی شاداب زراعت و حسن تمدن نے انکے دلوں کو قبضہ کر لیا۔ اور جان سے فریفتہ ہو گئے۔ پھر جب آسیا میں پہنچے۔ جسے خلفائے عباسیہ نے علوم و فنون سے بھر دیا تھا۔ (اگرچہ اُس زمانے میں آسیا اُنکے اختیار سے باہر ہو چکا تھا) تو دل پر انکے سانپ لوٹنے لگے۔ اُسوقت سے ان ممالک کی فتح کرنے اور ان تمام چیزوں پر قابو پانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ بہانہ نکالے کہ اپنے اراکوں میں کامیاب ہوئے۔

اسی طرح جب قسطنطنیہ پر پڑے۔ جو کہ یونانی قیام کا پائے تخت تھا۔ اور اُس میں ایسی ایسی چیزیں اُنکو نظر آئیں جو کہ ان کے شہروں میں نہ تھیں۔ مثلاً خوبی تمدن۔ حسن تربیت و تعلیم۔ بحری قوت۔ معتبر معاملات و دستداری کے وسائل تو اُن کے منہ میں پانی بہا گیا۔ اور علوم و فنون کی تحصیل کی طرف پوری توجہ صرف کی۔ کیونکہ یہ سمجھ گئے تھے کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اسی علم و ہنر کی برکت سے ہے۔ اور ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان لوگوں کو دوا میوں میں کامیابی بھی دواں کے علوم و فنون پڑے اور سیکھے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ علم کی ترقی کا دروازہ کھلتا رہا۔ اور فوجیں جو ان سے واپس آتی تھیں اور اُنکے آداب و تہذیب سے واقف ہو چکی ہوتی تھیں

تو اپنے ماں ہی دلیسے ہی برتاؤ کرتی تھیں۔ چنانچہ تھوڑے دن میں ہمارا یورپ کے دوادین میں گتھین و تزنین ہونے لگی۔ مجلسوں اور محفلوں میں تہذیب کا چرچا پھیلنے لگا۔ علوم بھی رفتہ رفتہ ترقی پذیر ہونے لگے۔ اور جب ارسطو کے فلسفے کا ترجمہ کرنا چاہا تو سوائے اسکے کہ عرب کی ترجمہ شدہ کتابوں سے لیر (اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کیونکہ یونانی زبان سے انکو ناواقفیت تھی اور عربی زبان سے آمدورفت اور فلفط ملط کی وجہ سے بہت کچھ سوائست ہو گئی تھی۔ البتہ یہ بات ضروری تھی کہ عرب نے جو کچھ یونانی زبان ارسطو کے فلسفے کا ترجمہ کیا تھا اسیں غلطیاں بہت کچھ رہ گئی تھیں کچھ تو ترجمہ کر کے ذوالوں کی نادانی سے اور کچھ اسلامی فلسفیوں کی اپنی قابلیت سے مثلاً شیخ ریس وغیرہ کا ہونا نے عمدہ بہت کچھ اپنی من گھڑت باتیں ہی فلسفے میں داخل کر دی تھیں۔ جنگوں خاص ارسطو کے اصلی فلسفہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب اہل فرنگ نے ان کتابوں کو بعینہ عرب سے لیا اور لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور اپنے ماں کی تعلیم میں داخل کیا۔ تب ہی مدت تک یہ لوگ بھی اسی عنوان سے پڑھتے رہے۔ اور انہی غلطیوں میں رہے۔

آخر جس زمانے میں کہ عثمانیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یونانی علماء اٹھائیا وغیرہ میں اپنی اپنی کتابیں لے لے کے بہا گئے۔ اور یورپ کے شہروں میں منہا لی۔ تو پھر دوبارہ ارسطو کی اصلی یونانی کتابوں کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا۔ اور عربی کے ترجمے سے مقابلہ کیا گیا۔ تو بہت کچھ فرق معلوم ہوا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قدیم ترجمے متروک ہوئے۔ اور جدید ترجموں کی تعلیم کے واسطے بہت سے مدرسے کھولے گئے۔ اور یونانی و رومانی کتابیں پڑائی جلسے لگیں۔ اب اگر دیکھو تو جعفر علم و فن کا خزانہ خواہ عربی علوم ہوں یا یونانی یا رومانی سب اہل یورپ ہی کے پاس ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ سب کی کتب ان کے ماتھے میں ہے۔

اب عربوں کے منزل کو دیکھئے۔ کہ جقدر اُن کے کتب خانے تھے۔ جتنے مدرسے تھے۔ وہ سب دیران ہو گئے۔ اور کوئی نام لیوا بھی اُن کا باقی نہ رہا۔ گویا انکی علمی ترقیوں کا مدار انکی سلطنت تھی۔ جب سلطنت اپنے ماتحت سے دی تو اُسی کے ساتھ علوم و فنون کو بھی دیکے بیٹھے رہے۔ اور اسکا سبب قوی یہ تھا کہ آپس میں مسلمانوں نے جب ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ اور ایک دوسرے پر فتنیاب ہوئے تو جہاں مال و اسباب کو لوٹا کتب خانوں پر مصیبت ڈالی کسی میں آگ لگا دی۔ کسی کو دریا میں پھینک دیا۔ غرض اسی طور سے تباہ و برباد کر دیا۔ جیسا سلجوقیہ اور کریم سلطنت کے عہد میں ہوا۔ اُس کے بعد ملّا کو نے بہت کچھ علم کا حصہ ضائع کیا۔

صاحب قسطنطنیہ یہ بھی لکھا ہے کہ اندلس کے کتب خانے کچھ بہت دن تک قائم نہ رہے تھے۔ بلکہ بہت تھوڑے ہی دنوں میں انکی زندگی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ بہت سی کتابیں تو سعید بن احمد بن منصور (ملک مؤید کا وزیر) نے تلف کر دیں۔ اور بہت بڑا حصہ ہسپانیہ کے ماتحتوں ضائع ہوئیں۔ ایک مرتبہ نے لکھا ہے کہ سسی شہنشاہ نے اسی ہزار کتابیں اندلس کے کتب خانوں سے نکلوا کے ۸۹۹ میں غناڈ کے میدان میں جلا دی تھیں۔ اور سورج ہسپانی سسی رلیں لکھتا ہے کہ ہسپانیوں نے دس لاکھ پانچ ہزار جلدیں اندلس کے کتب خانوں کی جلا دی تھیں۔ جنہیں قاص عربوں کی قلموں سے لکھا تھا۔ اور تین کشتیاں جو فقط کتابوں سے بھری ہوئی تھیں اور مراکش کی طرف لے جاتے تھے اُنکو بھی ہسپانیوں نے چھین لیا۔ اور قصر اسکوربال میں لا کے ڈال دیا۔ اسوقت سے پہلے تک اُسی مکان میں پڑی رہیں نہایت کہ ایک مرتبہ اس مکان میں آگ لگی اور تین حصہ کتابوں کا جی مکان کے ساتھ جل گیا۔ فقط ایک چوتھائی کتابیں بچا لگیں۔ وہ بھی اسوقت کہ جب انہیں ہوش آیا کہ یہ کتابیں بچا لینا چاہئیں شاید کسی وقت نافع ہوں۔ غرض

باقی ماندہ کتابیں میخائیل نامی ایک مارونی شخص کو جو کہ اہل طرابلس سے تھا دیدی گئیں۔ اُس نے ایک لاکھ اسی ہزار اکاون کتابوں کے نام انہیں لکھوا دیئے تھے۔ میرے گمان میں یہ وہی کتابیں ہیں کہ جو سلطان کی کتابخانہ میں اب بھی محفوظ ہیں۔

اسکے علاوہ بہت کچھ حصہ علم و فن اور نیز کتابوں کا گروہ عرب کے زید دور ع کی بدولت ہی ضائع ہوا۔ اور اہل فرنگ ان تمام زبانوں میں اس فکر میں پھرتے رہے کہ جہاں کہیں قدیم کتابیں دستیاب ہو جائیں اُسکو یورپ تک پہنچانا چاہئے۔ یہاں تک کہ آج کل عرب کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی بھی اُس زمانے کی قلمی کتاب تلاش کیجائے تو سوائے ایک آدھ لغت کی کتاب کے یا دو چار فقہ وغیرہ دینیات کی کتابوں کے وہ بھی بوسیدہ و خرم ملینگے اور علمی کتابیں تو ایک ہی نظر نہ آئیں گی۔ جس طرح سے عرب کے مدرسوں کا اگر کہیں نام و نشان پوچھا جائے تو شاید سوائے جامع ازہر کے جو اب بھی مصر میں آباد ہے کسی کا نشان نہیں بتایا جاسکتا۔ اور اُس میں بھی سوائے دینی کتابوں کے باقی فنون فلسفہ کی بالکل تعلیم نہیں دی جاتی۔ یا چند لغت اور زبان دانوں کے سلفی کتابیں پڑھا دی جاتی ہیں۔ باقی خیر مصلح ہے۔

الکاتمة

خلفاء اور نوابوں وغیرہ کے سنین جلوس

ابوبکر صدیق کا خلافت کے واسطے انتخاب صاحب شریعت اسلام کی وفات کے بعد ۶۳ھ ہجری میں ہوا۔

عمر بن خطابؓ میں خلیفہ ہوئے اور دس برس چھ مہینے خلافت کر کے مقتول ہوئے۔
 عثمان بن عفانؓ میں خلافت کے لئے مقب ہوئے بارہ برس حکمرانی کر کے قتل کئے گئے۔
 علی بن ابیطالبؓ میں متولی خلافت ہوئے چار برس دو مہینے کے بعد سجدہ کوفہ میں مقتول ہوئے۔
 حسن بن علی بن ابیطالبؓ میں متین خلافت ہوئے مگر کل چھ مہینے انکی خلافت
 رہی۔ پھر بنی امیہ کے ماتھے میں چلی گئی اور برابر انہی کے ماتھوں میں پندرہ شخصوں
 تک متواتر باقی رہی۔ انکی سلطنت مصر۔ حجاز۔ ہند۔ چین۔ خراسان۔ مشرق۔
 افریقہ۔ اندلس۔ وغیرہ بلاد اسلام میں رہی۔ انکا پائے تخت دمشق شام میں تھا۔
 ۱۔ امین سے پہلا خلیفہ معاویہ بن ابوسفیان اموی ہے۔ ۳۰ برس اس تخت نشینی
 کا منصب ملا۔ اور اس سے میں برس بعد انتقال ہوا۔

۲۔ ۳۰ برس میں یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا۔ اور تین برس بعد انتقال کر گیا۔
 ۳۔ معاویہ بن یزید ۳۰ برس میں تخت نشین ہوئے اور نوے دن کے بعد
 خلافت سے اٹھا دیئے گئے۔

۴۔ عبداللہ بن زبیر۔ ملک حجاز و عراق میں ۳۰ برس خلیفہ مقرر ہوئے۔
 اور اس سے نو برس بعد مقتول ہوئے۔

۵۔ مردان بن حکم۔ مروانیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ انکی حکومت شام و مصر
 پر ۳۰ برس تھی۔ فقط آٹھ مہینے بعد اپنے ہی فراست داروں کے ماتھے سے
 دھوکے میں مارے گئے۔

۶۔ ۳۰ برس میں عبدالملک بن مردان تخت نشین ہوئے۔ مگر انکی خلافت
 اسوقت تک تسلیم ہوئی جب تک کہ ابن زبیر نہ مارے گئے۔ تیرہ برس خلافت
 کے بعد انتقال کیا۔

۷۔ ولید بن عبدالملک ۳۰ برس میں خلیفہ ہوئے۔ اور دوہرمان میں نو برس
 بعد وفات پائی۔

۸۔ یسار بن عبدالملک (ولید مذکور الصدر کا بھائی) ۳۰ برس میں متولی خلافت

ہوئے۔ اور مرج والحق میں دو برس آٹھ مہینے بعد فوت ہوئے۔

۹۔ عمر بن عبدالعزیزؒ میں متولی خلافت ہوئے۔ دو برس تین مہینے بعد دہرے دیرسمان میں (جو کہ حص میں واقع ہے) مارے گئے۔

۱۰۔ یزید بن عبدالملکؒ میں متولی خلافت ہوئے (اسی کے دامانے میں آل مہلب کی بیچ و بنیاد نازل ہوئی) اپنی خلافت سے چار برس بعد حوران میں انتقال کیا۔

۱۱۔ یزید بن عبدالملکؒ کے بھائی تسی ہشامؒ میں خلیفہ ہوئے۔ اور رصافہ میں (جسے شام میں بنو باہتا) بیس برس خلافت کر کے انتقال کیا۔

۱۲۔ ولید بن یزید بن عبدالملکؒ میں خلیفہ ہوئے۔ درایتال بعد مقتول ہوئے۔

۱۳۔ ولید مذکور الصدر کا بیٹا یزیدؒ میں خلیفہ ہوا۔ اور مرض طاعون میں مبتلا ہو کر پانچ مہینے چند دن بعد انتقال کیا۔

۱۴۔ یزید کے بعد ان کے بھائی ابراہیمؒ میں خلیفہ ہوئے۔ اور چار مہینے بعد خلافت سے اٹھا دیئے گئے۔ پھر مروان محمد بن مروان آخری خلیفہ بنی امیہؒ میں خلیفہ ہوئے۔ پانچ برس کے بعد قرطبہ میں قتل ہوئے۔

(ان کے بعد بنی عباس کی خلافت کا دورہ شروع ہوا)

پہلے خلیفہ سفاحؒ تھے ۳۶ھ میں تخت پر بیٹھے اور بنی امیہ کے امتیضال میں مصروف ہوئے۔ اہل فزارسج لکھتے ہیں کہ سفاح نے نبی مروان بن محمد بن مروان کے قتل سے فراغت پائی تو قاتل ہار مصالحت کے واسطے ایک ولیمہ کیا۔ اور دوسرا دمر بنی امیہ کو آمین طلب کیا۔ لوگ تو بہت خوش ہوئے کہ یہ بادشاہ بڑا حلیم ہے مگر جب سب کے سب ولیمہ میں شریک ہوئے تو کیا بارگاہی ان میں سے اسی آدمیوں کو بلا ڈالا۔ اور عبدالرحمان داخل اور ان کے باپ کے جکا ذکر آگے آکر لگا کر، نہ بچا۔ بعد کے سفاح نے حکم دیا کہ انہیں لاشوں پر

دستر خوان پچھایا جائے۔ اور کھانا کھایا جائے۔ کہتے ہیں کہ جس لذت سے
سرفاح نے اس روز کھانا کھایا ہے۔ عمر میں کسی دن ایسی لذت سے نہ کھایا ہوگا
غرض چار برس بعد اپنی خلافت کے انتقال کیا۔

۲۔ انکے بعد ابو جعفر منصور ^{۱۳۵} _{۵۵۵} میں خلیفہ ہوئے۔ اور بغداد کو پایہ تخت
بنایا۔ عبدالرحمان داخل جنگا ذکر پہلے آچکا ہے منصور کے ہاتھ سے بن کے مقرر
کی طرف بہا گئے۔ پھر وہاں سے برقعہ میں گئے۔ پھر وہاں سے اندلس کے ایک
موضع سماتہ ظاہر میں پہنچے۔ چونکہ انکی ماں وہیں کی تھیں اسوجہ سے ظاہر والوں
نے انکی حمایت کی اور امیر یوسف سے (جو بنی عباس کی طرف سے اندلس میں
گورنر تھا) لڑے۔ بعد غلبہ کے عبدالرحمان کی سلطنت وہاں قائم ہو گئی۔ اور کئی
ایک خلیفہ وہاں ہوئے۔ مگر جب بربروں کا دورہ آیا تو ^{۱۳۵} _{۵۵۵} میں خلافت قابض
عباسی کے عہد میں انکی خلافت چھن گئی اور کئی ایک بادشاہوں نے اس کے
اس سلطنت کا حصہ بانٹ لیا۔ اور تمام علوم و فنون جو عبدالرحمان کے بعد کے
خلفاء نے وہاں جمع کئے تھے۔ سب تلف کر دیئے۔ یہاں تک نہایت پہنچ کر مشرق
تک تمام عرب وہاں سے نکل بہا گئے۔ اور پھر اسی ملک کے رہنے والوں کا قبضہ ہو گیا
(خلفائے بنی امیہ جو کہ اندلس میں گذرے ہیں انکے نام اور تواریخ جلدوں)

سید بیری	سید میلاد عیسوی	بادشاہوں کے نام
۳۸	۷۵۵	عبدالرحمان داخل
۱۶۲	۷۸۸	عبدالرحمان کا بیٹا ہشام
۱۰۰	۷۹۹	حکم بن ہشام
۲۰۶	۸۲۱	عبدالرحمان اوسط ابن ہشام
۲۳۸	۸۵۲	محمد بن عبدالرحمان
۲۶۳	۸۸۶	منذر بن محمد
۲۷۵	۸۸۷	عبید اللہ منذر بن محمد اور اللہ اللہ کا بیٹا

۳۵۰۔ ۱۲۹۶ھ - عبدالرحمان ملقب بنامر عبید اللہ مذکور کا نواسہ

۳۵۰ - ۹۶۱ - حکم بن نامر ملقب بہ مستنصر۔

۳۶۶ - ۹۷۶ - ہشام بن حکم ملقب بہ سدید۔

ہشام بن حکم مذکور اپنی تمام خلافت کے زمانے میں اپنے وزیر منصور بن ابی عامر کے دباؤ میں رہا۔ آخر منصور مذکور تخت نشین ہو گیا۔ اور اہل حبشہ منصور کے خطاب سے اپنے آپ کو مخاطب کیا۔ سیدہ سیدہ میں اسکا انتقال ہوا اس کے بعد اسکا بھائی مظفر تخت نشین ہوا۔ پھر مظفر کا بیٹا۔ عبدالرحمان منصور تخت نشین ہوا۔ آخر عبدالرحمان مذکور۔ سدید مذکور الصدر کو اس بات پر مجبور کیا کہ عبدالخلافت ہمیں دید۔ انجام کار سیدہ ایک دستاویز لکھ دی جس پر تمام بنی ہاشم اور قریشی گئے۔ اور سیدہ کو خلافت سے ہٹا دیا۔ اور محمد بن ہشام بن عبدالحمید ابن امیر المؤمنین نامر ملقب بہ مہدی کی بیعت کر لی۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب دونوں سلطنتوں میں ایسی لڑائی کی آگ بھڑکی کہ جس نے آخر کار تمام سلطنت کو فرانس کے قبضے میں دیدیا۔

عباسیوں کی سلطنت

ابو جعفر منصور عباسی کے انتقال کے بعد اسکے بیٹے مہدی ^{۱۵۱} شیعہ میں خلیفہ ہوئے۔ اور اسی برس کے بعد اپنے بیٹے ہادی کو ^{۱۵۲} شیعہ میں خلافت سپرد کر کے انتقال کیا۔ ہادی نے ہی ایک سال بعد انتقال کیا۔

ہادی کے بعد ان کے بھائی مارون الرشید ^{۱۵۳} شیعہ میں خلیفہ ہوئے۔

اور تیس برس خلافت کر کے اپنے بیٹے محمد امین کو ^{۱۵۴} شیعہ میں تخت دیا۔ انتقال کیا۔ محمد امین اپنی خلافت کے زمانے میں سہلہ فاطمہ قرآن کا قائل ہوا۔ اور اس کے بعد کے خلفاء بھی اسی مسئلہ پر قائم رہے۔ جب کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں جانیں بلبغ ہوئیں۔ عرض امین مذکور الصدر نے بھی ^{۱۵۵} شیعہ میں اپنا تخت خلافت اپنے بھائی ہادی کو دیکر انتقال کر گیا۔

مارون واثق کے چھ برس خلافت کرنے پر انکے بہائی جعفر منوکل بامد
۶۸۶ء میں تخت نشین ہوئے۔ اور چودہ برس بعد اپنے بیٹے کے پہلے سے دہولہ کے
میں مقتول ہوئے۔

۶۸۶ء میں منصور بامد بن منوکل تخت نشین ہوئے اور تین مہینے بعد انتقال کیا
۶۸۶ء میں ہی مستعین بامد بن محمد بن المتعم تحت نشین ہوئے۔
انکے زمانے میں ترکوں کی قوت بڑھ گئی تھی۔ پہلے تو بڑے بڑے جہاز
پڑے رہے۔ آخر مستعین نے خود خلافت چھوڑ دی۔ اور چار برس بعد اپنی
خلافت سے قس ہوئے۔

۶۸۶ء میں معتز بن منوکل تخت نشین ہوئے۔ مگر ساڑھے چار برس
تک جو انکی خلافت کا زمانہ تھا۔ وہ برابر فتنہ میں گذرا۔ آخر عہد خلافت کو خلف
سے ہٹا دیا۔ انکے زمانے میں احمد بن طولون نے ملک مصر پر قبضہ کر لیا۔ سلام
میں یہ پہلا بادشاہ ہے جو سلطان کے لقب سے مشہور ہوا۔ کیونکہ اس سے
پہلے خلفاء کی طرف سے مصر میں نفط گورنر رکھتے تھے۔ مگر اس بادشاہ نے
خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے آپ کو نائب خلیفہ کی حیثیت میں سمجھتا
رہا۔ یہ واقعہ ۶۸۶ء کا ہے۔ مگر اسکے بعد پھر اسکے جانشین تقیاً ۴۵ برس
تک سلطنت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مقتدی بامد عباسی کا وقت آیا۔

مصری بادشاہوں کے نام

۶۸۶ء - ۷۸۶ء احمد بن طولون مذکور

ابوالحسن خوارزمی بن احمد بن طولون - ۷۸۶ - ۸۰۳

ابوموسیٰ مارون بن حارویہ ربیع بادشاہ - ۸۰۳ - ۸۹۵

نوبیس برس تک سلطنت کرتا رہا۔ آخر میں اسی کے دو چچاؤں نے ایک سے مار ڈالا۔ اس کے
بعد دس دن تک ابوالغازی شیبان بادشاہ رہا۔ اسکے قتل ہونے پر مصری بادشاہ
کی سلطنت ختم ہو گئی اور پھر عباسیوں کے قبضے میں مصر آ گیا اور خلیفہ زہبی بامد کے عہد تک

عباسیوں ہی کے لفظ میں رہا۔

نوٹ۔ شاید کسی شخص کو یہ اشتباہ پیدا ہو کہ سب یہ سلطنت مصر کی بطور نام اب خلیفہ کے تھی تو پھر یہ ذکر کہا جاسکتا ہے کہ اس سے کوئی عبرت نہ خلفاء بنی عباس کی غلطی پر پڑا ہوگا تو اسکا دفعیہ یوں ہو سکتا ہے کہ خلفائے عباسیہ پہلے کیا فی المذہب تھے۔ پھر انہوں نے اس رائے کو چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ امارت کی بابت سخت جھگڑے پڑ گئے۔ کوئی کسی کو امام مانتا تھا کوئی کسی کو۔ آخر اس ترک کرنے اور عام لوگوں کی مختلف رایوں کو اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلفائے عباسیہ کی سلطنت میں ضعف پیدا ہونے لگا۔ شوکت و ودبہ کم ہونے لگا۔ اپنے ہی نام پر مد و کار مخالف بن گئے۔ اسوقت ان لوگوں نے سوچا کہ اب سلطنت کا زوال ہو جائے گا۔ لہذا یہ ترکیب کرنی چاہیے کہ سلطنت کو عام کر دیا جائے اور ترکوں کروڑوں وغیرہ میں سے جو شخص کسی حصے کو کسی ملک کے فتح کرے اسکو دیاں کا بادشاہ مقرر کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جو شخص کسی ملک کا کوئی حصہ فتح کرتا تھا اسکو دیاں کا سلطان کر دیا جاتا تھا جسکا نتیجہ فقط یہ ہوتا تھا کہ خلفاء کے نام کا خطبہ فقط جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں پڑا جاتا تھا۔ اور سکوں پر انہی کا نام لکھا جاتا تھا۔

ابتداءً ابتداءً میں توبہ امر سیفد را چھا تھا۔ کیونکہ اسکے ذریعے اکثر شہر فتح ہوئے رہتے تھے اور ان میں ایک قسم کا جوش ہوتا تھا۔ مگر بعد میں وہ ایسی مستقل ہوئے کہ خلفاء کو بالکل اُمیر کسی قسم کے زور دینے کی قوت نہ رہی تھی۔ اسی سبب خلفاء کے قبضے سے بہت سے دہانہ نکل گئے تھے۔ کہیں سلاطین خوارزم خود سر ہو گئے۔ کہیں آتا بکہ موصل کہیں آتا بکہ فارس کہیں ایوبیہ سلطنت قائم ہو گئی۔ کسی طرف ترک۔ کہیں چنگیز یہ کہیں سلجوقیہ۔ بنی ارتق۔ وہ علحدہ ایک بادشاہت قائم کر لی۔ میں رسول اور شرفائے مکہ اور ملوک خراسان نے علحدہ علحدہ اپنے لئے ایک حصہ سلطنت کا لے لیا۔ غرض اسطور سے خلفاء کے

ملک تقسیم ہو گئے۔ اور انکی کچھ بھی قوت باقی نہ رہی۔ حتیٰ کہ بغداد اور اطراف بغداد پر بھی انکی پوری حکومت نہ رہی۔

الغرض معتز باہد کے بعد مہندی محمد بن واثق ^{۲۵۵ھ} ۲۵۵ھ میں خلیفہ بنے۔ مگر ایک سال ہی خلافت ذکر سکے۔ ترکوں کے زور پکڑا اور پہلے تو ان کو خلافت سے ہٹا دیا پھر قتل کر دیا۔

^{۲۵۶ھ} ۲۵۶ھ میں معتز عباسی بن متوکل خلیفہ ہوئے اور میں برس تک سلطنت کرتے رہے۔ انہی کے عہد میں قرامطے زور پکڑا اور تمام مشرقی ملکوں میں عباسیوں کو دیا۔ اور انکی سلطنت میں ضعف پیدا ہونے لگا۔
^{۲۵۹ھ} ۲۵۹ھ میں معتز باہد محمد بن جعفر خلیفہ ہوئے اور دو برس وہ بیٹھئے بعد انتقال کیا۔

^{۲۶۰ھ} ۲۶۰ھ میں معتز عباسی معتز کے بہائی خلیفہ ہوئے اور چھ برس کی مہینے سلطنت کر کے اپنے قہار بار کو ^{۲۶۲ھ} ۲۶۲ھ میں تخت کا مالک بنائے دہلی سلطنت آخرت کی طرف چل بے۔

انہی کے زمانہ میں قرامطے قوت پکڑی اور عباسی خلیفوں کو اپنا باجگزار بنالیا۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ حاجیوں پر بھی دست درازی کرنے لگے۔ حجاز و کواٹھا لگئے۔ فاذ کب کے دروازے کو کھنڈ لگئے

اسی اثنا میں ابو جعفر بن علی شلمغانی معروف بہ ابن ابی الخزاز جو صوفی المذہب تھا مدعی عدنانی بن بیٹا۔ اور حسین بن قثم جو خلیفہ معتز کے وزیر تھے۔ انکے مقتد ہو گئے جب خلیفہ نے انکو بلایا تو یہ اور انکے ساتھی سارے بہاگ گئے اور انکی جگہ پر ابن تھلقہ خوشنویس وزیر ہوا۔

اسی اثنا میں ابو عبد اللہ شعی (فریقہ کے شہر قردان میں لڑائی چھیڑی اور خلافت علویہ وہاں قائم کی۔ اسوقت سے ہجری ۲۶۵ھ تک عباسیوں کو اٹھا لی پڑیں۔ مگر جب ابو ہریرہ نے زور پکڑا اور الفریقوں تک عباسیوں

کی طرف سے حکم کیا تو پوری کامیابی ہوئی۔ اور آفریقہ سلطنت بالکل
مردوم ہو گئی۔

خلفائے علویہ افریقیہ

عبدالمہدی	۲۹۶ھ	۲۹۹ھ
ابوالقاسم بن محمد القائم بامر امیر بن مہدی	۳۲۲ - ۳۳۳	
اسمعیل منصور بن قائم مذکور۔	۳۳۳ - ۳۴۵	

خلفائے علویہ مصریہ

معر الدین بن اسمعیل منصور	...	۳۴۱ - ۳۵۲
عزیز بامر ابوالنضر نزار بن معر الدین۔	...	۳۵۵ - ۳۶۵
حاکم بامر امیر ابوعلی منصور صاحب دیانہ دروز ابن حنی	...	۳۸۶ - ۳۹۶
ظاہر لاغز الدین ابو الحسن علی ابن الحاکم فتح شام	...	۴۱۱ - ۴۲۰
مستنصر بامر ابوتیم بغداد میں اسکا نام کا خطیر ڈالیا	...	۴۲۵ - ۴۳۵
مستعلی بامر ابوالقاسم احمد بن مستنصر۔	...	۴۸۷ - ۴۹۴
آمر با حکام امیر ابوعلی منصور بن مستعلی۔	...	۴۹۵ - ۵۱۱
الحافظ لدین امیر عبد المجید بن محمد بن مستنصر	...	۵۲۴ - ۵۲۹
الظاهر بامر امیر اسماعیل بن حافظ۔	...	۵۴۴ - ۵۴۹
فائز بن نصر امیر عیسیٰ بن ظاهر۔	...	۵۴۹ - ۵۵۳
عاصم لدین امیر عبدالمہدی بن یوسف بن حافظ	...	۵۵۵ - ۵۶۰

عاصم کے مرنے کے بعد اشکا وزیر صالح الدین یوسف بن الیوب کی بی

ملک کا مالک بنا۔ اور اپنا لقب ملک ناصر مقرر کیا۔ سنی المذہب
تھا۔ اپنے آپ کو عباسیوں کا محکوم بنایا۔ جیسا کہ اوپر سلاطین عباسیوں
کے ماتحت تھے۔ اور سلسلہ وار اسکے وزراء مصر کے حاکم ہوتے آئے۔
یہاں تک کہ ترکوں نے مصر پر قبضہ کیا۔

سلاطین مصر کے نام

نار صلاح الدین یوسف مذکور الصدر۔ اس نے شام کو بھی اپنے قبضہ میں کیا اور مصر سے اسکو ملا لیا۔ اسکا ایک معتمد شخص بہاؤ الدین قزاقوش تھا۔	۵۶۷ - ۱۱۷۱
عزیز عثمان بن صلاح الدین۔	۵۸۹ - ۱۱۹۴
منصور محمد بن عثمان۔	۵۹۵ - ۱۱۹۸
عادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب۔	۵۹۶ - ۱۱۹۹
کامل محمد بن عادل۔	۶۱۵ - ۱۲۱۸
عادل ابوبکر بن کامل۔	۶۲۵ - ۱۲۳۷
صلاح ایوب نجم الدین (عادل ابوبکر کا بھائی) ملک معظم نوزاد شاہ۔ کل دو مہینے سلطنت کر کے مارا گیا اور شجرۃ الدین میں اسکا قائم مقام رہا۔ پھر سلطنت سے ہٹا دیا گیا۔	۶۳۷ - ۱۲۳۹
ملک شرف موسیٰ بن یوسف۔ بعد پانچ برس باورشتا کر نیکی معزول کر دیا گیا اور ترک سلطنت اسی وقت سے قائم ہوئی جسکے نام حسب ذیل ہیں۔	۶۴۸ - ۱۲۵۰
نور کی یاوشاہوں کے نام	
معز الدین ایک ترکانی صاحبی۔	۶۵۲ - ۱۲۵۶
منصور علی ابن معز الدین	۶۵۵ - ۱۲۵۷
منظفر قطز معزی۔	۶۵۷ - ۱۲۵۸

الظاهر رکن الدین والدینا پیرس نڈائی بند قداری جسکے زمانے میں سلطنت

خلفائے عباسیہ متحدہ ہوئی۔ لہذا اب ہم ان مصری یاوشاہوں کا ذکر چھوڑ کے عباسی خلفاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ ہماری غرض عربوں کے حالات تکبیس کی تھی

اور جب عباسیہ سلطنت تمام ہو گئی اور فقط ترکی سلطنتیں رہ گئیں۔ تو وہ ہمارے
سرموئے بحث سے علمی رہ ہو گئیں۔

الغرض قاہرہ بامد عباسی ^{۳۲۲}/_{۶۹۳} میں خلیفہ ہوئے اور کل ڈیڑھ سال سلطنت
کرنے پائے تھے کہ خلافت سے ہٹا دیئے گئے۔

^{۳۲۲}/_{۶۹۳} میں رضی باللہ عنہ قاہرہ بامد خلیفہ ہوئے اور چھ برس تک سلطنت کرتے رہے
^{۳۲۲}/_{۶۹۳} میں رضی باللہ عنہ کے بھائی معتقی بامد ابراہیم خلیفہ ہوئے۔ اس وقت
انکے قبضے میں سوائے بغداد کے اور کوئی ملک نہ تھا۔ با اینہم وہی بڑی بڑی لڑائیاں
رہیں۔ غرض تین برس خلافت کرنے کے بعد معزول کیے گئے پھر مقتول ہوئے۔

^{۳۲۲}/_{۶۹۳} میں مستغنی بامد عبداللہ بن کتفی۔ ایک سال تین مہینے تک خلیفہ
رہا۔ اسکے بعد معز الدولہ بن بویہ دلی شیعی نے اسکو سلطنت سے معزول کر دیا۔

اور دونوں آنکھیں نکھلوا کر قید کر دیا۔ اسکے بعد خود بغداد میں آیا۔ اور تخت نشین ہوا
تمام گرد و پیش پر بغداد کے قبضہ جمایا اور اپنا لقب سلطان العراق رکھا۔ غرض اس نے
خلفا کے واسطے سوائے مہمہ اور تخت اور سکہ اور نہاد و ریک پر دستخط کرنے اور
مہانوں کے سامنے بیٹھنے کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ ہاں سلام تقطیسی البتہ خلفا ہی کو
ہوتا تھا۔ اور خطاب خلافت باقی تھا۔ یہی حالت قائم بامد تک رہی۔ جب سلجوقیہ
سلطنت قائم ہوئی تو بنی بویہ کی سلطنت بھی تمام ہو گئی۔ مگر خلفا اس وقت بھی قید
ہی کی حالت میں رہے۔ آخر جب ہاکو خان باوشاہ تانار آیا ہے اور مستغنی بامد کو
قتل کیا ہے تو بغداد کو زبرد کر دیا اور عباسیوں سے ان تمام بلاد کو خالی کرالیا۔

سلطان بویہ

معز الدولہ بن بویہ پہلا سلطان بغداد۔

نختیار بن معز الدولہ۔

عصہ الدولہ۔ نختیار مذکور کا چچا زاد بھائی تھا۔ اسکے نام کا

خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ اور اسکے دروازے پر نین لڑتیں سجائی گئیں۔ عصہ الدولہ

^{۳۲۲}/_{۶۹۳}

^{۳۲۲}/_{۶۹۳}

^{۳۲۲}/_{۶۹۳}

^{۳۲۲}/_{۶۹۳}

علمائے بہت محبت رکھتا تھا۔ اپنے نام سے کسی کتابیں بھی اس نے لکھی ہیں۔
ایضاً علم سوغیہ۔ محبت علم قرأت ہیں۔ ملکی علم طب میں۔ تاجی تاریخ ہیں۔
اس نے بیارستان (شفا خانے) اور پل بنوائے تھے۔ اسی کے عہد سے تجارتی
اسباب پر ٹیکس شروع ہوا۔ اور یہی سلطنت کی تجارت تھی۔ ایک آدھ چیزوں کی
تجارت کو منع کر دیا تھا۔

مصمام الدولہ بن محمد الدولہ۔

۳۷۲ھ
۶۹۸۲

مشرف الدولہ ابو الفداء اس۔ مصمام الدولہ کا بھائی۔

۳۷۶ھ
۶۹۸۶

بہاؤ الدولہ مشرف الدولہ کا بھائی۔

۳۷۹ھ
۶۹۷۹

سلطان الدولہ ابو شجاع بن بہاؤ الدولہ۔

۳۸۰ھ
۶۱۰۱۲

مشرف الدولہ ابو علی۔ سلطان الدولہ کا بھائی۔

۳۸۳ھ
۶۱۰۲۲

جلال الدولہ۔ مشرف الدولہ کا بھائی۔

۳۸۸ھ
۶۱۰۲۷

اسی کے عہد میں خلافت نیت و نابود ہو گئی۔ کردیوں نے حملہ کیا۔

اور خلیفہ کا باغ لوٹ لیا۔ تمام عرب بغداد کے چاروں طرف بہاگ گئے عورتیں

رہ گئیں۔ وہ خوب لونی لگیں۔

ابو کالیجار۔ جلال الدولہ کا بھائی۔ خلیفہ کے اسکا لقب

۳۸۵ھ
۶۱۰۳۳

محمی الدولہ رکھتا تھا۔

ابو نصر ملقب بہ رحیم بن ابو کالیجار۔ اسکے زمانے میں پھر

۳۹۰ھ
۶۱۰۳۸

بغداد میں بہت بڑا فتنہ برپا ہو گیا۔ اور شیعہ سنیوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ بڑی

خونریزی ہوئی۔ بعض محلوں میں آگ لگا دی گئی۔ بعضے مقبرے جلا دیے گئے۔ اسی

اثناء میں ایک شخص طفلانگ نامی سلجوقی حکم روم کے شہروں میں ترکوں سے لڑا تھا۔

بغداد میں آگیا۔ اور اُسکے اور بویوں کی فوجوں میں سخت کشت و خون ہوا۔ آخر وہی

سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اور ابو نصر رحیم کو قید کر لیا۔ اور ترکوں کا سب مال بغداد سے

مافک کر لیا۔ اپنا پائے تخت شہر خونیہ کو بنایا۔ رادار الحکماء اس میں ایک شخص نائب تھا۔

• اس وقت کے خلفاء وہی ہوتے تھے جو اگلے خلفاء کی اولاد سے ہوتے تھے۔

اور قیدیوں کی طرح رہتے تھے۔ فقط انکو یہ کام رکھنا تھا کہ سلجوقی یا بوہی سلطان جب اُنکے سامنے حاضر ہوتا تھا تو اُنکے ہاتھ پر بوسہ دیتا تھا۔ اور بات کرنے میں آداب کا لحاظ رکھتا تھا۔ اور تعظیم کے ہر پہلو کا خیال رکھتا تھا۔ پھر جب انکو خلافت سے معزول کرنا چاہتا تھا۔ تو انکیس اُنکھو الیتا یا قتل کر دیتا تھا۔

منجملہ اُن تینہی خلفاء کے۔ مطیع فضل بن مقتدر تھے۔ ۳۹۳ھ میں متولی خلافت اُسے اور تین برس خلیفہ رہے۔ معزول کئے گئے۔ انہی کے وقت میں قرامطہ نے ہجر اسد کو اُسکے ملک میں رکھ دیا۔ پھر عبدالکیم بن مطیع ۳۹۳ھ میں خلیفہ ہوئے اور ستر برس چھ بیٹے تک اُنکی خلافت رہی۔ پھر انکو بہار الدولہ دہلی نے اُسکی غرض سے معزول کر دیا کہ انکا مال لینے اپنی زوجہ پر صرف کرے۔ اور اُنکی جگہ پر قارباہ ابو الیاس احمد بن مقتدر کو ۳۹۳ھ میں خلیفہ بنا دیا۔ وہ اکتالیس برس خلافت کر کے فوت ہو گئے۔ اُنکی جگہ پر قائم ہمارا سردار ۳۹۳ھ میں بیٹھ اور چوالیس برس تک خلافت کر کے دیپالے سدا رہے۔

اسی زمانے میں بنی بوہی کی سلطنت بغداد سے نیت و نابود ہو گئی اور اُسکی

جگہ پر سلجوقیہ سلطنت قائم ہوئی۔

(سلجوق تبار کے کسی ریاست کا مذہب تھا۔ ایک موصوف نے لکھا ہے کہ سلجوق مذہب

۳۹۳ھ میں بہمنیہ الشکر لیکے نکلا۔ اور قند و بخارا پر قبضہ کیا۔ پھر وہیں مسلمان

۶۱۰ھ بھی ہو گیا۔ رفتہ رفتہ مشرقی و مغربی حدود میں چین سے لیکر اطالیہ تک قبضہ کر لیا۔

اور سوریا و مصر بھی اپنے دیر تصرف کیا۔ اسی کے اہمیت مغربی سلطنت فنا ہوئی۔

سلجوقیوں کے قابض ہوتے ہی علم و فن کا چرچا عرب کے ملک سے کم ہونے لگا

اور خورسہی دن تمام قوم قریب قریب جاں ہو گئی۔

علامہ فاضل خیر آمد افندی موصوف عثمانی لکھتے ہیں کہ سنہ ہجری کی

ابتداء میں علوم و فنون کے خاتمہ کی ابتداء شروع ہوئی کسی کے دل میں آداب

معارف کی قدر نہ رہی۔ سب کے افکار پر اگندہ ہو گئے۔ علماء میں کاپی سستی کا مادہ بڑھ گیا۔ مدرسے چھوڑ چھوڑ کر اپنے گھروں میں بیٹھے۔ کیونکہ ناماریوں کے ہجوم کرے گا ہر وقت خوف لگتا رہتا تھا۔ چاروں طرف سے انہی کی یورش کا شور ہو رہا تھا۔ عرب کی سلطنت بھی اسی زمانے میں چھینی بشرقی اور مغربی غلامتوں کے نظام میں سخت احتمال پڑ گیا۔ اسی زمانے میں ایک صوفی صاحب مسمیٰ ابن العقیسی نے اندلس میں خروج کیا۔ اور عمار انصوف کو اتار کر برود سلطنت اور مدینہ کے دین کے قائم کرنے کا آواز بلند کیا۔ اسکے ساتھیوں کو رابطین کہتے تھے۔

دوسرے صاحب اہل بنی سلامہ انصاری نے اپنے گلے میں قرآن لٹکایا۔ اور بغداد کے گلی کو چوں میں پھرنے لگے۔ اور لوگوں کو قرآن اور حدیث پر عمل کرنا قیال دلانے لگے۔

افریقہ کے شہر سوس میں شیخ فوزیری صوفی بچلے۔ کچھ انھوں نے زور بکرا اور قبیلہ عمار سے مسمیٰ عباس نے خروج کیا۔ اور اپنے مہدی جو عمرو ہو سکا دعویٰ کیا خلاصہ یہ کہ قائم بامر اللہ کے بعد مقتدی بامر اللہ عبادہ بن محمد بن القائم تسلیم میں خلیفہ ہوئے اور انیس برس تک خلافت کر کے دنیا کو خیر واد کہا۔ انکے زمانے میں فرقہ باطنیہ کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے سخت خوزیری کی۔

۶۱۰ھ میں مستظہر بامر اللہ مقتدی بامر اللہ قائم مقام ہوئے۔ اور چھ برس تک خلافت کر کے انتقال کیا۔ اسی کے زمانے میں صلیبی جنگ فرم ہوئی۔ اور شام و انطاکیہ پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ اور یورشلیم میں اپنا ایک گورنر بٹلا دیا۔ ۵۱۸ھ میں مسترشد بامر اللہ فضل بن مستظہر خلیفہ ہوئے مگر سلطان سلجوقی نے خلافت کے شرور برس بامر اللہ کے قریب انہیں قتل کر دیا۔ اور انکی جگہ پر منصور راشد کو ۵۲۹ھ میں خلیفہ بنا دیا۔ ایک سال کے بعد وہ بھی مقتول ہوئے۔ ۵۳۳ھ میں مقتدی بامر اللہ محمد بن مستظہر خلیفہ ہوئے اور چھ برس تک خلافت کر کے فوت ہوئے۔

۵۵۵ء میں مستنجد باللہ دیوبند بن مقتدی مذکور گیارہ جہاں فانت کر کے فوت ہوئے۔
۵۶۱ء میں مستنضی بن نور الدین حسن بن مستنجد غلبہ ہوئے اور نو برس چچا ہاجرہ بعد فوت ہوئے۔
۵۶۸ء میں ناصر الدین احمد بن مستنضی غلبہ ہوئے اور چھالیس برس بعد فوت ہوئے۔
انہی کے زمانے میں ابوبی سلطنت مصر میں قائم ہوئی۔ اور سلطان صلاح الدین
اور فرانس میں سخت جنگ واقع ہوئی۔ اسی لڑائی میں صلاح الدین نے یوشلیم
کو فرانس سے لے لیا۔ لیکن تاتاریوں کے ہاتھ سے جاسیوں پر مصیبت
آنی شروع ہوئی۔

۶۲۲ھ میں ظاہر باعد محمد بن ناصر مذکور خلیفہ مقرر ہوئے۔ ایک سال
۶۲۵ھ میں کابل اسکے بعد زندہ نہ رہے۔

۶۱۲۲۳ میں منصور مستنصر بالله بن نظام الملک خلیفہ ہوئے اور سترہ برس بعد فوت ہوئے۔ انہی کے دور میں تاناریوں کا زور بڑھا۔ اہل لوٹ مار ان کی زیادہ ہوئی۔ بغداد کے گرد و پیش انکی دستبرد سے تباہ ہونے لگے۔

۱۲۴۳ھ میں مستصم بادشاہ عبدالعزیز منصور مستنصر خلیفہ ہو سکے اور پندرہ برس تک فلامنت کی یہ خلیفہ نہایت ضعیفہ الرأی بے تدبیر تھا بہت سا لشکر اپنا موقوف کر دیا تھا اور دیسا پنا مؤید الدین خلجی اسماعیلی المذہب کو بنایا۔ اسی کی بابت شیخ شمس الدین بن کوفی واقعہ کہتا ہے۔

یا عصبۃ الاسلام نوحی و الطمینی حزنا علی ما حل بالمستعصم
فتب الوزان فاسان قبل زمانہ لابن الفوات وضا الربیع العلفی
مشہور ہے کہ اسی وزیر نے بلال کو نبیؐ کو نبیؐ کو نبیؐ کی صلاح دی تھی۔
آخر اُس نے نبیؐ کو تمام مال اسباب لوٹا۔ اور سخت خوزیری کی۔

۱۵۱
۶۱۳۵۸
میں اس خلیفہ کو قتل کر دیا۔ بس انہی پر تمام عباسی خلافت کا
بندار سے غمان منہ ہو گیا۔

اس جابر بادشاہ مجبوس کے تمام ظلم و ستم میں سے ایک یہ بھی ظلم تھا کہ جبکہ

نفیس کتابیں اس نے بغداد کے کتب خانوں میں پائیں سب کو مدجلہ میں بچھا دیا۔ اور کچھ لوگ جو عباسیوں میں سے قتل سے بچ گئے تھے۔ وہ مصر میں ابوبی سلطنت میں پناہ گزیں ہوئے۔ کیونکہ انہی کے آباؤ اجداد کو ابوبی بادشاہوں نے غلیفہ بنایا تھا۔ اسی طرح انہیں سے ایک ایک کو رفتہ رفتہ غلیفہ کے نام سے نامزد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دوسواکانوئیں برس میں سترہ شخص ایک کے بعد ایک غلیفہ ہوئے۔

اگرچہ ابوبی بادشاہوں سے تقدیم و تاخیر کی بہت کچھ انکو تکلیفیں پہنچتی رہیں۔ جب منوکل علی اور محمد بن سنسک بامد غلیفہ تک نوبت پہنچی۔ اور لوگوں نے قسطنطنیہ میں ان سے بیعت کی۔ (جبکہ یہ سلیم عثمانی کے ساتھ جو کہ فاتح مصر تھا قسطنطنیہ میں گئے تھے۔) پھر یہ وہاں سے واپس آئے۔ اور مصر میں ^{۱۱۵۴} ۱۱۵۴ء میں انتقال کیا۔ تو عباسی خلافت کا دنیا سے خاتمہ ہو گیا۔ اگرچہ اسنے زمانہ تک نام ہی نام کو خلافت تھی۔ کیونکہ سلاطین سلجوقیہ و ایوبیہ وغیرہ ان پر حکم ادا کرتے تھے۔ انکو کسی قسم کا زور تو تھا ہی نہیں صرف نام کے غلیفہ تھے۔

اور جس وقت سے کہ آفتاب خلافت عباسیہ پر زوال آیا بلکہ ظلمت کسوف عدم میں چھپ گیا۔ اسوقت سے علوم و فنون پر مصیبتیں آنے لگیں۔ اور تمام نفیس کتابیں چیزیں عرب سے ضائع و برباد ہونے لگیں۔ کسی کو صنائع و بدائع کی طرف توجہ نہ رہی۔ عدم مارست کیوجہ سے دماغ و ذہن بھی اُنکے کمزور پڑ گئے۔ ہسپانیا اور افریقہ میں بھی جو علوم و فنون آہ زلزلہ میں ترقی پذیر ہوئے تھے۔ وہ بھی ٹھٹھک کر رہ گئے۔ غرض ہر طرح سے علم پر زوال آ گیا۔ اور سوائے ہل کے اور کچھ باقی نہ رہ گیا۔ اکثر نو جوانوں نے جسے کچھ امید ترقی ہو سکتی انہوں نے الف لیلہ۔ قصہ خنتو۔ لیلیٰ مجنوں۔ و کچھ شروع کئے۔ کاش اگر یہی دوبارہ علوم کی طرف مائل ہو جائے اور

پیشہ اخبار لایو

جس میں ہر ہفتہ ملک کے تمام ضروری معاملات پر اعلیٰ درجہ کی رائے کی جاتی ہے اور انگریزی
عربی ترکی وغیرہ اخبارات کے مضامین ترجمہ ہو کر سچ ہو کر آتے ہیں اور حکومتی تمام اردو اخبارات
سے زیادہ سے زیادہ اور تازہ خبریں ہم پہنچانے کا فکر حاصل ہے ہر ہفتہ دنیا کے کسی شہر شخص کی
تصویر حالات بھی چھاپے جاتے ہیں رواج اپنی نہایت ارزانی قیمت اور ہر ہفتہ نیا پالیسی کے
ہندستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپنے والا ہے قیمت ہر مصلوٹ اک فقط
اڑھائی روپے (دعیمہ) پیشگی قیمت کی وصولی پرتین نادر کتابیں ہر ایک ختم یدار کو مفت ملتی ہیں

انتخاب جواب

دنیا کے تمام نہایت پرچسپ اخباروں میں مفید کتابوں اور مضامین کا مجموعہ جس میں ہر سال
قیمتی علمی اور علمی مضامین مل رہا اور اعلیٰ درجہ کے لئے مروج ہونے میں کر جہاں کسی نیا سے اردو زبان
میں مل نہیں سکتے ہندستان میں کسی زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب یا رسالہ نہیں چھپا اور زبان
میں بے نظیر قیمت ہے ناظرین میں کسی قسم کے انعام تقسیم ہوتے ہیں اور نامہ نگاروں کو معاوضہ
دیا جاتا ہے ہفتہ وار اشاعت ۲۴ صفحوں کا سالانہ قیمت ہر مصلوٹ اک چار روپے (دعیمہ)

بچوں کا اخبار

ہندوستان اور یہ کہ میں کم از کم ایک سو اخبار بچوں کی تعلیم تربیت کے متعلق شائع ہوتے ہوئے بکر اور زبان
میں تمام ہندوستان میں ایسا ایک اخبار یا رسالہ بھی شائع نہیں ہوتا اس کمی کے پورا کرنے کے لئے
بچوں کا اخبار پری بکس کے ساتھ کارخانہ یہ اخبار شائع ہوا شروع ہوا ہے اور اسے
ملک کے تمام اخبارات اور اہل الرائے لوگوں اور محکمہ تعلیم کے اکثر افسروں نے بچوں کے خلاق آداب
اور تعلیم تربیت کے لئے نہایت مفید تسلیم کیا ہے کوئی بال بچہ والا گھر اسے خالی نہ رہے قیمت
سالانہ ہر مصلوٹ اک دو روپے (دعیمہ) اور ہر مصلوٹ اک چار روپے (دعیمہ) (یہ اخبار لاہور)

